

رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی
RAIS.I.HIND
DELHI
پنڈت پیارے لال - وفادار
دہلی

قواعد وضوابط
اہتمام ترتیب وقیمت رسالہ

(۱) یہ رسالہ سال گذشتہ سے شاندار اداؤں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پندرہویں تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوا کرے گا +

(۲) چونکہ دہلی ہندوستان کا دار الخلافہ ہے اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہے۔ اسلئے اسکی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ رابعد معانی منتخب کی گئی ہے +

(۳) اسمیں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی ۱۱۱ ریاستوں اور دیگر رؤسا امرا وغیرہ کے پولیٹکل شوشل اخلاقی تاریخی علمی ادبی وغیرہ وغیرہ مضامین درج ہوا کریں گے +

(۴) ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری ضروری حالات مع تصویر ہوا کریں گے +

(۵) سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہوگا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایکروپیہ عہ۔

(۶) کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہیے۔

(۷) جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاویگا بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائیں گے +

(۸) شرح چندہ حسب ذیل ہے۔

(۹) جیساکہ اس رسالہ کا موضوع ہے اسمیں محض رئیسوں ریاستوں جاگیرداروں ہی سے متعلق مضامین درج ہوا کرینگے و نیز مضمون نگار صاحبان کو موضوع اور مستقل سرخیوں ہی پر مضمون تحریر فرمائیں +

(۱۰) جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضامین لکھیں گے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائینگے اُن کی خدمت میں بقدر مناسب معاوضہ پیش کیا جائے گا یا رسالہ مفت دیا جائے گا +

(۱۱) نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے +

(۱۲) یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں صحیح صحیح ہوں سُنے سُنائے نہ ہوں۔

(۱۳) جملہ خط و کتابت متعلق مضامین خریداری و نمونہ رسالہ اشتہارات نیز ترسیل زر چندہ و اجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام مینیجر ہونا چاہیئے۔

(۱۴) چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل کریگا اس لئے طبقہ امرا میں خصوصیت کیساتھ مقبول ہوگا۔ اشتہار دہندگان کیلئے نہایت نادر موقع ہے نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں مگر براہ کرم جھوٹے اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سود کوشش نہ فرمائیں +

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امرا و رؤسائے نامدار	عوام	طلبا	مابعد
شرح چندہ	بگفتا قیمتش گفتم نگاہے بگفتا کمترش گفتم کہ گاہے		للعہ	[illegible]	ھر	[illegible]

مینیجر رسالہ رئیس ہند دار السلطنت ہند دہلی





رئیسِ ہند

دہلی

جلوس سوم | بابت ماہ جنوری ۱۹۲۳ء | دربار اول

رموزِ مصلحتِ رئیس

ہمارے حاصل شدہ سوراج میں ہماری مصنوعات

نمبر ۳

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ بامن کردہ ہر چہ آشنا کرد

کوئی کام حکومت کی امداد کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا، وہ رعایا بڑی خوش نصیب ہے کہ جسے حکومت کی امداد حاصل ہے۔ (ایک سنسکرت اشلوک کا ترجمہ)

حکومت قیصری نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مذہبی دست اندازی سے دست دار[ی]

کا کھلے دل سے اعلان کیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسے اعلان کے اجراسے گورنمنٹ کے ارباب بست وکشاد کی علتِ غائی کیا تھی، اور اس دانشمند قوم نے اسکے کیا پولیٹیکل نتائج حاصل کرنا تھے۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ جہاں اس میں مفاد ہے وہاں نقصانات بھی ہے۔ اس سے یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ضرور ہوا کہ ہندی مسلمان اور دیگر اقوام، جو ابتدا سے حکومت کے خوف اور رعب سے اپنے مذہبی فرائض انجام دینے پر مجبور تھیں، آزاد ہوگئیں۔ اب وہ آزادی درجۂ انتہائی پر پہونچکر ہند کی جملہ اقوام کی بربادی کا باعث ہو رہی ہے۔

اب حکومت کا کوئی قانون کسی متنفس کو کسی مذہبی فرض کی انجام دہی کے لئے مجبور نہیں کرسکتا۔ جب حکومت کا خوف جاتا رہا، مذہب کا پاس نہ رہا۔ جب مذہبی فرائض کی پابندی سے آزادی ہوگئی۔ تو پھر جو دل میں آئے کیوں نہ کریں۔ دل گرنیک حالتوں کی طرف طبعاً راغب ہونے کا میلان رکھتا۔ مذاہب اور ملل کی قائمی کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اِس آزادی نے جہاں ہر طرح کے دیگر نقصانات پہونچائے وہاں ہماری مصنوعات کا قطعی استیصال کردیا۔ تعلیم و تربیت مغربی نے عورتوں کو چرخے سے نفرت دلائی، کرکٹ، ٹینس، فٹ بال، پیانو اور سیر گشت پسند آئی۔ گھر کے کام کاج سے نفرت ہوئی، غیر مردوں سے الفت ہوئی۔ مندروں مسجدوں کا جانا چھوڑا۔ یورپین سوسائٹیوں سے ناتا جوڑا۔ کہ جہاں فیشن کے مطابق لباس اختیار کئے بغیر لطف نہ تھا۔ اپنی معاشرتی زندگی یورپ کی طرزِ معاشرت پر قربان کردی۔ اِس قربانی کے ساتھ مصنوعات کی قربانی وابستہ ہی ہے۔ ملک میں چاروں طرف بیہودہ شور و شر ہی کی پکار رہے ہے اور بات بات میں انگریزوں کو کوسا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی بربادی کا انہیں ہی ملزم گردانا جاتا ہے۔ لیکن یہ ستم ہے کہ اپنی حماقتوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ آج وہ کون سا محب قوم ہے جو فرائض مذہبی پر فریفتہ ہے۔ اور جو صبح سے شام، اور شام سے صبح تک یورپین طرز، بود و باش کے گورکھ دھندے میں پھنس کر اپنی، اپنے خاندان اور قوم کی زندگی تباہ نہیں کر رہا ہے۔

تجربہ کہتا ہے کہ ان کی ہر حرکت قوم کی تباہی ملک کی بربادی کا پیغام دیتی ہے۔ جب تک ہند کی اقوام ہر معاملہ میں اپنے آبا و اجداد کی تقلید اور احکام مذہبی و قومی کی پیروی کرنے کی قسم نہ کھالیں گی۔ ہماری مصنوعات کی بربادی کا رونا رہیگا۔ جلیبعتیں طبعًا بدی کی خوگر ہوتی ہیں اور وہ محض حکومت کے عصا ہی سے مرعوب ہوتی ہیں۔ اگر ہند کی سلامتی چاہنے والے حکومت ہند سے یہ استدعا کریں کہ ہمارے ہمارے مقتدایان دین کی معرفت ہمیں مذہبی فرائض پر پابند رہنے کے لئے قانونًا مجبور کیا جائے۔ تو اسکا نتیجہ دو سال ہی کے اندر اندر حقیقی سوراج کا حصول ہو سکتا ہے ہماری طرز بود و باش، خورد و نوش، سیر و تفریح، ہمارے مذہبی احکام کے موافق ہوجائے سب پیشہ ور اپنے اپنے پیشہ کی قائمی و بحالی کے لئے بہ دل و جان کوشاں ہونگے اور وہی دیوتاؤں کی پہلی سی زندگی ہمیں نصیب ہوگی۔ فارغ البالی، فلاکت کا گلا گھونٹ دیگی۔ تندرستی جملہ بیماریوں اور وباؤں پر غالب آجائیگی۔ تنگدستی اور عسرت فنا ہوگی۔ غرضکہ ہندوستان پہلا سا بہشت نشان ہوگا۔ اور اُسکے ساکنین بہشتی۔ ورنہ وہ دن اب کچھ دور نہیں کہ ان فدایانِ فیشنِ یورپ کی بدولت ہم اپنا لاکھ کا گھر خاک کر دینگے اور ہماری تمام مصنوعات خاک میں مل جائینگی۔ قومیں کوئی برباد نہیں کرتا بلکہ خود برباد ہوتی ہیں۔ اے غافلو! ع

اُٹھو اُٹھو کہ بس اب سر پہ آفتاب آیا

شملہ کی

پہاڑی ریاستیں

دریائے جمنا اور ستلج کے مابین اور کوہستان ہمالک کے اوپر جو کوہی رقبہ ہے وہ اُن راجپوت حکمرانوں کی با اختیار چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر تقسیم ہے کہ جو محمدی غارتگروں کی غارتگری، لوٹ و مار اور تاخت و تاراج کی تاب نہ لاکر اپنی قدیم راجدھانیاں چھوڑ چھوڑ کر ان دشوار گذار اور ناقابل گذر لا فتح پہاڑیوں میں آکر صدیوں قبل پناہ گزین ہوئے تھے۔ یہ شاہی خاندان زیادہ تر ملک راجپوتانہ سے ترکِ وطن کر کے آئے تھے چونکہ صدیوں تک ان ناقابل تسخیر پہاڑوں میں امن وچین سے حکمرانی میں مصروف رہ کر حملہ آوروں کے جبر و ستم سے محفوظ رہے۔ اِس لئے بعد تباہی سلطنت مغلیہ ہند ہی آرام و اطمینان نے اپنی واپسی وطن قدیم کی آرزو سے بے نیاز کردیا۔ اب وہ اِن پہاڑوں میں اپنے قدیم وطن راجپوتانے کی طرح شاد و آباد ہیں۔ اور ہمارے خیال میں بھول کر بھی اپنے وطن قدیم کی یاد نہیں فرماتے۔ اب یہ سراغ چلانا بھی تقریباً ناممکن ہے کہ یہ شاہی خاندان کس کس زمانہ میں، کس کس راستہ سے اولاً کہاں کہاں قیام فرما ہوئے۔ کن کن جابروں اور ظالموں کے ستائے جانے سے اپنے لکھو کھا برس کے وطن عزیز کو خیرباد کہا۔ کیا کیا مصائب اُٹھائے۔ کس قدر قافلہ تھا۔ کس قدر پہنچے اور کس قدر منزل مقصود پر پہونچے۔ اور اوّل اوّل کیا مشکلات پیش آئیں۔ مگر یہ بہتر ہے کہ ان تفصیلات سے وہ اور ہم ناآشنا رہیں۔

یہ پشتینی حکمراں جس قدر عرصہ گذشتہ گمنامی میں رہے ہے۔ ضروری تھا کہ کسی آئندہ زمانہ میں شہرت و نام آوری کے مالک ہو جائیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۱۰ء کے قریب گورکھوں نے

جو نیپال کے باشندے تھے بسرکردگی جنرل امر سنگھ ان راجگان کو اپنی اپنی اجدادی
سے بے دخل کرنا شروع کیا۔ گورکھوں نے پہاڑی علاقہ کماؤں گڑھوال سے کانگڑہ
تک ان راجگان سے خالی کرا دیا۔ گورنمنٹ انگریزی پنجاب کی سرکردہ ریاستوں (پٹیالہ
جیند۔ نابھہ) سے اتحاد پیدا کر چکی تھی۔ اور شمالی ہند میں اس وقت ان کا اقتدار باعث
امن و امان سمجھا جاتا تھا۔ ان مظلوم تاجداران نے اپنی حمایت کے لئے گورنمنٹ سے
استدعا کی۔ آخرش پولیٹیکل وجوہات آپکی امداد کے لئے متقاضی ہوئیں۔ ریاست پٹیالہ
شریک رزم ہوئی۔ ۱۸۱۴ء میں گورکھوں اور سرکار انگریزی کے مابین لڑائی چھڑی
اور جلد ہی اُسکا خاتمہ ہوگیا۔ علاقہ بھر سے گورکھے بے دخل کئے گئے۔ انکے قلعوں کے
نشانات اب تک موجود ہیں۔

اِس جنگ میں جن جن رؤسا نے امداد دی تھی وہ اپنے ملکوں پر بحال رکھے
گئے۔ اب یہ وہی تاجدار ہیں جو اپنے علاقہ پر با اختیار کامل حکومت رکھتے ہیں۔ مگر
مقدمات قتل کا چالان عدالت انگریزی میں پیش فرماتے ہیں۔ چونکہ اس جنگ میں ریاست
پٹیالہ کی امداد غالب حصہ رکھتی تھی اِس لئے اس پہاڑ سے چودہ پرگنے سرکار
انگریزی نے بجلدوئے خیر خواہی و ہمدردی ریاست موصوف کو عطا فرمائے

اس ایجنسی میں چار راجگان کلاں حسب ذیل ہیں۔

راجہ صاحب نالہ گڈھ۔	راجہ صاحب ناہن یعنی سرمور
راجہ صاحب بلاسپور۔	راجہ صاحب بشہر یا رامپور

حسب ذیل آٹھ رانا ہیں۔
کیونتھل عرف جنگہ۔ باگھل۔ دہامی۔ بھجی۔ کمارسین۔ جوبل۔ کوٹھار
مہلوگ۔
اور آٹھ ٹھکرائیاں بدیں تشریح ہیں:۔ بلسن۔ دہرچ۔ درکوٹی۔ کنہار۔ منگل۔ سانگری

نتیجہ۔ جہلوگن۔

شملہ کا ڈپٹی کمشنر سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے کوہستانی کہلاتا ہے۔ اور ان ریاستوں کا وہی پولٹیکل افیسر ہے۔

رسالہ کے دربار گذشتہ میں ان پہاڑی ریاستوں کے متعلق بہ سلسلہ شمار اعداد بشمول نقشہ جات ریاستہائے ہند ضروری واقفیت درج کی جا چکی ہے۔ فرودی دربار میں بقیہ نام مع دیگر کوائف درج ہوں گے۔ اگر وقت نے فرصت دی۔ تو ناظرین کرام کو "سمرن" سے پیشتر ان ریاستوں کی سیر کرائی جائیگی۔ کیونکہ یہاں کی آبادی بلحاظ بعض رواجات قدیم ہندوستان کی قدیم آرین قوم کی زندہ نشانی ہے وہ دہرم وایمان، شرافت وپرہیزگاری، محنت ومشقت، اداے فرض مذہبی وملکی وطریق بود وباش میں ایسے ہی مضبوط ہیں جیسے کہ قدیم آریہ تھے۔ (باقی دارد)

محض سرپرست صاحبان کی خدمت میں

(۱) اکثر اصحاب کا سال خریداری رئیس ہند یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے اُن سے یہ عرض ہے کہ وہ سنہ ۱۹۲۳ء کا زرچندہ اگلے ماہ تک ارسال فرما کر معاونت فرمائیں نئے سال کے نئے اخراجات عرض رساں ہیں کہ جلد توجہ فرمائی جائے۔ اگر کوئی جواب صادر نہ ہوا تو خیال کیا جائیگا کہ وہ اصحاب ہمارے بدستور سرپرست رہنا چاہتے ہیں۔

(۲) بعض صاحبانِ عالی قدر نے سنہ ۱۹۲۱ اور سنہ ۱۹۲۲ء میں تا حال رسالہ کی معاونت نہیں فرمائی اُن سے بصد ادب التجا ہے کہ جلد امداد فرمائیں ہم اس سے زیادہ اور کیا کرسکتے ہیں کہ انکی حمیت وغیرت اور شرافت وایمانداری قدیم سے اپیل کریں۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہماری یہ عرضداشت قبول ومنظور ہوگی سے دل بیمار کا سنبھلنا کیا ٭ دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے ٭

"نیازمند مینجر"

مُغلیہ سلطنت کی عدالت کا

ایک دیوانی

مُصدقہ فیصلہ

جن صاحبان نے انڈین لا رپورٹ اور فیصلہ جات ہائیکورٹ و پریوی کونسل دیکھے ہیں اُنہوں نے شاید آج تک یہی سمجھا ہے کہ دورِ قیصری سے قبل داد دہی انصاف کا کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔ مگر یہ اُن کی غلطی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس وقت انصاف ملتا تھا اور اب نہیں ملتا۔ کیونکہ موجودہ ہائیکورٹوں کے فیصلے واقعی انصاف و عدل کے مجسم مجسمے ہیں۔ لیکن یہ ضرور کہونگا کہ آج کل انصاف ایسا گراں ہوگیا ہے کہ جس کا پانا تقریباً ناممکن ہے۔

مغلیہ عہد میں کس طرح مسل کی تکمیل ہوتی تھی۔ کیسا فیصلہ لکھا جاتا تھا اسکی تشریح کے لئے دو صدی قبل کا ایک فیصلہ مع ترجمہ اُردو درج کیا جاتا ہے جو زین خاں صوبہ دار سرہند کا مجوزہ ہے۔ اہل نظر ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس سے جو نتائج اخذ ہو سکتے ہیں اخذ فرمائیں۔

اصل فیصلہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے جو صاحب چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔

فیصلہ کے آخری سطور خصوصیت سے قابل غور ہیں۔ چنانچہ اس تجویز و استدعا کے اتباع میں حاشیہ پر ۱۴ اشخاص کی مہریں و شہادات ثبت ہیں۔ گو وہ سب مسلمان ہیں تاہم

(بہار سنامی)

محمد زین خاں بہادر



بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ؎

صرف دعوے سے حق ثابت نہیں ہوتا ہے

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکرہ ؎

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کرنا مدعی پر اور قسم اس پر ہے جو اسکے سے انکار کرتا ہے

برضمائر مرات نظائر سائر ذوی بصائر
سکنۂ بلدہ سہرند از سادات کرام و مشائخ عظام
و مفتیان ذو العزو الاحترام و جماہیر انام از
خواص و عوام ظاہر و ہویدا ست کہ محمد خاں
بن سلطان خاں افغان ساکن بلدہ سہرند
معیشت خود بآسودگی و خرید و فروخت اسپاں
بمال خود می نمود محتاج دین گرفتن از کسے دیگر
نبود - درینولا رورا نامی پسر بالکشن عرف بابو
سکے بہ بلاے قماربازی مبتلا و برادرش بنسا
بن بالکشن مذکور افتراے برپا کردہ بر محمد اعظم
بن محمد خاں مذکور را تنہا دیدہ دعوی دین بالکشن
مذکور بر محمد خاں متوفی مذکور نمودہ بحضور خان
عالی شان سمو المکان محمد حسین خاں جیو نائب
و فرزند امیر الامرا و النظام اسوۃ الکبراء الفخام
سردار کبیر الاقتدار نواب مستطاب معلی القاب

ترجمہ - تمام عاقل باشندگان شہر سہرند کے بزرگ سیدوں
اور بزرگ شیخوں اور معزز مفتیوں اور خاص و عام
کے تمام گروہوں کے شیشے کے مانند دلوں
پر ظاہر اور روشن ہے - کہ محمد خاں بن سلطان خاں
ساکن شہر سہرند اپنی اوقات گذاری آسودگی اور
گھوڑوں کی خرید و فروخت اپنے مال سے کرتا
تھا - اور کسی دوسرے کے قرض لینے کا محتاج
نہ تھا - ان دنوں میں وڑا نامی پسر بالکشن عرف بابو
سکے قماربازی کی بلا میں مبتلا اور اسکے بھائی
بنسا بن بالکشن مذکور نے تہمت کر کے محمد اعظم بن
محمد خاں مذکور کو اکیلا دیکھ کر محمد خاں متوفی مذکور
بالکشن کے قرض کا دعوی کر کے خان عالیشان
بلند مکان محمد حسین خاں جی نائب و فرزند
امیر الامراء النظام بزرگ معززین کے سردار کبیر الاقتدار
نواب مستطاب معلی القاب کی کچہری میں دعوی کیا -

مرافع کردید خانصاحب موصوف عادل خاں
فرمود کہ کدام دستاویز یا تمسک داری بیار بندہ گفت
مذکور تمسک پانصد روپیہ باقرار محمد خاں ظاہر
کرد۔ عبارت خلاف شرع و نامربوط و گواہی
کسے از زندہ بران ثبت نہ خانصاحب
موصوف فرمودہ کہ بر چنیں تمسک گواہی
اہل محلہ ہم بضرورت می شود کدام گواہ داری
مدعی مفتری گفت کہ یک ہندو و دو مسلمان
گواہ دارم یکے از آنہا کہ ماہیہ ہندو نام
داشت مرد۔ دو کس عبد اللہ و غلام نبی
زندہ اما حاضر نیستند۔ خانصاحب فرمود کہ
محمد اعظم حقیقت ایں مقدمہ چگونہ است
محمد اعظم گفت کہ معیشت محمد خاں الدبندہ
و محتاج نبودن او بغیر اظہر من الشمس است
و بالکشن قبل از فوت محمد خاں دہ سال مردہ
والحال بفوت محمد خاں دہ سال شدہ محمد پناہ
برادر کلاں بندہ صاحب اختیار بودہ دریں
قدر مدت ایں مفتری چرا طلب این خود ننمودہ
و روایت کتاب فقہ ایں ست کہ بمجرد الدعوی
لا یثبت الحق یعنی از دعوی کردن فی الفور
حق ثابت نمیشود۔ خانصاحب موصوف ورا

خانصاحب موصوف عادل خاں نے فرمایا کہ کونسا
دستاویز یا تمسک تو رکھتا ہے لا۔ روٹا مذکور
نے تمسک پانسو روپیہ کا بہ تمسک محمد خاں کے اقرار
سے ظاہر کیا۔ عبارت خلاف شرع اور بے ربط۔
اور کسی زندہ کی گواہی اس پر لکھی ہوئی نہ تھی۔
خانصاحب مذکور نے فرمایا کہ ایسے تمسک پر اہل
محلہ کی گواہی بھی ضرور ہوتی ہے۔ تو کون سا
گواہ رکھتا ہے۔ مفتری مدعی نے کہا کہ ایک
ہندو اور دو مسلمان میرے گواہ ہیں۔ ایک
ان میں سے کہ ماہیا ہندو نام رکھتا تھا مر گیا۔
اور دو آدمی عبد اللہ و غلام نبی زندہ ہیں لیکن
حاضر نہیں خانصاحب نے فرمایا کہ محمد اعظم اس مقدمہ کی حقیقت
کس طرح ہے۔ محمد اعظم نے کہا۔ کہ محمد خاں الدبندہ کا ذریعہ
معاش اور اس کا کسی کا محتاج نہ ہونا اظہر
من الشمس ہے۔ اور بالکشن محمد خاں کے مرنے سے
دس سال پہلے مر گیا۔ اور اب محمد خاں کو مرے ہوئے
دس سال ہوئے۔ اور محمد پناہ میرا بڑا بھائی صاحب
اختیار تھا۔ اتنی مدت میں مفتری نے کیوں اپنا
قرض طلب کیا۔ اور کتاب فقہ کی روایت یہ ہے
کہ دعوی کرنے سے فی الفور حق ثابت نہیں ہوتا ہے
خانصاحب موصوف نے فرمایا کہ پھر چند روز کی

را فرمود کہ باز چند روز ترا مہلت است چوں
بموجب آیہ کریمہ کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ
ذَرَّۃٍ یعنی خدا تعالیٰ روا ظلم نیست بہر صورت
از رو را اند کوز ہیچ حق ثابت نشد۔ و بعض
بزرگان حسبۃً للہ بایں فرمود کہ محمد خاں محتاج
کسے نبود ایں افترا معلوم می شود۔ چوں الحق
یعلو ولا یعلیٰ معلوم شد خانصاحب عادل زماں
بر دعوی او رقم رد کشیدہ تمسک او را پارہ کرد
صورت حال بریں منوال ست۔ سوال ما موں
از اہل قبول آنکہ ہر کرا بر صدق ایں حال
و راستی ایں مقال آگاہی و اطلاعی بودہ باشد
حسبۃً للہ ذیل ایں نمیقہ را بمہر یا شہادت
خود مزین فرماید کہ ایں حکم عادل زماں
الی ابد الآباد مثل آفتاب مشتہر ماند۔ و
مردم سامعین بدعاے آں عدالت
پناہ شاغل باشند و مدعی مفتری باز دم زدن
نتواند و محمد اعظم بیچارہ محفوظ ماند۔ شاہدین
عند اللہ ماجور باشند۔

تجھکو مہلت ہے۔ آیہ کریمہ کے بموجب کہ خدا روا دار
ظلم نہیں ہے۔ بہر صورت روز انہ کو رسے کسی طرح
حق ثابت نہ ہوا۔ اور بعض بزرگوں نے خدا واسطے
فرمایا کہ محمد خاں کسی کا محتاج نہ تھا۔ یہ افترا معلوم
ہوتا ہے۔ جب حال کی حقیقت معلوم ہوئی۔
خانصاحب عادل زماں نے اسکے دعوے کو
رد کرکے اسکے تمسک کو پھاڑا۔ صورت حال
اِس طریق پر ہے۔ اہل قبول سے امیدوار سوال
دہ ہے کہ جو کوئی اِس حال کی سچائی اور اس
گفتگو کی سچائی پر واقف اور مطلع ہو خدا واسطے
اِس تحریر کے نیچے اپنی مہر یا شہادت سے مزین
فرما دے۔ کیونکہ یہ حکم عادل زماں ہمیشہ تک
مثل آفتاب مشتہر ہے۔ اور سننے والے لوگ
اس عدالت پناہ کی دعا میں مشغول رہیں۔ اور
مدعی مفتری پھر دم نہ مار سکے اور محمد اعظم بیچارہ
محفوظ رہے۔
شاہدین خدا کے نزدیک ثواب پانے
والے ہوں۔

ہندوستان بھر کی تمام راجدھانیوں میں اعلیٰ پایہ کے وقائع نگاروں کی ضرورت ہے
براہ کرم ایسے صاحبان جلد خط وکتابت فرمائیں۔ مینیجر رئیس ہند، دہلی

ہمارے سفیر کا سفر

دہلی سے پٹیالہ تک

(گذشتہ سے پیوستہ)

ریاست پٹیالہ کی خوش انتظامی

دفتر سکرٹریٹ کے رجسٹرار لالہ امراؤ بہادر صاحب بی اے کی علمی شہرت نے پٹیالہ پر اپنا سکہ بٹھا رکھا ہے۔ ایسے مشہور شخص سے ملنا ضروری تھا۔ میں جب آپ سے ملا۔ شہرت کی صداقت کا قائل ہو گیا۔

جنگِ عظیم میں ہمارے حصل شدہ سوراج نے گورنمنٹ ہند اور برطانیہ کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ نظیر نہیں رکھتیں۔ اس جنگ میں ریاست پٹیالہ نے جو جو خدمات انجام دی ہیں آپ نے انہیں انگریزی میں قلم بند کیا۔ بارگاہ خسروی سے ایک ہزار روپیہ بطور صلہ علمی عطا ہوا۔ جہاں ایسی ایسی علمی قدر دانیاں ہوں، وہاں کی علمی ترقیوں کا کیا بیان ہو سکتا ہے۔

اسی بلڈنگ کے شمالی اور مشرقی حصہ میں اکونٹنٹ جنرل کا دفتر پھیلا ہوا ہے کچھ عرصہ سے اکونٹنٹ جنرل کی اسامی خالی ہے۔ آج کل مسٹر مکرجی کام کر رہے ہیں دفتر اکونٹنٹ جنرل برخلاف معمول رعایا اور ملازمین میں ہر دلعزیز ہے۔ اور اس ہر دلعزیزی کی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ کاغذات بلا وجہ التوا میں نہیں رکھے جاتے۔ نہ بیجا اعتراض

کیا جاتا ہے۔ زرد کاغذ کا نقشہ اعتراضیہ جو بلوں کے لئے برق سے کم نہیں۔ آج کل بہت کچھ بے اثر ہے۔ کل ملازمین عایا اور کاروباری لوگوں کو روپیہ کی ادائگی وقت پر ہو رہی ہے کسی کو کسی سے کسی قسم کی غرض نہیں۔

حساب کتاب کے معاملات ہی ریاستوں کی نیکنامی و بدنامی کے باعث ہوا کرتے ہیں۔ اور ان ہی سے ریاستوں کے حسن انتظام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ریاست پٹیالہ اپنے موجودہ انتظام اکونٹ کے لئے بجا طور پر ناز کر سکتی ہے۔ مسٹر ڈی، این، مکرجی صاحب ڈپٹی اکونٹنٹ جنرل۔ سردار رام لال صاحب ودہوا، سردار اجمیر سنگھ صاحب افسران اکونٹ کا ہر شخص ثنا گو پایا۔

جدید طریقہ انتظام کے موافق بل افسران با تعلق کے توسل سے دفتر اکونٹنٹ جنرل میں پہنچتے ہیں جہاں میعاد مقررہ کے اندر نہایت جلد پڑتال ہو کر انکے چاک مرتب ہوتے ہیں۔ یا بندہ چاک کی خواہش کے موافق ریاست کے خزانوں، ریاست گورنمنٹ اور عام بنکوں کے نام جاری ہوتے ہیں۔ چاک نہایت خوبصورت خوش وضع ناقابل تحریف ہوتے ہیں۔ ترتیب کاغذات محکمہ اندکورہ مکمل ہے۔ چونکہ ریاست پٹیالہ کی مردم شماری کے نقشہ جات حاصل کرنا ضروری تھے۔ مجھے یہیں پتہ لگا کہ دفتر صاحب سپرنٹنڈنٹ مردم شماری اسی بلڈنگ کے جنوبی حصہ میں ہے۔ میں اُن کے کمرہ میں پہنچا۔ وہاں ایک نیز رگ صورت جوان طبیعت با خبر سردار مصروف کاروبار تھے۔ میں نے اپنی غرض ظاہر کی۔ انہیں نے کہا کہ اگر آپکے ملنے کی یہی غایت تھی تو آپنے نقشہ جات منگوا لئے ہوتے:۔

میں:۔ حضرت میں آپ سے چند سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔ سردار صاحب:۔ فرمایئے

میں:۔ ریاست مردم شماری کیوں کرتی ہے۔ سردار صاحب:۔ گورنمنٹ کی حکم کی تعمیل میں

میں:۔ کیا ریاست اس سے خود کوئی مفاد نہیں اٹھاتی۔ سردار صاحب:۔ آپکا کیا مطلب

میں:۔ میرا سوال صاف ہے۔ (باقی دارد)

مردم شماری | **سردار صاحب** :۔ مردم شماری کے اعداد ریاست کے مختلف محکمہ جات کے آیندہ انتظامات کے لئے بڑے فائدہ مند ہیں۔

(الف) اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آبادی ریاست ترقی پر ہے یا تنزل پر۔ اگر تنزل پر ہے۔ تو کس مقام پر ہے۔ رپورٹ مردم شماری میں تو ظاہرا اسامان تنزل درج کئے جاتے ہیں لیکن زیادہ تحقیقات محکمہ باتعلق کر کے اسکے رفع کرنے کی تجاویز پیش کر سکتا ہے۔

(ب) اگر فوجی افسران بھرتی کرنے کے لئے کسی تحصیل میں جائیں اور اول مردم شماری کے اعداد ملاحظہ کرلیں تو ان کو معلوم ہوجائیگا کہ اس تحصیل میں فلاں فلاں قوم آباد ہے۔ اور پندرہ سال اور تیس سال یا پچیس سال کے اندر اس قدر تعداد مردوں کی موجود ہے جو بھرتی کے قابل ہیں۔ جن میں سے زراعت کے کاروبار کے لئے چھوڑ دینے کے بعد وہ قابل بھرتی کی تعداد معلوم کر سکتے ہیں۔ گذشتہ بھرتی کے موقع پر اسی معیار سے کام لیا گیا تھا۔

میرا منشا ایسے سوالات سے مردم شماری پر جواب مضمون سُننے کا نہ تھا بلکہ اصلی منشا یہ تھا۔ کہ جب سے ریاست میں مردم شماری جاری ہوئی ہے۔ ریاست نے کیا کیا مفاد حاصل کئے ہیں۔ لیکن میں نے یہ سوال کرنا مناسب سمجھا اور نتیجہ نکالا۔ کہ مردم شماری کے جو جو قیمتی سبق ہر اہل بصیرت کو مل سکتے ہیں۔ اُن سے ابھی ہمارے حاصل شدہ سوراج متمتع نہیں ہو سکتے۔ اگر سچ پوچھا جائے تو میں کہوں گا کہ مردم شماری ہمارے حاصل شدہ سوراج میں ایک طرح کی بیگار سمجھی جاتی ہے۔ جو ہر ۱۰ سال بعد آتی اور چند ایام غریب آدمیوں کو مصروف رکھ کر اپنے نقشہ جات چھوڑ جاتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض ریاستوں میں دیمک نے اپنا قبضہ وتصرف حاصل کرلیا ہو۔

چیمبر میں شامل شدہ ارکان کو چاہئے کہ مردم شماری سے وہ سب فائدے اُٹھائیں۔ جو ترقی و بہبودی ریاست کے لئے اِس سے ہو سکتی ہے۔ دنیا کے اور اعداد مردم شماری کے اعداد کے آگے ایک صِفر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ وہ کون سا صیغہ ہے کہ جسے مردم شماری کے اعداد بہتر و برتر نہیں بنا سکتے۔

اِس دفتر سے میں نے بہت سے نقشہ جات لئے۔ جن پر میں مناسب نوٹ کر رہا ہوں، عنقریب روانہ کرونگا۔

سکریٹریٹ میں رائے بہادر مسٹر لالہ رام صاحب سی، ای، سی، آئی۔ ای آئی۔ ایس، او چیف انجینیر کا بھی دفتر ہے۔ چونکہ مجھے اُن کے کام سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ اِسی لئے میں نے وہاں ٹھہرنا محض اوقات ضائع کرنا سمجھا۔ وہاں سے مجھے پتہ لگا کہ ریزیڈنٹ انجینیر کا دفتر بھی قریب ہی ہے۔ چنانچہ ایک فرلانگ کے فاصلہ پر لبِ سڑک ایک کوٹھی کی نشاندہی دی گئی۔ میں پہونچا۔ وہاں مسٹر اے۔ پی۔ ورما صاحب بہادر ریزیڈنٹ انجینیر کوٹھی کے برآمدے میں مصروفِ کار تھے۔ آپ نہایت شرافت اور اخلاق سے مجھے ملے۔ میں نے اُن سے بہت سے سوالات کئے۔ جنکے جوابات ایسی معقولیت اور تیاری سے دیے کہ میں اُنکے حافظہ اور یادداشت پر حیران ہو گیا۔ آپ نے ظاہر فرمایا کہ ریاست کا ۱۳ لاکھ بیگہ رقبہ نہر سے سیراب ہوتا ہے۔ اور آج کل آبیانہ کی آمدنی ۲۹½ لاکھ روپیہ ہے۔ ریاست کا کل مصارف سالانہ ۸½ لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔ گویا اِس حساب سے ریاست کو ۲۱ لاکھ روپیہ کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ رعایا آباد اور شاد ہے کہ زراعت کے سلسلہ سے مالدار ہو رہی ہے۔ اِس سے پہلے جبکہ نہر جاری نہ تھی سیکڑوں میل رقبہ بلا موقعہ بارش نہ ہونے سے بنجر ہو رہا تھا۔ اور کاشتکار زراعت کی آمدنی نہ ہونے سے سیکڑوں قسم کی بدمعاشیوں کے لئے مجبور ہوتے تھے۔

نہر کے سب ڈویژن ریاست کا رقبہ بلحاظ آبپاشی پانچ مختلف ڈویژنوں پر منقسم ہے۔ خاص پٹیالہ میں رسالے ایشری پرشاد صاحب اسسٹنٹ انجینیر مامور ہیں، جو بلحاظ قدامت، قابلیت، شرافت، دیانت خاص طور پر ممتاز ہیں سردار اتما سنگھ صاحب اپنی علمی قابلیتوں کے لئے خاص طور پر شہرت رکھتے ہیں۔

ریونیو کمشنر محکمہ مال کے افسر اعلیٰ میجر سردار حضورا سنگھ صاحب اپنی شرافت، نیک باطنی، ہردلعزیزی کے لئے شہرت پر قابل رشک قبضہ حاصل کئے بیٹھے ہیں۔ سچ ہے شرافت پیدا کئے سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ پیدائشی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی چھوٹی عمر میں بڑی نیک نامی حاصل کر لی ہیں۔ نے خود آپ کو کچہری فرماتے دیکھا۔ فریقین مقدمہ سے اس عہدہ دار کا جیسا مشفقانہ سلوک پایا گیا۔ اسکی بنا پر میں بلا خوف تردید لکھتا ہوں کہ سری حضور انور کا انتخاب ریاست میں سے ایک بہترین انتخاب ہے۔ آپکی دیانت داری اور بے تعصبی سونے پر سہاگے کا کام دے رہی ہے۔ آپ کا دفتر قلعہ معلّی کے شمال غربی سمت میں ہے اور یہ ایسی ہی نفیس پُرشان عمارت ہے، جیسے کہ آپکی ذاتی قابلیت، ناظم، افسران مال تحصیلدار وغیرہ مالی افسر آپ کے ماتحت ہیں۔ صاحب موصوف کے ساڑھے سات سالہ عہد میں ۹ ½ لاکھ روپیہ کی آمدنی میں اضافہ ہوا

ہائیکورٹ پٹیالہ کا جدید جج

فرنگ ہندی تاجداران نے بھی تقلید انشورائن فرنگ اپنے پرجا کے عدل و انصاف کے لئے ہائیکورٹیں قائم کی ہیں اور اُن میں بالعموم جج مقنن ہی ہوتے ہیں۔ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ مہاراجہ بہادر پٹیالہ نے اخیر جنوری ۱۹۲۳ء میں مسٹر محمد رفیق خانصاحب بیرسٹر کو جج ہائیکورٹ پٹیالہ مقرر فرمایا۔ رئیس ہند خانصاحب موصوف کو اُن کے اس جدید اعزاز پر مبارکباد دیتا ہے۔ آپ موضع ... ریاست پٹیالہ کے باشندے ہیں جن پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے کہ کہتے ہیں

رئیس ہند کلب

جناب ع ۔ ح ۔ صاحب امپور ریاست سے تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ کیا آپ مہربانی فرما کر سلطان بیگم صاحبہ بھوپال اور سر لیپل گرفین کے تعلقات کی بابت مجھے کسی ایسی کتاب کا پتہ دے سکتے ہیں کہ جس میں وہ سب حالات پائے جاتے ہوں "یونائٹڈ انڈیا اینڈ نیٹو اسٹیٹس" نے اپنی تازہ اشاعت میں حسب ذیل ریمارک کیا ہے ۔ ان واقعات کی نسبت کیا آپ روشنی ڈال سکتے ہیں

"جب سابق مہاراجہ ہلکر والی اندور گدی سے دست بردار ہوئے تو ایک بھی انیگلو انڈین اخبار نے اس کارروائی کی مخالفت یا خود مہاراجہ سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا؟ بالکل نہیں! اسکے مقابلہ میں ہر ایک ہندوستانی اخبار نے دفتر خارجہ کی اس کارروائی کے خلاف بڑے زور سے اعتراضی آواز بلند کی تھی ۔ یہ دوسری بات ہے کہ اُن کی آواز بے اثر ثابت ہوئی ۔ اسی طرح جب بیگم صاحبہ بھوپال کو سر لیپل گرفین ایجنٹ گورنر جنرل وسط ہند نے مرعوب کیا تو ہندوستانی اخبارات ہی تھے جنھوں نے بیگم صاحبہ بھوپال کی حفاظت کی تھی ......"

اخبار مذکور نے ان خدمات کا ذکر نہیں کیا جو امرت بازار پترکا نے ریاست کشمیر کی اس زمانہ میں سرانجام دی تھیں جب وہ مہاراجہ کے ہاتھ سے نکلی جاتی تھی ۔ بہرحال ایسی مثالیں بے شمار ہیں کہ ہر زمانہ میں کسی نہ کسی ہندوستانی اخبار نے کسی نہ کسی طریق پر مختلف والیان ریاست کی خدمات سرانجام دیں ۔

اڈیٹر ۔ جو صاحب استفسارات صدر کے جواب میں واقفیت بہم پہنچائیں گے ۔ وہ حالات شکریہ کے ساتھ درج رسالہ کئے جائیں گے ۔

فریادِ مظلوم

ناظرین کرام کے گوش نیوش نے ہمارا مستقل ہیڈنگ **فریادِ مظلوم** پچھلے پرچوں میں ضرور پڑھا ہوگا - یہ ہیڈنگ ہمارے حاصل شدہ سوراج کی اصلاح و درستی کے لئے بہت ضروری ہے - مگر اسکا پر کرنا ہمارا کام نہ تھا ایسی معمولی فریادیں ضرور موصول ہوئیں جو اشاعت کے قابل نہ تھیں -

اب اس مہینے کی ڈاک میں ایک صدائے پُر درد کے ساتھ مضمون ذیل صادر ہوا ہے - جو معزز دماغ سے نکلا ہے، محتاط قلم نے لکھا ہے - چونکہ اثر سے بھرا ہوا ہے اس لئے دل پر چھپتا ہے -

صاحب مضمون ہمیں اپنے درد میں ان الفاظ سے شریک فرماتے ہیں

"آپ کا مقصد اور تمنا اس پرچہ کے جاری کرنے اور اس قدر زحمت برداشت کرنے میں دیسی ریاستوں اور رؤساء کے اخلاق اور عادات درست کرنا ہے - کوئی دنیوی لالچ آپکو نہیں ہے بلکہ حق و صداقت آپ کو پیش نظر ہے، خدا آپ کو کامیاب فرماے"

ہم یہ صدائے درد برداشت نہیں کر سکتے - اس لئے مضمون ذیل امانت داری ہاتھوں سے نہایت خوشی اور اُمید کے ساتھ چھاپتے ہیں -- اِس میں

جن جن ظالم ہستیوں کی طرف اشارہ ہے۔ یقین ہے کہ وہ حق راستی کی پرستش کرتے ہوئے مظلوم کی فریاد پر جلد توجہ دیں گے۔ ورنہ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ رئیس ہند اُن سے ضرور جواب لیکر رہیگا۔ اور وہ اُس وقت تک خاموش نہ ہوگا۔ جب تک کہ مظلوم کے ساتھ انصاف نہ ہو۔

اڈیٹر

ایک والی ملک کی دختر کی کہانی

اور

والی ملک کا اپنی دختر کے ساتھ قابل آفرین سلوک

ابتدا سے یہ لکھنا کہ وہ دختر نیک اختر کون، اور کس کی بیٹی ہیں۔ اور اُنکے والد کا کیا نام ہے۔ اسکی ضرورت نہیں۔ پبلک یہ مضمون پڑھ کر خود بخود معلوم کر لیگی کہ کس رئیس اعظم و والی ملک کے متعلق ہے۔

اُس دختر نیک اختر کے باپ نے ایک رئیس و والی ملک کی دختر سے ۱۸۹۴ء میں عقد کیا۔ اور بوقت عقد یہ شرط طے ہوئی کہ اولاد ذکور اِس کی آیندہ رئیس ہوگی۔ جب دو سال تک اولاد نہیں ہوئی تو پھر اُسکی (لڑکی) ماں سے جو خاندان رئیس ہی میں سے ہیں ۱۸۹۶ء میں نکاح کیا۔ اور وہ لڑکی ۴ جنوری ۱۸۹۸ء میں یوم سہ شنبہ بوقت آٹھ بجے شب کے پیدا ہوئی۔ ہز ہائنس نے بہت خوشی و خیرات کی اور تمام فوج، سوار و پیادہ وغیرہ کو جو درِ دولت پر حاضر تھے انعام عطا کیا۔ چودہ یوم کی تمام محکمہ جات و دفاتر سرکاری کو تعطیل دی گئی۔

۵ر جنوری کی شب کو محفلِ رقص و سرود منعقد ہونے لگی۔ ۶ر جنوری کی رات کے وقت ہز ہائنس نے دربار لیوی کیا۔ جسمیں تمام اہلِ خاندان و ارکانِ ریاست و معززین شہر وغیرہ شریک کئے گئے تھے۔

۹ جنوری روز یکشنبہ کو چھٹی کی تقریب بڑی دھوم دھام سے عمل میں آئی اور کرتہ ٹوپی لانے کا خاص خاص اہل دربار نے بڑا اہتمام کیا۔ اس پیدائش کی تقریب میں ایک لاکھ ۲۴ ہزار ۳ سو ۱۵ روپیہ ۱۱ر ۹ پائی صرف ہوئے تھے بہ کثرت اربابِ نشاط دہلی و لکھنؤ سے آئے تھے۔ بندا دکا لکا لکھنؤ کے نامی کتھک بھی حاضر ہوئے تھے۔ جن کو ہزار ہزار روپیہ یومیہ ملے۔

اور اس لڑکی کے واسطے ۴ لاکھ ۲۹ ہزار روپیہ کا جواہر خریدا گیا گیا اِس تقریب سعید میں چند معزز مہمان بھی رسم مبارکباد ادا کرنے کے لئے آئے تھے۔ جیسے نواب محمد علی خاں رئیس جہانگیر آباد۔ حکیم عبدالمجید خاں دہلوی حکیم واصل خاں دہلوی۔ قاضی امداد حسین رئیس مراد آباد۔

علاوہ ان معززین مہمانوں کے ۲۴ر جنوری ۱۹۱۳ء کو مہاراج رانا مہال سنگھ بہادر والی ریاست دھولپور بذریعہ اسپیشل ٹرین تشریف لائے۔ پندرہ توپیں سلامی کی سر ہوئیں۔ ریلوے اسٹیشن پر ہز ہائنس نے استقبال کیا۔

۲۵ جنوری صبح کے وقت ہز ہائنس اپنے مہمان ذی شان کی باضابطہ ملاقات کو تشریف لے گئے۔ اور عصر کے وقت مہاراج رانا صاحب ایوان سرکاری میں بازدید کے لئے آئے۔ (آنا ان رانا صاحب کا اُس دخترِ نیک اختر کی ولادت کی تہنیت کرنے کے لئے تھا۔)

۲۶ر جنوری صبح کو ۶ بجے مہاراج رانا صاحب بذریعہ اسپیشل ٹرین واپس تشریف لے گئے۔

اور اس دختر کے نام تنخواہ پندرہ سو روپیہ ماہوار نسلاً بعد نسلاً وغیرہ مقرر ہوئی۔
اور ولی عہد ۱۸۹۹ء
اور ہز ہائنس کی پہلی بیوی نے (جو کہ دوسرے رئیس کی لڑکی ہیں) اس دختر کو بوجہ اپنے اولاد نہ ہونے کے گود لیا۔ ان صاحبزادی کے شرعی عقد کے رسومات بوجہ صغر سنی بولایت والدین خاص طور سے ادا ہوئیں۔ یعنی ۲۷ راپریل ۱۹۰۷ء کو ان صاحبزادی کی تقریب شادی بڑی دھوم دھام اور خسروانہ احتشام کے ساتھ عمل میں آئی۔ شب کو روشنی کی گئی۔ ۲۸ راپریل کو رسم چوتھی عمل میں آئی۔ اور تمام محکمہ جات میں ۱۰ روز تک تعطیل منائی گئی۔

اس دختر نیک اختر کی شادی کی تقریب میں علاوہ دیگر معزز مہمانوں کے نواب افتخار علی خاں بہادر والی ریاست جاورہ، مع اپنے مدار المہام یار محمد خاں صاحب ۲۲ راپریل ۱۹۰۷ء کو تشریف لائے۔ وہ ۲ مئی کو دولھن اور دولھا کو اپنے ہمراہ جاورہ لے گئے۔

اس دولھا اور دولھن کے ماشاء اللہ پانچ لڑکے ہیں جنمیں بڑے کی عمر ۹ سال کی ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء تک ستارہ چمکتا رہا اور سنہ ۱۹۲۱ء کو حاسدوں کے رشک و حسد نے اس ستارہ کی چمک کی تاب نہ لا کر بے چین ہو گئے۔ اور ہر طرح باپ و بیٹی میں تفرقہ ڈالنا شروع کیا۔

اب مختصر واقعات حسب ذیل ہیں۔

تمام والیان ملک کا قاعدہ ہے کہ صرف دو تین ہی عورتیں محلات میں نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ درجنوں پر نوبت ہوتی ہے۔ اسی طرح ان ہز ہائنس کی درجنوں بیویاں ہر قوم و ملت کی ہر حسب و نسب کی موجود ہیں۔ جن میں شریف اور زنڈیاں ڈومنیاں۔ کہاریاں۔ پیش خدمتیں۔ لونڈیاں سب قسم کی شامل ہیں۔

اولاد بھی سب قسم کی عورتوں سے موجود ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دختر نیک اختر جو خاندانی بیوی سے ہے اُسپر کیا ظلم ہوئے ہیں جو وہ اپنے والدین کے مظالم کو پبلک کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اُس پر ایک ظلم نہیں ہوا ہے بلکہ ہزاروں جبر و تشدد ہوئے ہیں۔ جو در اصل تحت میں آ ایک ہی سکے ہیں۔ اور وہ صرف اُسکے نکاح کی اور خاندانی بیوی کی اولاد ہونے کی وجہ سے اور ۱۸۹۹ء میں ولی عہد ہونے کی وجہ سے ۱۹۲۱ء میں ہوئے۔ جس میں اُس صاحبزادی کا ذاتی قصور نہیں ہے۔ وجہ خاص یہ ہے کہ ہز ہائنس کے ایک صاحبزادے کی اپنے چیف سکریٹری کی دختر کے ساتھ عقد ہونا۔ اور چیف سکریٹری نے خاموشی کے ساتھ زمین ہی زمین میں تخم حسب منشا اور خود غرضانہ بونا شروع کیا۔ اور آخر کار ۱۹۲۱ء میں جبکہ چیف سکریٹری کی حسب منشا تخم ریزی کے واسطے زمین تیار ہو گئی۔ تو ہز ہائنس کو مجبور کیا کہ وہ کاغذات جو گورنمنٹ میں ۱۸۹۹ء میں اپنی دختر نیک اختر کے حقوق کے متعلق بھیجے ہیں ان کو ترمیم کیا جائے۔ ہز ہائنس نے اُس میں قیل و قال کر کے کہا۔ کہ امروز فردا میں ہو جائیگا۔ لہذا چیف سکریٹری خفا ہو کر ریاست سے باہر چلے گئے۔ کیونکہ چیف سکریٹری نے گورنمنٹ میں ہر طرح کا رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ اور ہز ہائنس کو ریاست کے کاروبار سے کیا تعلق تھا صرف اپنے Palace کے معاملات میں اور اپنی جگیاتوں کے مقدمات میں ہی وقت گذار رہے تھے۔ تو مجبوراً بتوسط گورنمنٹ بلانا پڑا۔ دس ماہ بعد چیف سکریٹری ریاست میں آئے اور ہز ہائنس نے مجبور ہو کر چیف سکریٹری کے داماد کے متعلق حسب ایما چیف سکریٹری ریاست کی ولی عہدی کے متعلق لکھنے کی قسم کھائی۔ اب چیف سکریٹری نے یہ سوچا کہ جب تک اس صاحبزادی کا حق پامال نہ ہو گورنمنٹ کیوں اندھی ہو کر چیف سکریٹری کے داماد کو ولی عہد

کرینگی۔ لہذا چیف سکریٹری نے یہ چاہا کہ یہ صاحبزادی اپنے حقوق کے متعلق دست برداری کرائے۔ جب صاحبزادی نے انکار کیا تو چیف سکریٹری نے ہز ہائینس کو مجبور کرکے اُس کی تنخواہ جو پندرہ سو روپیہ ماہوار ملتی تھی، اور جو جہیز کا روپیہ بغرض خریداری زمینداری مع رقم منافعہ پرامیسری نوٹ وغیرہ کے جو نقد تھی وہ سب ضبط کراکر ریاست کے خزانہ میں داخل کرادیا۔ اور صاحبزادی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے پرامیسری نوٹ اپنے حقیقی والد بزرگوار (رئیس وقت) کے نام منتقل کردے۔ چنانچہ اُس ہمت ور صاحبزادی نے یہ بھی جبراً و قہراً منظور کیا۔ مگر تاہم چیف سکریٹری کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ جیسا اوپر تحریر ہوچکا ہے کہ والی ملک کی دختر کے ساتھ جب ہز ہائینس کا عقد ہوا تھا تو یہ شرط بتوسط گورنمنٹ طے ہوئی تھی کہ اولاد ذکور ان ہی کی ولی عہد ہوگی۔ گورنمنٹ میں یہ معاہدہ ولی عہدی کا جلد طے نہیں پاسکا۔ لہذا چیف سکریٹری نے بحکم ہز ہائینس اُن کی دختر کو نظر بند رکھا۔ کہ مبادا باہر نکل کر اپنے حقوق کی حفاظت نہ کرسکے۔ چنانچہ ہر سختی اس مظلومہ اور اُسکے شوہر اور شوہر کے عزیزوں پر از جانب ریاست کی گئی۔ جب نقد روپیہ اور نوٹ وغیرہ سب ضبط کرلئے گئے۔ اور کھانے پینے تک سے محتاج کردیا۔ تو صاحبزادی مع اپنے شوہر کے اپنے وطن سے اُس قید سے نکل بھاگے اور اپنے لڑکے اور سب اسباب کو بھی چھوڑ گئے۔

راقم۔ ایک محرم راز

اڈیٹر صاحبان رسائل و اخبارات کی خدمت میں گزارش

جن جن اڈیٹر صاحبان رسائل و اخبارات کی خدمت میں "رئیس ہند" بغرض تبادلہ و ریویو حاضر ہو رہا ہے۔ امید کہ براہ کرم تبادلہ منظور فرماکر کسی قریبی اشاعت میں ریویو فرمائیں گے۔

نیاز مند اڈیٹر

تلافیٔ مافات

رؤسا سہسگھر کے اعزاز و اکرام کی بحالی

بنرا

ایک زمانہ تھا جبکہ گورنمنٹ کے ارباب حل و عقد ہندوستان کے نقشہ پر سرخی ہی سرخی دیکھنا چاہتے تھے۔ ایسی فارورڈ پالیسی یا خونی مصلحت نے بیسیوں بیجا حرکتیں کرائیں۔ کہیں یہ حرکت لاولدی رئیس پر قوت آزما ہوئی۔ کہیں اختیارِ تبنگی کے جھگڑے نے کام تمام کیا۔ کہیں بے اعتدالی بہانہ بنی کہیں فضول خرچی تخلیہ سلطنت کا سبب ہوئی۔ غرضکہ کہیں کسی صورت میں رنگ لائی، اور کہیں کسی حال میں، مگر رنگ وہی گلنار تھا۔

صاحبانِ بورڈ کا زفرمائے انگلستان جو دور بیٹھے امن و انصاف کی دولت شمار کر رہے تھے، ہرچند ان خونیوں کی خونریزی سے بیزاری ظاہر کرتے، ناک بھوں چڑھاتے، آنکھیں دکھاتے اور دھمکاتے تھے۔ لیکن یہ گرگ صفت کوتاہ بین شائقین وسعتِ سلطنت قیصری اپنے دانت ہمیشہ ہندوستان کے قدیم خاندانی روسا کی پامالی کے لئے پیستے ہی رہے، اور انجام وہی ہوا، جو انہوں نے چاہا۔ اگر ہم سلطنت قیصری کے روزِ نزول اجلال اور آج کے روسا کی تعداد کا موازنہ کریں۔ تو حیرت انگیز زوال نظر آئے، گو پچھلے پچاس سال سے (یعنی جب سے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے حکومت نکل کر شاہانِ انگلستان کے براہِ راست تابع فرمان ہوئی) یہ خونی پالیسی

ترک کر دی گئی ہے۔ کیونکہ آخر ش خون رنگ لایا۔ اور اس وجہ سے ملک میں سیکڑوں قسم کے ہنگاموں فسادوں خونریزیوں نے بداعتقادی کا بیج بویا۔ ظرف اعتماد میں بال آگیا۔ منجملہ ان لاتعداد بربادشدہ با برکت رئیسوں کے ملک اینڈ سے تلج میں بھی سینکڑوں خاندانی رئیس ان شائقین رنگ سرخ کی نذر ہوئے۔ محض ۳۴ رئیس برائے نام قائم رکھے گئے۔ انکی پشتینی حکومت جو شان سرداری تھی بلاوجہ ضبط کر لی گئی۔ گو یہ ۳۴ گھر اضلاع انبالہ، کرنال، لدھیانہ اور فیروزپور میں اب زندہ اور قائم ہیں لیکن مُردوں سے بدتر۔

ان قدیم رؤسا نے جب سے سلطنت انگریزی نے اپنا پُربرکت سایہ ان پر ڈالا ہے گورنمنٹ کی مشکلات میں اپنی جان و مال قربان کر دی۔ ایسے خاندانی رؤسا سے ایسا سلوک ہونے پر ایسی ہی امیدیں ہوسکتی تھیں۔ مگر سخت افسوس ہے کہ گورنمنٹ نے اس قدر زمانہ گذرنے پر بھی اپنی خطرناک غلطی کی اصلاح فرماکر ان کے مناصب منضبطہ کی بحالی کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

چونکہ جنگ عظیم میں ان خاندانی روسا نے اپنی قدیم روایات کے موافق اپنی مقدار سے بڑھ کر گورنمنٹ کے خدمات دلی ارادت سے انجام دی ہیں۔ اس لئے اب انکی وکالت کرنیکا بہترین موقعہ ہے۔ ہم ان ۳۴ رؤسا کے گھروں کے متعلق فرداً فرداً بحث کرینگے اور اب سلسلۂ مضمون ضلع انبالہ کے شروع کرتے ہیں۔

ضلع انبالہ کے ۱۷ گھر

ضلع مذکور میں ان رؤسا کے حسب ذیل ۱۷ گھر شمار ہوتے ہیں۔

شہزادپور۔ بوڑیہ۔ گڑھی کوٹاہا۔ رکے پور۔ رام گڑھ۔ سوہانہ کھرڑ۔ منولی۔ بھریلی۔ گھنولی۔ مانک مزرعہ۔ بھرت گڑھ۔ ببیات۔ میاں پور۔ مصطفےٰ باد۔ ملویہ۔ کنڈولہ۔ کوٹلہ نہنگ تحصیل پروڑ۔

اول شہزادپور لیجئے (باقی دارد)

دربارِ بہار سمت ۱۹۷۹

بسنت کا موسم کیفیات وجذبات انسانی کے لئے کیا ہی سرور افزا ہے اس کا لطف وہی اہل نظر اُٹھا سکتے ہیں جو مناظر قدرت کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں، نباتات نئے لباس پہننے کی تیاریاں کرتے ہیں ہر جاندار میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ روح انسانی اور حیوانی اس موسمی کیفیت سے جو سرور حاصل کرتی ہے اُسے وہی جانتے ہیں کہ جنہوں نے مطالعۂ فطرت کیا ہے۔

زمانۂ قدیم سے ہندی راج درباروں میں اس موسم کا خیر مقدم کرنے کے لئے خوشیاں منانے کا حکم ہے۔ تاکہ موسم گل کی رونمائی میں ہر جاندار حصہ لے سکے۔ تقلید رسم قدیم اس سال حسب معمول پٹیالہ میں بتاریخ ۱۰ ماگھ سمت ۱۹۷۹ / ۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء اب دربار بسنت سری حضور انور دام حشمتہم نے قلعہ معلیٰ میں منعقد فرمایا۔ بلحاظ ادائیگی رسم قدیم کہنا پڑتا ہے کہ سال بہ سال نچنگی کے ساتھ قدیم رسومات منائی جاتی ہیں۔ رجال دولت بسنتی لباس میں ملبوس تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار والا ایسے جاذب پیدا کئے ہیں کہ اس لباس بسنتی میں خاص شان پیدا ہو رہی تھی۔ اِس تقریب پر ہمارے خداوند نعمت سردار منشی راے بھگونت راے صاحب بہار شامی نے حسب ذیل قصیدہ بارگاہِ خسروی میں پیش کیا۔

ایڈیٹر

قصیدۂ بہارِ گلبارہ

(بسنت پنچمی سمت ۱۹۷۹)

پٹیالہ میں ہے آج جو دربار بسنتی　　پرتو سے ہوا مطلع انوار بسنتی
کیا عہد میں پھولا ہے گلزار بسنتی　　شاہا ہو مبارک تجھے دربار بسنتی

ہر شاخِ شجر پھولا ہے ہر پھول بسنتی
ہے پھول کی پھلواری کا پھلوار بسنتی

مژدہ ہے فتحِ خاص کا یہ فصلِ بہاری
ہے فرش سے تا عرش ہر اک تار بسنتی

پٹیالہ بنا باغِ ارم کا ہے نمونہ
آبادی و جنگل در و دیوار بسنتی

فرمانِ بھوپندر کے بجا لانے کو موسم
ہر غنچہ و گل پہنے ہے دستار بسنتی

اس سبزی و شادابی پہ حیران ہے رضوان
صحرا بھی ہے جنگل بھی ہے کہسار بسنتی

سرکار کا دربار ہے دُربار ہے واللہ
حاضر ہیں جو سردار و ضعدار بسنتی

ہر رنگ سے روشن ہو رعایا کی محبت
سرکار بسنتی تو تمام خوار بسنتی

سرسبزیِ قسمت پہ نہ کیوں ناز ہو ہم کو
سربند، کمربند، بھی دستار بسنتی

ہر غنچہ کے دل سے ہو دعا آج نکلتی
صدیوں ہی ترے آئیں یہ تہوار بسنتی

مہکے ہی چمن کیسری جبتک کہ جہاں میں
قائم رہے کرتا رہے دربار بسنتی

یہ پھول کا دربار ہے بھگونت ادب سے
پڑھ شوق سے تو نظم یہ گلبار بسنتی

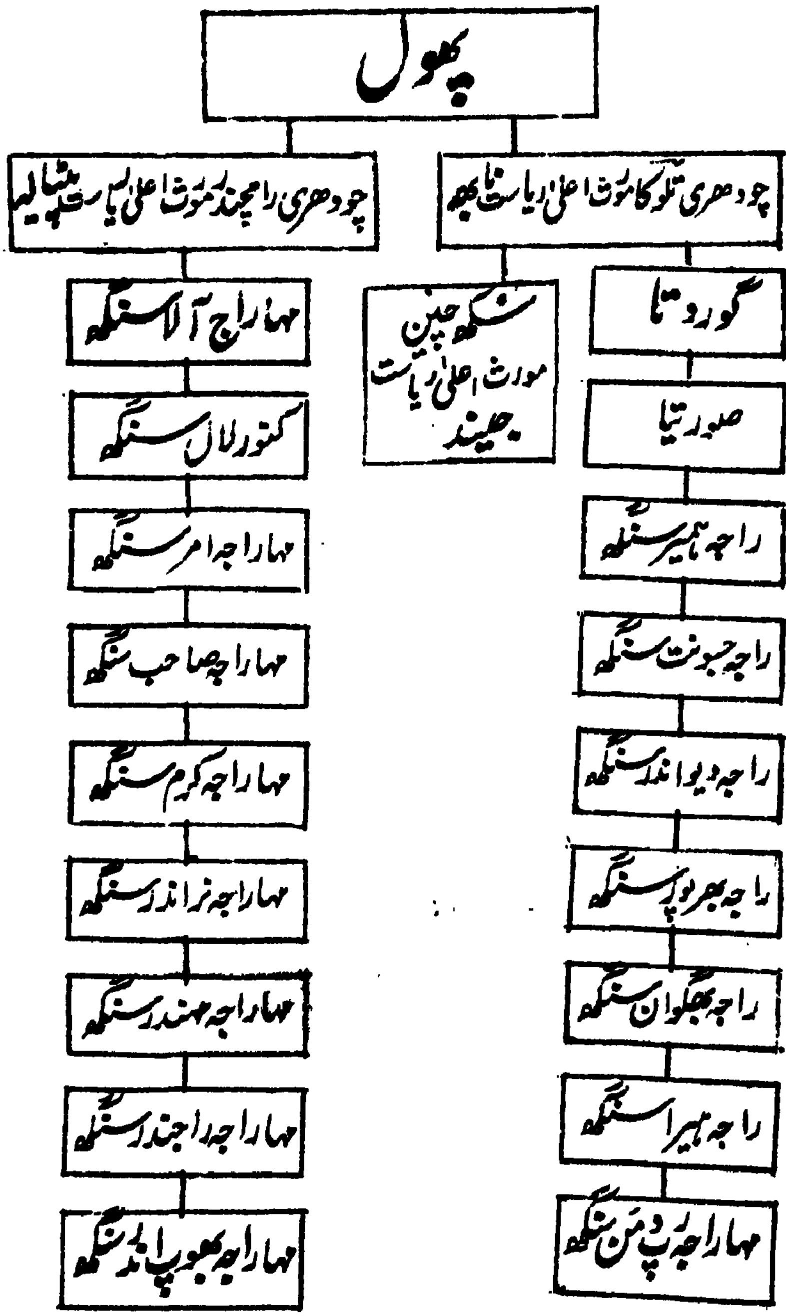
تاجدارانِ پٹیالہ و نابھ کا سلسلۂ انتساب

(ایک مورخ کے قلم سے)

منظور ہو گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

ہند کی تاریخ کی ناواقفیت اگر دیگر ممالک کے اخبار نویسوں کو ہو، کچھ تعجب نہیں۔ لیکن ستم یہ ہے کہ اہلِ ہند ہی اپنے گھر کی تاریخ سے ناآشنا ہیں۔ نابھ کے پٹیالہ کے ساتھ مناقشات پر بمبئی اور کلکتہ کے اخبارات پٹیالہ اور نابھ کے سلسلۂ انتساب سے ایسے بے خبر ہیں کہ انہیں جدا جدا غیر خاندان سے لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

بلکہ ان کا سلسلہ گیارھویں پشت میں بل جاتا ہے۔ جیسا کہ شجرۂ ذیل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔



راجہ بھرپور سنگھ والی نابھہ کے ۱۸۶۳ء میں لاولد انتقال فرمانے کی وجہ سے حسب سفارش مہاراجہ پٹیالہ کنور بھگوان سنگھ وارث ریاست نابھہ قرار پائے لیکن مشیت ایزدی سے راجہ بھگوان سنگھ نے بھی مئی ۱۸۷۱ء میں بحالتِ لاولدی وفات پائی اور چونکہ چودھری گوردتا کی نسل ان کی وفات سے منقطع ہو گئی۔ اس لئے حسب منشاء فقرہ سوم سند ہفتم مئی ۱۸۶۰ء مہاراجہ مہندر سنگھ مہندر بہادر کی خاص غربا پروری سے اولاد سکھ چین یعنی خاندان بڈرکھان میں سے سردار ہیرا سنگھ بسوہ دار انکی جگہ منتخب ہوئے۔ اور ۱۰ اگست ۱۸۷۱ء کو ریاست نابھہ کی مسند پر سرفراز فرمائے گئے۔ حال فرمانروائے نابھہ مرحوم راجہ ہیرا سنگھ بہادر کے فرزند ہیں۔

دوسری غلطی ان اخبار نویس حضرات کی یہ ہے کہ وہ ان دونوں کی حیثیت و وجاہت کی مطلق تمیز نہیں رکھتے حالانکہ پٹیالہ اور نابھہ کی وجاہت حیثیت اعزاز اکرام، حشمت، شوکت، شان وقار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ امتیاز روز اوّل سے ہے۔ اٹھارھویں صدی کے خاتمہ پر ان دیگر عز و وقار کے علاوہ پٹیالہ اور نابھہ کی آمدنی میں بالترتیب ۶ اور ایک کی نسبت تھی۔ یعنی پٹیالہ کی ۶ لاکھ ۱۲ ہزار۔ اور نابھہ کی ایک لاکھ ۵۲ ہزار۔

آج کل ان ہر دو فرمانرواؤں کی ریاستوں کی آمدنی کی نسبت میں اس صدی سے کہیں زیادہ فرق پڑ گیا۔ کیونکہ پٹیالہ نے ترقیات سے بقدر ۲ کروڑ روپیہ کے اپنی سلطنت بنالی گو دبھائی ہیں مگر خداداد اعزاز و اکرام کی بنا پر کہنا پڑتا ہے۔ ع

چراغِ مردہ کجا نورِ آفتاب کجا

حق پسند

تخفیف مصارف ہند کی ایک تجویز

برٹش گورنمنٹ کے دو محکمے ہیں جن پر بے گنتی روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اول درجہ میں فوج اور دوم درجہ میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ۔ فوج کی قطع و برید ہندوستانی اختیار سے باہر ہے۔ کیونکہ جس قدر سررشتے قیام و استحکام سلطنت سے متعلق ہیں ان پر نہ ہندوستانیوں کو دسترس ہے، نہ ان میں تخفیف ہو سکتی ہے۔ مثل پولیس کے جو حفاظت رعایا سے زیادہ خود اس حکومت کی حفاظت کی غرض سے ہے جو ہندوستان پر حکمراں ہے۔ ہندوستانی لاکھ چیخ و پکار کریں مگر نہ پولیس میں تخفیف کر سکتے ہیں نہ اس پر اثر ڈال سکتے ہیں یہی حال بجنسہ فوج کا ہے۔

لیکن پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ جو کسی زمانہ میں فوج کے برابر اہم تھا۔ اب تو انگشت ششم سے زیادہ نہیں، وہ والیان ریاست جنہوں نے میدان کارزار میں تیغ خونی کے جوہر دکھائے تھے۔ اور کشور کشائی اور ملک گیری کے ارادے رکھتے تھے اب کنج لحد میں سوئے ہیں۔ انکے زمانہ میں گورنمنٹ کو انکے حرکات و سکنات پر نگرانی رکھنا ضرور تھا۔ اور ہر ریاست میں ایک ریذیڈنٹ مقرر کیا گیا کہ وہ رسل و رسائل کا ذریعہ ہے اور روسا کے طرز عمل پر نگاہ رکھے لیکن روسا کی حالت اب بدل گئی ہے، ان سے زیادہ برٹش گورنمنٹ کا کوئی ہوا خواہ نہیں ہے۔ اور اگر ریذیڈنٹوں اور وائسراؤں کے اقوال کچھ معنی رکھتے ہیں تو جو تعریفیں انکی زبانوں سے ویسی رؤسا کے آئین جہانداری کی کیجاتی ہیں انکے دیکھتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا نظم و نسق ایسا نمونہ کرانمایہ ہے جس پر برٹش گورنمنٹ اگر کاربند ہو تو زیبا ہے پہلے کی طرح وہ سراپردۂ حکومت میں مستور بھی نہیں رہتے کہ ان تک رسائی دشوار ہو۔ اب تو یہ حال ہے کہ تمام رسل و رسائل انکے نام سے ہوتی ہے۔ اور ہر پرچہ کاغذ انکے ملاحظہ سے گزرتا ہے بلکہ جتنے بڑے رؤسا ہیں مثل نظام حیدرآباد۔ مہاراجہ بڑودہ۔ مہاراجہ میسور۔ مہاراجہ گوالیار سب اپنی ڈاک اپنے ہاتھ سے کھولتے اور اپنے قلم سے حکم احکام لکھتے

ہیں۔ لہذا اب ریذیڈنٹ مدراس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر تمام ریذیڈنسیوں کو تخفیف کرکے رؤسا کا تعلق براہ راست پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ سے کردیا جائے تو یقیناً بہت بچت ہوگی اور رؤسا کو آئے دن ناروا دخل دہی کی جو شکایتیں ہوتی رہتی ہیں وہ مٹ جائینگی۔

یہ خیال عرصہ سے پیدا ہو رہا ہے کہ اگر رؤسا کو رزیڈنٹوں اور پولیٹیکل ایجنٹوں کے پنجۂ حکومت سے نجات دیجائے تو ان کی وفاداری اور صلح جوئی میں زیادتی ہوگی۔ یہ ریذیڈنٹ بہ تقاضائے بشریت حکومت کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اور جو اعیان ریاست رزیڈنسی کی قوت سے واقف ہوتے ہیں وہ رئیس کو دھتا بتا کر رزیڈنسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ سازشوں کی گرم بازاری ہوتی ہے اور رؤسا کو رنج و تکلیف کا سامنا رہتا ہے۔ رزیڈنٹوں کے تخفیف ہو جانے سے رؤسا کو یہ دلجمعی تمام مہمات ملک داری انجام دینے کا موقع ملیگا۔ اور ہمیشہ کے لئے شکر رنجیوں اور غلط فہمیوں کا خاتمہ ہو جائیگا کئی کروڑ روپیہ کی سالانہ بچت ہوگی اور کام میں کوئی ہرج نہ ہوگا۔ (اودھ اخبار)

ریاست حیدرآباد کی صنعتی ترقی

یہ امر نہایت درجہ قابل اطمینان اور موجب مسرت ہے کہ ریاست حیدرآباد میں وہاں کی مصنوعات ملکی کی ترقی کی طرف آجکل بہت کچھ توجہ مبذول کیجا رہی ہے۔ سوا واقفکار اصحاب کے بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ حیدرآباد کی وسیع سلطنت میں نفیس و نادر مصنوعات نہایت کثرت سے تیار ہوتی ہیں جنکی ترقی کی طرف اگر کماحقہ توجہ کیجائے تو حیدرآباد کی تجارت نہ صرف تمام ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں نمایاں درجہ حاصل کرسکتی ہے۔ اور ہندوستانی کاریگری کے بہترین و بیش بہا نمونے مشرق و مغرب کے روبرو پیش کرسکتی ہے جنھیں دیکھ کر یورپ کے صناع بھی عش عش کرنے لگیں۔

حیدرآباد میں ایک تعلقہ بیدر کے نام سے مشہور ہے جہاں کا باریک کام مشہور ہے

اور عرف عام میں بدر کا کام کہلاتا ہے۔ اسی طرح ریشمی پارچہ جات بھی نہایت اعلیٰ قسم کے تیار ہوتے ہیں اور صنعت چرم میں بھی بہت کچھ ترقی کی گنجائش موجود ہے۔ اب تک قدیمی صنعتیں نہایت کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں اور اگر ان کی طرف توجہ نہ کیجاتی تو مثل دیگر ہندوستانی حرفتوں کے یہ بھی ملیامیٹ ہوکر صرف افسانہ کی شکل میں باقی رہجاتیں۔ اعلیٰ حضرت ہز اگزالٹڈ ہائینس حضور نظام کی گورنمنٹ ملکی شکریہ اور مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے ان صنعتوں کی بقاو ترقی کی طرف توجہ فرمائی ہے اور ایک خاص محکمہ اس غرض سے قائم کردیا گیا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس محکمہ کی ملکی مصنوعات کا ایک سودیشی اسٹور قائم کیا جارہا ہے جسکی سرپرستی خود گورنمنٹ نظام کی طرف سے کیجائیگی۔

امید ہے کہ اس اسٹور کے کارکن ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں اپنے اسٹور کی شاخیں قائم کرنے کی طرف ضرور اپنی توجہ مبذول کرائیں گے۔ تاکہ بیرونی دنیا حیدرآبادی صنعت کے بہترین نمونوں سے روشناس ہوسکے۔

چراگاہوں کی ضرورت

کلکتہ کی مارواری ایسوسی ایشن نے ڈسٹرکٹ بورڈوں میونسپلٹیوں، راجوں مہاراجوں، زمینداروں اور ممبران کونسل کے نام ایک اپیل شایع کی ہے جس میں درخواست کی گئی ہے کہ ملک کے ہر حصہ میں چراگاہیں قائم کی جائیں۔ کیونکہ مویشی کی حالت نہایت زار ہے۔ دُنیا کے مختلف ملکوں میں اس وقت فیصدی آبادی کی نسبت سے مویشی کی تعداد حسب ذیل ہے۔

ہندوستان ۵۹ - ڈنمارک ۷۴ - امریکہ ۷۹ - آسٹریلیا ۲۷۹ -

آگے چل کر لکھا ہے کہ پچھلے ساٹھ سال میں دودھ کا نرخ ۴۰ گنا چڑھ گیا ہے جسکی بڑی وجہ ایسوسی ایشن کی رائے میں چراگاہوں کی کمی کے سوا اور کچھ نہیں چنانچہ

مختلف ملکوں میں فی راس مویشی چرنے کی جگہ حسب ذیل ہے۔
بنگال ۱،۷ ایکڑ۔ امریکہ ۱۲ ۶ ایکڑ۔ نیوزیلینڈ ۳ ۱۷ ۵ ایکڑ۔ جرمنی ۱۲ ۴۴ ایکڑ
اور یہ اُس حالت میں کہ دوسرے ملکوں میں ہندوستان کی نسبت زمین کی قیمت بہت گراں ہے۔

گئو رکھشا کی اصلی مؤثر ترکیب

اپیل کے آخر میں ایسوسی ایشن لکھتی ہے کہ ایسی حالت میں گورنمنٹ سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپلٹیوں کو اجازت دے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ مویشی کے لئے چراگاہیں مہیا کرنے پر صرف کرے۔ اسکے ساتھ ہی جنگلوں میں مویشی کے رہنے مقرر کئے جائیں۔ اور اس بات کی احتیاط کیجاے کہ کوئی شخص اس زمین پر کاشت نہ کرے۔ ہماری رائے میں ایسوسی ایشن گئو رکھشا کے سوال میں اصلی نکتہ تک پہونچ گئی ہے۔ جب تک گئوؤں کے لئے کام کی مرغزاریں مہیا نہیں کیجائیں گی۔ اُس وقت تک گاؤکشی کی انسدادی تدبیریں بیکار ہیں۔ اور گئوؤں کا بیمہ بھی کوئی خاص اثر پیدا نہیں کرسکتا۔ اس بارہ میں گورنمنٹ کے رویہ کا خاص دلچسپی سے انتظار کیا جائیگا۔

سر علی امام کے گھر سے دو لڑکیاں اُڑ گئیں

پٹنہ میں سر علی امام (سابق مدار المہام حیدرآباد دکن) کے دولتخانہ سے دو نوعمر لڑکیاں انہیں کے ایک نوجوان ملازم شہید اُڑا لے گیا۔ شہید پر مقدمہ چلایا گیا ہے سر علی امام اس مقدمہ میں خود گواہ پیش ہوے۔ شہر میں بڑی سنسنی پھیلی ہوئی ہے (اخبار عام ۵ دسمبر ۱۹۲۲ء)
اڈیٹر۔ یہ ہیں مغربی تعلیم و تربیت کے خطرناک نتائج، جن سے ہمارے رؤسا کو محتاط رہنا چاہئے۔

رئیس الکلام

حالِ سرہند

(احمد شاہ ابدالی کی نظر سے)

انجامِ ستم

محمدیوں کے دور میں سرہند کا عروج کلکتہ اور بمبئی سے مقابلہ کرتا تھا میلوں تک سر بفلک مکانات اپنی شکوہ ظاہر کرتے تھے۔ ۳۰۰ قفل بند باغ تھے۔ گھر گھر ایک ایک بسی اور ایک ایک کنواں تھا۔

گورو گوبند سنگھ صاحب ہم بادشاہ روحانی کے معصوم صاحبزادگان کی شہادت اسی ملعون سرزمین کے حصہ میں آئی۔ تاریخ عالم نے بڑے بڑے ظلم وستم دیکھے ہیں۔ مگر یہ سانحہ کچھ ایسا دلدوز ہے کہ قیامت تک تازہ رہیگا۔

یہ رات کی رات میں ایک غلط افواہ کے باعث ایسا تباہ ہوا کہ بھائی سے بھائی، عورت سے خاوند، باپ سے بیٹا نہ مل سکا۔ جو جس حالت میں تھا، جدھر سینگ سمائے بھاگ نکلا۔ وہیں سب پڑا دھرا رہ گیا۔

سرہند کا بے نظیر عروج پر پہونچکر ایسی انتہائی تباہی سے برباد ہونا معصوم شاہزادگان کی شہادت کے واقعہ کے سوا اور کوئی وجہ نہیں کھلتا۔

کیونکہ ؎ بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

ظاہر بیں اصحاب کے لئے یہ ایک سبق ہے۔ اور سرہند مقام عبرت،
خدا کی شان محمدیوں کا منتخب و معمور شہر اُن کے عہد حکومت ہی میں
ایک آن کی آن میں تباہ ہو جائے۔ اور قبضہ میں اُسکے جائے۔ کہ جو
(تیرا گھر سو میرا گھر)[1] گورو مہاراج کا مقولہ منسوب پٹیالہ) شہیدانِ
معصوم سے انتساب باطنی رکھتا ہو۔

احمد شاہ ابدالی لوٹتا مارتا سرہند پہونچا۔ اُسی وقت اُس کے جنگی
مؤرخ قاضی نور محمد سکنہ گنجابہ نے سرہند کی تباہ حالت کا جن الفاظ میں
نقشہ کھینچا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

دربیان خرابی شہر سرہند و زیارت اولیائے گوید

چو سرہند شد بادشاہ را مقام ۔۔۔ ز بہر تماشا ہمہ خاص و عام
بہ شہر اندر آمد کہ از دورِ چرخ ۔۔۔ شدہ ہمچو بغداد بے کاخ کرخ
ہمہ شہر ویرانہ گشتہ خراب ۔۔۔ ز مردم در و دید نہ مرغ و دواب
بجز بوم دیگر نہ دیدم کسے ۔۔۔ اگرچہ دراں شہر گشتم بسے
ہمہ خانماں و ہمہ خانقاہ ۔۔۔ ہمہ مسجد و مدرسہ حوض و چاہ
شد از گردشِ دور گردوں خراب ۔۔۔ شدہ خانگی خانہ پُر از تراب
بجا بود دکان بازار او ۔۔۔ بہ ملکِ عدم شد دکاندار او

[1] رفیع الشان عمارتیں بدذاتوں کی امیدوں کی طرح خاک میں ملیں۔ جو اینٹ بچی۔ کٹ کر ریل کی پٹری پر بچھی۔ اس پر قلبہ رانی ہوئی۔ اب مقام مع ملحقات ریاست پٹیالہ کے قبضے میں ہے ۱۲

مزارات دیدم بسے زاولیا زیارت نمودم بصدق و صفا
بزرگاں بسے چوں درآں خفتہ اند بہ سرہند بیچ اولیا گفتہ اند
زیارت چو کردم مزارات را مزارات عالی عمارات را
نسیم بہشت آمد از ہر مزار تو گوئی رسیدم بدار القرار
ازاں جملہ دیدم مزار بلند مجدد الف ثانی ارجمند
نشانِ کرامت ازاں خاکِ پاک ہمی گشت مفہوم بر فہمناک
نوشتن بتاریخ فوتش چناں سعیدِ ازل رفت قطبِ زماں
دگر حضرتِ ایشاں لقابِ شاں ہمیں شہرہ گشت اندر جہاں
ازاں در گذشتہ بزرگِ دگر کہ خواندند او را مبارک سیر
چنیں چند خواہم شمردن مزار کہ بیروں بود از حسابِ شمار
گذشتہ ازاں قصر ہائے شہاں کہ بود اندراں شہر کار آگہاں
ز باغ و بساتینِ و ز حوضِ آب ز بے صاحبی گشت خوار و خراب
چہ گویم کہ من گفتنم شد فزوں ز تقریر و تحریر باشد بروں
چو ایں ست انجام کار جہاں کہ در کار خفتند کار آگہاں
تو تاریخ بنگر ز احوالِ شاں بکن عبرت و پند گیر اے جواں
ز انجام کارِ جہاں شو خبر مشو غرہ بر ملک و مال اے پسر
بہ آں دار ہمت ز آغاز کار کہ حق باد راضی و تو رستگار
بدانی حق دولتِ بندگاں ہمی بایدت راہِ پرستندگاں
روی راہ خوشنودیش شاد کام بہ کسب رضایش کنی اہتمام
ز طاعت بمعراج عزت برے بنہ بر سرِ چرخ گردندہ پائے
بسا دست کوتہ ز بے مایگی کہ دارد ز حکمت فلک پایگی

اگر بودے از جہل ہر سینہ صاف — برافتادے از خلق رسم خلاف
نہ بینی دریں ششدرِ دیو لاخ — ز شادی دلِ شش نفر را فراخ
یکے آں حسد در بہر کشورے — کہ رنجش بود راحتِ دیگرے
چو حالِ کسے بیند از خویش بہ — فتد بر رگِ جانش از غم گرہ
ز زعمِ بد آں بد روِ پُر فساد — شود بر خدا معترض زاں حساد
کہ ایں مال و دولت فلاں را چرا — تو دادی چرا آں ندادی مرا
دوم کینہ ورزی کہ از خوئے زشت — بود کینۂ خلق اندر سرشت
چو نتواند از کس شدن کینہ کش — نبا شد ز کینہ ورا سینہ خوش
سیوم نو تونگر کہ بہرِ درم — بود روز و شب در دلِ او دو غم
یکے آں کسے چیز آید بہ کف — دوم آنکہ ناگہ نہ گردد تلف
چہارم لئیمے کہ با گنج و سیم — بود ہمچو نامِ زرش دل دو نیم
کہ ناگہ بیاید برِ فقر راہ — بہ گردد بر آں روز عیشش تباہ
کند آرزوے مقامِ بلند — کہ نہ تواند آنجا کمند افگند
بود پنجم آں کس کہ غماز پیش — بود پیشہ و اند سرافراز خویش
دو کس را کند دل شکستہ ز ہم — خود اندر میاں خوار باشد و ذم
یکے را بگوید فلاں کس ترا — بہ غیبت بہ گفتہ بد و ناسزا
بہ آں دیگرے گوید آں دیو زاد — فلاں کس ترا زشت دشنام داد
چو آں ہر دو آیند با ہم بہ جنگ — تماشا کند مردِ بے نام و ننگ
دگر دست کردند با ہمدگر — سخن چیں کند خاک بر فرق و سر
ششم از ادب خالی اندیشۂ — کہ باشد حریفِ ادب پیشۂ
چو طبعش بود از ادب بے نصیب — کشد ہر زماں گوشمالی ادیب

بگوش دلت این نصیحت شنو نصیحت چه این پند حکمت شنو
خدا آیکت زبان داد و دو گوش که کم گوے یعنی فراواں نیوش
زچوبت کنی پاے نعلین سائے به از نعل زر بر شیم باد پائے
اگر زرستانی ببخشائیش هماں به بود گر تو نستانیش
چو گوئی و نه کنی تو نورانیا بری رنج بیهوده آخر چرا
ولے هم نگو گر تو نه کنی دگر کند گر بود از تو نیکو سیر

اعزاز سال نو

بتقریب سال نو حسب معمول اعزاز کی فہرست شائع ہوئی ہے۔ صاحبان ذیل کی خدمت میں "رئیس ہند" مبارکباد عرض کرتا ہے

کے، سی، آئی، ای:۔ مہاراجہ بہادر سکم، چیف آف سانگلی۔
میجر نواب ملک خدا بخش خانصاحب وائس ممبر ریجنسی بہاولپور

او، بی، ای:۔ محمد عبدالرحمن خاں صاحب کمانڈنگ افسر بہاولپور
پنڈت بی، این زتشی پریزیڈنٹ ریجنسی ریواں
محمد اسمعیل صاحب پرائیوٹ سکرٹری ریاست میسور

تمغہ قیصر ہند:۔ نواب لفٹننٹ کنور جمشید علی خاں صاحب رئیس باغپت۔

مہارانی:۔ رانی صاحب جھنگ۔

راجہ:۔ راجہ راگھو پرشاد نرائن سنگھ ایم، ایل، سی بارون

راجہ (ذاتی) کنور پرمانند رائے بہادر مراد آباد۔

رانی (ذاتی) رانی پھول کماری شیر کوٹ بجنور

رائے صاحب:۔ رتن شکل مینیجر ریاست راجہ جونپور

سیکنڈ کلاس (بہادر) سردار شمشیر سنگھ صاحب رئیس (جاگیردار ضلع انبالہ)

رائے بہادر: سیٹھ پھوڈیال صاحب بنکر لمیٹیڈ رملتان پنجاب۔ لالہ کنہیا لال صاحب ممبر لجسلیٹو کونسل آنریری مجسٹریٹ انبالہ۔ لالہ درگا داس صاحب وکیل ریاست کپورتھلہ۔

خاں صاحب:۔ فضل امام صاحب انسپکٹر پولیس پنجاب (بنوڑ ریاست پٹیالہ)

لطائفِ شاہی

(راجگان کے لئے)

پنڈت گوبند کا وہ لطیف اُپدیش کہ جسکی وجہ سے وہ مہاراجہ بھوج کے دربار میں داخل ہوا

(میری قلمرو میں کوئی فاضل تکلیف نہ اٹھائے (مہاراجہ بھوج))

شروع عہد حکومت میں مہاراجہ بھوج باغیچہ میں سیر کر رہے تھے کہ سامنے ایک برہمن نظر آیا۔ اُس برہمن نے مہاراج کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مہاراج نے پوچھا اے برہمن تم نے ایشر باد دینے کے بجائے آنکھیں کیوں بند کر لیں۔

برہمن - اے دیو۔ تم ویشنو ہو۔ اِس لئے برہمنوں کو نہیں ستاؤ گے پس تم سے مجھے کوئی خوف نہیں۔ چونکہ تم کچھ کسی کو نہیں بخشتے اِس لئے تم داتا بھی نہیں ہو۔ پس آپ کو اشیرباد دینے سے کیا حاصل۔ نیز صبح کے وقت منحوس کا منہ دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے۔ اور جس کے رنج سے کوئی نقصان نہ ہو، اور جسکی خوشی سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ اُسکی بھی تعظیم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایسے راجہ کو رعایا ٹھیک اس طرح نہیں چاہتی، جس طرح کہ عورت کو نامرد آدمی ایک آنکھ نہیں بھاتا علم بغیر متانت، بخیل کی دولت، ڈرپوک آدمی کی طاقت، یہ تینوں چیزیں دنیا میں بے ثمر ہیں۔ اور اگر تو عقلمند ہے تو اے راجہ مجھے میرا بوڑھا باپ کاشی جی جاتا ہوا جو وصیت کر گیا تھا سن۔ کہ جو جو ذریروں، نامردوں، عورتوں کے قابو میں ہو خواب میں بھی اُسکی خدمت نہ کرنا۔ سب گناہوں میں دو گناہ زیادہ خطرناک ہیں۔ اول وہ

راجہ جوبد معاش وزیر رکھتا ہے۔ دوسرا اُس راجہ کی رعایا بن کر رہنا۔ بیوقوف راجہ قابل وزرا میں ٹیڑھا منہ رکھتا ہے۔ جہاں بدذات آدمی وخیل ہیں۔ وہاں شریف، ہمدرد لوگوں کی شنوائی کہاں۔ وہ راجہ خواہ جسکی دولت جاتی ہی رہی ہو۔ مگر قابل عزت ہو۔ جملہ صفت موصوف ہو قابل تعظیم ہے۔ وقت آنے پر اُس سے دولت بھی مل جاتی ہے۔ اور مفاد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جو راجہ خیرات نہ کرے۔ مگر اپنے آپ کو مخیر ظاہر کرے۔ وہ عقلمند نہیں ہے۔

اے راجہ۔ کرن۔ دہیچی۔ شیوجی۔ وکرم آدت وغیرہ راجگان سوگ کو رونق دے رہے ہیں اور اپنے اوصاف نیک اعمال کی وجہ سے دین و دنیا میں ممتاز ہیں۔ کیا ایسے بھی اور راجہ ہیں؟ جسم فانی کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے۔ جو کبھی فانی ہونے والی چیز نہیں وہ نیکی ہے۔ اُسکی حفاظت کرنا چاہیئے (یعنی نیکی کرنا چاہیئے) آدمی کے مرتے ہی جسم فنا ہو جاتا ہے۔ مگر نیکی کی وجہ سے انسان زندہ رہتا ہے۔ پنڈت، بیوقوف، طاقتور، کمزور، دولتمند، مفلس غرضیکہ سب کے سر پر موت سوار ہے۔ تمہاری عمر گذری چلی جارہی ہے ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہرتی۔ اس لئے اس فانی جسم سے نیکی کماؤ۔ جو نہ عالم ہیں نہ طاقتور ہیں۔ نہ ماہر فن، نہ جنہیں پاس خاندان ہے، نہ خیرات کرتے ہیں، نہ دولت کا استعمال جانتے، اُن کی زندگی، زندگی نہیں سمجھی جا سکتی ہے۔

مہاراجہ بھوج آنند ہو کر بولے:۔ اے نیک برہمن سُن۔ دنیا میں خوشامدی بہت ہیں۔ مگر سچ کہنے اور سُننے والے کم ہیں۔ جو پنڈت ہیں وہ شیریں زبان نہیں اور جو شیریں زبان ہیں وہ عقلمند نہیں۔ عقلمند دوست ملنا محال ہے۔ جیسے کہ خوش ذائقہ دوا ملنی مشکل ہے۔ کیونکہ دوا بالعموم کڑوی ہوتی ہے۔ ایسے ہی فائدہ رساں سخت کلامی اچھی ہے۔

یہ کہہ کر مہاراج نے اس برہمن کو ایک لاکھ روپیہ دیکر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ برہمن نے اپنا نام زمین پر گوبند لکھدیا۔ مہاراج نے پڑھ کر کہا کہ اے برہمن تم روزمرہ راج دربار میں آیا کرو۔ تمہارے سلئے کوئی ممانعت نہیں۔ عالم شاعر بڑی خوشی سے دربار میں لایا کرو۔ میرے قلمرو میں کوئی فاضل تکلیف نہ اٹھائے یہی خدمت تمہارے سپرد کی جاتی ہے۔

بھوج پربندھ

رسید کتب

حسب ذیل کتب دفتر ہذا میں تقریظ کے لئے موصول ہوئی ہیں۔ جن پر کسی آیندہ اشاعت میں ریویو کیا جائیگا۔ جو صاحب ایسی قدیم یا جدید تصانیف کہ خود بحب ودلکش بحافظ اخلاق ہوں، اور جن میں ہمارے رؤسا اور نوابوں کی بدکاریوں آوارگیوں کے نتیجہ خیز سبق پائے جاتے ہوں، اور جو سائٹی کے اخلاق کی درستی وبحالی پر لکھی گئی ہوں، بغرض تقریظ ارسال فرمائیں گے وہ تصانیف نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کی جاویں گی اور اُن پر ایسے پیرایہ میں تقاریظ لکھی جاوینگی جو نیک چلنی - خوش اطواری و رہبری عوام کا باعث ہوں -

(۱) حسن کا ڈاکو (ہر دو جلد) مصنفہ مولوی محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی

(۲) اسرار دربار حرام پور (ہر دو نمبر) مصنفہ مولوی محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی

(۳) اسرار دربار پٹیالہ (چند اجزا) مصنفہ جناب سردار منشی بھگونت رائے صاحب بہار شتامی -

اڈیٹر

ہمارے حاصل شدہ سوراج

مہاراجہ بہادر الور کے خلاف لائل گزٹ اپنی شرمناک افترا پردازی کی تردید میں

"نسیم" نے صداقت کی شان خوب کہا ہے :-

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے　　جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے

لائل گزٹ نے ہندیوں کے خلاف زہر اُگلنے کے لئے قسم کھا رکھی ہے - محض اپنی شکم پری کے لئے اُس نے جس تعصب اور خباثت کا ثبوت ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر والی آلور کے خلاف دیا تھا ہم اُسکی قلعی گذشتہ دربار میں کھول چکے ہیں - اب ہندیوں کا بدخواہ اپنے اُن اتہامات باطلہ کی تردید میں چند سطور لکھکر اپنی روسیاہی دور کرنا چاہتا ہے - مگر شرم مطلق نہیں کھاتا حالانکہ اُسکا فعل ایسا نالائق و ناقابل فراموشی ہے کہ جسکی کوئی نظیر نہیں ہوسکتی - مگر ڈھٹائی اور بے شرمی ملاحظہ ہو کہ معذرت یا معافی کا نام نہیں، اظہار افسوس کا کام نہیں - پھر گورنمنٹ کے بدخواہ گورنمنٹ پر الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے تاجداران کی حفاظت کا قانون بلا وجہ منظور فرمایا - ہم کہیں گے کہ گورنمنٹ کو نہایت دانشمندی کے ساتھ تاجداران ہند کے اعزاز و اکرام کے تحفظ کا نہایت سختی کے ساتھ انتظام فرمانا چاہیئے - ورنہ چوباروں کے بدمعاش بیٹھو بازار کے شہدے، تفرقہ انداز نہ معلوم اپنے پیٹ کے خاطر کیا کچھ نہیں کرگذریں گے - ہمارے خیال میں سری حضور کا اگر کوئی گناہ ہے تو یہ ہے کہ وہ ایک ہندی ہیں اور گورنمنٹ کے خیرخواہ -

مہاراجہ صاحب الور کے خلاف غلط الزام | لائل گزٹ کی گذشتہ اشاعت میں اس امر کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب آلور نے رسلے بہادر سردار ہوتو سنگھ (ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر) کو اپنی ریاست کی سیٹلمنٹ کمشنری سے بدینوجہ مستعفی ہوجانے پر مجبور کیا۔ کہ سردار ہوتو سنگھ داڑھی منڈانے سے انکار کرتے تھے۔ ہمارے اس نوٹ پر ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر آلور نے ہمیں شرف ملاقات بخش کر یقین دلایا کہ متذکرہ بالا خبر بالکل غلط و بے بنیاد ہے۔ ہز ہائینس نے سردار ہوتو سنگھ کو کبھی اشارتاً بھی ایسا نہیں کہا۔ اور نہ ہی سردار ہوتو سنگھ کے استعفیٰ کی یہ وجہ تھی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اب بھی جو صاحب عارضی طور پر سیٹلمنٹ کمشنری کا کام کر رہے ہیں سکھ ہیں۔ الور کی میونسپل کمیٹی کا سکرٹری سکھ ہے اور متعدد اہلکاران ریاست کیش دھاری سکھ ہیں۔ ان سے کبھی ایسا ناواجب مطالبہ نہیں کیا گیا۔"

ریاست کپورتھلہ | دارالریاست کپورتھلہ میں شکر دار مورخہ ۲۴ نومبر سے آخری منگلوار مورخہ ۲۸ نومبر تک بڑی رونق رہی۔ بفضل ایزد تعالیٰ حسب پروگرام جشن سالگرہ مبارک سری حضور انور والی ریاست کپورتھلہ تمام امورات بطرز احسن نہایت خوش اسلوبی سے انجام پائے۔

اس تقریب پر بہت سے ذی احترام مہمانان مثلاً کرنل منچن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ ریاستہا سے ہمراہی مسز مس منچن صاحبہ۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب بہادر کے سی آئی ای۔ نواب احمد نواز خاں صاحب بہادر۔ نواب ڈیرہ راجہ صاحب بہادر منڈی۔ کپتان ٹڈلٹن صاحب وغیرہ وغیرہ کے علاوہ بیرون ہند سے بھی بہت سے والاگہر احباب سری حضور انور تشریف لائے ہوئے تھے۔

مورخہ ۲۶ نومبر مطابق ۱۱ مگھر سمت ۱۹۷۹ دعوت ضیافت سالگرہ مبارک تھی۔ سری حضور انور نے بوقت نوش جام صحت بزبان انگریزی ایک برجستہ اور موزوں تقریر فرمائی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

"کرنل منچن۔ راجہ صاحب (منڈی) معزز خواتین و صاحبان!

میں اس وقت کرنل منچن کا شکریہ ادا کرنے کو کھڑا ہوں کہ انہوں نے نہایت شستہ الفاظ میں میرے جام صحت کی تحریک کی ہے۔ اور نیز جملہ حاضرین کا شکرگذار ہوں جنہوں نے بہ کمال شوق میرا جام صحت نوش کیا ہے۔ میرے اور کرنل منچن کے باہمی سرکاری تعلقات کو ابھی ایک سال کا عرصہ گذرا گزرا ہے۔ اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ اس قلیل عرصہ میں ہی ہماری مودت اور موانست کا رشتہ کافی مضبوط ہو گیا ہے۔ اور طرفین میں باہمی امداد کا نیک احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اور جو غلط فہمیاں گزشتہ سال کے جدید سیاسی انتظام کے اجراء سے ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ کرنل منچن کی ذاتی شرافت تدبر اور ہمدردی کے توسل سے جنہوں نے متعلقہ ریاستہائے کی بہبود و فلاح کو اپنا نصب العین قرار دے رکھا ہے بالکل معدوم ہو گئی ہیں۔ اور اب یہی سلسلہ انتظام بڑی کامیابی سے جاری ہے۔

مسز منچن ایسی خوش خلق بیوی جس سے ہم سب کو گونہ الفت ہو گئی ہے کرنل منچن کے واسطے ایک نعمت ہے۔ میں یہ دیکھ کر از حد خوش ہوا ہوں۔ کہ وہ آج رات ہمارے درمیان موجود ہیں۔ نیز میں ہز ہائنس راجہ صاحب منڈی کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ بفضل خدا عنقریب ہی میں انہیں اپنی دامادی کے نام سے مبارکباد دونگا۔

اس امر کے جاننے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ کرنل منچن میرے

میری یورپ کی عدم حاضری کے دنوں میں میرے تجویز کردہ انتظام ریاست کو جو میری غیر حاضری میں بڑی خوش اسلوبی سے انجام پاتا رہا ہے خوب پسند کرتے ہیں۔ اور میں اس موقع پر اپنے فرزند دلبند سری ٹیکہ صاحب کی ذاتی قابلیت اور ذہانت کی تعریف کرتا ہوں کہ جو انہوں نے امور ریاست کے انتظام میں استعمال کی ہیں بیشک اپنے فرزند ولی عہد ریاست کے پانے میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ وہ میری خواہشات کو مد نظر رکھتے ہوئے میری حکمت عملی پر کاربند ہونے کو بڑی سعادت مندی اور فرمانبرداری سے ہر وقت تیار ہیں۔ مجھے اس بات پر ہے کہ ہم باپ اور بیٹے کے واسطے اس اتحاد و موافقت سے کام کرنا ہر طرح ممکن ہے اور بیشک میری رعایا اور ریاست بھی خوش نصیب ہے جہاں اس قسم کا اتحاد واقع ہوا ہے۔

اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ اپنے وزیر اعظم کی مخلصانہ خدمات کی قدر دانی اور تعریف جس پر مجھے اور ولی عہد ریاست کو کامل بھروسہ اور اعتماد ہے علانیہ طور پر بیان کروں۔

وزیر اعظم ریاست نے اپنے ہر فرائض اور ذمہ واریوں کو بڑے عمدہ طریقہ سے نبھایا ہے اور مجھے بہت پسند ہے۔ اور یہ امر میرے لئے عین طرب افزا ہے کہ اپنا کام انجام دینے میں انہیں دیگر اہلکاران ریاست سے کامل امداد بہم پہونچی ہے۔

معزز خواتین و صاحبان! میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ سب کرنل و مسز پنجن اور ہز ہائنس راجہ صاحب منڈی کا جام صحت پینے اور اُن کے دولت و اقبال کے لئے دعا کرنے میں میرے ساتھ شریک ہوں۔

مہاراجہ بہادر بنارس کی صدارت میں ہندوں کا ایک جلسہ

(سری گنگا جی کی دھار آزاد رہے)

مہاراجہ صاحب بہادر بنارس اور بعد ازاں راجہ موتی چند کی زیر

صدارت اہالیان بنارس کا ایک زبردست جلسہ منعقد ہوا۔ حاضرین تقریباً ۸۰۰۰ تھی
سری گنگا جی کی دھار روکنے کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے رائے بہادر
روی نندن پرشاد نے ریزولیوشن پیش کیا۔ سری گوری شنکر نے تائید کی۔ بہت
سی تقریروں کے بعد ریزولیوشن پاس قرار دیا گیا۔ ریزولیوشن حسب ذیل ہے۔
"اہالیان بنارس کا یہ جلسہ گورنمنٹ کو بروقت اطلاع دیتا ہے کہ گنگا جی
کے جل کا اس قسم کا بہنے کا انتظام کیا جائیگا۔ جس سے گنگا جی کا پاٹ کم از کم چھ سو
فیٹ لگاتار گنگا ساگر (یعنی بنگال) تک بے روک ٹوک بہا کرے۔ اگر سرکار
نے اس طرف دھیان نہ دیا تو بنارس کے ہندو اپنے دھرم کی حفاظت کے لئے
مناسب راستہ تلاش کریں گے (دیش)

حیدرآباد حیدرآباد میں ایک عجیب قسم کی نہایت مفید دھات دریافت ہوئی
ہے۔ جسکا نام "گولکنڈہ سٹیل" یعنی گولکنڈہ کی دھات رکھا گیا ہے۔ اس دھات کو
نکالنے اور بنانے کا کام "ایسٹرن سٹیل کمپنی" کے سپرد ہوا ہے جو بمبئی میں قائم کی گئی
ہے۔ اور قلمرو نظام میں کاروبار شروع کرے گی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دھات بجز
ایک خاص صفت کے ہر طرح سونے کا بدل قرار دیجا سکتی ہے۔ اور اس قدر
ارزاں اور مفید ثابت ہوگی کہ اسکی وجہ سے پیتل و تانبے کے برتنوں کا بننا اور
فروخت ہونا بند ہو جائیگا۔ اس دھات کو بنانے کا کارخانہ قلمرو نظام میں قائم کیا
جائیگا جہاں وہ اجزا جن سے یہ دھات مرکب ہے بکثرت دستیاب ہوتے ہیں
نیز مزدوری بھی بہت سستی ہے۔ اس لئے یہ بہت ارزاں قیمت میں تیار ہو سکیگی۔

مگر حیدرآباد کے اخبارات اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔ (مشرق)

پونا میں "مرہٹا میموریل" کی رسم افتتاح

پونا میں "مرہٹا میموریل" ۵ نومبر کو بے نقاب کر دیا گیا۔ شنوارواڑا یا پرانے پیشوا کے محل کے سامنے والے کھلے میدان میں آج دس بجے ادا کی گئی۔

میموریل ایک ایسی جگہ واقع ہے جو ایک بڑے گذرگاہ کے بیچ میں پڑتی ہے اور جو شہر کو شیخ سالا کے پل کے راستہ سے جو اب تیار ہو رہا ہے۔ بمبور دا کے اس پاس کی بستیوں سے لا ملائیگا۔

ہز ہائنس مہاراجہ کولہاپور چیف آف ریاست کاگل کے ہمراہ شامیانے میں جس میں بڑے بڑے مہمان جمع تھے آ پہونچے۔ مہمانوں میں آوندھ اور پھالٹن کے چیف صاحبان۔ نواب صاحب سا چن۔ آنریبل مسٹر ہاورڈ۔ آنریبل مسٹر رانجپے۔ کونسل کے ممبران۔ وزیر تعلیم۔ جنرل سر سکپٹن کلامو۔ اور دیگر سرکاری افسران اور حکام تھے۔

مرہٹوں کی شاندار خدمات دس بجے ہز ایکسیلنسی سر جارج لائڈ اور آنریبل لیڈی لائڈ صاحبہ کی باقاعدہ سواری آئی۔ لفٹنٹ جنرل سر سکپٹن کلامو نے کارروائی کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ چند روز کی بات ہے کہ پچھلے سال ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز بہادر نے مہاراشٹر کے اُن سپاہیوں کی یادگار میں جنہوں نے جنگِ عظیم کے موقعہ پر دنیا بھر میں جگہ جگہ اپنی جانیں قربان کی تھیں۔ اِس میموریل کا بنیادی پتھر رکھا تھا۔ ۱۹۱۴ء کے شروع میں مہاراشٹر کے تقریباً دس ہزار جوان فوج میں ملازم تھے۔ جنگ کے زمانے میں ۶۰ ہزار لڑاکا اور ۶ ہزار غیر لڑاکا کی ایک اور تعداد بھرتی کی گئی۔ لڑاکا آدمیوں میں سے ۲۵ ہزار جنگ کے مختلف میدانوں پر لڑنے کے لئے گئے۔ اُس میں مرنے والوں کی تعداد دو ہزار سے اوپر اور زخمیوں کے تین ہزار سے اوپر تھی۔ کوت العمارہ کے محاصرہ میں جو پکڑے گئے اُن کی تعداد ڈھائی ہزار تھی۔ میدانہائے جنگ میں جہاں

کہیں مغربی پریزیڈنسی کے یہ جفاکش کھیتی باڑی کرنے والے لڑے۔ اُنہوں نے اپنی فوج کی جس میں ملازم تھے اور اپنی قوم کی جس سے وہ تعلق رکھتے تھے عزت کو برابر قائم رکھا۔ میدان جنگ کے جس جس کمانڈر کے ماتحت اُنہوں نے کام کیا۔ ہر ایک نے مہاراشٹر کے ان سپاہیوں کے خدمات کی بڑی تعریف لکھی۔ انہی کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ اُنہوں نے اپنی شہرت اور بہادری کے روایات کو قائم رکھنے میں ان روایتوں میں اضافہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جنکو نمبر ۶ پونا ڈویژن نے بڑی قابلیت سے قائم کیا تھا۔ اس نمبر ۶ پونا ڈویژن میں دوسری قوموں کی نسبت زیادہ تر تعداد مرہٹوں اور دکنی مسلمانوں کی تھی۔ یہ یادگار "مرہٹا میموریل" کا صرف ایک حصہ ہے۔ اسکے علاوہ مہاراشٹر کے سپاہیوں کی اولاد کی تعلیم کے لئے ایک سکیم جاری کی جانے والی ہے۔

جنرل کلائو صاحب نے اخیر میں کہا کہ پرنس آف ویلز بہادر کے الفاظ میں ہی دعا ہے کہ یہ یادگار آئندہ نسلوں میں اُن لوگوں کی سی جرأت اور فرض شناسی کی روح پھونک دے۔ آج جن کی یاد کو ہم ہمیشہ کے لئے قائم کرتے ہیں۔

اِس کے بعد لاسٹ پوسٹ بجا اور تمام فوجیں اٹنشن میں کھڑی ہوگئیں۔

ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب کی تقریر | میموریل کو بے نقاب کرنے سے پہلے مسٹر لائڈ جارج نے فرمایا۔

یور ہائنس۔ جنرل کلائو۔ لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔

اندازاً ایک سال ہوا کہ ہز رائل ہائنس نے اس لاثانی میموریل کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ اور میں اُسے بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں کہ جس رسم کو ہز رائل ہائنس نے ایک مبارک ساعت میں شروع کیا تھا میں اُسے ختم کر رہا ہوں ان لوگوں کے کارناموں کے قصوں کا جن کی یاد ہم یہاں تازہ کرتے ہیں

نیز اُن کے ساتھیوں کے افسانوں کا ایک ایسا باب ہے جو مہاراشٹر اور مہاراشٹر کے علاقہ والوں کی تاریخ میں اپنی اس قابلِ فخر شہرت کے لئے جو زمانہ ماضی میں حاصل کی اور اُس امید کے لئے جو وہ زمانہ آیندہ کے لئے پیدا کرتا ہے یکساں یادگار رہیگا۔ اِس بات سے اُس کی بڑائی اور بھی چمک اُٹھی ہے اور اُسکی قیمت اونچی ہوگئی ہے کہ اسکی یہ دکھائی دینے والی علامت یعنی میموریل ولی عہد سلطنت کے ہاتھوں قائم کی گئی ہے جو دلچسپی شاہی خاندان اپنی رعایا کے ہر فرقہ کی بہبودی میں ہمیشہ لیتا ہے اور جس شاہانہ شفقت سے وہ اُنہیں دیکھتا ہے اسکا اظہار نمایاں طور سے اس رسم سے ہوا جو پچھلے سال کے نومبر مہینہ میں ہوئی تھی۔ اِس لئے یہ مناسب ہے کہ ہز رائل ہائینس کے الفاظ اور اُن کی موجودگی سے اِس میموریل اور اُن لوگوں کے درمیان میں ایک بڑا رشتہ قائم ہو جن میں مرجانے والوں کی یاد کو یہ میموریل ہمیشہ تازہ رکھیگا۔

ہز رائل ہائینس نے جو الفاظ فرمائے تھے میں اُن میں کوئی اضافہ کرنے کی کوشش نہیں کرونگا۔ اسکے علاوہ ان لوگوں کے کارناموں کی شان کو اور بھی چمکانے کے لئے جن کی یاد ہم قائم کرتے ہیں پرنس آف ویلز بہادر کے الفاظ سے زیادہ کی ضرورت نہیں کہ وہ خود ایسے کارنامے ہیں جو آج کی رسم کے بھول جانے کے بہت عرصہ بعد بھی زندہ اور قائم رہینگے۔ آج ہمارے سپرد یہ کام ہے کہ لوگوں کی اُن قربانیوں کا ذکر کریں۔ جو اُنھوں نے ہمارے لئے اور آیندہ نسلوں کے لئے کیں۔ اور اُس شکرگذاری کو زبان پر لائیں جو ہم محسوس تو کرتے ہیں مگر خاطر خواہ کبھی ظاہر نہیں کرسکتے۔ نیز ہم پوری امید رکھیں کہ مہاراشٹر کی آیندہ نسلیں

ان بہادروں کی جرأت، فرض شناسی اور سرگرم وفاداری کی اُس اعلیٰ مثال کو برابر قائم رکھیں گے۔ جو ان بہادروں نے اُنکے سامنے رکھدی ہے۔"

ایک موثر خاموشی کے بعد ہز ایکسلنسی میموریل کی طرف بڑھے۔ اور اُس رسی کو جس سے جھنڈا اٹکا ہوا تھا الگ کر دیا اور جھنڈا نیچے اُتر آیا۔ پھر "رویالی" بجی۔ اور فوجوں نے "پریزنٹ آرم" کر کے میموریل کی سلامی اُتاری۔

میموریل سیاہ پتھر کا بنا ہوا ہے اور بیجاپورا اور مرہٹہ فن تعمیر کا ملا جلا نمونہ ہے اسکی شکل ایک سمادھ یا مقبرے کی سی ہے اور پشوا کے محل کے متصل جو نگار خانہ ہے اُس سے اور اُسکے بڑے پھاٹک سے ملا جلا ہے۔ درمیانی ٹکڑے کے تین طرف جس پر بیجاپوری طرز کا ایک گنبد ہے۔ نیچے عبارت انگریزی، اردو مرہٹی اور ہندی میں لکھی ہوئی ہے۔

"مہاراشٹر کے اُن لوگوں کی یاد میں جو ۱۹۱۴ء-۱۸ء کی جنگ میں کام آئے۔ یہ یادگار ان کے رجمنٹوں کے افسروں اور جوانوں راج کمار اور راجاؤں اور اُن کی قوم کے لوگوں نے کھڑی کی ہے۔ اُن کا نام ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے۔"

چھری خربوزہ پر گری یا خربوزہ چھری پر

"لائل گزٹ" "پرتاب" کے حوالہ لکھتا ہے۔

"پچھلے دنوں ریاست میسور کے مقام تیتور سے خبر آئی ہے کہ جو مسلمان چند دن پہلے وہاں سے ہجرت کر گئے تھے۔ اب شہر میں واپس آگئے ہیں واپس آتے ہی اُنہوں نے پہلا کام یہ کیا ہے کہ ہندوؤں کو مارنا اور ان کو لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ اس خبر کو پڑھ کر خود بخود ہمارے دل نے سوال کیا۔ کیا ہندو دنیا میں

مار کھانے کے لئے ہی آئے ہیں - اگر کثرت میں ہوں تو بھی مار کھائیں - اور قلت میں ہوں تو کہنا ہی کیا ہے -

واقعی قریبا ہر جگہ ہندوؤں کی یہی حالت ہے - اگر ان میں جان ہو تو جہاں وہ تھوڑے بھی ہوں، لوگ ان کو اسی طرح مارنے کا حوصلہ نہ کریں جس طرح تعداد میں زیادہ بھی ہیں مارنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے - اس وقت وہ خربوزہ بنے ہوئے ہیں اور مسلمان چھری - چھری خربوزہ پر گری یا خربوزہ چھری پر نتیجہ ایک ہی کچھ ہے - آبادی ہندوؤں کی زیادہ ہو یا مسلمانوں کی نتیجہ ایک ہی ہے - اے کاش ہندو سوامی وشوانند کی تجویز پر عمل کر کے دکھیں - اکالی بن کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں - ان کی تمام کمزوریاں بہادری میں مبدل ہو جائیں گی اسکے سوا ہمیں تو ان کی مرض کا اور کوئی علاج نظر نہیں آتا -

اڈیٹر - ہمیں نہ ہندیوں کی تحریر پر اعتبار ہے نہ محمدیوں کی تحریر پر - کیا ہی اچھا ہو کہ میسور گورنمنٹ ایک اعلان نافذ فرمائے -

کلکتہ یونیورسٹی کو مہاراجہ نیپال کا عطیہ مہاراجہ بہادر نیپال نے کلکتہ یونیورسٹی کو ایک ہزار روپیہ اس غرض سے عطا کیا ہے کہ مسٹر پی ناکھی یونیورسٹی لیکچرار تواریخ پراچین بھارت کے اخراجات پر صرف کیا جائے - پروفیسر صاحب مذکور ڈوچائنا - چین - جاپان سائبریا کے راستہ بہمراہی پروفیسر سیلون سینٹ فرانس جا رہے ہیں -

گورنمنٹ کے خلاف فریاد - مہاراجہ بیکانیر سے ایسا تو بارہا ہوا ہے کہ کسی شخص نے کسی والیٔ ریاست کے خلاف گورنمنٹ سے فریاد کی ہو - مگر کلکتہ کے مارواڑیوں نے یہ عجیب طرز عمل اختیار کیا ہے کہ محصول کسٹم کے تازہ اضافہ کے معاملہ میں گورنمنٹ کے خلاف مہاراجہ بیکانیر سے فریاد کی ہے - انکی شکایت

یہ ہے کہ محصول کسٹم میں ۲۰ سے ۴۰ گنا اضافہ ہونے سے مارواڑی فرم پر جو زیادہ تر تجارت پیشہ ہے بار عظیم پڑ گیا ہے۔

مگر اسکی شکایت انہیں گورنر بنگال یا دائیں طرف کے صوبہ کی کونسل سے کرنی چاہئے تھی نہ کہ مہاراجہ بیکانیر سے۔جن کا اس معاملہ میں کچھ بھی دخل نہیں۔ بہرحال یہ واقعہ مارواڑیوں کی قدامت پرستی کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ چونکہ بیکانیر کے قدیم باشندے ہیں اس لئے ہر معاملہ میں عدل و انصاف کے خواستگار بھی مہاراجہ بیکانیر ہی سے ہوتے ہیں

چار آنسو

سردار ہیرا سنگھ مرحوم کی یاد میں

ہوگا وہی اللہ کو جو منظورِ نظر ہے | آج اُنکا ہوا کوچ کل اپنا بھی سفر ہے

دُنیا کی بیوفائی روزِ ازل سے بدنام ہے۔ اس نے کسی سے وفا نہ کی۔ رشی، دھرم اتما، نیک ہستیاں، شریف، دلیر اسکے بے رحم پنجہ سے نہ بچ سکے۔ مخدوم ہیرا سنگھ کیسا ہستی تھی حقیقت یہ ہے کہ اُسکی جُدائی نے محبت، ملنساری، شرافت، خوش باشی پر ظلم کیا اُسکی جوانی پر موت نے رشک کھایا۔ گو یہ سب کچھ ہوا مگر اُس شریف کی یاد زندہ دلوں سے کیونکر محو ہو سکیگی۔ اے موت تو لیں مر۔ تاکہ لاثانی روحیں ملک فنا میں ایسے نیک انسانوں کی شرافت کے قصے اپنے گمراہ بندوں کو سنا سنا کر راہ راست پر لا سکیں۔

اے ہیرا سنگھ کی پاک روح! تو نے دیکھا۔ کہ تیری جُدائی پر ایک دُنیا نے آنسو بہائے۔ ہمارا سا سخت دل بھی یہ حالت برداشت نہ کر سکا۔ دنیا کا انجام بھی یہی ہے کہ مرنے کے بعد مرحوم کی یاد اچھے الفاظ میں کی جائے۔ چنانچہ یہ درجہ تجھے نصیب ہوا۔

غمزدہ

بہار شامی

تاجدار پٹیالہ

کی

امرتسر میں رونق افروزی

صداقت کے جذبات عقیدت، غیر منقطع و مسلسل خدمتگذاریوں کے ثمرات، پرجوش خیر مقدم، بے نظیر عقیدت و دریا دلی، اور صدق ارادت کے سبق آموز نظارے، شان شاہنشاہی

عقیدت شاہی

۰ر دسمبر کو حسب قرارداد ہز ہائینس امرتسر تشریف لے گئے۔ اسٹیشن پر آنریبل سردار سندر سنگھ پریزیڈنٹ خالصہ کالج۔ سردار ہربنس سنگھ رئیس اٹاری۔ سردار رگھبیر سنگھ سندھاں والیہ تقدس مآب بھائی ارجن سنگھ رئیس باگڑیاں۔ سردار جودھ سنگھ ایم اے۔ سردار ارجن شاہ سنگھ بی اے، ایل ایل بی۔ سردار بہادر نہال سنگھ ایم اے۔ وغیرہ وغیرہ اور تمام ممبران خالصہ کالج کونسل، پروفیسران و معلمان خالصہ کالج و ہائی اسکول، سیکڑوں دیگر معززین، ڈپٹی کمشنر، یورپین ملٹری افسران امرتسر۔ ہزارہا ہندو مسلمان خیر مقدم کے لئے چشم براہ تھے اور سری حضور نے جب اپنی مشہور با زیب پوشاک پہن کر خاص خداداد جلال شاہی کے ساتھ پلیٹ فارم پر نزول اجلال فرمایا تو اس مجمع کثیر نے پرتپاک دلی خیر مقدم کیا۔ پھولوں کی بارش ہوئی۔ قلعہ گوبند گڑھ سے توپوں کی سلامی سر ہوئی۔ گارڈ آف آنر نے اسٹیشن کے

بابا ہر سلامی اُتاری۔

بعد ہز ہائینس موٹر پر سوار ہو کر دربار صاحب میں متھا ٹیکنے کے لئے تشریف لے گئے۔ دیوان بہادر سر دیا کشن کول وزیر اعظم۔ سردار گوکل چند بہادر پرائیویٹ سکرٹری۔ سردار چھتر سنگھ بہادر جج ہائیکورٹ۔ سردار بھگوان سنگھ بہادر سابق فارن منسٹر۔ سردار حضور سنگھ بہادر فنانشیل کمشنر وغیرہ وغیرہ خدام والا احتشام سری حضور انور کے ہمرکاب تھے۔

دربار صاحب میں بڑے ادب و محبت کے ساتھ دربار صاحب کے منیجر اور کمیٹی نے استقبال کیا۔ سری حضور دُکھ بھنجنی صاحب میں اشنان کرنے کے بعد معہ سنگت کے جس میں ہزارہا اصحاب شامل تھے اکال تخت صاحب، ہر مندر صاحب۔ گورو کا لنگر اور بابا اٹل صاحب میں تشریف لے گئے اور وہاں ۲۱۵۱ - ۲۵۰۰ - ۱۱۰۰ - اور ۱۰۰ روپیہ علی الترتیب چڑھائے۔

ہر مندر میں علاوہ ۲۵۰۰ روپیہ کے دو گھوڑے قیمتی سات سات سو روپیہ کے بھی ارداس کرائے۔ اور ۲۵ روپیہ کا کڑاہ پرشاد کرایا۔

اس تقریب پر دان کی میزان ۱۰۰۰۰ روپیہ ہوتی ہے۔ ہر گوردوارہ سے ہز ہائینس کو سروپا عطا ہوا۔

دیوان بہادر سر دیا کشن کول۔ بی، اے۔ کے۔ بی۔ ای۔ سی۔ آئی۔ ای۔ وزیر اعظم نے بھی بہ کمال فراخ دلی ایک سو ایک روپیہ ارداس کرایا۔ آپکو بھی سروپا عنایت ہوا۔ ہر گوردوارہ میں سری حضور اور حضور ممدوح کے رجال دولت کے پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ گھنٹہ گھر کے پاس پہونچنے پر اس قدر پھولوں کی بارش ہوئی کہ زمین دور تک تختۂ گلزار بن گئی۔ پرکرما کے وقت ہزارہا اصحاب سری حضور کے درشنوں کے لئے نہایت بیتابی سے ایک سے ایک آگے بڑھنے کی کوشش

میں مصروف تھے۔ اِس انتظام میں ہمارے مکرم سردار ارجن شاہ سنگھ صاحب، اور ہمارے ہمعصر سردار ایس ایس چرن سنگھ شہید نے نہایت قابلیت دکھلائی۔ جسکے لئے ہم انہیں مبارک باد دیتے ہیں۔ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کا انتظام بھی قابل تعریف تھا۔

۲ بجے سہ پہر کو شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کا ڈیپوٹیشن سری حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جنہوں نے سری حضور انور کے ساتھ دھارمک معاملات میں گفتگو کی۔

خالصہ کالج کی تاریخ کا فخریہ دن

اِس سفر کی علت غائی خالصہ کالج کے تقسیم انعامات کی تقریب تھی۔ ۱۰ دسمبر کو بعد دوپہر یوا ز ہال میں طلبا، ممبران خالصہ کونسل رؤسا، و شرفا عوام الناس فوجی اور ملکی افسر اور مستورات سے پنڈال گلزار بنا ہوا تھا۔ انبوہِ خلائق بے حد تھا۔ ہز ہائنس ۳ بجے تشریف لائے۔ باقاعدہ استقبال ہوا۔ ہز ہائنس کے مسندِ صدارت پر جلوہ افروز ہونے پر سردار ہربنس سنگھ صاحب رئیس اٹاری نے بارگاہِ خسروی میں حاضر ہو کر خالصہ کالج کونسل کی طرف سے حسب ذیل ایڈریس خیر مقدم پڑھا۔

"ہم ممبران خالصہ کالج کونسل اور انتظامیہ کمیٹی کے ممبران کالج کی طرف سے حضور کا پرجوش خیر مقدم کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضور مہاراجہ ادھیراج پٹیالہ کی آمد اس درسگاہ کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک یادگار رہیگی۔ علاء آشیانی راجہ مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب مہندر بہادر اور حضور نے جو احسانات خالصہ کالج پر کئے ہیں وہ لامحدود ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ جو امداد حضور نے دی ہے۔ بغیر اسکے خالصہ کالج قائم ہو کر آج تک اپنی ہستی کو قائم نہ رکھ سکتا۔ ۷ ½ لاکھ کا دان جو پٹیالہ گورنمنٹ نے کالج کو مرحمت فرمایا۔ اسکی ۲ ½ فی صدی سالانہ شرح سود سے ۱۲ ہزار روپیہ کی آمدنی ہے۔

اہالیان ریاست اور افسران پٹیالہ نے بھی تعمیر عمارت فنڈ میں ۵۰ ہزار روپیہ نذرانہ کا دان عطا فرمایا جس سے ہمارا سب سے بڑا بورڈنگ جو پٹیالہ ہوس کے نام سے مشہور ہے سنہ ۱۹۰۸-۰۹ء میں تعمیر ہوا۔ اسکے علاوہ سنہ ۱۹۲۲ء میں حضور کی ریاست کے افسران نے پھر ۱۵۲۰۰ روپیہ کی گرانقدر رقم عطا فرمائی۔ جس نے کالج فنڈ کو بہت ہی تقویت بخشی۔ حضور ہمیشہ ہی ہمارے ارادوں میں اتنی دلچسپی لیتے آئے ہیں اور یہ بھی ناموزوں نہ ہوگا۔ اگر ہم یہ عرض کریں کہ سنہ ۱۹۱۹ء کی خرابی میں پوراشن کی امداد سے ہم محفوظ رہے اور حضور کی لاہور میں اس وقت کی آمد نے جو مسرت بخش نتائج پیدا کئے وہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہیں گے۔ اس موقعہ پر حضور یقیناً یہ سوال کریں گے کہ کالج کے بنیادی مدعا کو کہاں تک پورا کیا گیا ہے۔ ہم حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے ان بنیادی اصولوں کو جن پر خالصہ کالج کی ہستی قائم ہے کبھی نظرانداز نہیں کیا۔ کیا ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ خالصہ کالج کی تعلیم نے سکھوں کی عزت کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور اس امر سے کبھی بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سکھ مذہب کی تعلیم دینے میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے طلبا کا چال چلن، ان کی عادات اور جسمانی طاقت پر دوسرے کالج رشک کرتے ہیں۔ ہمارے کالج کے نوجوان جو کہ پبلک خدمات سرانجام دے رہے ہیں انکی قابل قدر کامیابیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بہت مفید اور عقلمند شہری ہیں۔ نہایت اشتعال و جوش کے زمانہ میں بھی ان کا ضبط اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ حکومت کے وفادار ہیں۔ گو خالصہ کالج آئے دن ترقی کر رہا ہے۔ لیکن بعض اوقات خالصہ کالج کی منتظمہ کمیٹی کو پرنسپل صاحب کی مفید تجویزوں کو بھی روپیہ کی کمی کی وجہ سے بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔ اس جگہ پر یہ ظاہر کر دینا بھی غیر ضروری نہ ہوگا کہ اس سال ہمارے بجٹ میں بہت بھاری کمی واقع ہو گئی تھی جسکو ہم بمشکل پورا کرنے میں

کامیاب ہوئے۔

پٹیالہ کا شاہی خاندان سکھ پنتھ کے ارادوں میں دلچسپی لینے کے لئے مشہور ہے۔ اور حضور تعلیمی ترقی میں جس قدر دلچسپی لے رہے ہیں اسکا اظہار حضور کے عطیوں سے ہوتا ہے۔ ہم اس امداد کا بھی جو ایجوکیشنل کانفرنس حضور سے سالانہ حاصل کرتی ہے ذکر کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور اس سال کانفرنس مذکور کا حضور کی ریاست کے دارالسلطنت میں مدعو ہونا قوم کی تعلیمی ترقی سے حضور کی محبت کا ثبوت ہے۔ پٹیالہ کے شاہی خاندان نے اپنی اس ذمہ داری کو بڑی خوش اسلوبی سے پورا کر دکھایا ہے۔ جو کہ گورو صاحب نے "دیتہ رائکو سو پیرا آگھر" کا حضور کے بزرگوں کو ور بخش کر عائد کی تھی۔

آج حضور کی خالصہ کالج میں تشریف آوری اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ حضور نہایت راسخ الاعتقادی سے اپنے بزرگوں کے فرض کو پورا کر رہے ہیں۔ حضور کی یہاں پر تشریف آوری تمام پنتھ کی حوصلہ افزائی ہے۔ ہمارا کالج ہمیشہ ایک ہی حالت میں نہیں رہ سکتا۔ یا تو سب کالجوں کی پیش قدمی کرنی ہوگی۔ یا ہمیں ادنےٰ درجہ کے کالجوں میں شمار ہونا ہوگا۔ پنجاب یونیورسٹی کی سرگرمیاں اور آنرز کی تعلیم کا لاہور کے سب کالجوں میں رائج ہونا ہمارے لئے بہت نقصان دہ ہے۔ اس لئے اگر ہم اپنے پنتھ کو دھبا لگنے سے بچانا چاہتے ہیں اور کالج کو ادنےٰ درجہ کے کالجوں میں شمار ہونے سے روکنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ میدان عمل میں کود پڑیں۔ لہذا ہمیں امید واثق ہے کہ جب حضور کے سامنے ہمارے مستقبل کی ضروریات پیش کی جائینگی تو حضور جیسے محترم پنتھ کے لیڈر اور کالج کی مربی کی طرف سے ضرور فراخدلی سے جواب دیا جائیگا۔

آخر میں ہم حضور کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس تکلیف کا جو کہ حضور نے کالج کے رونق بخشنے اور طلباء میں انعام تقسیم کرنے میں گوارا کی ہے اعتراف کرتے ہیں۔

یہ ایڈریس جو نقرئی کیس میں تھا سردار رتن سنگھ مجیٹھہ نے پیش کیا - اس کے بعد مسٹر واڈن پرنسپل خالصہ کالج نے اپنی رپورٹ پڑھی -

خالصہ کالج کی طرف سے ایڈریس خیر مقدم

بعد ازاں طلباء خالصہ کالج کی طرف سے اُنکے پانچ نمایندوں نے بارگاہِ خسروی میں حاضر ہوکر حسب ذیل ایڈریس پیش کیا -

" ہم خالصہ کالج کے طلباء اس عزت کا جو کہ حضور نے اپنی آمد سے ہم کو بخشی ہے تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، ہم بڑے اشتیاق کے ساتھ عرصہ دراز سے حضور کے درشنوں کا انتظار کر رہے تھے - صرف اس لئے نہیں کہ حضور اس قدیمی عالی خاندان پھول کے سردار ہیں جس کا سکھ قوم کی تواریخ کے ساتھ نہایت گہرا تعلق ہے، بلکہ حضور کی پنتھ کے لئے اُن قابل قدر خدمات کی وجہ سے جو کہ تخت پر رونق افروز ہونے کے وقت سے آج تک سرانجام دی ہیں :-

اس وقت جبکہ پنتھ خاص جدوجہد سے گزر رہا ہے اور اسکے مستقبل کی ترقی کا انحصار بوڑھوں کے بجائے نوجوانوں پر زیادہ ہے - ہم سکھ قوم کے نوجوان محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا حضور پر ایک خاص حق ہے -

ہر ایسے موقعہ پر پنتھ پٹیالہ خاندان کی سرپرستی حاصل کرتا رہا ہے - کیونکہ ایسے وقت میں سکھوں کے صحیح جذبات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے صرف پٹیالہ خاندان موزوں ہے -

ہم خالصہ کالج کے طلباء بھی مستقبل میں اپنے پیارے کالج کی سرپرستی کے لئے حضور پر ہی نظر رکھتے ہیں - خواہ خیالات میں اختلاف ہو لیکن اس امر پر

ہر ایک سکھ متفق الرائے ہے کہ کالج کے ان اصولوں کو جو کہ اسکی بنیاد کے وقت مقرر کئے گئے تھے۔ پورا کرنا ہر ایک سکھ کا فرض ہے۔

حضور کے والد بزرگوار نے اپنی سن بمت ۱۹۴۴ میں اعلان کیا تھا کہ عوام کے فائدہ کو نظر رکھتے ہوئے اور خالصہ کالج کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ایک لاکھ پچاس ہزار کا عطیہ دیا جائے۔ ایسی قابل قدر خیال کی دیگر شہزادوں اور پنتھ نے فراخدلی سے پیروی کی تھی۔

ہمیں امید واثق ہے کہ ہمیشہ کالج کے ارادوں میں اسی سرگرمی اور دلچسپی سے حصہ لیتے رہیں گے، حضور نے آج تک اس کالج کے لئے اپنی ہمدردی کے کافی ثبوت دئیے ہیں۔ اور اگر کسی اور ثبوت کی ضرورت ہو تو حضور کی آج یہاں رونق افروزی حضور کی ہمدردی کا کافی سے زیادہ ثبوت ہے۔ ہم اس امر کو نظرانداز نہیں کرسکتے کہ خالصہ کالج کی ترقی کو اس طرح قائم رکھنے کے لئے بہت کوشش کی ضرورت ہے۔

ہم سکھ طلباء محسوس کرتے ہیں کہ ہماری اپنی یونیورسٹی نہیں ہے۔ اور ہماری یہ زبردست خواہش ہے کہ خالصہ کالج سکھوں کے لئے ایسا بن جائے۔ جیسے علیگڈھ مسلمانوں کے لئے۔ اور بنارس ہندوؤں کے لئے ہے جس کی کامیابی کے لئے حضور نے ۵ لاکھ روپیہ کا عطیہ فرمایا ہے۔ اس سال میں بہت سی یونیورسٹیوں کا اجرا ہوا ہے۔ کیا ہم یہ امید نہیں کرسکتے کہ اگر حضور اس کام میں پنتھ کی جو کہ اپنے جوش اور عملی کارناموں کے لئے مشہور ہے پیش قدمی کریں تو سکھوں کی یونیورسٹی ضرور بن جائے گی۔

اخیر میں ہم حضور کی اس تشریف آوری کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اکال پرکھ حضور کے عہد حکومت کو طوالت اور اقبال مندی

بخشیں، جس سے تمام پنتھ اور رعایا آپ سے ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے۔

ہم ہیں حضور کے تابعدار اور بہی خواہان

طلباء خالصہ کالج امرتسر

ارشادِ شاہی

ان ایڈریسوں کے پیش ہونے کے بعد سری حضور ممدوح الشان نے اپنی مشہور فصاحت اور بلاغت کے موتی بکھیرے۔ جس کا ایک ایک لفظ سُننے کے قابل ہے چنانچہ حضور نے فرمایا۔

"آنریبل سردار سندر سنگھ مجیٹھیہ مسٹر وادن پرنسپل صاحبان اور طالبعلموں!

میں اِس پرجوش خیر مقدم کے لئے جو آج آپ سب صاحبان نے کیا ہے تہ دل سے مشکور ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے اِس سکھوں کی سب سے بڑی درسگاہ میں آنے سے ازحد مسرت ہوئی۔ اور تقسیم انعامات کی رسم کو ادا کرنے کا جو مجھے موقعہ دیا گیا ہے میں اسے فخر تصور کرتا ہوں۔

میں ہمیشہ اس درسگاہ کی ترقی کو توجہ کے ساتھ مطالعہ کرتا رہا ہوں اور مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ کہ اس نے تعلیمی مرکز بن کر سکھوں کی بہت خدمات کی ہیں۔

آپ نے جو ایڈریس مجھے پیش کئے ہیں وہ اس عزت کا اظہار کرتے ہیں۔ جو آپ میرے بزرگوں اور میرے لئے اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ شاہی خاندان پٹیالہ ہمیشہ ہی گورو پنتھ کی بہبودی میں سرگرمی سے حصہ لیتا رہا ہے۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ آیندہ بھی اس خاندان کے

حکمراں اسی سرگرمی سے پنتھ کی سیوا کرینگے۔

آپ نے اپنے ایڈریس میں میری اور میرے والد بزرگوار کی خدمات کا جو کہ اُنہوں نے اس کالج کو قائم کرانے میں سرانجام دیں ذکر کیا ہے۔ جو خدمات کہ میں نے آج تک کی ہیں ان کے لئے کسی قسم کی تعریف نہیں چاہتا کیونکہ جو کچھ آج تک میں نے کیا ہے وہ اپنے گورو کی خدمت میں جس نے کہ میرے گھر کو اپنا گھر ہونے کی عزت بخشی یعنی اپنا فرض سمجھ کر کیا ہے۔

سکھ ایجوکیشنل کانفرنس پٹیالہ

جب پچھلے موسم گرما میں میری سکھ رعایا نے مجھ سے سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کو مدعو کرنے کی اجازت چاہی۔ تو میں نے بخوشی اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ ان کو اپنی قومی تعلیم کو ترقی دے کر پنتھ کی سیوا کرنے کا موقعہ مل جائیگا۔ مجھے یقین ہے کہ پٹیالہ میں کانفرنس تمام تعلیم کے پہلوؤں پر غور کرنے ایک خاص نتیجہ پر پہنچے گی جس سے کہ ہمارے نوجوان موجودہ تعلیمی جدوجہد میں سب کے ساتھ چل سکیں گے۔

کالج کا جدید انتظام

صاحبان! آپ نے میری اس خدمت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو کہ میں نے اس کالج کو سنہ ۱۹۲۰ء کی دباسے بچانے میں سرانجام دی لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی تھی۔ جب کہ میں سر ایڈورڈ میکلیگن کی ہمدردی اسے کئی اہم معاملات کو حل کرکے اس وقت اس درسگاہ کو بچا سکا۔

اور یہ معلوم کرکے مجھے اور بھی زیادہ خوشی ہے کہ نئے نظام کے ماتحت کالج کامیاب ہوتا ہوا بہت ترقی کر رہا ہے۔ آنریبل سردار سندر سنگھ

بعیثیر کی کالج کے لئے قابل قدر خدمات ہمارے سچے شکریہ کی مستحق ہیں۔ اور ہم اس موقع پر سردار ہرنام سنگھ اناری والے کی بے غرضانہ خدمات کا جو کہ سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں اعتراف کرنے سے نہیں رک سکتے

مختلف شعبوں میں ترقی کے آثار میں نے نہایت غور و خوض کے ساتھ پرنسپل صاحب کی رپورٹ۔ کالج میں ڈیری فارم۔ اور کوآپریٹیو سوسائٹی کے اجرا اور کالج کی دیگر سرگرمیوں کی رپورٹ کو سُنا ہے۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ تعلیم کو مفید اور مکمل بنانے کے لئے کالج میں ایسی باتوں کا سکھایا جانا نہایت لازمی ہے۔

زراعت اور صنعت کی تعلیم کی اہمیت لہٰذا از حد خوشی کی بات ہے کہ خالصہ کالج تعلیم کی صحیح ضرورت کو محسوس کرنے میں سب سے آگے ہے سکھ زیادہ زراعت پیشہ لوگ ہیں اور زراعت ہی ہندوستان کے لئے سب سے مقدم چیز ہے اس لئے زراعت کی تعلیم کو ہر پہلو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔ ہم اس سے بہتر اور کچھ نہیں کر سکتے کہ آپ کے کالج میں آہستہ آہستہ اس تعلیم کو ترقی دیتے ہوئے ملک اور قوم کو کامیاب مستقبل کی تسلی دلا دیں۔

سائنس کے ذریعہ زراعت کو ترقی دینا نوع انسانی کے لئے اشد ضروری اور مفید ہے۔ اور ہمیں یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی ہے کہ زراعت کی تعلیم کو ترقی دینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے اور مجھے امید ہے کہ خالصہ کالج کے نوجوان اس موقعہ سے ضرور فائدہ اُٹھائینگے۔ اسکے علاوہ میں خالصہ کالج کونسل کے سامنے تجویز کرونگا کہ وہ موجودہ طریق پر صنعت و حرفت کی تعلیم کو بھی ساتھ جاری کر دیں۔

دنیا میں زندہ رہنے کی جدوجہد بہت سرگرمی سے جاری ہے۔ اس لئے ہندوستان اگر اپنی ہستی قائم رکھنا چاہتا ہے تو لازمی ہے کہ وہ اپنی صنعت وحرفت کو ترقی دے کر باقی ملکوں سے سبقت لے جائے۔

اس پہلو میں گورنمنٹ اور دیگر ریاستوں نے بہت معلومات کی ہیں میرے لئے یہ ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ میں آپ کے لئے صنعت وحرفت میں ترقی کرنے کے ذریعے تجویز کروں۔ کیونکہ ایسے نظام ہمیشہ مالی حالت پر مبنی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ خالصہ کالج جلدی ہی ملک اور قوم کی اس ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیشقدمی کریگا۔ ملک کی صنعتی اور دماغی تعلیم میں مجھے خاص دلچسپی ہے جسکی وجہ سے میں نے ہندو یونیورسٹی بنارس کو اس برانچ کی ترقی کیلئے خاص دان دیا۔ میں خوش ہوں کہ جسمانی طاقت کو حاصل کرنے میں بھی خاص کوشش کیجاتی ہے۔

جسمانی ترقی ازحد ضروری ہے اور اس کو دماغی ترقی حاصل کرتے ہوئے نظرانداز نہ کرنا چاہئے۔ مجھے یہ خوشی ہے کہ ورزش وغیرہ میں بھی خالصہ کالج کسی دیگر کالج سے کم نہیں ہے اور پرنسپل اور دیگر اساتذان خاص دلچسپی لیتے ہیں۔

مذہبی تعلیم

جسمانی ترقی کے ساتھ ساتھ میں مذہبی تعلیم کو بھی لازمی اور ضروری تصور کرتا ہوں۔ مذہبی تعلیم صرف پاکیزہ اور عمدہ خیالات کو ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ انسان کے اندر ایک ایسی روشنی پیدا کر دیتی ہے جو کہ نوع انسانی کو ترقی کا موجب بنتی ہے۔ مذہب دل کو سچی شانتی عطا کرتا ہے۔ لہذا مذہبی تعلیم ہر ایک خیرخواہ اور سچے شہری کے لئے لازمی ہے۔

سکھ یونیورسٹی

صاحبان! سکھ یونیورسٹی کا سوال نہایت ہی اہم سوال ہے جسکا آپنے ابھی ذکر کیا ہے؟ خالصہ کالج کو

یونیورسٹی بنا کر تعلیمی مرکز بنانے کا خیال ایسا ہے جو کہ ہر ایک سکھ کی ہمدردی
و مدد کا مستحق ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آپ میرے ساتھ متفق اولے
ہونگے کہ موجودہ وقت میں زراعتی صنعتی اور حرفتی پہلو میں ترقی کرنا
ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ یونیورسٹی کا سوال ہم پر بہت مالی
ذمہ واریاں عائد کرتا ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ ہم سکیم میں مصروف ہوں
ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کالج کو ہر ممکن خطرے سے محفوظ کرلیں۔ میرا
خیال ہے کہ کالج کی حالت پر غور کرنا سب سے ضروری ہے۔ اور پیشتر
اسکے کہ ہم اُسکو بڑھانے کا خیال کریں۔ یہ لازمی معلوم ہوتا ہے کہ
کالج اس قابل ہوجائے کہ موجودہ وقت کی ضرورت کے بموجب سارے
مضمونوں کی تعلیم کا ایک وقت میں انتظام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ
کرسکے۔ یہ بہتر ہے کہ کامیاب کالج کو قائم رکھا جائے۔ بجائے اسکے
کہ ہم ایک ناکامیاب یونیورسٹی ظہور میں لاویں۔ حضرات! میرا خیال ہے
کہ آپ میرے ان الفاظ سے غلط فہمی کا شکار نہ ہونگے۔ کیونکہ میں کالج
کمیٹی کو ہرگز ہرگز اس مبارک خیال میں مایوس نہیں کرنا چاہتا اور
یقین دلاتا ہوں کہ جبتک مدد میں دے سکتا ہوں ہر وقت دینے کے لئے
تیار رہوں۔ میں نے صرف مندرجہ بالا تجویز اُن کے غور کرنے کے لئے
پیش کی ہے۔ ذاتی طور پر میں نہایت بیتابی کے ساتھ اُس دن کا انتظار
کر رہا ہوں۔ جب کہ یہ درسگاہ ایک یونیورسٹی بن جاوے اور ملک کی
عموماً اور سکھ مذہب کی خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرسکے۔ یہ یقینی
طور پر قابل رحم ہے کہ آنرز کی تعلیم کا لاہور کے کالجوں میں رائج ہوجانے
کی وجہ سے خالصہ کالج کو اسکے بغیر ہوتے ہوئے ادنےٰ درجہ کے

کابجوں میں شمار ہوتا پڑیگا - میرا خیال پختہ ہے کہ سکھ مذہب کے عقلمند اور تجربہ کار اصحاب ضرور ہی اس وقت کا تسلی بخش حل سوچ لیں گے

طلباء سے خطاب

پیشتر اسکے کہ میں اپنی تقریر ختم کروں - یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عزیز بھائی کالج کے طلبا (جنہوں نے میرا پُرجوش خیر مقدم کیا ہے) سے بھی چند الفاظ کہوں -

میرے دوستو !

آپ نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ آپ ہی پر سکھ قوم کے مستقبل کا انحصار ہے اس لئے مجھے اجازت دیں کہ میں آپکو یاد دلا دوں کہ ایسا ہوتے ہوئے جو ذمہ داریاں اور فرائض آپ پر عائد ہوتے ہیں وہ بہت بھاری ہیں - سکھ قوم کا مستقبل زیادہ تر آپ کی اُن عادات اور خدمات پر جو آپ کالج کی تعلیم کے دوران میں حاصل کریں گے اور ان طریقوں پر جو آپ ملک اور قوم کی بہتری کے لئے عمل میں لاوینگے منحصر ہے -

اسکے علاوہ میں آپ کے یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ قدرت نے ہمیں بہت ہی تھوڑا وقت یہاں رہنے کی اجازت دی ہے اس لئے ہمیں اس وقت کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ صرف کرنا چاہیئے - ہم اس قیمتی وقت کو لاپرواہی کے ساتھ ضائع کرنا گوارا نہیں کرسکتے - آپکو اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کرنا چاہیئے - کیونکہ آپ کو مستقبل میں اس کی اشد ضرورت پڑے گی - ہر وقت اس عمدہ اور دیرپا تحفہ کا خیال رکھو ، جو کہ کالج کی تعلیم آپکو عطا کرسکتی ہے ، کالج کی تعلیم آپ کو اونچے خیالات کی صحبت ، اعلیٰ اصولوں کا خیال بڑے کارہائے نمایاں کی مثال اور بڑی بھاری ناکامیابی کے وقت تسکین اور ہمت کرنے کی تعلیم

دیتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں اچھی طرح اپنے آپ کو قابل بنالو گے تو آپ یقینی طور پر دنیا کی جدوجہد میں کامیابی حاصل کرلیں گے۔

مسٹر وادن کی خدمات کا اعتراف

اس کے بعد میں چند کلمات مسٹر وادن آپ کے لائق پرنسپل کے لئے بھی کہہ دینا ضروری تصور کرتا ہوں مسٹر وادن کافی عرصہ سے اس درسگاہ کی روح رواں ہے اور میرے خیال میں سکھ قوم کو ایسے لائق اور قابل آدمی کے ان کی تعلیمی درسگاہ کا منتظم ہونے کا فخر ہونا چاہئے۔

کالج کی ترقی اور دیگر سرگرمیوں میں تیز رفتاری جنہوں نے کالج کی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ سب مسٹر وادن کی قابل تعریف کوششوں کا نتیجہ ہے۔

ایک لاکھ روپیہ کا عطیہ

صاحبان! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ میرا اس کالج میں جسکے ساتھ میرا خاندان اس طرح وابستہ رہا ہے۔ آنے کا پہلا موقعہ ہے۔ اس لئے میں اس موقعہ پر ایک قلیل سا عطیہ دینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ریاست پٹیالہ کی طرف سے کالج کی سابقہ گرانٹ میں ایک لاکھ روپیہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اور اسکا سود بھی منتظمان کالج کے حوالے کیا جاویگا۔ جس کا ان کو اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہیں صرف کریں۔

اخیر میں میں کالج کونسل اور مسٹر وادن کا شکریہ ادا کرنا لازمی سمجھتا ہوں جنہوں نے میرا بہت ہی اعلیٰ پیمانہ پر پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔"

اس سحر طرازی کے اثر کا کیا بیان ہو، ایک فقرہ ادا نہ ہونے پاتا تھا کہ ہزاروں نعرہائے تحسین خراج میں پیش ہوتے تھے۔

دلوں کی حالتیں جو کچھ عرصہ پہلے کشمکش میں پھنسی ہوئی تھیں، ارشادِ شاہی کے بعد والہ وشیدا ہو رہی تھیں، بیشک وہ زبان ہی ہے کہ جو مُردوں کو زندہ اور زندوں کو مردہ کرتی ہے۔ دشمن شاتی اور دوست بڑھاتی ہے۔ جلی ہوئی طبیعتوں پر مرہم کا فوری رکھ کر پرحیرت طور پر چشم زدن میں جراحتوں کا اندمال کرتی ہے۔

اِس ارشادِ شاہی کے بعد آنریبل سردار بہادر سندر سنگھ مجیٹھیہ نے سری حضور انور کی تشریف آوری، اور شاہی عطیہ کا قوم کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ اور خود بطور یادگار دو ہزار روپیہ کالج کونسل کو اِس غرض کے لئے دیا کہ اُن کی طرف سے ہر سال ایک طلائی تمغہ دعا رکات مضمون میں اول رہنے والے طالب علم کو دیا جایا کرے اور اسکا نام "محبوب اندر میڈل" تجویز کیا۔

جلسہ کے خاتمہ پر کالج گیراونڈ میں ٹی پارٹی دی گئی۔ سری حضور انور نے ۱۰۰۳ طلبا کو سکھمنی صاحب کے یادگاری گٹکے مع مٹھائی عطا فرمائے۔ سری حضور انور نے بیرا کی کرکٹ اور دیگر کھیل بھی ملاحظہ کئے اور خود بھی چند منٹ کرکٹ کھیلے۔

گو آج کل کے نوجوانوں کو مہاراج کا یہ مذہبی طرزِ عمل عجیب معلوم ہو۔ مگر جو اصحاب تاجدارانِ پٹیالہ کی خاندانی گوروسنگت کی خدمتگذاریوں سے آگاہی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جوشِ عقیدت جدید یا کسی پالیسی کی بنا پر نہیں، بلکہ روایات قدیم کے عین مطابق ہے۔ جن صاحبان نے سری حضور انور کو فرائض مذہبی سرانجام کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مہاراج اپنے بزرگوں کی پیروی میں کیسے پختہ خیال ہیں۔ اور واقعی جبتک تاجدار فرائض مذہبی اِس آزادی اور سادگی سے انجام دیتے رہینگے اُن کا نیّرِ اقبال تاباں و درخشاں رہیگا۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

کھلی چٹھی

اہلکارانِ قدیم ریاست پٹیالہ کی خدمتمیں خصوصاً

اور

دیگر اصحاب کی خدمتمیں عموماً

صاحبان! آپ کو معلوم ہے کہ جناب قبلہ منشی رلے جونت رائے
ٹیکینٹھ باشی اہلکار قدیم ریاست پٹیالہ سے جو قدامت کے دلدادہ اور اہلکارانِ
قدیم کی ایک عمدہ یادگار تھے

سچی تاریخ پٹیالہ کی ضرورت

کیسی کچھ محسوس کی تھی۔ جن جاں نثارانِ قدیم کے تاریخی واقعات نامنصف مصنفوں
نے عمداً چھپائے تھے، یا اپنی روسیاہی سے اصلیت اور حقیقت کو بدل کر دوسرے
رنگ میں دکھلائے تھے۔ اُن کی تلاش و تحقیق میں کیسی جانکاہی و کاوش فرمائی
تھی۔ رائے صاحب مرحوم نے آپ صاحبوں کے بزرگوں کے وہ وہ حالات
جمع فرمائے تھے جو آپ صاحبوں کو بھی معلوم نہ تھے۔ اور آپکو یہ بھی معلوم ہے کہ

اسی صداقت شعاری اور انکشافِ حقیقت کی وجہ سے اُن کا جہازِ زندگی دریاے بے تمیزی کے طوفان میں اُن سنگلاخ چٹانوں سے بارہا ٹکرایا۔ جو بزمانہ تاریکی ہزار وابستگانِ دولت ابد صولت کے قدیم اور رفیع الشان جہازوں کو پاش پاش کر چکے تھے لیکن بایں ہمہ افسوس ہے کہ اُس تاریخ کا ستارہ جسکا عید کے چاند کی طرح انتظار تھا۔ کچھ تو اُنکے مصائب و آلام کی وجہ سے اور کچھ آپ صاحبان کے تغافل سے۔ اُن کی حیات میں نہ چمکا۔ نہ والد مرحوم بوجوہ چند در چند اُس کے انطباع اور شیوع کا انتظام فرما سکے۔ اور نہ آپ صاحبان نے اپنے بزرگوں کے بقاے نام کی کچھ پروا فرمائی۔ آپ کے جن بزرگوں نے اپنی پیاری جانیں محض اپنے بقاے نام اور سلطنت کے قیام و دوام کے لئے دلیرانہ وار میدانِ جنگ میں اپنے ولی نعمت کے قدموں میں قربان کیں۔ افسوس کہ آج ہم اُن کی اولاد اُن کے کارناموں کو مٹتے ہوے دیکھتے ہیں اور خاموش ہیں۔

صاحبان! وہ بزرگ زندہ ہیں، جو ایسی اولادِ صالح چھوڑ گئے ہیں کہ جو اپنے بزرگوں کے بقاے نام کے خاطر کسی کا کچھ نہیں دھراتے۔ بلکہ خود بھی اُسی ہمت دلیرانہ اور شجاعتِ مردانہ سے ہر معاملہ میں کام لیتے، اور اپنی چند روزہ روزی و نوکری کے خاطر ذلیل و خوار ہو کر ہر اجلاف و رذیل کی بیجا ناز برداری نہیں کرتے۔

میرے دماغ میں جن جاں نثارانِ سلطنت اور اہلکارانِ قدیم کے جلسے جمے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے مجھے ہمت دلا کر کہا کہ جس طرح بن پڑے تاریخ طبع کراؤ۔ سچا معاملہ دکھاؤ۔ راستی چھپاؤ کسی اور سے نہیں۔ اُس کا صلہ خود ہم سے پاؤ۔ چنانچہ اب میں نے ضخیم و جسیم تاریخ چھاپنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے، مہاراجگان کے عہد کے لحاظ سے اس تاریخ کے سات دربار لگائے گئے

ہیں ۔ فی الحال دربار اول جس میں دو وقائی ریاست سے لیکر مہاراج بابا آلا سنگھ صاحب بہادر مورث اعلیٰ تک کے کل حالات درج ہونگے ، برائے انطباع شروع ماہ جون آیندہ میں دیدی جائیگی ۔ آپکی طرف سے سوائے سوالات ذیل کے جوابات کے اور کسی امداد کی ضرورت نہیں ۔ اور یہ بھی اس خیال سے کہ کام کی بات رہ نہ جائے اور بعدہٗ آپ صاحبان کو گلہ و شکایت کا موقعہ نہ رہے ۔ اگر وقت پر جوابات پہنچ جائینگے تو بعد اطمینان تاریخ میں درج کر دیئے جائینگے ۔ ورنہ تا طبع ثانی کف افسوس ملنا پڑیگا ۔ یہ یاد رہے کہ والد مرحوم کی تصانیف کی طبع ثانی کا بہ وجہ تصانیف کثیرہ کہیں برسوں ہی کے بعد آئیگا ۔

(۱) حالات خاندان و قیامت

(۲) شجرۂ نسب تشریح عہدہ مع سنین ۔

(۳) آغاز ملازمت ریاست کی وجہ مفصل ۔

(۴) واقعات کی تصدیق معتبر تحریرات مستند روایات اور صحیح حکایات کی بنا پر ہو ۔ اگر قدیم فرمان اور کتبے ہوں ، تو اُن کی نقل بھی آنی چاہیئے

(۵) کسی خاص معاملہ کی تائید یا تردید معتبر واقعات اور دلائل قاطع سے ہونی چاہئے ۔

(۶) کتابوں کے حوالہ ہی پر اکتفا نہ کیا جائے ۔ بلکہ اصل عبارتیں معہ مفصل پتہ تحریر فرمانی چاہئیں ۔

المکلف

خاکپائے بھگونت رائے بہار شنامی

سُنام ، محلہ منشیان قدیم

۱۵ پندرھویں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس پٹیالہ

پندرھویں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس آئندہ تعطیلات ایسٹر میں پٹیالہ منعقد ہوگی۔ ایک معزز و پرشان دیوان میں جو گوردوارہ سنگھ سبھا پٹیالہ کے وسیع ہال میں منعقد ہوا۔ استقبالیہ کمیٹی قائم کی گئی۔ ریسپشن کمیٹی کے پریزیڈنٹ جنرل سردار گوردت سنگھ بہادر بالقابہ، سابق وزیر اعظم پٹیالہ و رئیس اعظم ریت گڑھ منتخب کئے گئے۔ سردار بھگوان سنگھ صاحب سابق فارن منسٹر۔ سردار پریتم سنگھ صاحب سابق کمانڈر انچیف۔ سردار بھگونت سنگھ رئیس بھدوڑ کمیٹی کے وائس پریزیڈنٹ منتخب کئے گئے۔ سردار ارجن شاہ سنگھ صاحب بی۔ اے، ایل ایل بی سشن جج، اور سردار چرن سنگھ صاحب شہید سیکرٹریاں منتخب کئے گئے۔ دیگر عہدوں کے لئے سردار بچتر سنگھ صاحب جج ہائیکورٹ، سنت گوربخش سنگھ۔ سردار تیرتھ سنگھ بیرسٹر منتخب ہوئے

چندہ کی فہرست پر سات ہزار روپیہ نقد و اقراری ہو چکا ہے۔

ابتدائی قسط کے طور پر دیوان سر دیا کشن کول بہادر وزیر اعظم پٹیالہ نے اپنے فیاضانہ عطیہ میں سے پانچ سو روپیہ پہلے دن ہی دیا۔ ہز ہائنس مہاراجہ ادھیراج کے شاہانہ عطیہ کا بہت جلد اعلان کیا جانے والا ہے۔

حضور والا قبل ازیں ۷ لاکھ روپیہ سے زائد خالصہ صاحبان کو عطیات کی شکل میں عطا فرما چکے ہیں۔ ریاست بھر میں پرائمری، سکینڈری اور کالجیٹ کی تعلیم سے ایک دنیا بہرہ یاب ہو رہی ہے۔ کیونکہ تعلیم مفت دیجاتی ہے۔ جس سے سری حضور ممدوح کی علمی سرپرستیوں کا شوق ظاہر ہوتا ہے۔

سکھ ایجوکیشنل کانفرنس کا احیا و ابقا ہز ہائنس کی پرفیض سرپرستی پر موقوف ہے۔ اسوقت ریاست بھر میں یہ کانفرنس کامیاب بنائے جانے کے لئے خاص حوصلہ افزا کوششیں ہو رہی ہیں، اور یقین کیا جاتا ہے کہ پٹیالہ کی کانفرنس کا انتظام لاثانی ہوگا۔

ہمارے مُعاونین

حقِ دوستی

(۱) اعلیٰ درجہ کے انسان وہ ہیں جو اپنے نقصان کو بھی برداشت کر کے دوسروں کا کام سنواریں۔

(۲) اوسط درجہ کے اشخاص وہ ہیں جو اپنے اور پرائے دونوں کاموں کو سنوارلیں۔

(۳) ادنےٰ درجہ کے آدمی یعنی بدخصلت وہ ہیں جو اپنے فائدے کے خاطر دوسروں کا کام بگاڑیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں۔

(بھرتری شتک ۵۰)

کل مخلوق عالم اپنے اپنے فرائض کی پابندی' حق کی ادائیگی کے لئے قدرتاً مجبور ہے۔ اگر یہ نہو' کچھ نہو۔ رئیس ہند روز اجرا سے حقوق دوستی ادا کر رہا ہے جو صاحبان مستحق تھے' کہ رسالہ مفت وصول کریں' محروم نہیں رہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں ہمیں کمال مسرت حاصل ہوئی، شکر ہے کہ فرض نے اپنا حق ادا کیا۔ اور اس تجربہ میں اپنے دوستوں کے عمر بھر کے طعن تشنیع سے بچ گئے۔ ایک طرف وہ ہمارے دلی کرم فرما ہیں' کہ جو دو دو سال سے ہمیں اپنا فرض انجام دیتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ مگر خاموش ہیں۔ جس طرح سے ہمارے احباب یہ حق رکھتے ہیں کہ رسالہ مفت قبول فرمائیں۔ اُسی طرح سے اُن کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنا حق ادا فرمائیں علمی اور عملی امداد دیں۔ توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں۔ اگر آمدنی نہیں کم از کم

چار خریدار ضرور بہم پہونچائیں۔ اس فرض کے انجام دینے پر ہماری طرح وہ بھی سرخ رو ہو سکتے ہیں۔ ورنہ قیامت کے دن جب مروّت و محبت کے حقوق کی پڑتال ہوگی ہمارے رسالہ کا بوجھ اُنکے حق دوستی کے دامنوں کو پکڑتا نظر آئیگا۔ اُس وقت نہ ہم معاف کر سکیں گے، نہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکیں گے۔

ہم نہایت خوشی کے ساتھ حسب ذیل اپنے فرض شناس اصحاب کو اُن کے اظہار حق شناسی کی ادائیگی فرض پر مبارکباد دیتے ہیں کہ جنہوں نے فرض شناسی کے سبق سنائے۔ اور قبل از تقاضا حق دوستی ادا فرمایا۔

ہز ہائینس نواب صاحب بہادر بالقابہ خطابہ	جناب مسٹر ورما صاحب بہادر
عالیجناب سردار میاں نروہ سنگھ صاحب بہادر رئیس اعظم	جناب سردار مدن سنگھ صاحب
جناب سکرٹری صاحب لائبریری	جناب لالہ ہری کشن صاحب
جناب لالہ امراؤ چند صاحب	جناب سردار بچتر سنگھ صاحب
جناب گوشوامی صاحب	جناب بابو چرنجی لال صاحب
جناب میر نثار حسین صاحب	جناب رائے پیارے لال صاحب

(باقی دارد)

اعتذار

یکم نومبر سنہ گذشتہ کو پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب کی چھٹی آئی کہ رجسٹریشن کی میعاد خاتمہ سال پر ختم ہو جائیگی۔ دسمبر کے آخری ہفتہ سے قبل منسلکہ فارم کی خانہ پری کر کے بھیجدیں۔ چنانچہ بذریعہ رجسٹری قبل از میعاد نقشہ مکمل کر کے واپس بھیجدیا گیا۔ ۹ ار دسمبر کو ایک چٹھی پھر آئی کہ چونکہ میعاد مقررہ کے اندر آج تک نقشہ پُر کر کے نہیں بھیجا۔ اس لئے آپکے پرچہ کا رجسٹریشن کیوں منسوخ نہ کیا جائے۔ ہمیں اس چٹھی کے موصول ہونے پر سخت حیرت ہوئی۔ جواب میں لکھا کہ ہم تو میعاد مقررہ کے اندر تعمیل کر چکے ہیں لیکن دن پر دن گذرتے چلے گئے۔ رجسٹریشن منظور ہو کر نہ آیا اور جب آیا وقت گذر چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ رسالہ وقت پر شایع نہ ہوسکا۔ مینجر

کشتہ قشر بیضہ

سستی نامردی اور امراضِ مثانہ کیلئے اکسیر ہے

یہ کشتہ پہاڑ کے ایک سادھو سنیاسی نے عرق لیمو میں ہمارے روبرو بیس سال ہوتے تین ماہ میں تیار کیا تھا۔ چونکہ تجربہ سے عجیب و غریب پایا گیا ہے۔ اس لئے جن صاحبان کو اس کے استعمال کی ضرورت ہو بلا دریغ طلب فرمائیں۔

ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہو۔ چار روپیہ (للعہ)

کشتہ فولاد

جسکے عجیب و غریب خواص ناقابل بیان ہیں

یہ کشتہ بھی سادھو سندراللہ نے ہماری نگرانی میں تیار کیا تھا۔ اول تو خالص فولاد کا ملنا مشکل تھا، پھر اس کی ساخت اُس سے مشکل تھی، ایک مشق قیصر سلاح خانہ سے حاصل کیا گیا، اور اُسے عرقِ تربوز میں گلایا گیا اور پھر دو مہینے تک آنچ پر آنچ دی گئی، جب کہیں جا کر یہ کشتہ بنا، ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے۔ چار روپیہ (للعہ)

حسنِ یوسف

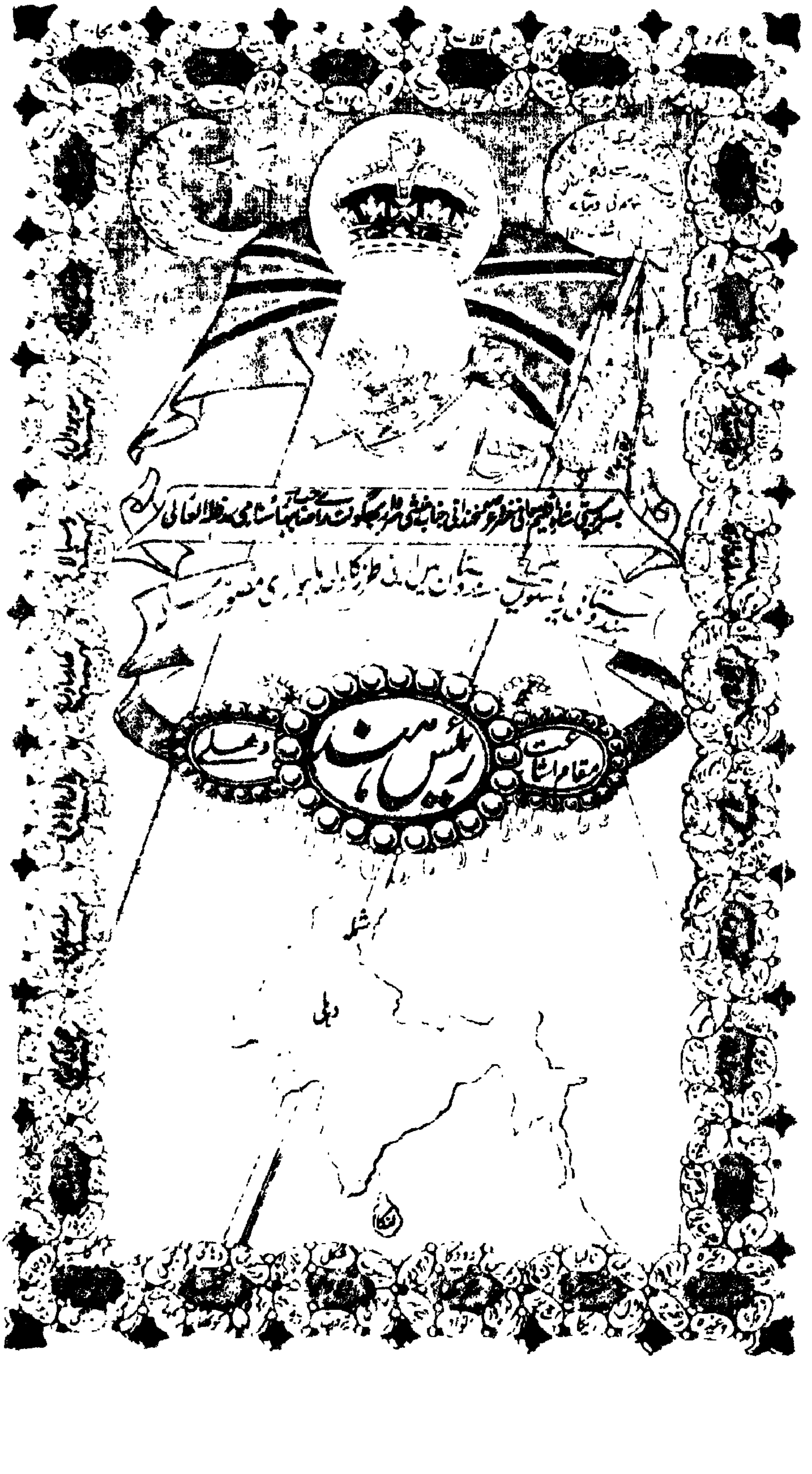
چہرے کے دہبوں داغوں اور چھائیوں کو صاف کرنیوالا پوڈر

شیخ الرئیس بوعلی سینا کے قانونچہ کی ترکیب کے موافق تیار کیا ہوا سفوف ہے۔

قیمت فی پوڑیہ جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ ہے پٹیالہ بھگونت آشرم پنجاب

مطبع ... پٹیالہ [illegible]


رئیس ہند
مقام اشاعت
شملہ
دہلی
لنکا



دستورِ جوانانِ زمین

دورِ جدید دہلی آراستہ ماہ فروری ۱۹۱۲ء جلد ۱ نمبر ۲ دوبارہ دوم

تصویر بلوک: کنور رندیپ سنگھ صاحب بہادر رئیسِ اعظم سعود پنجاب — ایڈیٹر ہمارے لال قلعہ

اڈیٹر

ریاستِ ہند

دہلی

جلوسِ پنجم بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء دربارِ دوم

رموزِ مصلحتِ رئیس

سلطنت پٹیالہ کا تاجدار بے عدیل و بےنظیر سیوا کار
ہرمندر کے تالاب کی کار سیوا شاستری کال و بجے کار

"رعایا کی محبت بادشاہ کے دل میں جمہور کی الفت پیدا کرتی ہے، اُن کی خوشحالی کی حفاظت اسکی فکر کا مضمون ہے، رعایا کے دل میں اُسکے لئے شکوہ نہیں ہے۔ اس لئے اسکے بدخواہوں کی شرارت اسکی سلطنت کو معرضِ خطر میں نہیں ڈال سکتی، رعایا اپنی وفاداری اور عقیدت میں محکم ہے۔" (رشی دہن منی)

ہندی تاجداران کی خاکساری، فدایانِ تاج کی شکر گذاری، پُر جوش خیر مقدم کے دلفریب نظارے، ہندی قوم کے درخشاں و منور تارے، صدق عقیدت کی لہر، جوشِ ارادت کا سحر، فصاحت و بلاغت کی دریا دلی، گورُسیوا کی فضیلتِ ازلی، گرانبہا عطیہ و نذر و نیاز، معصوم دنیا کی خوشحالی کا آغاز،

امرتسر کی بنیاد گورو رام داس جی نے رکھی، جسکی نسبت تواریخ گورو خالصہ میں بھائی گیان سنگھ گیانی نے لکھا ہے، کہ "گورو رام داس جی کو گورو یائی کی گدی دیکر حکم دیا کہ بموجب حکم گورو نانک صاحب کے گورو انگد جی نے ہمکو فرمایا تھا، کہ ایک متبرک تیرتھ جو زمانہ دراز سے غائب ہو رہا ہے، اسکو ظاہر کرنا لازم ہے"!

"پھر گورو صاحب نے اُن محلوں کے گرداگرد باون ذات کے آدمی آباد کئے اور تالاب امرتسر[ل] کھدوایا ....

بماہ ماگھ سمت ۱۶۳۱ بکرمی گورو رام داس صاحب نے تمام مریدوں کو جمع کرکے تالاب امرتسر کھدوانا شروع کیا اور اپنے دستِ مبارک سے بھی کسی قدر مٹی نکالی، بلکہ کہتے ہیں، کہ کل دیوتاؤں نے اس تالاب کے

ل یہ مقدس سرور (تالاب) شہر کے وسط میں ۱۲۵ قدم لمبا چوڑا پختہ بنا ہوا ہے جسکے وسط میں سنگ مرمر کا نہایت خوبصورت نہری مندر ہے۔ غربی سمت پل محرابدار بنا یا جا کر راستہ لایا گیا ہے۔ اسے ہی دربار صاحب کہتے ہیں۔ اس تالاب کے چاروں طرف بڑے بڑے پختہ مکان بنے ہوئے ہیں، جنھیں بنگا کہتے ہیں مثلاً بلونگا، (باقی...)

کھودنے میں مدد دی ہے۔ اِس کا ذکر گورو گرنتھ صاحب میں بھی گورو ارجن صاحب نے کیا ہے' (اسکے آگے دونی چند کھتری علاقہ پٹی ملک ماجھہ کے رئیس کی پانچویں بیٹی کا تقدیر پر بحث کرنا اُسکے ماں باپ کو ناگوار گذرنا، اُس لڑکی کی دیدہ و دانستہ ایک جذامی کے ساتھ شادی کرکے یہ کہنا کہ "اب دیکھیں تیرا مقدر تجھکو کیا دیتا ہے" لڑکی کا گاؤں بہ گاؤں گدائی کرتے ہوے گورو رام داس جی کے درشن کو آنا اور تالاب امرتسر کے کنارے پر ایک بیری کے درخت کے نیچے اپنے خاوند کو ٹھہرا کر خود گورو کے لنگر میں کھانا کھانے جانا، جذامی خاوند کا زاغ سیاہ پانی میں نہانے سے سفید رنگ ہوتے دیکھا، یہ دیکھکر خود پانی میں جا گرنا، اور بالکل تندرست ہو جانا، لڑکی کا روٹیاں لیکر واپس آنا، استفسار پر سب سے سرگذشت بیان کرنا، اور گورو صاحب کا بیری کے درخت کے نیچے تشریف لاکر اِس متبرک جگہ کا نام دکھ بھنجنی رکھنا وغیرہ وغیرہ واقعات کے بعد لکھتا ہے کہ اُس تالاب کی تصدیق گورو صاحبان نے یوں سُنائی کہ رام سیمیڈ میں لکھا ہے کہ اِس جگہ لَو اور کشو کے درمیان ایک بڑی خونخوار لڑائی ہوئی، جس میں رام چندر (جی مہاراج) وغیرہ وغیرہ سب مارے گئے۔ چنانچہ اُنہوں نے اندرپوری سے امرت یعنی آبحیات لاکر رام چندر جی کو مع سیتا جی زندہ کیا۔

آگے اِس طرح لکھتا ہے۔ کہ "ایک روز کا ذکر ہے کہ گورو صاحب تالاب امرتسر سے شمال کی طرف تھوڑے فاصلہ پر جاکر ایک شیشم کے درخت تلے بیٹھ گئے۔ جہاں ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے اسیوقت بھائی سنتو کھا قوم اروڑہ ساکن پٹیا ورسنے ان کی خدمت میں بہت سا روپیہ نذر گذران کر دست بستہ عرض کی، کہ مہاراج میں لاولد ہوں، اِس لئے چاہتا ہوں کہ اس زر کثیر سے

کوئی ایسا کام بن جاوے، جس سے ہمیشہ کے لئے زمین پر میرا نام قائم رہے۔
چنانچہ گورو صاحب نے اُس روپیہ سے ایک تالاب کھدوایا اور اُس کا
نام سنتوکھ سر اُسی کے نام پر رکھا۔

روایت ہے کہ سمت ۱۶۴۱ بکرمی میں اس تالاب کی کھدوائی ہوئی
تھی، جب یہ تین گز نیچے کھودا گیا، تو نیچے سے ایک پختہ گنبد کی عمارت
نمودار ہوئی۔ جب مٹی علیحدہ کی گئی اور دروازہ کھولا گیا تو اُس میں سے
ایک آدمی تپشیر ساوہ لگائے ہوئے بحالت حبس دم بیٹھا نظر آیا۔ جب
اُسکو غلہ وغیرہ سنگھایا گیا، اور اُس کے بدن کی مالش کی گئی تو اُسکو ہوش
آیا اور اُس وقت اُسکے ساتھ گورو ارجن جی نے جو کچھ گفتگو کی وہ سب
گورو گر نتھ جی کے شبدوں میں درج ہے۔ اُس نے سرگذشت اپنی اس
طرح پر بیان کی:

کہ جس وقت سری رام چندر جی لئو و کشو سے جنگ میں
ہار گئے تھے، اور اندر دیوتا سے امرت کی برکھا کرواکے اپنی مردہ
فوج کو زندہ کروایا تھا، اور تیرتھ بنام امرتسر جو یہاں سے جنوب کی طرف
تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے قائم کیا تھا۔ اُسی وقت سے میں یہاں
تپیشروں و منیشروں کے ساتھ جو یہاں رہتے تھے، مدت دراز تک تپشیا
کرتا رہا، اور پھر مجھے تیرتیا جگ میں میرے مرشد راجہ جنک نے
کسی بات پر خفا ہو کر بددعا دی، کہ تو کلجگ کو دیکھے گا، اِس لئے اُس وقت
سے میں اسی حالت حبس دم میں یہاں بیٹھا ہوں، زمانہ کے انقلاب سے
اس قدر مٹی اوپر چڑھ گئی ہے کہ یہ گنبد جس میں میں بیٹھا تھا دب گیا،
اُس وقت مجھ کو میرے مرشد نے کہا تھا کہ کلجگ میں گورو نانک صاحب

دنیا کو نجات بخشنے کے لئے اوتار لینگے، اُس وقت تیری نجات ہوگی اب وہ موقع آگیا، آپ کے پاکیزہ کلام سے میری نجات ہوگی۔ یہ کہکر جوگی موصوف جاں بحق ہوگیا۔ اُسکی تجہیز وتکفین کی گئی (ہرمندر پر اس جوگی کی تصویر ہے) تعبار

پھر آگے اس طرح لکھتا ہے کہ پھر کاتک سُدی پنچمی سمت ۱۶۴۵ بکری کو اس تالاب کے وسط میں گورو ارجن صاحب نے ایک مندر بنوایا، جسکی بنیاد رکھنے کے وقت کی ایک یوں روایت ہے۔ کہ گورو نے اُس مبارک دن پر کُل پیر و فقیر مدعو کئے تھے۔ پہلی اینٹ انہوں نے حضرت میاں شیر فقیر سے رکھوائی، جسکو معماروں نے کچھ ٹیڑھی خیال کرکے دوبارہ قاعدے سے دوسری طرف جما دیا۔ اس پر گورو صاحب نے فرمایا کہ یہ مندر ایک دفعہ گر کر پھر دوبارہ مستحکم طور پر تیار ہوگا۔ چنانچہ احمد شاہ پادشاہ کابل کی آمد پر سمت ۱۸۱۸ بکری میں جس کا مفصل ذکر حصہ دوم میں ہوگا ایسا ہی ہوا۔

جس مقدس مقام کی سیوا کے لئے گورو رام داس مہاراج نے مٹی کی ٹوکریاں بھر بھر کر اپنے سر مبارک پر اُٹھائیں، جس خاکِ پاک کو سری ارجن دیو نے سر آنکھوں سے لگایا، جسکی سیوا کو بابا بڈھا نے جیون مُکت جانا، جسکی خدمت میں بابا دلیپ سنگھ جی قبلِ آزندہ ہوئے جسکے احترام کے لئے بابا گوربخش سنگھ جی سہرے باندھ کر شہید ہوئے جسکی بے ادبی کی خبر سُن کر بابا مہتاب سنگھ جی راجپوتانہ سے بجلی کی طرح مسا رنگھڑ پر آپڑے، اور جسے اپنی دلی عقیدت سے شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے دنیا کی سب عمارتوں سے درجۂ اعلیٰ پر پہنچایا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ

کہ جسکی تاجداران پٹیالہ کے سات پشت کے ہاتھوں نے متبرک خدمت انجام دیکر شہرتِ عام اور بقائے دوام کا زیور پہنایا اور گوردوارہ جن دیو پنجم بادشاہ دو جہان کی خدمت میں حاضر رہ کر خاص خدمات انجام دیں۔ اور جنکے حکم سے اس ملک میں یہ سرکار پائدار قائم ہوئی۔ اِس خاص متبرک تقریب پر ہز ہائنس فرزندِ خاص دولتِ انگلیشیہ منصور الزماں امیر الامرا مہاراجہ دھیراج راجیشور سری مہاراجہ راجگان میجر جنرل سر بھوپندر سنگھ صاحب مہندر بہادر جی سی آئی ای۔ جی بی آئی۔ جی سی ایس آئی۔ جی سی وی او۔ دام اقبالہٗ و اجلالہٗ فرمانروائے ریاست عالیہ پٹیالہ کا سیوا کے لئے حاضر ہونا خاندانی روایات کے عین مطابق ہے۔ سری حضور کا اسپیشل ۷ ارجون کو خاص طور پر ۹ بجے صبح امرتسر پہونچا۔ گو یہ آمد پرائیوٹ تھی، مگر اسٹیشن سرخ بانات سے سجایا گیا تھا۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے بابا کھڑک سنگھ جی، صوبہ دار رام سنگھ جی مع دیگر فدایانِ مذہب و ملت استقبال کے لئے حاضر تھے۔ جونہی سری حضور اسپیشل سے کیسری لباس زیب تن کئے، جیغہ کلغی لگائے اسٹیشن پر نزول اجلال فرما ہوئے، جے کاروں کے نعروں سے آسمان گونج اُٹھا۔ چاروں طرف سے اصیل گلاب کے پھولوں کی بارش ہوئی اور معطر ہار پہنائے گئے، وہاں سے خراماں خراماں موٹر پر سوار ہوئے۔ شرومنی کمیٹی کے نمایندے ہمرکاب تھے۔ سیدھے گوردوارہ پہلی صاحب پہونچے۔ جہاں پر خیر مقدم فرمایا گیا۔ راستہ میں جمہورِ خلائق نے مسلسل اور پُر جوش مسرت کا اس قدر اظہار کیا کہ شاید ہی آج تک کسی تاجدار کا ایسا پر جوش خیر مقدم ہوا ہو۔ وہاں کے درشن

کر کے اور نذر و نیاز چڑھا کر گیانی ٹھاکر سنگھ کی استدعا پر پلیٹ فارم کے چاروں طرف پھر کر شائقین دیدارِ مبارک کو کھلے طور پر درشن دئے۔ اُس وقت کا سماں کیا بیاں ہو۔ جبکہ چاروں طرف سے جیکاروں کی پرجوش آوازوں سے فلاک گونج رہا تھا۔

وہاں سے سری دربار صاحب کے درشن کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ اظہارِ عقیدت ایسا نہ تھا، کہ پبلک کے دلوں پر اسکا اثر نہ ہوتا۔ خلقِ خدا شوقِ دید میں بالائی چھتوں، کوٹھوں، برآمدوں پر اڑی کھڑی تھی، قدم قدم پر پرجوش و موثر جے کاروں کے نعروں سے راج بھگتی کا ثبوت دے رہی تھی۔ ماننا پڑتا ہے کہ اِس تاجدار پھولکیان کی تشریف آوری سے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص جوشِ عقیدت و مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔

شاہی سواری ۸ بجے کے قریب دربار صاحب پہونچی، جوں ہی گھنٹہ گھر کے زینہ پر قدم رکھا تو انبوہِ خلائق نے کہ جسکی تعداد کا اندازہ کرنا نا ممکن ہے، مختلف طرح کی اظہار خوشی کے جے کاروں سے اِس شہنشاہ ذیجاہ کی آمد کی ساکنین عرش بریں کو خبر پہونچائی، وہاں سے پرکرماں (طواف) کے لئے باباٹل صاحب کی طرف ننگے پاؤں بڑھے۔ گو والنٹیروں نے ہجوم کو باقاعدہ رکھنے کی کوشش کی، لیکن راج بھگتی کا جوش کسی دنیاوی ضابطہ کو کہاں خیال میں آنے دیتا ہے۔ بھیڑ کا یہ عالم تھا، کہ اگر ایک قدم بے احتیاطی سے رکھا جاتا، اگلے قدم اپنے بس کے نہ تھے، راستے میں پانی کی ندی حائل تھی، جب مہاراج نے شاہی پوشاک کے ساتھ اُس میں قدم رکھا، تو حضور کے نقشِ قدم کا نشان بڑے بڑے سنگدلوں کے دل پر منقش ہو گیا بھینٹ پوجا کرنے کے بعد جو آگے بڑھے، تو مخلوقِ عالم نے جس میں بچہ سے لگا کر

من تک سب شامل تھے۔ صدقِ دل سے شاہ کی تعظیم میں سر جھکائے یہ وہ خراجِ عقیدت ہے کہ جو ہر قوم کے حصہ میں نہیں آتا۔ جہاں ہر شخص کی زبان پر "دھن مہاراج" "دھن مہاراج" تھا۔ اب سرکار والا مجمع چیر کر آگے بڑھے، اور اُس انجن کے پاس پہنچے۔ جو سرووَرکے بقیہ پانی کے نکالنے کے لئے چلایا گیا ہے۔ اُس نے جوں ہی شاہی سلامی میں سیٹی بجائی، سامنے کی مخلوق متوجہ ہوئی یہاں اس قدر بھیڑ تھی کہ تل نہ دھرنے کی مثل ایسے ہی موقع پر بنائی جاتی معلوم ہوتی تھی۔ جب مہاراج پرکرماں کرتے کرتے جنوب کی طرف پہونچے تو وہاں پہلے سے سردار تیجا سنگھ جھبر کرونگھ اکالی کے جتھے دار نے ، بجے صبح ہی کار سیوا شروع کر رکھی تھی، اور اس وجہ سے سنگ مرمر کی پٹڑی پر ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ سے زائد گار پر سے گذرنا کار دشوار تھا کہ جس پر پاؤں پڑتے ہی یا تو ہر شخص بے تحاشہ آگے کی طرف سکیٹنگ میں مصروف ہو جاتا تھا، یا اگر پیچھے پڑتا تھا تو پھر اُسکا انجام معلوم نہ ہوتا تھا، غرضکہ نہایت استقلال و احتیاط سے ہر مندر میں تشریف لے گئے، جہاں باقاعدہ بھینٹ پوجا کی گئی گرمی کے زور سے پسینہ بہہ بہہ کر محبت کے قطرات ٹپکا رہا تھا۔ وہاں سے اکال تخت کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور ہزار ہا مرد و عورت کے مجمع میں اکال تخت کے حضور پُر اثر الفاظ میں سنگت سے پرارتھنا کی کہ ہمیں امرت چھکایا جائے اور تنخواہ بخشی جائے۔ یہ نظارہ ایسا پُر اثر تھا کہ جسکا بیان نہیں ہو سکتا جتھے دار نے اکال تخت سے کھڑے ہو کر اسکا اعلان عام کیا جسکی منظوری سنگت نے نہایت خوشی سے دی۔ پھر مہاراج زینہ کے راستے سے اکال تخت کے حضور آ کر بیٹھ گئے۔

پیارے امرت تیار کرنے میں مصروف ہوئے، لیکن یہ افسوس سے بیان کیا جاتا ہے کہ دیگر انتظامات کی طرح یہ انتظام بھی ڈھیلا تھا۔ یہاں امرت چھک رسیوا کے لئے اس شاہی لباس میں اُترے۔ جوں ہی زینہ سے نیچے قدم رکھا پاؤں مبارک ایک فٹ گار میں دھنس گیا، یہ غارگر گیج اکالی جتھہ کی کارنمایاں کا نتیجہ تھا، مگر مہاراج نہایت بے تکلف اور مسرت کے ساتھ کارسیوا کے لئے بڑھتے چلے گئے اور شوقِ دید میں ہزارہا آدمی نقش قدم پر چلتے نظر آئے جب ہر مندر کے دروازہ کے قریب پہونچے تو یہاں راستہ کو گار پاؤں کے نیچے آ آ کر سخت مخدوش بنا چکا تھا کہ جس پر ہر تنومند، شہ زور، جوان پاؤں رکھتے ہی پھسل پڑتا تھا۔ اور وہ انسان اُس وقت تک نہ اُٹھ سکتا تھا جبتک کہ دوسرے سہارا دیکر نہ اُٹھائیں۔ مگر اللہ رے استقلال اور صدقِ عقیدت، کہ بے تکلف شوقِ ادائے فرض میں راستہ طے کر رہے تھے، ہر چند وہ لوگ جو سر سے پاؤں تک گار میں لت پت ہوئے، سامنے سے آرہے تھے، اور ایک دوسرے پر لاپروائی سے گرے پڑتے تھے۔ مہاراج کے راستے میں سد سکندری کی طرح حائل تھے۔ مگر یہ شیر دل بڑھتا ہی چلا گیا اور تالاب کے غربی زینہ سے اُتر کر دم زدن میں گار کی ٹوکری بھرتا نظر آیا۔ آپ اُس وقت کمر مبارک تک گار میں کھڑے کسی سے ٹوکری بھر رہے تھے، جب ٹوکری پانچ کیلوں سے لبریز کر کے، دونوں ہاتھوں سے تاج شاہی کے اوپر رکھی، اُس وقت بلا شبہ اُسکے آگے تاجداروں کے تاج قربان ہو رہے تھے۔ یہ گار خالی منجمد گار نہ تھی جوں ہی سر پر پہنچی، سوراخوں سے جسم مبارک پر موتی بن بن کر قربان ہونے لگی جب زینہ طے کر کے اوپر تشریف لائے، تو اُس وقت جمہور انام کے دلوں کی کیفیت ساکنین افلاک نے دیکھی اور سُنی ہوگی۔ کیونکہ ہم تو یہ نظارہ دیکھکر اس سحر

مسحور ہو گئے تھے۔ اُس وقت مجمع گار رکے ساتھ ہولی کھیل رہا تھا جب حضور انور سیوا کی اِس سج دھج کے ساتھ ہرمندر کی پرکرماں کی دروازہ کے آگے پہنچے تو جسم مبارک سر سے پاؤں تک گار میں بھرا تھا، مگر کیسری لباس کے رنگ کا کوئی کوئی مقام درخشاں ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔ مہاراج اِسی حالت میں اکال تخت کے حضور پہونچے۔ ہمرکاب سردار سر پنڈت دیا کشن کول بہادر، جنرل سردار امر سنگھ بہادر انسپکٹر جنرل پولیس، جنرل چندا سنگھ بہادر، جنرل سروپ سنگھ بہادر، میجر کشن سنگھ، سردار ارجن شاہ سنگھ ٹیکا رگھناتھ سنگھ وغیرہ وغیرہ خدامِ والا احتشام تھے۔ اسی حالت میں یہ طے کرکے اکال تخت صاحب میں تشریف لے گئے، اور تخت کے آگے ہرمندر کی طرف منہ کرکے دُنیا کو درشن دئے۔ اُس وقت پریزیڈنٹ کمیٹی نے ریاست پٹیالہ کی شاہی خاندان کی مذہبی روایات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ پٹیالہ کے شاہی خاندان کو ہمیشہ "گورو گھر" کے ساتھ خاص شردھا اور پریم ہونے کا جائز فخر حاصل رہا ہے اور موجودہ طرز عمل کی تعریف کرنے کے بعد کہا کہ بندگانِ والا نے اس دلی عقیدت سے کار سیوا کے مبارک کام کو گوربچن کے موافق انجام دیا اسری حضور کو اس امر کا دلی احساس ہے، کہ واقعی گوردوارہ سکا گھر ان کا گھر ہے' اخیر میں کمیٹی کی طرف سے حضور ممدوح کا دلی شکریہ ادا کیا اور اُنھوں نے ایک سنہری قبضہ کی تاریخی تلوار سری حضور کے پیش کی جسے حضور انور نے خوشی سے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا، اُس پر خط نستعلیق میں بحروف سنہری "یا علی مدد" لکھا تھا، اور اُسکے بعد شعر ذیل منقش تھا ؎

زجامِ دہر ہشیاری محال است
کہ ایں آبِ شرابِ پُر تگال است

تقریرِ شاہی

اسکے جواب میں حضور ظلِ سبحانی نے ایک مفصل وجامع تقریر فرمائی، جس سے انکی مذہبی واقفیت قادرالکلامی اور گوروگھر کے پریم کا ثبوت ملتا ہے، چونکہ وہ ایک تاریخی اور لاجواب تقریر ہے، اِس لئے ہم اُسے یہاں درج کرتے ہیں

رنگ محلہ ۵

توے چرن آسرو دلیش

تہیں بچھانوں ساک تم ہی سنگ راکھن ہار تم ہی جگدیش،
توں ہمرے ہم تمہرے کہئے اِت اُت تم ہی راکھے
توں بے انت اپرم پرسوامی گور کرپا کوئی لاکھے،
بن بکنے بن کہن کہاون انتر جامی جانے
جا کو میل لئے پربھ نانک سے جن ورگہہ مانے،

میرے پیارے بھائیو اور بہنو!

میں آپ کے اُس اپار پیار کے لئے جو آپ نے میرے سامنے پرکٹ کیا ہے اور اس بڑی بھاری عزت افزائی کے لئے جو آپ نے مجھے گوروگھر اور خالصہ پنتھ کا سیوک سمجھ کر بخشی ہے نہایت شکریہ ادا کرتا ہوں، اس وقت جگت گورو، ست گورنانک دیوجی مہاراج کے پیاروں، ہر ایک راے اور ہر ایک سکھ کے سکھوں کو اس دنیاوی سچ کھنڈ (بہشت) خطِ ملاقات کو نظر انداز کر کے ست سری امرت سروَر (چشمۂ آبِ حیات) کی پوتر دوبار سیوا کے لئے پورے پریم اور برادری بھاؤ کے ساتھ اکٹھے ہوئے دیکھ کر جو مسرت مجھے ہو رہی ہے اس کا بیان کرنا ناممکن ہے -

گورد سکھوں کے لئے سری اکال تخت کی حضوری ایسا عجیب اثر رکھتی ہے کہ یہاں پہونچتے ہی سکھوں کے ہردیوں سے تمام اختلافات تمام ورودھ اور تمام مت بھید دور ہوکر آپا بھاؤ (خودی) دور ہوکر ہر ایک سکھ اپنے آپ کو ایک قطرے کی طرح پنتھ روپی سمندر میں لین کردیتا ہے اور سارا پنتھ گورو کے روپ کا مظہر ہوجاتا ہے، جو سکھ اکال تخت کے حضور میں حاضر ہوکر اپنے ہردیہ کے گھٹ آکاش کو گورو پنتھ کے پٹ آکاش میں ملا نہیں دیتا اور چھوٹے سے چھوٹے اختلاف کا خیال بھی اپنے دل میں رکھتا ہے، وہ گورو کی خوشی کا بھاگی (مستحق) نہیں ہوسکتا بھائی گورداس جی کا کتھن ہے۔

باہر کی اگن بوجھت جل سرتا کے
ناؤں میں جو آگ لاگے کیسے کہہ بجھائیے
باہر سے بھاگ اوٹ لیجیت کوٹ گڑھ
گڑھ میں جو لوٹ لیجے کہو کت جائیے
چورن کے تراس جانے شرن گہنے نرند
مارے مہی پت جیو کیسے کے بچائیے
مایا ڈر ڈرپت ہار گورد وارے جاوے
تاہنہ جو مایا بیاپے کہاں ٹھہرائیے

بھاؤ یہ ہے کہ جو گورسکھ اکال تخت کے حضور حاضر ہوکر بھی یک جان و یک زبان نہ ہوسکیں تو اور کس جگہ ہوسکیں گے۔

مجھے اس وقت گورو پنتھ کے اس اجتماع میں کلغیوں والے گورو مہاراج کی دیبو متی جوت نظر آکر ہردیہ اور آنکھوں کی منظر شانتی بخش رہی ہے اور اس جوت کے آگے میں اپنے سر کو جھکانا مہاں آنند کا کارن سمجھتا ہوں،

ہمارے پنتھ کی موجودہ نسل کا زمانہ اس پوتر کار سیوا کی بدولت ہمارے اتھاس کے نہایت شاندار زمانوں میں شمار ہوگا۔ اگرچہ گورو کے سکھوں کے سیوا بھاؤ سے دنیا پہلے ہی واقف ہے لیکن اس کار سیوا کا الوکک نظارہ دنیا کو ایک مرتبہ پھر بتلا دیگا کہ گورو کے سکھ دنیا بھر کی نعمتوں اور عیش و آرام سے سیوا کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور ست گورجی نے اپنے دستِ مبارک سے سیوا کرنے اور ایک نہایت کومل ہاتھوں والے سکھ سے پانی کا گلاس منظور کرنے سے اس بنا پر انکار کرنے سے کہ وہ سیوا نہیں کیا کرتا تھا، جو شاندار مثال قائم کی سکھ اس پر چلتے ہیں اور نشچہ رکھتے ہیں کہ

جم مُردے کے انگ اپاون
سنگت سب نہیں کریں پچھاون
بنا سیو ست سنگت کیری
دیہہ اپاون تن تر کیری

یعنی جس طرح مُردے کے اعضا کو ناپاک سمجھ کر سب لوگ اس سے پرہیز کرتے اور اُسے نہیں چھوتے ہیں، اسی طرح اس شخص کی دیہہ (جسم) بھی ناپاک ہے جو ست سنگت کی سیوا نہیں کرتا۔ دوسرا عجیب گیان جو سکھ قوم کی نسبت آج دنیا کو عملی طور پر ہو رہا ہے وہ گورو کے حضور سکھوں کی مساوات کے اصول کا ہی جسکی وجہ سے راجا رنک کا مرتبہ ایک برابر ہے۔ گورو کے حضوری میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہے۔ تمام سکھ گورو کے پتر ہیں اور ایک ہی جیسے پیارے پُتر ہیں اس دروانہ پر کوئی اپنے آپ کو جس قدر اونچا بتاتا ہے وہ اسی قدر نیچا ہوتا ہے۔ اور جس قدر نمرتا (عجز) اور سیوا (خدمت) کسی سکھ کے ہردیہ میں بستی ہے اتنی ہی اسکو بڑائی ملتی ہے۔ ہماری تاریخ کا ایک ایک صفحہ سکھوں کے

اس اعلیٰ و ارفع اصول کی سچائی کا گواہ ہے۔ مجھے جو عزت آپ نے بخشی ہے وہ بڑا سکھ مہاراجہ ہونے کی وجہ سے نہیں، اور نہ ہی میں ایک مہاراجہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ کسی عزت کا مستحق ہو سکتا ہوں، بلکہ آپ جو مان و بڑائی مجھے بخش رہے ہیں وہ اس مالک کون و مکاں کلغیاں والے پتا کے "تیرا گھر سو میرا گھر" کا ور بخش کر پٹیالہ کے شاہی خاندان کے ذمہ لگائی ہوئی پنتھ سیوا کی وجہ سے ہے۔ اور اس نقطۂ خیال کے مطابق میں آپ کے بخشے ہوئے مان و پیار کو گورو پنتھ کی طرف سے اپنے سیوک (خادم) کو بخشی ہوئی عزت سمجھ کر بسر و چشم قبول کرتا ہوں۔

تندھ آگے ارداس ہماری جیو پنڈ سبھ تیرا

کہہ نانک سبھ تیری وڈیائی کوئی ناؤں جانے میرا

بھوپ اندر سکھ کی تو سب سے بڑی خوشی اسی بات میں ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق پنتھ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے اور کسی مان بڑائی کا خیال تک بھی دل میں نہ لایا جائے۔

بہنو اور بھائیو! آپ یقین رکھیں کہ مجھے اپنے اس فرضِ عظیم کا پورا احساس ہے جو فیاض ستگورو کی طرف سے "تیرا گھر سو میرا گھر" کے واکیہ دوارا میرے گھرانے کے ذمہ پنتھ سیوا کے متعلق لگایا گیا ہے اور میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے جس میں کہ میں پنتھ کی کوئی دھارمک سیوا سرانجام دے سکتا ہوں میں یہ نہیں کہتا کہ ہر موقعہ پر میں ضرور ہی پنتھ کی سیوا کرتا ہوں بلکہ میرے دل کا بھاؤ یہ ہے کہ میں ہر موقعہ پر سیوا کروں۔ مگر میری دلی خواہش کے برخلاف اگر کوئی موقعہ خالی چلا جائے یا مجھ سے پوری پوری مکمل سیوا نہ ہو سکے، تو اسکا باعث صرف

انسانی عقل و طاقت کا ادھورا پن ہی ہوتا ہے۔ مکمل تو صرف "گورو کرتار" ہی ہے۔ کوئی انسان بھی یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ میں اپنے سارے فرائض بلا خطا اور بلا نقص پورے کرتا ہوں۔ بایں ہمہ میرے دل کو اس بات سے بہت کچھ اطمینان رہتا ہے۔ کہ میں پنتھ کے تمام حالات بڑی توجہ کے ساتھ دیکھتا۔ پڑھتا اور سنتا ہوں اور جس وقت یا جس طرح جتنی بھی شکتی ست گورو بخشتے ہیں، اسکے مطابق جو بھی سیوا ہو سکتی ہے اُسے کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی ست گورو جی کے حضور عرض کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ پنتھ سیوا کرنے کی قابلیت اور ہمت بخش کر اپنے ورد کی آپ لاج رکھیں۔ میں تو ریاست پٹیالہ کا خزانہ اور حکومت اکال پرکھ کی امانت سمجھتا ہوں پٹیالہ گورو کا ہی خزانہ گورو کا ہے، سکھ گورو کے ہیں، اور میں خود بھی گورو کا ہوں، میری آنکھوں کے سامنے ہمیشہ یہ تاک رہتی ہے کہ

میں ناہیں کچھ ہوں ناہیں کچھ آہ نہ مورا
اوسر حیا راکھ لے سدھنا جن تیرا

یا

میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے تیرا
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگے میرا

میں واگورو کا شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے دل میں پنتھک پیار کا کتنا بخشا ہوا ہے، گورسکھی کے ساتھ مجھ کو دل سے محبت ہے، سکھی کے پرچار کا میں ہمیشہ خواہشمند رہتا ہوں۔ قوم کے اندر ودیا پرچار کا مجھے عشق ہے۔ حاصل کلام پنتھ کی قابل امداد دھارمک آشرموں کی مناسب سیوا کرنا میرے سب سے بڑی خوشی ہے۔ اور آپ میرے ان الفاظ کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھ

سکتے ہیں کہ سکھ پنتھ اور خالصہ قوم کی دھارمک اور سدا چارک سیوا کے لئے
پنتھ کی طرف سے میرے پاس جو بھی خواہش کی جائیگی میں اسکے نبھانے کے
لئے اپنے مقدور بھر کوشش کروں گا۔

پیارے گورسکھو! آپ مجھے معاف کرینگے کہ میں نے آپکا بہت سا وقت
لے لیا ہے۔ لیکن اس اکال تخت کے سامنے گورو پنتھ کے سارے مجمع کے سامنے
کچھ بولنے کا میرے لئے یہ پہلا ہی موقعہ ہونے کی وجہ سے یہ باتیں ضروری تھیں۔
اب میں اکال کے پرکھ کے حضور پرارتھنا کرتا ہوں کہ کار سیوا کا یہ لاثانی موقعہ
پنتھ کے لئے بینظیر ثابت ہو، یہ پوتر کار جو بیشمار روگیوں کے لاعلاج امراض کو دور
کرنے والی اور روحوں کو پوتر کرنے والی ہے، ہم سب کے دلوں کو اس قدر صاف
کرے، کہ وہ گورو مہاراج کو پسند ہوں۔ آپ تمام سجن دھرم کی کمائی کریں، دھرم
کی سیوا کریں اور ہر وقت دھرم کے بغیر اور کسی خیال کو اہمیت نہ دیجائے۔ اردا س
کیجئے کہ ست گورو اپنے گھر کے ہیں سیوک کو بھی صدق بخشتے ہوئے پنتھ کی سیوا
کے موقعے اور طاقت و سادھ سنگت کی چرن دھوڑ (خاک پا) بخشتے رہیں!

کر پانہی بسہور دیہ بسر ہرنیت
تیسی بدھ کر دیر گا شالا کے پربھو سنگ پریت
داس تہمارے کی پا دان ہورا سنتکے نے لادن
جہاں بتت تے ہوت پنتیا ہر کیرتن گن گا واں
اگیا تری میٹھی لاگوں کیا تمہارا بھاواں
جو دیہ ہتی ایہہ تریتے آن نہ کینہو داواں
سد ہی نکٹ جانوں پربھ سوامی سگل بیں ہو رہیئے
سادھو سنگت ہوئے پرایت تا پربھو اپنا لہیئے

سدا سدا ہم چہو ہرے تہرے توہی پرہو بھرو میرا
نانک بارک تم مات پتا مکھ نام تہارو کھیرا

خیر میں اس پوتر سروپا (خلعت) اور سری صاحب کے لئے روم روم سے شکریہ ادا کرتا ہوں، اور آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سری صاحب میرے خاندان کی نہایت واجب التعظیم یادگاروں میں ہمیشہ کے لئے زینت بخشی ہوئی اس وقت کو یاد کراتی رہیگی۔

"واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح"

اس اسٹیج پر ہر مندر کی خدمت کی کارروائی سماپت ہوئی۔ سری حضور انور زینہ سے اتر کر دوسرے راستہ سے موٹر پر سوار ہوئے جو گھنٹہ گھر کے آگے انہیں سوار کر کے لے جانا اپنا فخر سمجھے ہوئے تھی۔ جب سری حضور انور جوش عقیدت کے بحر بے پایاں کو عبور کر کے بے تکلف معمولی سپاہی کی طرح اس موٹر کے پاس پہونچے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس چوک اور اسکے اردگرد کی عمارات پر کس قدر مجمع محو دیدار ہمایوں تھا۔ بہ صد مشکل موٹر پر سوار ہوئے یہاں چاروں طرف سے گلاب کی پتیوں کی اس قدر بارش ہوئی کہ تمام صحن خوشبو سے مہک اُٹھا اور زمین پر اسی کا فرش بچھ گیا۔

پبلک نے نشست فرمانے سے قبل بارگاہ خسروی میں بصد ادب یہ التجا کی کہ سری حضور انور راستہ موٹر میں کھڑے کھڑے طے فرمائیں، پبلک کا یہ مطالبہ اُنکے دلی جذبات کی ترجمانی تھی۔ چنانچہ سری حضور انور نے وہاں سے اسٹیشن تک کا تمام راستہ اسی شان سے طے فرمایا۔ راستہ میں جوش عقیدت کی انتہا نہ تھی۔ اسٹیشن پر نزول اجلال فرمانے کے بعد حضور کی اسپیشل ٹرین روانہ ہوگئی۔

بیان کیا گیا ہے کہ جو گلدار مہاراج نے نکالی تھی وہ پٹیالہ لائی گئی اور ایک شخص کمیٹی سے بطور یادگار رکھ لی۔

دربار صاحب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر اور مہاراج نراندر سنگھ بہادر کی آمد

میں نے پبلک کا یہ شوق انبوہ خلائق کا ہجوم اور جوش عقیدت دیکھ کر تاریخی نکتہ خیال سے ایک بڑے معزز مجمع سے پوچھا کہ آیا وہ ہمیں کوئی ایسی نظیر تلا سکتے ہیں کہ کسی تقریب پر کبھی پبلک کی طرف سے ایسے جوش عقیدت کا اظہار ہوا ہو، مجمع نے متفق اللفظ بیان کیا کہ ایک دفعہ بیاہ کی تقریب پر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر یہاں تشریف لائے تھے۔ اُس وقت کے لوگ بیان کرتے تھے کہ اس سے بڑھکر رونق کبھی اس سے پہلے نہ ہوئی تھی۔

اسکے بعد مہاراجہ نراندر سنگھ صاحب بہادر والی پٹیالہ سنہ ۱۸۶۶ء میں آئے تھے، جو اُنکے دلی عقیدت کے لحاظ سے وہ تقریب بھی لاجواب تھی۔ حضور ممدوح اُن اہ مالوسے کے گرانڈیل وحشی جوانوں کے پیچھے پیچھے پیادہ پا ننگے پاؤں خیمہ گاہ سے تشریف لائے، کہ جو ہر ایک ایک ایک ہزار روپیہ کا توڑا تول کی تھیلی میں سر پر رکھے ہوئے مہاراج کے آگے آگے آرہا تھا۔ ان دو پرشان تقاریب کے بعد یہ تیسری تقریب ہے، جو دونوں سے بڑھی ہوئی ہے۔

مہاراجہ بابا آلا سنگھ بہادر مورث اعلیٰ ریاست پٹیالہ کی دھرم پتنی مائی فتو صاحبہ کا ایثار

مہاراجہ پٹیالہ سی ممتاز بزرگ ہستی نے "دو کار سیوا" کرتے وقت عقیدت و مساوات کا جو عملی نمونہ پیش کیا، وہ والیان

ریاست کے لئے کتنا پاکیزہ سبق ہے۔ آپکی امداد اور طرزِ خدمت سے شگتوں اور پبلک کے دلوں پر نہایت خوشگوار اثر پڑا۔ دُنیا آج کل مادیات کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے، اور کامل تربیت و تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ذلیل ہستی بھی اور تو اور مذہبی رسوم ادا کرتے ہوئے بھی کسرِ شان سمجھتی ہے مگر

خودنمائی درحضورِ اہلِ دل مقبول نیست
قطرہ چوں گوہر شود در دودِ دریا می شود

لیکن جو اصحاب پٹیالہ کے شاہی خاندان کی روایات قدیم سے آگاہی رکھتے ہیں اُنکے نزدیک مہاراج کی یہ سیوا کار اُس ورثہ کے عین مطابق ہے کہ جسے خدائے برحق نے انہیں بخشا ہے۔

منشی دیالال وقائع پھولکیاں میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن (لونگووال) موسمِ سرما میں دوپہر کے وقت بھائی دیال داس دودھ کی بھجا کے لئے نکلے۔ چند گھروں سے ناکام رہ کر بھائی تلوکا مورث اعلیٰ ریاست نابھہ کی مکان پر جاکر گیا دی، وہاں سے بھی ناکام رہے۔ پاس ہی راماں مورث اعلیٰ ریاست پٹیالہ کا گھر تھا، وہاں سے ہٹ کر یہاں سوال کیا، اُس وقت مکان کے اندر مائی فتو آٹا گوندھ رہی تھیں، آواز پر فوراً باہر آئیں، بھائی صاحب نے دودھ مانگا، وہ لانے کے لئے اندر پاؤں لوٹیں، اندر آکر گھر کے کام کاج میں جو مصروف ہوئیں تو دودھ دینا بھول گئیں۔ بھائی صاحب اپنے ڈیرے کی طرف روانہ ہو چلدیئے دو گھڑی کے بعد جب یاد آیا تب بے قرار ہو کر باہر آئیں، وہاں کیا تھا۔ اسی بے قراری کی حالت میں واپس ہوئیں۔ پہلے چاہا کہ بارے (آتشدان)

ہم سے گھڑونچی (دودھ کا برتن) لیکر چلیں مگر اس خیال سے کہ دودھ سے نام جلتے جاتے ٹھنڈا ہو جائیگا۔ ہارا ہی اٹھا کر سر پر رکھا اور شام چاندیں۔ وہیں چل کر ڈیرے پر پہونچیں، سادھو سمادھی میں مستغرق تھے۔ بادل آ گئے اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ نے ہارا مکان کے گوشہ میں اتارا، اور اپنے سر کا کمبل اتار کر چھڑی کے سہارے سے سادھو کے سر پر چھتری بنالی، بر شام سے کھڑی ہوئیں اور صبح کے چار بجا دیئے۔ سادھو نے جب سمادھی کھولی، انہیں کمبل کا چھتر بنائے کھڑا پایا، اور تمام میدان پانی سے جل تھل کیا، اس صدق عقیدت سے خوش ہو کر فرمایا کہ "تیری خدمت شہنشاہ دوجہاں کے حضور قبول ہوئی" دودھ پلا، ورنہ اب ٹھنڈا ہو جائیگا" انہوں نے گھڑونچی لاکر آگے رکھی، دودھ پر دودھ کی بالائی جم گئی تھی — چھپنی میں ڈال کر پیا، پھر آنکھیں بند کر کے فرمایا کہ "تیری اولاد کے سر پر ایسے چھتر سایہ افگن ہو گئے، جو آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رہ کر اہل دنیا کو عدل کے ساتھ شاد و آباد رکھیں گے — میں قدیم ہندی رشی دھن منی کے ہمزبان ہو کر کہتا ہوں

"موروثی عزت سب سے اچھی سمجھی جاتی ہے مگر جسنے اسے حاصل کیا ہو۔ عقل اسکی تعریف کرتی ہے، کیونکہ جب نیک اور بہادر کی خوبیاں انکی اولاد کو ورثہ میں ملتی ہیں تو اُسکا رتبہ مُنکے شامل حال ہوتا ہے اور اُنکی ہر جگہ تعریف ہوتی ہے۔ در اصل عزت آپ سے آپ ملتی ہے تو اپنے فرائض کو اچھی طرح انجام دے تو پھر تحسین و آفرین تیرا حصہ ہو گی"

جس سلطنت کا وزیر دانشمند ہوتا ہے اور اراکین خیر خواہ ہوتے ہیں، وہاں ہی ایسی ایسی بے نظیر کار گذاریوں کا اظہار ہوا کرتا ہے

ایک وہ زمانہ تھا کہ ریاست پٹیالہ کے متعلق پبلک میں غلط خیالات پھیلائے جا رہے تھے، اُسکے مقابلے میں آج یہ حالت ہے کہ پبلک چاروں طرف سے مہاراج کے نام اور کام پر تحسین و آفریں کے پھول برسا رہی ہے۔

"ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا"

بہار سنامی

تاریخی واقعات ریاستہائے کوہستانی

(ایک مورخ کے قلم سے خاص رئیس ہند کے لئے)

ریاست سرمور ناہن

ہم نے اپنے ایک معزز نامہ نگار کی امداد سے ریاستہائے کوہستان شملہ کے تاریخی واقعات قلم بند کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے، قسط اوّل شائقین کی نذر کی جاتی ہے۔ ایڈیٹر

ریاست سرمور جملہ پہاڑی ریاستوں میں ممتاز اور سرتاج قدیم ریاست ہے۔ قبل اسکے کہ ریاست ہذا کے انتظام اور مہاراجہ صاحب بہادر و ارکانِ ریاست کے حالات اور واقعات سے عوام کو آگاہ کیا جائے، یہ مناسب ہوگا کہ ریاست سرمور کی وجہ تسمیہ اور مقامی تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی جائے اور اس طریق پر "سرمور" کی تاریخ اور یہاں کے بسے اور مکمل حالات حوالہ قلم کئے جائیں۔ علاوہ بریں دیگر پہاڑی ریاستہائے جبل، بگھاٹ۔ آرکی، بلاسپور، چمبہ، سکیت وغیرہ کے حالات قدیم و جدید ہدیۂ ناظرین ہونگے۔

سرمور کے لفظی معنی سر کا تاج ہے۔ واقعی زمانہ مغلیہ و شاہان اسلام میں سرمور جملہ پہاڑی ریاستوں میں ایک بڑی مملکت اور خود مختار ریاست تھی۔ یہ لفظ اصل میں سرموڈ تھا جو غلط العام ہونے سے سرمور ہو گیا۔ اسکی فضیلت اور عظمت سرمور ہونیکا فخر اس سے ظاہر ہے کہ اس ریاست کے باجگذار چند کوہستانی ریاستیں تھیں۔ اب تک اکثر ٹھاکر اور رانا صاحبان کو مہاراجہ سرمور کی طرف سے پروانہ لکھا جاتا ہے اور اُن کی رسم مسند نشینی پر ریاست ہذا کی طرف سے گدی نشین کرنے کے لیئے معزز اہلکار بھیجا جاتا ہے۔ جو بجانب مہاراجہ صاحب سرمور اُن رئیس ٹھاکر یا رانا کو گدی پر بٹھلاتا ہے۔

دوئم وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جیسلمیر ریاست کے ایک راجہ کا نام سرمور تھا جو مینڈ پسر سالباہن کے فرزندوں میں ایک تھا۔ یہ راجہ رسالو کا برادر زادہ تھا۔ تاریخ سرمور سے واضح ہوتا ہے کہ اس راجہ سرمور نے اپنے نام سے ایک دارالخلافہ آباد کیا جسکا نام سرمور رکھا جو اب تک کیارده دون میں دریائے گری کے کنارہ پر بنام سرمور آباد ہے۔ اور اس جگہ گذشتہ راجہ ہائے سرمور کے کھنڈرات اور قدیم بنیادیں و کتبہ عمارات اب تک ملتی ہیں۔ یہ جگہ غیر آباد ہے جہاں اسوقت درختان سال کا گھنا جنگل استادہ ہے ریاست سرمور کی تاریخ کنور رنجور سنگھ صاحب نے تالیف فرما کر شایع کرائی ہے۔ مگر کنور صاحب نے تاریخ کے تکمیل اور تحریر میں نہایت محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے اور انڈین پریس الہ آباد میں خوشخط طبع کرائی ہے لیکن مؤرخانہ طرز تحریر اور مستند حالات ریاست سرمور سے معرّا رہی۔ وجہ یہ ہے کہ بجانب ریاست صحیح واقعات فراہم کرنے کا خیال اب تک کسی حیثیت کو نہیں ہوا۔ اور نہ کسی قابل مؤرخ کی اس کام کے لیئے تلاش کی گئی۔ اس لئے صحیح حالات و واقعات درج نہیں ہو سکے (باقی آئندہ)

سرقہ کی واردات عظیم
رئیس ہند کے جواہر خانہ میں

چور، سارق، عیار، گرہ کٹ، رہزن، جابر بیسیوں طرح سے واردات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لطف یہ کہ طریق واردات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتا ہے حصول مقصد کے لئے وہ کیا کیا ذرائع روا نہیں رکھتے۔ واضعان قوانین نے اپنی دانست میں اقوام قدیم کے کتب قانون کی امداد اور اپنی ذاتی تجربات اور غور و خوض سے ہر دنیوی جرم کی پڑتال کی، اور جب کوئی جرم اُنکی معلومات سے باقی نہ رہا۔ تو ہر جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ہر مجرم کے جرم کی تشریح کر کے سزا تجویز کی۔ مگر بقول نعیم

پر بحرِ سخن صدا ہے باقی　　　دریا نہیں کار بند ساقی

اب بھی دُنیا میں بے تعداد ایسے جرائم ہیں کہ جن سے محققان علم جرم محض بے خبر و نا آشنا ہیں۔ ہم مثال کے طور پر علمی دنیا کے ایک سنگین جرم کی طرف اس وقت متوجہ ہوتے ہیں کہ جسکی کثرت بھی ہے۔ اور سختی و شدت بھی۔

ہندوستانی بے روزگاروں نے اخبار کا اجرا بھی ذریعۂ معاش ٹھہرا رکھا ہے۔ وہ ایک پرچہ نکالتے ہیں اور دورہ شروع کر دیتے ہیں۔ جب ضرورت پڑی تو برس چھ ماہ بعد ایک پرچہ پھر نکال دیا۔ ایسے غیر مستقل پرچہ کے لئے نہ تو کوئی باقاعدہ ایڈیٹر ہی ہوتا ہے نہ مضامین ملتے ہیں۔ اُسکی گذر اوقات اسی پر ہے کہ کسی صحیفہ کے جواہر خانہ پر بیدریغ ڈاکہ مارا جائے اور حکمت روپ بدل کر اسے اپنی ملکیت ظاہر کیا جائے۔ ان میں ایسے بھی بے باک ہیں کہ جو اصلی حالت میں بیدریغ اپنا بنا کر اپنی علمی شہرت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ہمیں اسی ہفتہ اخبار "شطرنج الہ آباد" (جسکا ہیڈ کوارٹر لکھنؤ بھی ظاہر کیا گیا ہے) از ابتدا سے ۴ مارچ لغایتہ آخر مارچ موصول ہوا۔ اِس نے ہمارے جنگِ سوم کے دربار امل سے سات مضامین نقل کئے ہیں، اور بعض دو مضامین کے نیچے ہمارا نام لکھا ہے۔

یہ ہے اخباری دیانتداری۔

"منیم"

سیر الآثار

پرڈینیا باغ سے واپس کلمبو کو

خاص رئیس ہند کے لئے

(گذشتہ سے پیوستہ)

پرڈینیا باغ سے ہم واپس آئے۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ دن میں مندروں کے درشن کرتے رہے۔ بازار سے چند کارڈ بدھ ازم کے متعلق خریدے۔ مارکیٹ کی سیر کی وہاں شریفہ' سیتاپھل لئے۔ اور ایک میوہ کھایا جسے کرودنما کہتے تھے' یہ ایک قسم کا آلوچہ ہے' میٹھا اور بقدرے ترش ہے۔ شام کو لکچر دیا اور رات کو مندر گئے۔

کنڈی سے رخصت ہوئے اور واپس کلمبو پہونچے۔ پورٹ سرجن کے یہاں فوراً گئے۔ وہاں کا قضیہ طے ہوا۔ دھرم پال جی سے ملے۔ وہ میری لیکچر بازی سے خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ وہ ۳۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو سارناتھ جاویں گے۔ وہاں گورنر صاحب بہار سے Vihara کی بنیاد ڈالیں گے۔ میں نے بھی حاضر ہونے کا وعدہ کیا نیز میں نے یہ بھی وعدہ کیا کہ ایک بست Bust بدھا کا اس ہارے کو دونگا اُن سے میں نے یہ بھی درخواست کی کہ سارناتھ میں ایک زمین میرے لئے آپ خریدیں جس میں میں ایک چھوٹا سا مکان بنانا چاہتا ہوں۔ جہاں میں ایکانت میں ٹھیکر لارڈ بدھا

کی لائف اور تعلیم پر ایک کتاب انگریزی میں لکھوں اور اسکا ترجمہ اردو میں شایع کراؤں
اور دیگر زبانوں میں بھی اسکے ترجمے کراؤں۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور
خریدیا کرینگے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں لارڈ بدھا نے پہلا واکھیان (وعظ) دیا تھا
جس میں اصول بدھ ازم کے بیان کئے تھے۔ عرصہ ہوا میں ایک مرتبہ اس جگہ کو
دیکھ آیا تھا۔ وہاں ایک بڑا اسٹوپا موجود ہے۔ ان دنوں متفرق طور پر جو چیزیں
کھدری سے نکلی تھیں پڑی تھیں۔ اب وہاں ایک عجائب خانہ بن گیا ہے۔ جہاں
ہر ایک چیز ترتیب سے لگائی گئی ہے۔

دھرم پال جی نے فرمایا کہ آپ جب چاہیں بھکشوؤں کے فرقے کے سری بھکشو
کے سامنے اقرار و اظہار اصول کریں۔ تو وہ آپ کو زرد چولے دیدینگے لیکن بھکشو کی
زندگی کے لئے سخت پابندیاں ہیں۔ لیکن جب آپ ترکِ وکالت کردیں گے تو اسکا
انتظام آسانی سے ہو جاویگا۔ تین درجے ہندوؤں نے مقرر کئے ہیں۔ تامس
راجس، ست وت۔ بندہ تو ابھی پہلے ہی درجہ میں تھا کیسے حوصلہ کرتا۔ آیندہ کسی
وقت کے لئے ارادہ بھکشو بننے کا ملتوی کردیا۔ نہ معلوم جنجالوں سے کب مخلصی ہوگی
اور دلی تمنا پوری ہوگی۔

دھرم پال جی نے بنگالی کھانا میرے لئے خاص طور پر بنوایا۔ میں نے ایک
اور کتاب فروش سے بھی جس سے میں نے کچھ رسالے اور کتابیں خریدی تھیں کھانا
بنوایا تھا۔ دونوں صاحبوں کے بنوائے ہوئے کھانے مجھے پسند نہیں آئے۔ دو
ایک دن سیلون کے باقی سیر کے لئے وہاں قیام کرنا تھا۔ وہاں کا عجائب خانہ دیکھنے گئے
Pathurayya
تو سب سے زیادہ دلچسپ وہ تصاویر کی نقول تھیں جو انوردھ پورہ
کے مندروں میں نکلی تھی۔ یہ تصویریں بلحاظ نقاشی بعینہ اجنٹا کیوہ
Ajanta Caves کی سی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ مصور ایک ہی ہے

اُس زمانہ میں شاید کوئی مدرسہ ایسا ہوگا جو مصوری سکھاتا ہوگا۔ اور بودھ مندروں کی نقاشی کے لئے وہیں کے مصور بلائے جاتے ہونگے۔ طرزِ مصوری اور اقسامِ نقاشی ہم جنس معلوم ہوتے تھے۔ اس عجائب خانہ میں پتھر کا صندوق نہایت موزوں اور بہت بڑا موجود ہے۔ پورچوگیز Portuguese کے وقت کے پلنگ اور سیت لکڑی کے بھی موجود ہیں۔ اُس وقت کے مکانوں کے دروازے بھی ہیں۔ ایک تخت پتھر کا چارپائی کے برابر شاہانِ سیلون کے وقت کا ہے۔ ہندو دیوی دیوتاؤں کے بت اور بدھ کے انواع واقسام کے بُت موجود ہیں بعض عنایت فرماؤں نے اُنکو کھنڈرت کیا ہوا ہے۔ سیلون کے بادشاہوں کے بُت بھی موجود ہیں۔ ایک بادشاہ کا بہت بڑا بت دیکھا جو کھنڈرات Polonnaruwa سے دستیاب ہوا تھا۔ اُسکا زمانہ ۱۱۷ / ۱۱۹۶ء کا تھا۔ کئی مورتیں پیتل کی بھی موجود تھیں اور سیکڑوں اور چیزیں الماریوں میں رکھی ہوئی تھیں جنکے مفصل نوٹ کرنے کی فرصت نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے ناگ کی پرستش سیلون میں رہی ہے۔ سات سر کے پھنیر سانپوں کی سنگین مورتیں کئی دیکھنے میں آئیں۔ بعض اوقات بعض دیوی دیوتاؤں کے سروں پر سانپوں کے پھن سایہ افگن دکھلائے گئے ہیں

قابلِ ذکر ایک اور امر بھی ہے۔ یہاں ایک قسم کی تحریریں ہیں جنہیں جنتر کہتے ہیں ایک دستہ ایسے جنتروں کا یہاں دیکھا جس پر ساری رامائن سنگھالی حروف میں لکھی ہوئی ہے لائبریرین سے دریافت کیا اور گائڈ سے بھی پوچھا وہ اس جنتروں کا سن و سال نہ بتلا سکے اتنا معلوم ہو سکا کہ چند سال ہوئے یہ کسی سیلون کے قصبے سے حاصل کی گئی تھی۔

اس عجائب خانہ کی ایک الماری میں ایک ناریل کے نہایت خوبصورت نگاہ سے گذری۔ میں نے دھرم پال سے منگوائی۔ جنہوں نے ایک دوکاندار سے لا کر دی۔ اور ساتھ لایا ہوں۔

عجائب خانہ مذکور کے ساتھ ایک کتبخانہ ہے۔ وہاں رسالے بھی آتے ہیں
Royal Asiatic Society Journal جِلون کا حصہ
لائبریرین سے منگوایا۔ انڈکس سے رام چندر جی اور راماین کے متعلق صفحات دیکھے
اُس میں پرانی فتح لنکا کا ذکر نہ پایا۔ نہ راون کے متعلق کوئی معلومات مل سکے۔ ایک
جلد میں ایک مضمون ملا۔ Volume X part 36 p. 115 جس میں
یہ درج تھا کہ Bently بنٹلی ایک مصنف علم ہیئت نے ہندو ہیئت کے کتب سے
یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو جنم کا نقشہ میں ایک واقعہ والمیکی نے بیان کیا ہے اُس حساب سے
سالِ پیدائش رام چندر جی ۹۶۱ سال قبل مسیح بیٹھتی ہے۔ ایک دوسری جلد
Calpentyu میں ذکر تھا کہ مقام Volume I 3 part 158 reprint
Mantelle سے کھدائی سے بہت سے قدیم سکے نکلے ہیں۔ کئی رسالے
انکے متعلق شائع ہو چکے ہیں جن سے کئی نتیجے نکالے گئے ہیں

مسٹر رس ڈیویڈس کی کتاب سکہ جات میں بھی کچھ ذکر ہے یہ ۱۸۷۷ء کے ہے۔
اسکے بعد اور بھی معلومات وسیع ہوئے ہیں۔ ارادہ مطالعہ کا رکھتا ہوں۔ اس کتبخانے
میں سیلون کی تاریخ کی سیکڑوں کتابیں موجود تھیں۔

جس مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے مہادیوی کالج کا ایک کمرہ تھا۔ اِس عمارت
کالج میں ایک مدرسہ ہے۔ طالب العلموں اور مدرسین کے متعلقین کے رہنے کی جگہ ہے
ایک ہسپتال قابلِ ذکر ہے۔ یہاں ایک ایورویدک وید مفت معالجہ کرتا ہے۔ اور
دوائی بھی مفت ملتی ہے۔ ہانڈیوں میں دیسی دوائیاں رکھی ہوئی ہیں میں نے اُسکا
ملاحظہ کیا۔ میں مرد وزن کے قریب ہر روز آتے ہیں۔ کسی کسی کے لئے وہاں رہائش
برائے علاج کے بھی حسب ضرورت گنجائش ہے۔ یہ ہسپتال ایک مخیر خاتون کے
Mrs. Foster ساکن Honsolu کے عطیے سے چلتا ہے

سیلون میں اس ہسپتال کی نیک نامی اچھی ہے۔ اور خلق اللہ کو اس نعمت کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ یہ وید بھکشوں سے ویدک کی تعلیم پایا ہوا ہے۔ یہاں کے بھکشو بھی طبابت سے واقف ہیں۔ علاج بھی کرتے ہیں۔ اور درس بھی دیتے ہیں۔ یہ رسم قدیم سے بودھوں اور ہندوؤں میں چلی آئی ہے۔ جینیوں اور بدھوں میں خصوصیت سے یہ رسم چلی آتی ہے۔ زمانۂ حال میں میڈیکل مشنری بھی بستی میں آرہے ہیں جس سے پبلک کو بہت فائدہ پہونچتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مشن ہسپتال اور میڈیکل مشنری زمانۂ حال کی ایجاد ہیں۔ درصل یہ پُرانی بودھی رواج کی نقل ہے۔ اس مہابودھی ہسپتال کے پاس ایک دوکیت ایسے بھی دیکھے جسمیں دیسی دوائیاں بُنی جاتی ہیں۔

دہرم پال جی وقتاً فوقتاً اپنے بودھ پادری بننے کے حالات سناتے رہے۔ جو مکان مہابودھی کالج کا ہے وہ انہیں وصیتاً ملا تھا۔ وہ انہوں نے اس کالج کو وقف کر دیا ہے۔ اُن کے عزیز دوکان فرنیچر وغیرہ کی کرتے ہیں اور بڑے دوکانداروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اُنکی دوکان پائے کی ہے۔ میں نے بھی اُسکو دو مرتبہ دیکھا۔

سالہا سال سے دہرم پال جی عیسائیوں کی مشن کی کوششوں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ایک درجہ تک عیسائی یورش کو انہوں نے تھاما ہوا ہے۔ اُنکی شکایت یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ ورنہ ہم بھی دنیا میں ویسی ہی مشن جاری کرتے۔ مقابلہ برابر کا نہیں ہے۔ مثل ہے ؎

کون سُنتا ہے فغانِ درویش
قہرِ درویش بجانِ درویش

میں نے ایک جملہ کہا تھا۔ وہ انہوں نے پلّے باندھ لیا۔ یعنی ہمارا مقدمہ سچّا لیکن وکیل کم لیاقت ہیں ورنہ کسی اور مذہب کا نقشہ نہ جمتا۔

اتفاقیہ میں بازار میں ایک فوٹوگرافر کی دوکان کے پاس کھڑا تھا کہ دوکا

اندر سے کسی نے کہا آجائیے۔ اندر تشریف لے آئیے۔ میں اندر گیا تو وہاں ایک پنجابی مسلمان تپاک سے ملا۔ اُس نے پہچان لیا کہ میں اُسکے وطن کا آدمی ہوں۔ اثنار گفتگو میں معلوم ہوا کہ وہ گجرات پنجاب کے ایک گاؤں کا زمیندار ہے۔ اپنی ذات پٹھان بیان کرتا تھا۔ اُسکا نام محمد خاں 26 Calputte Mohindo Lane تھا۔ وہاں وہ جوکی Jockey کا کام کرتا ہے۔ گھوڑے رکھتا ہے۔ اور گھوڑوں کا بیوپار کرتا ہے۔ عرصہ سے یہ شخص پنجاب سے اپنی زمین وغیرہ چھوڑ کر جگہ بہ جگہ پھرتا رہا۔ اب سیلون میں اُس نے نکاح کر لیا ہے۔ فرماتے تھے کہ اُسکی تین سالیاں ہیں۔ ایک کے لئے تو انہوں نے ایک پنجابی مسلمان نکاح کے واسطے تجویز کر لیا ہے۔ دو اور باقی ہیں۔ ہمارے ساتھ یہ پنجابی پورٹ سرجن کے یہاں بھی گیا اور ہمکو امداد دی۔ اُس نے فرمائش کی تھی کہ پنجاب سے اُسکے پاس کچھ مہندی اور خضاب بھیجنا۔ چنانچہ بھیجدیا گیا۔ راستہ میں دو سکھ جوان ملے۔ وہ بھی واقف بن گئے۔ لاہور کے ضلع کے تھے۔ اُنہوں نے منشی کے حوالے دو چٹھیاں کر دیں۔ کہ لاہور جا کر اُنکے گاؤں پہنچا دیں۔ یہ کسی دوکان میں دربان تھے۔

Olympia شام کو سینما Cinema دیکھنے گئے۔ المپیا تھیٹر نے رتن آدلی کا کھیل کرنا تھا۔ قصہ دلچسپ تھا۔ یہ تو معمولی بات تھی لیکن تعجب انگیز بات اب آتی ہے کہ انگریزی کھیل کے ساتھ انگریزی باجا بجتا ہے۔ اور دیسی کھیل کے واسطے دیسی ساز بجتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت بھیرویں، مالکوس، پیلو وغیرہ کے سُر میرے کانوں میں پڑے تو میں چونکا۔ سمجھا کہ تھیٹر والے نے ہندوستان سے ساز مندے منگوائے ہونگے۔ میرے پاس ایک عیسائی اور ایک مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن سے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ یہاں ایک پارسی کمپنی

آئی تھی۔ تب سے یہاں ہندوستانی موسیقی کا شوق پیدا ہوا ہے۔ اور ایک عیسائی "سلوا" نام گذرا ہے وہ ہندوستان گیا اور گانا بجانا سیکھ آیا۔ اُس نے آکر سنگالی گیت ہندوستانی موسیقی میں گانے بجانے شروع کردیئے اور کئی اور لوگوں کو اُس نے سکھایا۔ اب علی العموم سنگالی گیت ہندوستان کے راگ میں گائے اور بجائے جاتے ہیں۔ یہ ساز ندے ہندوستان سے نہیں بلوائے گئے بلکہ سنگالی ہیں۔ ہندو میوزک نے مسلمانوں پر بھی اثر کیا تھا۔ لنکا بھی پہنچ گیا۔ دیکھئے یورپ کب پہونچتا ہے

دہرم پال جی کو دیہات اور مضافات میں وعظ کے لئے بُلایا جاتا ہے

ابھی ہم سیلون ہی میں تھے کہ اُن کو ایک گاؤں میں بُلایا گیا۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ اگر آپ دیہات دیکھنے چاہیں۔ میرے ہمراہ موٹر میں گنجائش ہے۔ مجھے اشتیاق ہی تھا۔ معًا میں اُنکے ساتھ چل پڑا۔ اس گاؤں کا نام بومیریا Bomeria ہے جو سیلون سے ۱۷ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ راستہ میں ایک ندی ہے ایک قدیم قسم کی کشتی پر سوار ہو کر پار جانا ہوتا ہے۔ یہ کشتی کسی درخت کے تنے خالی کرنے سے بنتی ہے جسے انگریزی میں Canoe کہتے ہیں۔ ہم اُس پر سوار ہو کر پار ہوے۔ اس ندی کا نام کلیانی ہے (کلیانی ایک ہندو دیوی کا نام، ور ایک اگنی کا نام ہے) پار ہو کر دہرم پال جی ٹانگہ پر سوار ہوے اور میں۔ اور منشی شنکر داس پیدل وہاں پہونچے۔ ایک پنڈال وہاں تیار تھا۔ محراب وغیرہ کھجور کے پتّے سے اور پتوں سے آرائش ایسے کئے ہوے تھے کہ گویا ایک گلزار بنی ہوی ہے۔ مستورات اور بچے نہایت مصفا لباس پہنے ہوے۔ مرد سنگالی لباس میں صاف ستھری تہ بند باندھے سیکڑوں کی تعداد میں حاضر تھے۔ دھرم پال جی پلیٹ فارم پر پہونچے۔ میں سامنے ایک کرسی پر

بیٹھا رہا۔ سب لوگ مجھے حیرت سے دیکھتے تھے کہ یہ شخص کہاں سے آگیا۔ سب سے پہلے یہ رسم ادا ہوئی کہ سارے مجمع نے ۵ اصول بدھ دہرم کے ہم صفیر ہوکر Chorus کی طرح سُنائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک متنفس کو دہرم کے اصول ابتدائی سکھائے جاتے ہیں۔ جو وہ لوگ زبان یاد کرلیتے ہیں اُسکے بعد ایک بھکشو نے پالی کے اشلوک خوش الحانی سے سنائے پھر دہرم پال جی نے اپنا دیا کہان شروع کیا۔ سنگالی زبان تھی میں نہ سمجھا پلیٹ فارم سے اُنہوں نے مجھے یاد فرمایا کہ آپ سے کچھ سُننے کے مشتاق ہیں۔ انگریزی میں آپ کہتے جائیے۔ ۳ منٹ ۴ منٹ کا وقفہ دیجئے تاکہ میں حاضرین کو سنگالی میں ترجمہ کرکے سناتا جاؤں۔ چنانچہ بندہ شمیم دوسری دفعہ پھر پلیٹ فارم پر بہ حیثیت لکچرار پہونچا اور جو کچھ اُس وقت کہہ ڈالا۔ لوگ بہت خوش ہوئے۔ کوئی پان لاتا ہے، کوئی کرمیا Crumba لاتا ہے۔ (یہ ناریل کچا ہوتا ہے جسکا پانی پی کر پھینک دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس میں لائم جوس اور شکر ایزاد کرکے اور ل نیذ کردیتے ہیں) لیکچر ختم ہوا۔ دہرم پال جی نے دعائیہ کلمات سے جلسہ کا خاتمہ کیا۔ لوگوں نے نمسکار کئے اور ہم وہاں سے واپس آئے۔ پہلی مرتبہ شمیم واعظ کی شکل میں حاضر ہوا۔

شام کو سیلون کے بڑے بودھی مندر جو "مردانہ" اسٹیشن کے قریب ہے دیکھنے چلے۔ راستہ پوچھتے ہمیں ایک طفل ملا۔ شاید ۱۲-۱۳ سال کا ہوگا۔ اُسکا نام ہم نے پٹاخہ رکھا۔ کیسا چرب زبان۔ چالاک اور پھر تیلا تھا۔ پور پور اُس کی پھڑکتی تھی۔ انگریزی فرفر بولتا تھا۔

Come along I will show you Budhistic Daval

دیول اُس ملک میں مندر کو کہتے ہیں۔ راستہ میں وہ پوچھنے لگا۔

If I am not inquisitive from what part you are coming

ہم نے جواب دیا کہ ہم لاہور پنجاب سے آئے ہیں تو آپ فرماتے ہیں

I have been to Kadian in Punjab with my father to read Koran there

ہم حیران ہوئے کہ کہاں سیلون اور کہاں احمدیہ فرقہ کی شہرت، ہم نے اُس سے پوچھا کہ اتنی دور کیوں گئے۔ تو آپ معاً فرمانے لگے Priests here do not know anything مندر تک وہ ہمیں لیگیا۔ وہاں ایک مدرسہ بھی ہے اور کیتھانہ بھی۔ مندر میں لارڈ بدھا حالت نشست اور لیتا وہ اور لیٹے ہوئی حالت میں دکھلائے گئے ہیں یعنی سمادھی وعظ وفات کی حالتیں دکھلائی گئی ہیں۔ دیواروں پر اُنکی سوانح عمری کے واقعات کی تصویریں بنی ہوی ہیں۔ ہم نے چڑاوا چڑھایا۔ ہاتھ جوڑے۔ اور چند باتیں ایک بھکشو سے کرکے جو انگریزی جانتا تھا واپس گئے۔ معلوم ہوا کہ اب بھکشوں کو علاوہ پالی اور سنگالی کی انگریزی کی بھی تعلیم دیجاتی ہے۔ یہ غالباً بہت کارگر ہوگی۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک ہندو مندر بھی ہے۔ ڈیوڑھی کے اوپر دیوار پر دیوی دیوتان کی مورتیں چونے کی بنی ہوی تھیں۔ رنگ آمیزی بھی ہوئی تھی۔ مندر شکل وصورت میں نہایت خوبصورت تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں بدھوں اور عیسائیوں کے علاوہ بہت سے ہندو وہاں رہتے ہیں۔ بعض تو وارد اور بعض ملکی رہنے والے ہیں۔ ان میں کھانے پینے کا پرہیز نہیں یعنی ہندوستان کی چھوت چھات وہاں نہیں۔ یہ بھی سنا کہ بعض بدھی گوشت کے اقسام

بھی ہیں - یہ سُن کر رنج ہوا کہ کس کے پیرو اور عمل اُن کا کیا ہے - کوشش ہو رہی ہے کہ گوشت خواری موقوف کی جاوے - بعض بھکشو ایسے ایسے بھی ہیں جو گوشت نہیں کھاتے - شکر ہے کوئی تو ایسے باقی رہ گئے ہیں -

چینی سیاح فاہین Fahian (شروع پانچویں صدی) بندر تامرالپٹی (حال تملک) سے چودہ دن میں کشتی پر سیلون پہونچتا تھا - وہ لکھتا ہے یہ ملک قبل تامرالپٹی کے لوگوں کے ابتدا میں بے آباد تھا - یہ جزیرہ شمالی جنوبی تیس یوجن ہے، اور مشرق مغرب پچاس یوجن ہے - اسکے اردگرد چھوٹے جزیرہ ہائے قریب ۱۰۰ کے ہیں - جو بڑے جزیرہ سے دس یا بیس "لی"[1] ہے - بعض ۲۰۰ لی تک دور ہیں - اِن چھوٹے جزیروں کا انحصار بڑے جزیرے پر ہے - ان میں اکثر جواہرات اور موتی ملتے ہیں - منی جواہر بھی ایک جزیرہ میں ملتا ہے - بادشاہ کا حق جواہرات $\frac{3}{10}$ حصہ ہے -

شروع میں یہاں دیو رہتے تھے - سوداگر مختلف حصوں سے آکر یہاں آباد ہوے - جہاں ایک بار بدھا نے پاؤں کا نقش لگایا تھا - وہاں ایک مینار یادگار کے طور پر ۴۰۰ فٹ اونچا بنا ہوا ہے - یہ مینار جواہرات کے علاوہ سونے چاندی سے مڑھا ہوا - اسکے پاس ایک سنگھارام ہے جسمیں پانچ ہزار بھکشو رہتے ہیں - اسکا نام Abbaya Giri ہے - اسکے وسط میں ایک سنگ یشب کا بدھا کا بت ہے جو ۲۲ فٹ لمبا ہے - اِس بت کے ہاتھ میں ایک بڑا موتی ہے -

یہ سیاح بُدھی ٹری Bodhi Tree کے لگنے اور اُسکی شاخ سے سے دوسرا پودا پیدا ہو جانے کا ذکر بھی کرتا ہے - اِس درخت کے آس پاس بودھی مندر بنائے گئے ہیں جو سونے اور جواہرات سے آراستہ ہیں - پایۂ

[1] "لی" بقول چار کوس اور بقول بعض ۷ کوس کا ہوتا ہے ۱۲

تخت میں بدھا کے دانت کا مندر بھی بنا ہوا ہے جہاں لوگ جوق جوق آتے ہیں۔ راجہ برہمنی رسوم کا پابند ہے۔
لنکا میں رؤسا بھی ہیں جنکو وہ Sapoh کہتا ہے (Sabean)
سوداگروں کے مکانات پاکیزہ اور خوبصورت ہیں۔ سڑکیں بہت عمدہ ہیں۔ کرسے بڑے بڑے سڑکوں کے کناروں پر ہیں۔ جہاں اندیشہ ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پچاس ہزار کے قریب فقرا ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ ایک جلوس ہاتھی پر نکلتا ہے جو بودھ ستوا کی شان میں نکالا جاتا ہے۔ یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ کتنے ریاض کے بعد بودھ ستوا بدھا بنتا ہے۔ یہ چینی سیاح لنکا میں ۲ سال رہا۔ اور چند کتب کی نقل کر کے ایک دیسی جہاز سے جسمیں دو سو آدمی بیٹھ سکتے تھے یہ سیاح اپنے ملک کو واپس ہوا۔
واضح ہو کہ جزیرہ کی آبادی ۳۵ لاکھ سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں تھی۔ اب شاید بڑھ گئی ہو۔ ڈھائی لاکھ مسلمان ہیں۔ رقبہ ۲۷۱ میل لمبا اور ۱۳۷ میل چوڑا ہے۔ گویا آئرلینڈ کے ⅚ حصہ کے برابر ہے۔ ایک چوٹی پہاڑ کی Adams peak کہلاتی ہے۔ اُسکے نیچے ایک غلو ہے جسے ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے کسی نہ کسی بزرگ سے منسوب کرتے ہیں۔ کلمبو اس جزیرے کا بڑا بندرگاہ ہے۔ شہر کی آبادی سنہ ۱۹۰۱ء میں ڈیڑھ لاکھ سے قدرے زیادہ تھی۔ مسلمان، عیسائی، بودھی، ہندو مدتوں سے یہاں بستے ہیں۔ اور آپس میں کھانے پینے کا چنداں پرہیز نہیں۔ بدھ مت کے بھکشو ان دنوں سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ نئے عیسائی کم ہوتے ہیں بعض اوقات عیسائی بدھ مت میں واپس آجاتے ہیں۔ دو بدھی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ یونانی اور رومن اس جزیرہ کو ابتدائی زمانہ میں Taprobane کہا کرتے تھے۔ بعدہٗ اسکا نام مسلمانوں نے سرندیپ

کہا جو لفظ سنگل دیپ سے بگڑا ہوا ہے بعض اوقات اس کا نام Zey Lan سے بولا جاتا ہے جس سے لفظ Ceylon بنگیا ہے۔
کندہ تحریریں دوسری صدی قبل از مسیح سے پہلے کی موجود ہیں۔
اگر کوئی پوچھے کہ والمیکی رامائن کی کہاں تک تائید ہوتی ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ روایت تو موجود ہے۔ مہاویس Mahavane میں جو مانند راج ترنگنی کے اِس جزیرے کی تاریخ ہے۔ رام چندر جی کی فتح لنکا کا ذکر ہے۔ چند نام بھی روایتاً چلے آتے ہیں۔ جزیرہ میں سونا بھی ملتا ہے۔ جواہرات بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ اور شاید پچھلے زمانہ میں زیادہ تھے۔ بودھی اور ہندو مندروں میں جنکا پتہ انوردہ پورہ Anwardha Pura کے کھنڈری سے معلوم ہوتا ہے۔ سونے اور جواہرات کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔ سونے کے لنکا سے شاید یہی مراد ہو گی کہ ملک زرخیز اور دولت سے مالامال تھا۔ اشوک کا درخت بھی موجود ہے۔ تاون باغ بھی ایک موجود ہے۔ جبکہ رامچندر جی کا قیام تھوڑے ہی دن رہا تھا۔ سلطنت بھبھیشن کو دیدی گئی۔ کوئی آثار اُن کے کارناموں کے ایسے نہیں ہو سکتے جو رام چندر جی سے منسوب ہو سکیں۔ آیا لنکا موجودہ وہی ہے یا کسی اور مقام پر تھی۔ اس وقت اُسکا پتہ نہیں لگ سکتا۔ سمندری یورش نے کئی جزیرے گم کر دیئے۔ کئی نکال دیئے۔ بہت سے جزیرے آپسمیں مل گئے۔ فاہین چینی سیاح کے وقت ۱۰۰ جزیرے تھے۔ ہزاروں برس بعد اصلی لنکا کی کیا حالت تھی کسی طور سے تعین نہیں ہو سکتی۔ رام ایشرم کے قریب کی نہر جدید میں پتھر پانی میں سے ایسے نظر آتے ہیں جو کسی ترتیب سے رکھے ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کوئی شہادت باقی نہیں۔ ہاں اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ لنکا زمانۂ قدیم میں شوار گذار نہ تھا۔ چنانچہ بعد کے حملے جو ہندو راجاؤں نے کئے اور بودھی بھکشو وہاں جاتے آتے رہے اور شاہانِ لنکا بھی ہند کے بعض حصوں پر حملہ آور ہوتے رہے ان مہموں کے لئے راستہ اتنا دشوار نہ ہوگا۔ کشتیاں کثرت سے چلتی ہونگی جو فوج وغیرہ کو ادھر ادھر لاتی ہونگی۔ (نسیم) باقی دارد

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسا ہند نمبر ۱۹

سردار صاحب بہادر ملود (لدھیانہ)

تاجداران پھولکیاں میں چھ اور رؤسا قابل ذکر ہیں۔ آج ہم اس خاندان موصوف کا ذکر کرتے ہیں جو واقعی ذکر کرنے کے قابل ہے۔

اس خاندان کے مورث اعلیٰ بخت مل نے اپنے اولوالعزم بھائی مہاراج بابا آلا سنگھ بہادر کی طرح اپنے موروثی گاؤں بھدوڑ کو اپنی اولوالعزمی کے زور پر خیرباد کہا، وہاں سے جانب مشرق اپنے نام پر ایک گاؤں آباد کیا۔ ان کا بیٹا سردار مان سنگھ ایک مشہور سردار ہوا، کہ جنہوں نے قوم مان کا نواسہ ہونے کی وجہ سے بہادری اور راست گوئی کے کارناموں کو چار چاند لگائے۔

اُنہوں نے سنہ ۱۷۵۴ء میں ضلع ملود پر اپنا کامل اثر و تصرف جمایا۔ اور اس کو فتنہ و فساد سے پاک و صاف کیا۔

انکے بیٹے سردار دلیل سنگھ اپنے خاندانی اثر سے ایک

زاہد پاک باز ہوئے۔

سنہ ۱۸۰۹ء میں مہاراج رنجیت سنگھ بہادر نے حسب رواج فاتحانِ سابق انہیں بھی طلب کیا۔ لیکن یہ دنیا کی دولت پر لات مار بیٹھے تھے۔ شیر پنجاب سے کیوں آنکھ ملاتے۔ سچ ہے ؎

جو سنگِ درپہ ترے سایہ دار بیٹھتے ہیں
وہ لات دولتِ دنیا پہ مار بیٹھتے ہیں

مگر افسوس کہ شیر پنجاب نے اِس شیر بیشۂ پارسائی پر پنجہ مارا۔

اِس خاندان میں سردار جبت سنگھ اپنی پشتینی جوانمردی اور راست گوئی کے تقاضے پر سنہ ۱۸۴۵و۴۶ء میں بذات خاص مُدکی اور فیروزشہر کے جنگ میں شریکِ رزم ہوئے اور ایامِ ظلمت فرجام سنہ ۱۸۵۷ء میں اپنی ریاست کے کل ذخیرے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں قربان کردی، جسکے صلہ میں ایک سال کے معاوضہ خدمت جنگی کی معافی ہوئی اور رقم مذکورہ کا سولھواں حصہ ہمیشہ کے لئے معاف کیا گیا۔

یورپین اور ہندی طبقہ آپکی نیک چلنی اور وضعداری کا اِس درجہ پاس و لحاظ کرتا تھا کہ آپ ملک بھر میں نہایت معزز شمار ہونے لگے۔

سمت ۱۹۴ میں اُنکے گھر میں سردار بدن سنگھ پیدا ہوئے۔ اِس معزز و بزرگ ہستی کو جس نے دیکھا ہے اور جسکے دیکھنے والے اب بھی ہزارہا موجود ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ خاندانِ پھولکیاں میں اِس وضع وقطع کے ایسے ایسے جواں مرد، شیر دل، مخیر، فیاض رئیس ہوا کرتے تھے۔ آپنے عمر بھر اپنی چھوٹی سی جاگیر (جو پچاس ہزار سے زائد ہے) کے اعتماد پر بڑے بڑے کارِ نمایاں کئے۔ اور وہ نام پیدا کیا کہ جو اس شاہی نسل کے

ایک رکن کے شایانِ شان تھے۔

گورنمنٹ عالیہ نے آپکی اصالتِ خاندان شرافتِ نسب اور ذاتی وجاہت کے تقاضے پر آپکو راجہ کا خطاب بخشا۔ یہ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ خطاب بخشنے میں نہایت بخل سے کام لیتی ہے۔ حالانکہ یہ بخشش لفظی ہے۔ اِس ممتاز و معزز خاندان کی وجاہت اور اہمیت اِس امر کی مقتضی تھی کہ موروثی طور پر راجہ کا خطاب بخشا جاتا۔

اب اس خاندان کے سرگروہ و معزز رکن سردار بہادر سردار دل سنگھ صاحب بہادر آ۔ٗ بی۔ای' ہیں۔ جو اپنے علاقہ کے آنریری مجسٹریٹ و سب جج ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات اُن تمام خاندانی اوصاف وصفات کا مجموعہ ہے۔ جو خدا نے اِس شاہی خاندان کو ودیعت کی ہیں۔ اِس نواح میں نہیں نہیں، بلکہ رؤسا ہند میں جو چلن، وضعداری اس سردار نے اختیار کر رکھا ہے خدا کرے کہ وہ تمام رؤسا ہند کے حصہ میں آئے۔ سردار صاحب کے جنگی کارنامے آیندہ اشاعت میں درج کئے جائیں گے۔

دفتر ہذا نے علم کی ترقی اشاعت کے لئے خاص مشاہیر مبصران فن کی خدمات حاصل کی ہیں۔ کہ جو ہر موصولہ کتاب پر عالمانہ تقریظ لکھیں گے۔ اِس لئے جو صاحب کتاب ارسال فرمائیں گے اُن پر نہایت مفصل اور جامع تقریظ لکھی جائیگی۔

منیجر

رئیس الکلام

قصیدہ در تہنیت عید و تبریک صلحنامہ بجناب مستطاب نواب ممتاز الدولہ محمد مکرم علیخاں صاحب بہادر رئیس "پہاسو" و ممبر کونسل ریاست جیپور دام اقبالہ

کردم نظارۂ دو جمال از نقاب عید — شب ماہ عید دیدم و روز آفتاب عید
آں آفتاب عید مکرم علی خاں — ممتاز دولہ رونق عہد شباب عید
اے فیض خیر عید، فیاض آں تست — اکرام عید و تہنیت لاجواب عید
از مقدم تو رنگ پہاسو نوے گرفت — دیوان عام و خاص بصد آب و تاب عید
تبریک صلحنامہ نوید ترقیات — بختت دو فال سعد کشاد از کتاب عید
عمرت جوان و بخت جوان ہمت جوان — در نذر پیر چرخ دہد صد شباب عید
در قلزم زمانہ بود کشتی ترا — طوفان عیش و موج طرب ہم حباب عید
بر من اگرچہ بے تو بسے عیدہا گذشت — زاں عیدہا نبود یکے در حساب عید
عید است عید دیدن روئے مبارکت — منت خدائے را کہ شدم کامیاب عید
شاداں ہزار سال بماں روز و شب بزم — بادا ہمیں ترانہ چنگ و رباب عید
جمشید علی خاں کہ ہوا خواہ دولت است — خواند دعائے فتح و ظفر مستجاب عید
در دل خلوص و شوق و سرور لقائے تو — در سر خمار روزہ و بر لب شراب عید
تاریخ جشن عید نوشتم فروغ سال — نخل مراد بارورت باد از آب عید

قطعہ

یہی کہنے آئی ہے عید الفطر — دلوں کے نواب پورے ارماں ہوئے
"پہاسو" کے نواب ممتاز دولہ — محمد مکرم علی خاں ہوئے

مشاغلِ علمی و تقریظات

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رئیسِ ہند جنوری ۱۹۳۵ء)

نئے علموں کی علمی سرگرمیاں
لائل گزٹ کا دہقانی بکواس

میں رئیسِ ہند کے پچھلے اشاعت میں "لائل گزٹ کا طوفان" کے عنوان سے اُس کے درختِ نادانی کے دعوے کی کافی کاٹ چھانٹ کر چکا ہوں، عیارِ ازلی نے نخلِ تعصب کا جو زہریلا بیج بویا تھا اُسے جڑ سے اُکھیڑ چکا ہوں۔ اب میں بُرچھا اینڈ کو کے گردہ کا تھوکا ہوا اُس کے منہ میں گراتا ہوں، اہلِ نظر خود انصاف فرمالینگے۔ کہ مسٹر من موہن صاحب بہادر ایم۔ اے کی صدارت کی تاریخ کی دربارِ صداقت میں کیا قدر و قیمت ہے؟

کاغذات رائے بھگونت رائے (فارسی)

۳۔ رئے بھگونت رائے پاس ہور پرانے کاغذات توں بنا کُو چِٹھیاں ایسی ہن، جنہاں دا
رائے بھگونت رائے کے پاس اور پرانے کاغذات کے علاوہ کُو (اصلی خطوط) ایسے ہیں، جن کا
سبند مہاراجہ آلا سنگھ جی نال ہے۔ تے جو سمت ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶ تے ۱۸۱۷ وِچ
تعلق مہاراجہ آلا سنگھ جی سے ہے، اور جو سمت ۱۸۱۴- ۱۸۱۵- ۱۸۱۶ اور ۱۸۱۷ کی
لکھیاں ہوئیاں اجاپ دیاں ہن اِہناں وِچ مرہٹیاں دے پہلی وار اِدھر آون، مِیر کوٹلہ اُتے
لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، ان میں مرہٹوں کے پہلے پہلے اِدھر آنے، کاظم علی خان کے
کاظم علیخان دے چڑھائی کرن، جمالپور، دھارسول اُتے قبضہ کرن، ٹرلیا خان بلوچ حاکم
مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کرنے، جمالپور، دہارسول پر قبضہ کرنے، ٹرلیا خان بلوچ حاکم

ہانسی دا محمد امین خان بھٹی دی سہائتا اُتے آون، سامانہ اُتے قبضہ کرن، بھائی گوربخش سنگھ جی نال
ہانسی کا محمد امین خان بھٹی کی امداد پر آنے، سامانہ پر قبضہ کرنے، بھائی گوربخش سنگھ کے ساتھ
کرہالی، مرداں ہیڑی آد پندرہ دیہاں پنڈاں وِچ ونڈ کرن آد معاملیاں سبندھی اِک اِک چٹھی ہے
کرہالی، مرداں ہیڑی کل پندرہ بیس قصبات کی تقسیم کرنے کل معاملات کے متعلق ایک ایک خط ہے
اِنہاں چٹھیاں توں اُس سمے دی حالت اُتے بڑا سوہنا چانن پیندا ہے بھاویں اِنہاں چٹھیاں دے
اِن خطوط سے اُس زمانہ کے حالات پر بڑی اچھی روشنی پڑتی ہے، اگرچہ اِن خطوط کی نقل لینے
اُتارے، یا کسے پرکار دے نوٹ کرن دی، رائے جی نے مینوں آگیا نہیں دتی سی، اتے چٹھیاں
یا کسی قسم کے نوٹ کرنے کی رائے صاحب نے مجھے اجازت نہ دی تھی اور خطوط
دی کیول اِکوار ہی پڑھن دتیاں سن، پھر میں اپنی یادداشت توں اِنہاں چٹھیاں دا پورا پورا سار
بھی محض ایک دفعہ ہی پڑھنے دیئے تھے، اس پر بھی میں نے اپنی یادداشت سے اِن چٹھیوں کا مکمل
گھر آکے لکھ لیا سی، مرہٹیاں نال تے بھائی گوربخش سنگھ جی نال مہاراج جی دا جس طرح دا سبندھ
خلاصہ گھر آکر لکھ لیا تھا، مرہٹوں اور بھائی گوربخش سنگھ سے مہاراج جی کا جیسا تعلق تھا
سی، اِنہاں چٹھیاں تو اوہ سبندھ بڑی چنگی طرح پرگٹ ہندا ہے، سامانہ دے سر کرن دا، ہور کسے
اِن خطوط سے وہ تعلق نہایت اچھی طرح سے واضح ہوتا ہے۔ سامانہ کے فتح کرنے کا اور کسی
تواریخ وِچوں حال نہیں ملیا، ایہہ حال تے ہور کئی نویاں گلاں کیول اِنہاں چٹھیاں توں ہی لبھ سکیاں ہن
تاریخ سے حال نہیں ملا، یہ حال اور کئی انکشافات جدید محض اِن ہی چٹھیوں سے ملے ہیں، الخ

یہ ہے زمانہ حال کے عیار لوگوں کی چال، ہم پیچھے لکھ چکے ہیں، اور اب پھر لکھتے ہیں، کہ اِن خطوط سے بھائی کرم سنگھ یا بھائی امر سنگھ جیسے برسوں کی محنت کے بعد مطلب نکالنا تو درکنار ایک سطر بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے محض اپنے ہزلیات مستند بنانے کے لئے یہ ڈینگ ماری ہے،

طمانچہ

ریئس ہند کی مشکلات اور اُسکے رفیق

(۲)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو رئیس ہند جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۵۶)

نہ شگوفہ ام نہ ثمرم نہ شجر سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت ما را

"رئیس ہند" کا اپنی آن اور شان پر نازاں ہونا کوئی تعلی نہیں، کیونکہ یہ جو ملک اور اہلِ ملک کی خدمت بجالا رہا ہے وہ کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہیں، محض اصلاح و تحفظ مقصود ہے، جو یہاں مقصود ہے، اور افسوس یہ ہے کہ یہی انسان کا طرۂ امتیاز ہے،

رئیس ہند نے اپنے دورِ جدید کے دربارِ اولین کی تقریر میں اپنی مشکلات اور مصائب کا استعارہ آمیز اشارہ محض اس خیال سے کیا تھا کہ جن یارانِ ظاہر نما و محبانِ بادہ پیمانے اِن ایّامِ ظلمت فرجام میں ہمیں حق پر سمجھ کر مختلف طرح کی لفاظی سے ہماری ہمدردی ظاہر کی تھی، اور بدسگال کینہ لال کی ہشتینی بدذاتی پر لعنت و نفرین بھیجی تھی، وہ ہماری منزلِ اخفوان کی رستمانہ طے منازل کے طرزِ عمل سے متاثر ہو کوئی خاص عملی امداد فرمائینگے مگر ؎

یارانِ ایں زمانہ چو گھاسِ گاؤ خور اند
خوب اند خوش اند حیف کہ بے بو بمیزہ اند

ایک صاحبِ کمال نے یہی مضمون اس طرح سے قلمبند کیا ہے، ؎

یارانِ ایں زمانہ ہمچوں گلِ انار اند
رنگیست خوبروئی بوئے وفا ندارند

حالانکہ ہماری تمام قربانیاں فائدہ ذاتی سے معرّا تھیں، بلکہ تحفظِ ملک و انتظام و ضبط عزت و احترام ارکان والا شان کی بنا پر عمل میں آئی ہیں۔ بدکردار اپنے کئے کی سزا پائینگے، اور جو پہلے نہ دیکھا تھا اب دیکھینگے،

ہر حالت میں اُن کا اخلاقی فرض تھا کہ اس حقیقت حال کے انکشاف کے بعد جہاں ہم نے اپنے فرض کا اعتبار دلایا تھا، وہاں وہ سمجھتے کہ سوئے ہوئے کو جگانا، لیٹے کو اُٹھانا، اُٹھے کو کھڑا کرنا، کھڑے کو سوار کرنا اور سوار کو اس وہر ناپائیدار کے درباروں کی سیر کرانا کتنا محنت طلب اور صرف زر کا کام ہے، اگر بجائے اس امتحان و آزمائش میں جس میں کہ ہم باعزت کامیاب ہوئے، وہ سب معمولی پرچوں کے آجانے پر بھی قابل شرم ندامت کیساتھ جمہور انام کی ممتحنہ کی نظروں میں فیل ہوئے، اگر یہی لیل و نہار رہا تو وہ گھڑی دور نہیں کہ نہ وہ رہینگے نہ زمانہ، مگر ہماری جانبازیاں اُن کی ارواح کو بے قرار و بے چین رکھکر عذاب آخرت سے محفوظ نہ رکھ سکینگی ؎

نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد — خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

پھر بھی ہمیں اس دنیا کے ایسے کیڑوں سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، سری راجندر جی کی کرپا اور سری کشن جی مہاراج کی دیا ہماری لیاقتوں کی حیات کا باعث ہو کر ہماری جیون مکتی کا درخشاں لال چمکا دیگی، تیرہ باطن تاریک خیال مشہور بدسگال جنہیں کمال کو ظہور میں تاب نظارہ نہ لاکر اپنی جانیں دیدینگے، اغم دور کر صف ماتم سے اٹھ اور بدستور خدمت ملک و مالک میں مصروف ہو جا، کیونکہ حافظ شیراز اپنے فالنامہ میں سینکڑوں برس قبل ہمارے لئے یہ لکھ گیا ہے ؎

غزل

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور — کلبۂ احزاں شود روزے گلستان غم مخور
اے دل غمدیدہ حالت بہ شود دل بد مکن — وین سر شوریدہ باز آید بسامان غم مخور
دور گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت — دائماً یکساں نباشد حال دوران غم مخور
گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن — چتر گل در سر کشی اے مرغ خوشخوان غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سر غیب — باشد اندر پردہ بازیہائی پنہان غم مخور

ہر گہ سرگرداں بعالم گشت و غمخواری نیافت — آخر الامر او بغمخواری رسد ہاں غم مخور

در بیابان گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم — سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

حال ما در فرقتِ جاناں و ابرام رقیب — جملہ میداند خدای حال گرداں غم مخور

ای دل ار سیل فنا بنیادِ ہستی بر کند — چوں ترا نوح ست کشتیبان ز طوفان غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک ست و مقصد ناپدید — ہیچ راہی نیست کو را نیست پایاں غم مخور

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبہائی تار
تا بود وردت دعا و درسِ قرآں غم مخور

پندِ شفیق کے متعلق مولانا روم تسلی دیتا ہے، ۵

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من — آن کنم با تو کہ باران با چمن

من غمِ تو میخورم تو غم مخور — بر تو من مشفق ترم از صد پدر

رئیس ہند کے دورِ جدید کی ترتیب جلوس کا شہرہ ہندیوں کے کانوں سے نکلکر ممتاز ولایتیوں کی سمع ہمدرد تک پہنچا، تعلق داراں سب بے تعلق کے اظہار ہمدردی و اطمینانِ شوق دیدار و امتنان پر نادم نہ ہوں کیونکہ آن کی تو یہ عام فطرت ہے،

(۱) سول ملٹری گزٹ لاہور اپنی ۴ ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کی اشاعت کے ذریعہ شانِ ذیل سے شریکِ محفلِ فرحت و انبساط ہوتا ہے:-

"ایک وفادار رسالہ ماہواری باتصویر رسالہ رئیس ہند دہلی جو اپنے وفادارانہ جذبات کی وجہ سے ملک میں شہرت پا چکا ہے، عارضی طور پر بند ہو گیا تھا وہ اب بہت جلد دوبارہ جاری

[illegible]

(۲) ریاست (دہلی) [illegible] ایک تماشا [illegible] ۱۹۲۴ء نومبر [illegible] ہمارے نام سے لکھا ہے

" رئیس ہند کا اجراء ہندوستانی ریاستوں کے متعلق رسالہ رئیس ہند جو بہترین کاغذ لکھائی چھپائی اور نہایت شان کے ساتھ پچھلے سال شایع ہوا کرتا تھا اب یکم نومبر سے پھر شایع وجاری ہوگا،

(۳) ۵۵ سالہ بڈھا اخبار عام جو اپنی قوت پرواز خیال زمانہ کی سرد مہری سے زائل کرچکا ہے، اپنی لایعنی انداز مخصوص سے سفید کاغذ پر حسب ذیل سیاہ الفاظ لکھتا ہے:-

رئیس ہند کا مکرر ظہور" ۶ دسمبر ۱۹۲۲ء مقام مسرت ہے، دہلی کا مشہور و معروف ماہوار رسالہ رئیس ہند نئی آن اور شان سے ماہ دسمبر سے پھر نکلنا شروع ہوگیا ہے، ماہ دسمبر کا پرچہ ظاہری اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے رئیس ہند کے پہلے رسالوں سے کسی طرح کم نہیں ہے، رسالہ کے شروع میں بیگم صاحبہ جہاں آرا بنت شاہجہان کی جو تصویر دی گئی ہے وہ رئیس ہند کے شایان شان نہیں، پھر دستر خوان رئیس میں رئیس اعظم ناہن کی تصویر کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو رسالہ کے اوّل یا آخیر میں کہیں بھی نہیں ہے، بہتر ہوگا، کہ رسالہ ہذا میں جو درست طور پر ایک ریاستی رسالہ ہے۔ فوٹو بلاک کی اعلیٰ قسم کی تصاویر دی جائیں، معمولی ردّی تصویروں سے رسالہ کی قدر و منزلت میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی، بلکہ الٹا اثر پڑتا ہے، مضامین کے لحاظ سے رسالہ میں ابھی بہت ترقی کی گنجائش ہے، تو بھی ہم یہ لکھے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ رسالہ بہر حال اچھا اور عمدہ ہے، اور اہل ملک خصوصاً رؤسا ہند کو اس کی قدر افزائی میں دریغ نہ کرنا چاہیئے، قیمت سالانہ عوام سے آٹھ روپیہ طلباء سے پانچ روپیہ ہے، نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ ہے، جو زیادہ ہے، مفت نمونہ باز ہندوستانیوں سے نمونہ کے لئے ایک روپیہ خرچ کرنا شاید مشکل ہو،

آپ کا باوصف ایک کہنہ مشق صاحب اخبار ہونے کے بلاک کی تصویر کے عدم موجودگی کے اسباب پر غور نہ کرنا گو ہماری سمجھ سے باہر ہے، مگر ہم یہ ضرور کہینگے کہ شاید آپکو ایسی فرموں سے کبھی پالا نہیں پڑا، جو بلاک تیار کرتی ہیں، آپ کا یہ لکھنا کہ رسالہ کی تیاری میں ابھی بہت ترقی کی گنجائش ہے، سوائے ایک اعتراض مہمل کے ہمارے لئے کوئی رہبری کا

موجب نہیں ہو سکتا :-

(۴) دستور معظم وزیر اعظم راجہ سر دیا کشن کول بالقابہ کی پُرشان وزارت پٹیالہ کا تربیت دیدہ گوہر آبدار مجموعہ صفات سردار مسٹر دینا ناتھ وزیر ریاست منڈی (پنجاب) اپنی شکوری التفات نامہ میں رئیس ہند کے موضوع خاص کی نسبت داد دیتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں اُس کی سرپرستی فرماتے ہیں :-

"میں یہ خیال کر کے کہ رئیس ہند ہندوستانی ریاستوں کی فلاح و بہبود میں نمایاں حصہ لیتا ہے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرما کر اس کے رجسٹر خریداران میں میرا نام بھی درج کر لیں اور مجھے اطلاع دیں کہ اس کا سالانہ چندہ کیا ہے تاکہ وہ رقم بھیجدی جائے ۔"

(۵) خوش سگال حکیم جیند و لال در باد ہلوی علم و عمل میں حکیم حاذق ہیں رئیس ہند کا سرموضوع ملاحظہ فرماتے ہی ان کی روانی طبع فرط انبساط سے جوش میں آتی ہے اور حسب ذیل گوہر آبدار بحر زخار سے نکال لاتی ہے :-

رئیس ہند دسمبر ۱۹۲۸ء جس میں دربار سرمور کے قدیم و حال کے تاجداران کے حالات شایع ہوتے ہیں ، نظر سے گذرے واقعی جناب کے حسن رقم اور زور قلم نے نہایت ستھرے اور شائستہ زبان میں تاریخی واقعات کو مزین کر کے گلکاری فرمائی ہے ، میں دربار سرمور کا نمک خوار ہوں ، وہاں کے تاریخی واقعات اور چشم دید سوانحات سے واقف ہی نہیں ، بلکہ مورخانہ حیثیت سے مخبر سرمور ہوں ، آپ نے وہ حالات لکھے ہیں ، جو عام سے مخفی تھے ، اور ریاست کی عظمت کو دوچند کر دیا ، خصوصاً ہولناک پہاڑ کے عالمانہ و فلسفانہ کیفیت کا واقع نگاری اور ہندی کبتا پر صواد ہے ،

رئیس ہند کے ارکان اور ممبران ذیشان کو سال نو آمدہ مبارکباد

جشنِ شادی ہو مبارک عالمِ نوروز ہے — روزِ روشن شب ضیا گسترِ طرب اندوز ہے
طلعتِ انوار سے ہیں منور صبح و مسا — ماہ شب افروز ہے شمس روز افروز ہے
ہے رئیسِ ہند کی مجلس میں شادی ہر زماں — کالعدم اب نغمۂ بلبل صدائے سوز ہے
چاندنی زیرِ قدم سر پر ہے نورِ آفتاب — قدرتِ ایزد سے یہ پرچہ سبق آموز ہے
رحمتِ ساقی نے خمخانہ کا در کھولا ہے اب — بادۂ فرحت سے خاطر ناظر سرور اندوز ہے

مبارک سال نو ہو، حاسدوں کی آتش قلب فرو ہو، ہندو مسلم اتحاد میں ترقی ہو،

باقی دارد

صاحبانِ نظم و نثر و شائقینِ اہلِ نظر و اہلِ بیان کو نویدِ فرح بخش

دراصل یہ مضامین نثر و نظم بلکہ عالمِ پاک کی یہ وہ پاک روحیں تھیں کہ جو لباسِ فاخرہ پہن پہن کر شائقگان کا دل تسخیر کر اور اپنی پاکیزگی کا سکہ بٹھا کر جلوہ آرائے محفلِ رئیسِ ہند ہوئی تھیں جو تشنہ کامانِ دریائے سخن و فن کی پیاس بجھانے کیلئے ابرِ رحمت بنکر کلکِ سخن میں باری باری نزول اجلال فرمایا چاہتی تھیں کہ دفعتاً نصیب اعدائے رئیسِ ہند کے مرگ مفاجات ہو یعنی دشکلات کے نتیجہ فطری جذبہ بجبہ ہی سے متاثر ہو کر جشن رجاتیں بعد نفس سب کی سب یکبارگی ختم ہو گئیں گو بو تو شمیم نے ملک سخن کے دیگر مجالس و محافل کے دماغ معطر کرنے کیلئے عرق ریزی فرمائی مگر رئیسِ ہند کی بزم کی شرکت و غیرت نے سارا ہرجائی پن کا الزام کہاں آنے دیتی تھی، ہر چند نقشِ تمام میں تو غالب گرفتار کی طرح ان کی گریہ و زاری و بیقراری جلوہ گر رہی کیونکہ بعد دیگرے چار شنبوں کی تزک و احتشام کیلئے مرتب ہوا تھا۔ اب کسی شان و اہتمام سے کف و کاغذ گیاں ہو گئے نقاد طبائع ارباب تاریخی و ادبی شان کا خیال آرہا ہو گا اسے خراب کہیں سمجھکر استعمال فرمائیں اور تاریخوں کے خلجان میں نہ پڑیں جملہ صاحبانِ بزم اپنی اپنی نثر و نظم محفوظ سمجھیں ترتیبِ جلوس میں جہاں جہاں مزید جاذبیت اجازت دیگی جگہ دیجائیگی۔ "اڈیٹر"

نہیں مگر خود ہی بے دل کا اب یہاں ٹھہرنا سراسر زیادتی ہے۔ اسلئے میں حضور سے اجازت چاہتا ہوں۔ اور بندہ نوازی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سرکار قدردان متبسم ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہمارے دلمیں کوئی کدورت نہیں۔ یہ قدموں میں گرے اور واپس لوٹ کر وہاں ہی سے مراجعت فرمائی وطن مالوف ہوئے۔ لاکھوں روپیہ کا سجا سجایا گھر سرکار کی امانت میں چھوڑا۔ گو سرکار قدر آثار ہر باطنوں کے عمل بتغیر سے ظاہرا خاموش رہے مگر دلمیں بڑے غمگین تھے۔ حتیٰ کہ رائے صاحب کی اجازت روانگی کا واقعہ کسی پر ظاہر نہیں فرمایا جب مخبریوں نے اطلاع دی کہ رائے صاحب آج سیر سے واپس نہیں آئے۔ شہریار غمگسار نے فرمایا "اچھا ہوا۔ پھر بدکیشوں نے گزارش کی کہ انکا لاکھوں روپیہ کا سامان۔ گھوڑے۔ مویشی۔ اور ہاتھی وجسکا نام جوالا پرشاد تھا

نیکدلی کی سینکڑوں روایات زبان زد خاص و عام ہیں۔ مگر جب کسی محفل میں مہارانی صاحبہ کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں تو رائے صاحب کے متعلق ان کی نیکدلی کا واقعہ سب سے اول بیان کیا جاتا ہے۔ رائے صاحب نے بھی مہارانی صاحبہ کے اس فیاضی کا ہر جگہ تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ لالہ امراؤ سنگھ تحصیلدار رینج ۲۱- فروری سنہ کو خط ذیل لکھتے ہیں۔ اسمیں جو جا بجا مہارانی کا لفظ آیا ہے۔ وہ اسی رعایت سے آیا ہے خط کیا ہے کل واقعہ کی تفصیل ہے۔

مخدوم مکرم بندہ رائے منشی جسونت رائے صاحب سلامت۔ بذریعہ تسلیم نیاز گذارش ہے نامہ مورخہ ۸ فروری سنہ مشعر خیریت مزاج عالی پہونچا اور کمال سرور و انبساط حاصل ہوا پہلے آپ ہی کی تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ از طرف اہلکاران باہن کچھ خفگی برمزاج آپ کے ہوئی ہے بعد اسکے جو ایک دفعہ تا دو دفعہ عرائض ارسال خدمت ہوئے جواب نہ پایا الغرض متفکر تھا کہ کیا واقعہ ہوا اب جو والا نامہ پہنچا اول قلق بے حد ہوا۔ مگر بدریافت خوشنودی شاہی کماہی از بس مسرور ہوکر ہزار ہزار شکر خداوند منعم بجالایا۔ شری مہارانی کی کرپا چاہیئے ایسے اتفاقات روز گار رئیسوں کو ہی ہوتے ہیں جو لوگ مُردہ دل اولوالعزمی کا قصد بھی طبیعت میں نہیں رکھتے نہ وہ کسی درجہ پر پہونچ سکتے ہیں نہ کسی کام کے ہوتے ہیں گدھوں کی طرح شام سے صبح اور صبح سے شام بوجھ اٹھاتے اٹھاتے مرجاتے ہیں خیر گذشتہ را صلوٰۃ اولوالعزمی ایک بیاہ جزو انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اگر مسری مہارانی جی کی کرپا دیکھیں انسان فائز المرام ہوتا ہو امید کہ بنظر عنایت قدیمانہ والا نامجات سے ممنون فرماتے رہیں گے

سله دیکھو صفحہ ۸۲ کا نوٹ

مقبوضہ میں کوئی نگران حال نہیں۔ اگر ارشاد ہو۔ سرکاری تحویل میں لے لئے جائیں فرمایا جلدی کیا پڑی ہے۔ مگر اگلی صبح جانوروں کے بھوکے رہنے کا فرضی واقعہ بیان کر کے ضبطی کے احکام جاری کرائے۔

سرمونا ہن کے مسن اور معتبر اصحاب بیان کرتے ہیں کہ جب فروجنانے کے لئے بکس کھونے لگے۔ تو ایک ایک رنگ کے سو سو کپڑے نکلے وزرا اور درباریوں نے جو فرغلے کمخواب نیلام میں خریدے۔ چند دن بعد ایک روز دربار منعقد ہوا جب اہلکاران دربار رائے صاحب کے ملبوسی چغے پہن پہن کر چمکتے مٹکتے شریک دربار ہوئے تو تاجدار وضعدار اپنے اہلکاران کی یہ رذالت برداشت نہ کر سکا۔ سر دربار فرمایا کہ منشی جسونت رائے تم کو خوش پوش اہلکار بنا گیا۔ لیکن بات جب تھی جب اُس سی لیاقت پیدا کرتے سچ ہے۔ ۵

سفلہ عالی مرتبہ پانے سے پائے ذل کیا جادۂ پامال خطِ کہکشاں ہوتا نہیں

۵ زمانہ کی بعض کمینی ہستیاں بے حیائی میں کمال رکھتی ہیں اگر ایک وقت بوٹ کا تسمہ کھونے میں خدمتگار پہ سبقت سے جانا چاہتے ہیں تو اُسی لمحہ غرض کے اندھے ہو کر ایسے ایسے لغو افعال کے مرتکب ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ اور پھر جب اپنی غرض دیکھتے ہیں۔ پیروں میں پھر گر پڑتے ہیں یہ ہی حال کشن لال کا تھا برسوں خط وکتابت بند رہی۔ مگر جب ضرورت پڑی۔ وہی بھیگی بلی بنکر رائے صاحب کے سامنے حاضر آیا۔ دیکھنا کس طرح لجاجت کرتا ہے۔

رائے بہادر ناہن۔

پنڈت کشن لال سکرٹری ٹو ہز ہائینس دی مہاراجہ آف سرمور ناہن۔ جی سی ایس آئی ۲۰ نومبر ۱۹۰۶ء

میرے نہایت پیارے دوست

میر ہادی حسن۔ میرے اور آپ کے دوست میر طالب حسین کا لڑکا ہے۔ جو جناب کی خدمت میں باریابی چاہتا ہے۔ جو امداد اور نصیحت صالح آپ اُسے فرمائیں گے مجھے بڑا ممنون و شکرگزار فرمائیں گے۔

آپ کا نہایت صادق کشن لال۔

یہ حقیقی بیان ہے کہ شاہ کی بیج ہوتا نسے مہارج صاحب کی علیحدگی کا مجھ کو افسوس ہوا اور اہلکاروں کی نالائقی سے بہ آشفتہ ہو کر ان کی زبان سے ادا یہ لفظ بے محابہ نکلے کہ اگر جسونت رائے نہ جاتا میں پچھہ سے بڑھ کر اسکی عزت کرتا۔

اللہ رے زمانہ قدیم کے اہلکاروں کی وضعداریاں اور زمانۂ سلف کے شاہان کی قدردانیاں اور آج کیا زمانہ ہے۔ اب ایسے وضعدار لوگ کہاں پیدا ہوں گے اور ایسے قدردان شاہ کہاں سے آئیں گے ع

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

شاہوں کی قدردانیاں

(راجگان سے سلئے)

زمانہ گذر گیا۔ ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر ہو گیا۔ لیکن دونوں دل الفت آشنا تھے۔ ایک دفعہ سرکار عالیجاہ نے سخت بیماری کے بعد غسل صحت فرمایا۔ ویلر گھوڑوں کی جوڑی قیمتی دس ہزار روپیہ انگریز ڈاکٹر کو بخشی۔ وہ انہیں لے آیا اور قصائی کے کھونٹے باندھ دیئے۔ دونوں میں دبلے ہو گئے شاہی عطیہ کی یہ حالت رائے صاحب سے دیکھی نہ گئی۔ پانچہزار روپیہ میں خرید لئے مگر زر قیمت موجود نہ تھا۔ تمسک لکھدیا۔ اس خرید کی خبر سرکار فیض مدار کو ہوئی۔ فوراً پانچہزار روپیہ بھیجا۔ کہ انگریز کو ادا کر دیں اور تمسک لے کر پھاڑ ڈالیں۔

دیگر

(اہلکاروں سے سلئے)

لہ ایک کا نام موتی اور دوسرے کا ہیرا تھا۔ یہ دونوں روٹی پر ہلائے گئے تھے۔ جب رائے صاحب سواری کے لئے باہر آتے اور ہاتھ اٹھاتے سائیس گھوڑے چھوڑ دیتا پچاس قدم سے بھاگے آتے اور سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اُس زمانہ میں جبکہ رائے صاحب ناہن سے تشریف لائے جنرل ٹیلر بہادر بالقابہ کمشنر انبالہ تھے۔ یہ پٹیالہ کے معاملات میں رائے صاحب کی قابلیتوں کے مداح تھے جب انھیں ان کے لاکھوں روپیہ کے نقصان کا حال معلوم ہوا فرمایا کہ اگر تم استغاثہ دائر کرو تو ہم سب دلوا دیں گے۔ رائے صاحب نے عرض کیا کہ "مال کی واپسی کی خواہش جب ہو جب میرا ہو سرکار کا دیا ہوا تھا سرکار ہی میں چھوڑ آیا"۔ صاحب عش عش کرنے لگے۔

انبالہ کی گھوڑ دوڑ اور شاہی ناز برداریان

(راجگان کے لئے)

شاہ جہربان کی طبیعت ابھی جادۂ اعتدال سے منحرف نہ ہوئی تھی کہ ایک سیزن انبالہ کی گھوڑ دوڑ میں شریک ہوئے۔ مہاراجہ راجندر سنگھ صاحب مہندر بہادر والئے پٹیالہ کے ہمرکاب رائے صاحب کھڑے تھے۔ اتفاقاً سرِ شمشیر پرکاش والئے سرمور ٹہلتے ٹہلتے ادہر آ نکلے۔ ناہن سے روانگی کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہیں ایک کی دوسرے پر نظر پڑی۔ رائے صاحب شرمندۂ احسان تھے۔ رُخ بدل کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔ مگر خیرِ مجسم خود چکر کاٹ کر سامنے آئے اور مخاطب ہو کر بڑے لطف سے پوچھا کہ:۔

"آپ کا مزاج اچھا ہے" رائے صاحب ششدر رہ گئے مگر اوسان نہ چھوڑے فوراً روپے جیب سے نکال کر نذر پیش کی۔ پھر عرض کیا کہ شکر ہے۔ مجھے حضور بھولے نہیں

راجگانِ قدیم و جدید کی وضعداریاں

(راجگان کے لئے)

ایک زمانہ تھا کہ ہمارے تاجدار کسی دربار میں سب یکجا نشست نہیں فرما سکتے تھے کیونکہ

نشست پر بڑے بڑے اعتراض ہوتے تھے۔ اور واقعی سب تاجداران کو ایک سلسلہ میں نشست دینا اور انھیں رضامند رکھنا بڑا مشکل کام تھا۔ لیکن گورنمنٹ عالیہ کے تدبر کے سامنے یہ مشکل ایسی آسان ہوئی کہ جسکا کچھ بیان نہیں ہوسکتا۔ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ آئین ملکداری دانشوران ملک فرنگ پر ختم ہے۔ اور اب وہی زندہ رہسکتا ہے کہ جو ان کی بہترین پالیسی کے صحیح تفہیم کا ملکہ سلیم رکھ سکے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۸۰)

ہو کر گرنیار پر بہت سی ریاست جوناگڈھ پرسہ اچھن جہاں اور چاند خاں گوتے کے پرستش میں مصروف ہوگئے ہیں۔ ۸۰ برس کی عمر اور سنیاس۔ اب طباعت و اشاعت کی سرمدی کہاں مگر شکر ہے کہ سو روا سی اس گرنیار ذخیرہ کے محافظ صادق ہیں اور ان علوم کا بغیر کسی حرص و طمع کے اور بحیثیت ایک عذائی چیلے کے پرچار کررہے ہیں۔

جہاں گارڈ صاحب حقیقی علوم و فنون کے گلزار کھلاتے ہیں وہاں آپ کی حیرت انگیز طبیعت رواں نے لطائف و ظرائف پہیلیاں آسلیاں لکھکر طبع خداداد کے مختلف رنگ کھلائے ہیں کہ جنکی مانند ایک معمولی طبع انسانی نہیں ہوسکتی۔ میرا حافظہ اس قدر کمزور ہے کہ اصل مضمون تو کیا مفہوم بھی محفوظ نہ رکھ سکا۔ خدا معلوم حسب ذیل پہیلی کیوں یاد رہ گئی۔ پہیلی۔

دھوپ میں پیدا ہوئے۔ چھاؤں پڑے کملائے ✦ تبلاؤ وہ کون ہے جو ہوا چلے مرجائے

مجمع کے مجمع نے سوچتے سوچتے خاموشی اختیار کی مگر اتنے میں راجہ صاحب کے منشی پرمیدیال نے پسینہ کہکر سب کی سرگرمی غور کا خاتمہ کر دیا۔ آپ اس پہیلی پر غور فرمائیں کہ کس قدر خلاف قاعدہ قدرت واقع ہوئی ہے مگر جب اس کا جواب سامنے آتا ہے تو قدرت کے قواعد پابند کر نیوالی خوبی نظر آتی ہے۔ ق ہو جاتی ہیں۔

ہم رئیس ہند کے ہز ہائینس مہاراجگان راجگان رؤسا اور امراء کی خدمت میں انکے سامان تفریح کو مکمل کرنے کیلئے یہ ایک مفید مشورہ پیش کرتے ہیں کہ وہ کم ازکم ایک بار ضرور انہیں اپنے دربار میں باریابی کا موقع دیکران کے طاقت حافظہ کے کرشمے دیکھیں۔

یہ تفریح باعث صیقل عقل و روح ہے۔ جہاں وہ بیسیوں مشاغل میں لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں وہاں ایک پاؤ چاول اور دو چھٹانک دال بھی دو روز صرف کر دیکھیں۔ سفیر

راجہ جوتی پرشاد کی جگادھری

جہاں ہم نے ریاست سرمور کے نام سے رئیس ہند کا ایک خاص نمبر نکالا ہے۔ وہاں یہ نہایت ضروری ہے کہ ہندوستان کے مایۂ ناز راجہ جوتی پرشاد بہادر رئیس اعظم جگادھری کے متعلق حالات اس نمبر میں لکھے جائیں۔ کیونکہ راجہ صاحب کے تعلقات سرمور شاہی خاندان سے قدیمانہ ہیں۔ جو وفاداری و خیر خواہی کی سنگین بنیاد پر مستحکم ہیں۔

جگادھری اپنی دولت اور صنعت دہات کے لئے نہ فقط پنجاب میں مشہور ہے۔ بلکہ اُسکی اس شہرت نے دوسرے صوبجات میں بھی نام پایا ہے۔ جس طرح سے نظام کی قلمرو حیدرآباد چندو لال کے نام سے مشہور ہے اُسی طرح سے جگادھری بھی "راجہ صاحب" کے اسم گرامی سے معروف ہے۔

راجہ صاحب کے معزز خاندان کے حالات تو پھر کسی وقت لکھے جائیں گے۔ اس وقت اُن کے دربار عام کے حیرت انگیز کرشمے جو دیکھنے میں آئے لکھے جاتے ہیں۔

پنڈت بچولال جی سور کے حیرت انگیز کرشمے

راجہ صاحب کی خدمت میں صبح سے شام اور شام سے رات کے بارہ بجے تک علم و فضل کا دربار لگا رہتا ہے۔ مذاق سلیم۔ اور تفریح متین کی پھول جھڑیاں۔ غنچۂ دل کو ہر وقت کھلاتی رہتی ہیں۔ خیر و خیرات کا دریا سری گنگا جی کے فیض عام کی طرح موجزن رہتا ہے۔ اہل غرض صاحب دل۔ صاحب علم۔ صاحب کاروبار۔ کا مجمع ہر وقت گفت و کلام کر سکتا ہے۔ چونکہ خدائے عالم نے انہیں علم دوست پیدا کیا ہے۔ اسلئے ہندوستان کے اطراف واکناف سے عالم فاضل آپ کی کشش محبت میں کھچے چلے آتے ہیں۔ سچ ہے۔ ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے بَرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

. اور اس پر اخلاقِ عام کی کشش سونے پر سوہاگہ کا کام دے رہی ہے جن ایام میں ہمارا یہاں قیام ہوا۔ ہیگیہ پروندہ شری مان پنڈت بچو لال جی سودجنیا ضلع کچہری ملک اودھ انواسی آٹھ دس روز سے اپنی حیرت انگیز عالمانہ کرشموں سے اہل جگاو بہری کو محوِ حیرت بنارہے تھے۔ آپ پنڈت ہلاس رام ایک معمولی پنڈا کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پائی بچپن ہی میں خداداد قابلیت رنگ لائی ابھی آپ کی گیارہ سال کی عمر تھی۔ کہ راگ ودّیا کے جوہر دکھلانے لگے۔ بابو آبکا لال جی کالیستھ آگرہ نواسی شاہجہان پور سیتاپور ریلوے کے گارڈ تھے ایک شب سوردا س جی کے گاؤں کے پاس بالس ترین ٹھہری اور گانا شروع ہوا سورداس جی پہنچے۔ اور گاؤں والوں کے اصرار پر آپ نے بھی گانا سنایا۔ انجمن جان نے (جو گارڈ صاحب کی خدمت میں بطور زرِ خرید غلام رہتی ہے) انہیں دیکھ کر کہا کہ آپ ہمارے ہی پاس رہو۔ ایک دن انہیں حافظے کے پردے کھول دینے والا عرق بابو صاحب نے پلایا۔ اُس سے حافظے کی یہ حالت ہوگئی کہ جو کسی نے ایک دفعہ کسی زبان میں کچھ کہا انھوں نے اُسی وقت سُنا دیا۔ اور سچ تو یہ کہ آج تک اُسی طرح یاد ہے کیا مجال کہ کتاب ورق صفحہ سطر حرف۔ اور اعراب میں فرق پڑ جائے۔ یہ ۱۵ سال تک بابو صاحب کی خدمت میں رہے۔ اور وہاں اکتساب علوم ظاہری و باطنی فرماتے رہے۔

بابو صاحب کی علمی اور مذہبی سرگرمیاں اور مُونگا فیاں طبع کی روانی سے مختلف علوم و فنون کی ۵۰۰ کتابوں میں حیرت افزائے کاملین دہر ہوئیں۔ وہ کونسا پراچین گرنتھ ہوگا کہ جس کی آپ نے نظم میں شرح نہ لکھی ہو۔ اور وہ شرح بھی ایسی کہ جس کی شرح نہیں ہوسکتی۔ رامائن کے ایک ایک اشلوک کے شنکا یعنی اعتراض پر بالعموم پندرہ پندرہ بیس بیس اور ایک سے ایک بڑھ کر اشلوک کے معنے بھائے ہیں

میں نے بطور امتحان رامائن کی حسب ذیل چوپائی پڑھی۔

بھوپ سہس دش ایک ہی بارا
لگے اٹھاون ٹرے نہ ٹارا

اور یہ اعتراض کیا کہ اگر دشمن ہنر ارسلا جاؤ ہنش کے اٹھانے اور توڑنے میں کامیاب ہوجاتے تو جگت ماتا سیتاجی کس کے گلے میں جے مال ڈالتیں آپ نے اولاً فی البدیہہ بے تکلف ۔۔ اجودھیا کانڈ کے مطالب اس چوپائی تک پانچ منٹ میں بیان کرکے سر جھکایا اور پھر فرمایا کہ فلاں صفحہ پر فلاں مقام سے یہ چوپائی شروع ہوتی ہے ۔ ۱۵۲ ویں چوپائی ہے ۔ اور پھر جوابات گانے شروع کئے ۔ میں خیال نہیں کرسکتا کہ آج تک کسی شارح یا حاشیہ کار نے کسی نظم کی ایسی جامع مکمل قرین قیاس شرح لکھی ہو ۔

آپ فرماتے تھے ۔ کہ ۵۹۵ کتابوں کی ایسی ہی شرح گارڈ صاحب نے لکھی ہے مہابھارت ۔ بھاگوت ۔ وغیرہ اٹھارہ پران ۔ اٹھارہ سمرتیاں ۔ نیتان ۔ چرک ششرت واگ بھٹ ۔ رامائن وغیرہ وغیرہ کی ہزار ہا اوراق پر شرح لکھی ہے ۔ غرضکہ وہ کونسا قدیم وجدید علم وفن ہے کہ جس پر گارڈ صاحب نے نہیں لکھا ۔ اور انھوں نے نہیں سنا ۔ اور یاد نہیں ۔ ہر کتاب کا صفحہ اشلوک کا نمبر وغیرہ دن میں اس طرح سناتے ہیں ۔ کہ جس طرح سے مخاطب کسی کے سوال کرنے پر بے تکلف اپنا نام و نشان بتلا دیتا ہے ۔

اللہ رے طاقت حافظہ و گویائی کہ جو کان میں پڑا نقش کالحجر ہوگیا ۔ ذرہ دھیان دیجئے ۔ لاکھوں اوراق کے ادق مضامین جو مشہور پراچین گرنتھوں کی شرح میں لکھے ہیں ۔ ایک دماغ میں اس طرح سے کس طرح نقش ہوگئے ۔ میں تو یہ کہوں گا کہ حافظہ کی ایسی ہستی ہندوستان تو کیا دنیا کے پردے پر بھی نہ ہوگی ۔

اِس وقت آپ کی ۶۰ سال کی عمر ہے ۔ اور بالعموم اپنے گاؤں میں رہتے اور بھجن کرتے ہیں ۔ جسے اعتبار نہ آئے ان کے گاؤں میں جائے اپنا اطمینان فرمالیجئے +

گارڈ صاحب نے جہاں بڑی بڑی معرکۃ الآرا مستند پستکوں کی شرح لکھ کر ملک پر احسان کیا ہے ۔ وہاں یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ان میں سے ایک کتاب بھی طبع اور شایع نہیں ہوئی ۔ اور نہ مجھے یہ یقین ہے کہ اب ایسا ہوسکے ۔ چونکہ تارک الدنیا

قواعد وضوابط

اہتمام ترتیب وقیمت رسالہ

(۱) یہ رسالہ شروع ۱۹۲۱ء سے ہزاروں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان وشوکت سے جلوہ افروز ہوا کرے گا +

(۲) چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہو اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہو اسلئے اسکی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ مقام منتخب کی گئی ہو +

(۳) اسمیں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی اہل ریاستوں اور دیگر رؤسا امراء وغیرہ کے پولیٹکل سوشل اخلاقی تاریخی علمی ادبی وغیرہ وغیرہ مضامین درج ہوا کریں گے +

(۴) ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری ضروری حالات مع تصویر ہوا کریں گے +

(۵) سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہوگا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔

(۶) کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہیئے۔

(۷) جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاویگا بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائیں گے +

(۸) شرح چندہ حسب ذیل ہے۔

(۹) جیسا کہ اس رسالہ کا موضوع ہو اسمیں محض رئیس یا متعلقین رئیس ہی سے متعلق مضامین درج ہوا کرینگے وقائع نگار صاحبان کو موضوع کا لحاظ رکھتے ہوئے ہی پر مضمون تحریر فرمائیں +

(۱۰) جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضامین لکھیں گے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائینگے اُن کی خدمت میں بقدر مناسب معاوضہ پیش کیا جائے گا یا رسالہ مفت دیا جائے گا +

(۱۱) نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے +

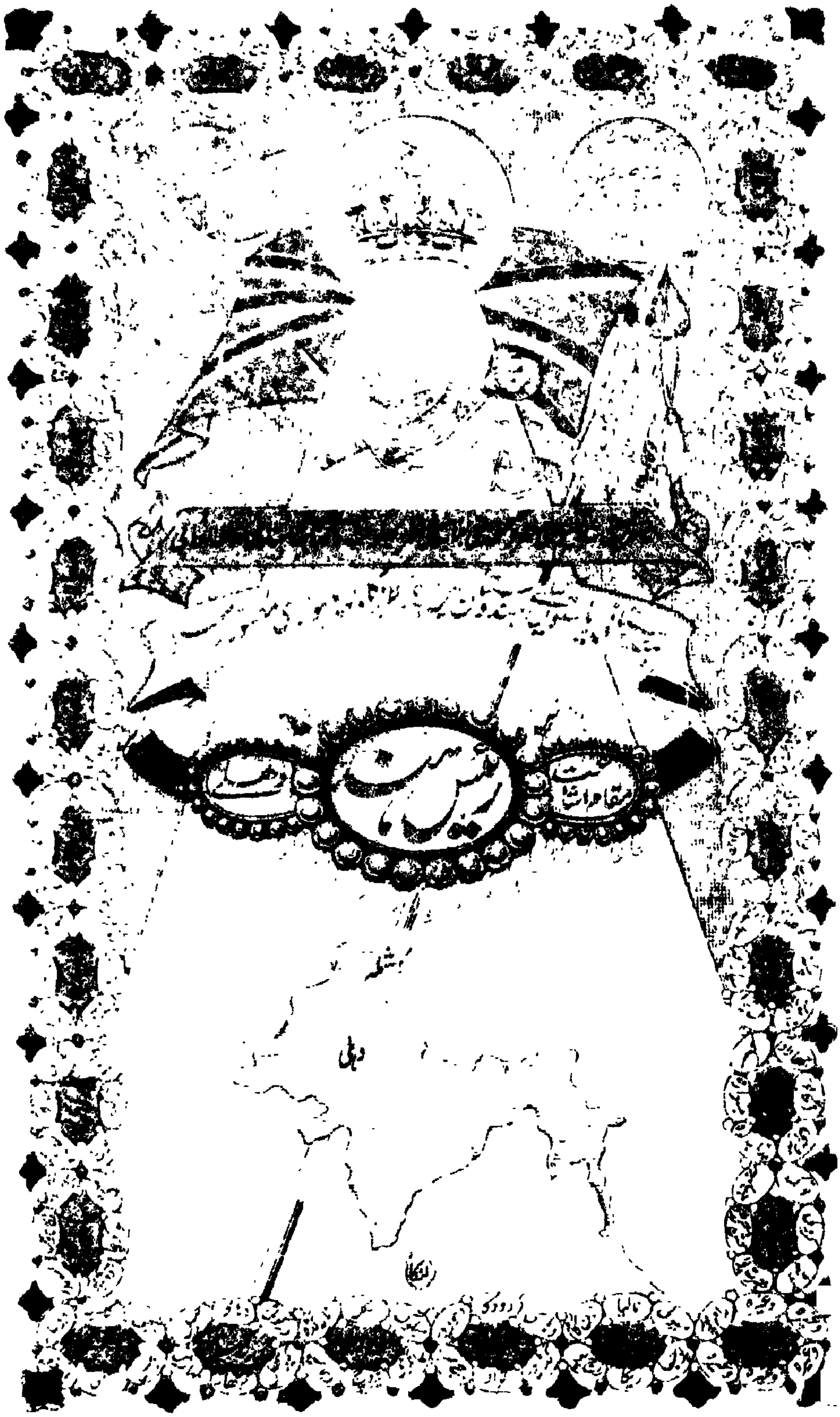
(۱۲) یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں صحیح صحیح ہوں سُنے سُنائے نہ ہوں۔

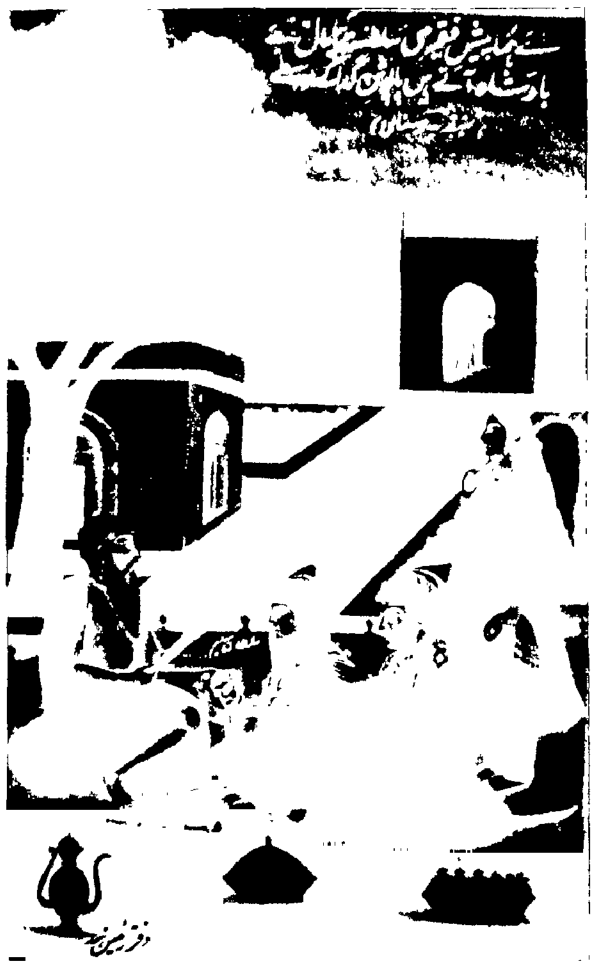
(۱۳) جملہ خط وکتابت متعلق مضامین خریداری ونمونہ رسالہ اشتہارات نیز ترسیل زر چندہ اور اُجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام مینیجر ہونا چاہیئے۔

(۱۴) چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہو کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل کریگا اس لیئے طبقہ امراء میں خصوصیت کیساتھ مقبول ہوگا۔ اشتہار دہندگان کیلئے نہایت نادر موقع ہو نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں جو بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتے ہیں مگر بیہودہ فحش اور جھوٹے اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سود کوشش نہ فرمائیں +

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امراء ورؤسائے نامدار	عوام	طلبا	مابعد
شرح چندہ	بجفتا قیمت شش گنی سالانہ ہوگا ہے بجفتا کمتر سہ گنی سالانہ ہوگا ہے		۲۵ روپیہ	۶ روپیہ	۵ روپیہ	[illegible]

مینیجر رسالہ رئیس ہند دارالسلطنت ہند دہلی


دہلی



THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE ANCIENT PAINTING OF A SCENE AT FATEHPUR SIKRI

THE EMPEROR AKBAR AND HIS QUEEN PRESENTING SALIM (JEHANGIR) TO HIS GOD FATHER SHEIKH SALIM CHISHTI FOR HIS BLESSING.

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangements of making all kinds of blocks).

دسترخوان رئیس

دورِ جدید آراستہ دہلی بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء جلوس پنجم دربار دوم

تصویر بلاک — شہنشاہ اکبر معہ اپنی بیگم و جہانگیر کے شیخ سلیم کے قدموں میں — اڈیٹر / پیارے لال وفا

رئیسِ ہند

دہلی

جلوس سوم ۳ دربار ہفتم، ہشتم و نہم

بابت ماہ جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۲۳ء

رموزِ مصلحتِ رئیس

سیاست و پادشاہت شخصی

پر

علامہ میکاؤلی کے خیالات

سچ ہے دُنیا کسی پہلو مستقل قیام نہیں کرتی، اگر زمانۂ قدیم کے جگوں

کے تجربات کے بعد جمہوری سلطنتیں ناکام رہنے پر شخصی بنائی گئی، تو اب

ملک میں چاروں طرف یہ غل غپاڑہ ہے کہ شخصی سلطنتیں عیوب و مصائب پُر ہیں۔ انہیں نابود کر کے جمہوری سلطنتیں قائم کی جانی چاہئیں۔ اس بابمیں ہمارے ہونہار عزیز محمد فضل حمید صاحب نے اہل ہند کے لئے اٹلی کے مشہور فاضل میکاولی کے خیالات کا اردو میں ترجمہ کیا ہے ہم اُسے نہایت خوشی سے چھاپتے ہیں اور خاتمۂ مضمون تک اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں۔

اڈیٹر

جناب اڈیٹر صاحب۔ تسلیم

دورِ حاضرہ کے تمدن۔ سیاست۔ معاشرت اور اخلاق میں خدا جانے کیا کچھ خوش نما اور دلپذیر انقلاب ہوئے ہیں۔ تمدن ہیئت اجتماعیہ کے تکلفات اور اختراعات جمیل کی دل آویزیاں اور گلفشانیاں ہماری تلون پسند طبیعتوں کو ایک نامحسوس طریقے سے ترقیٔ معکوس کی طرف لئے چلی جاتی ہیں۔ اصلاح کا آوازہ چاردانگ عالم میں بلند ہے لیکن وہ خلوص اور نیک نیتی کے رنگ سے بالکل معرا ہے اس لئے اُسکے بے تال و سُر مضمون کا سُننا بھی سامع پر گراں گزرتا ہے۔ حُسن اتفاق دیکھئے میرے شاہین تخیل کی پرواز آسمانِ خیالات و معانی کے اُن اعجوبہ نما طبقوں میں ہوئی۔ جہاں کبھی میرے طائرِ وہم کا گزر تک نہ ہوا یعنی اصول سیاسیات پر قرونِ اولیٰ کے ایک اطالوی حکیم کے خیالات زریں سے مجھے آشنائی و آگاہی ہوئی۔

مغربی تہذیب اور مشرقی تمدن دراصل۔ بے جوڑ سی چیزیں ہیں۔ انکے ارتباط و اتحاد سے جو ہندوستانی سوسائٹی کی خستہ حالت ہوئی ہے وہ دیدۂ بینا

سے پوشیدہ نہیں۔ خامہ اسکے عاقبت سوز تاثیرات کی کارفرمائی بیان کرتے ہوئے انگشت بدنداں و بہراساں ہوجاتا ہے۔ مغرب با ضیاء و مشرق موجودہ میں ایک گونہ نسبت سی ہے۔ اگرچہ انکا ارتباط و اختلاط کسی واحد مرکب کیمیائی کی صورت میں جلوہ گر نہیں ہوتا تاہم ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کئی صدی پہلے ایک اطالوی فلاسفر کی اصول سیاسیات و جہانبانی کے متعلق کیا رائے تھی۔ ایک اطالوی فاضل و فلاسفر نکولو میکاؤلی Philosopher Machiavelli نے جو علم سیاسیات کا ایک مستند عالم تھا۔ چار سو برس ہوئے کہ ایک کتاب "رئیس" (Prince) لکھی تھی۔ ڈبلیو، ایم، ماریٹ نے اسکا ترجمہ زبان انگریزی میں کیا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا کہ یہ کتاب میری نظر سے گزری۔ چند باب دلچسپ اور مفید معلوم ہوئے۔ میں نے چاہا کہ تنہا لذت گیر نہ ہوں۔ لہذا ناظرین رسالہ کی خدمت میں اسکے چند منتخب اور دلچسپ ابواب کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ اتنی تمہید کے بعد میں ترجمہ شروع کرتا ہوں جسکی عبارت اور خیالات کی اظہار فرمائی کے ذمہ دار عنوان موصوف ہیں جو موت کی ہیبت ناک خاموشی اور قبر کی تاریک تنہائی میں آرام فرماتے ہیں۔

خاکسار

محمد فضل حمید العمری

پیشکش

نذر نکولو میکاؤلی بحضور والا جاہ لورینزو ڈی پائی یرو ڈی میڈی سی -

جو لوگ مراحم و الطاف خسروانہ کے جویا ہوتے ہیں وہ ایسے تحائف نذر گزرانتے ہیں جنکو وہ نہایت بیش بہا خیال کرتے ہیں یا جن سے وہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ نہایت خوش ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر گھوڑے، ہتھیار، زرد وزی کپڑے اور قیمتی جواہرات جو انکی شان کے شایاں ہوتے ہیں پیش کئے جاتے ہیں - میں حضور والا شان کی خدمت میں خود کو ذات ہمایونی سے اپنے حسن عقیدت کی تصدیق کے ساتھ پیش کرنا چاہتا تھا مجھے اپنے تصرف میں کوئی چیز ایسی نہ ملی جسکو میں مشاہیر اکابر کے کارناموں کے علم سے زیادہ عزیز یا اس سے زیادہ گراں قدر جانتا ہوں - جو مجھکو دور حاضرہ کے امور کے طویل مشاہدہ اور قرون قدیمہ کے لگاتار مطالعہ سے حاصل ہوا ہے - جسکو میں کامل غور و خوض اور دیرپا اندیشہ کے بعد ایک چھوٹی سی کتاب کی صورت میں تحلیل کر کے حضور والا شان کی خدمت میں بھیجتا ہوں - چاہے میں اس تصنیف کو حضور کی نظر عنایت کا مستحق نہ خیال کرتا ہوں تاہم مجھے حضور کے لطف و کرم سے بہت کچھ توقع ہے کہ اس پر نظر فرماتے ہوئے اسکو

شرفِ قبولیت بخشا جائیگا کہ میں اس سے بہتر تحفہ پیش نہیں کر سکتا کہ حضور والا کی خدمت میں قلیل ترین عرصہ میں اُس تمام کو سمجھنے کا موقعہ نذر کروں جسے میں نے اس قدر سنین حیات میں اور رستے خطروں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے کے بعد تحصیل کیا ہے۔ جسکو (یعنی اس کتاب کو) نہ میں نے رنگین اور شاندار الفاظ سے مزین کیا ہے، اور نہ طولانی وقفوں سے لبریز ہے اور نہ کسی قسم کی بیرونی دلفریبیوں اور ظاہری نمائشوں سے آراستہ کیا ہے جن سے بہت سے لوگ اپنی تصانیف کو بھرپور کرنے اور سجانے کے عادی ہیں۔ کیونکہ میری آرزو ہے کہ یا تو اسکو مطلق سرفرازنہ فرمایا جائے یا اسکے مادہ کی حقیقت اور مضمون کا فندنی پن اسے قابل تسلیم بنا دے۔ اور نہ میں اُنکا ہمخیال ہوں جو اسے ایک گستاخ خیال خود ہی تصور کرتے ہیں۔ اگر ایک ادنیٰ اور حقیر درجے کا آدمی بادشاہوں کے کاروبار سے بحث رکھے اور اُن کا تصفیہ کرنے کی جرأت کر بیٹھے۔ بعینہ جیسا کہ وہ جو بلند مناظر کی تصویر کھینچنے کے لئے نیچے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ پہاڑوں اور مرتفع مقامات کی فطرت وکیفیت معلوم کریں اور میدانوں کے حالات کے علم اور اُنکے مناظر کی دید کے لئے بلند پہاڑوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی فطرتوں کو پہچاننے کے لئے طبقہ اعلیٰ اور رئیسوں کے خواص طبعی جاننے کے لئے فرقہ رعایا سے ہونا چاہئیے پس حضور والاشان یہ ناچیز ہدیہ قبول فرمائیں اور اُسی نیت قلب اور جذبہ دل کے ساتھ جسے کہ میں پیش کرتا ہوں۔ اگر حضور اسے بہ نظرِ غائر پڑھینگے اور غور فرمائینگے تو حضور کو میری انتہا درجہ کی آرزو معلوم ہوگی کہ حضور اس بڑائی اور رہبر بلندی کو حاصل کریں جسکی بخت اور حضور کے اوصاف میدلاتے ہیں اور اگر حضور والا جاہ اپنی عظمت کی سرِ فلک چوٹی سے ان ادنیٰ طبقات کی

طرف نگاہیں تصرف فرمائینگے تو حضور دیکھیں گے کہ میں کس قدر غیر مستحقانہ طور پر قسمت کی خونین مزاج عداوت کے ہاتھوں مسلسل جور و ستم اُٹھا رہا ہوں

اُن باتوں کے متعلق جن سے عوام کی بالعموم اور رؤسا کی بالخصوص تعریف یا مذمت ہوتی ہے

اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ رئیس کا اپنی رعایا اور احباب کے ساتھ کیا دستور العمل ہونا چاہیئے۔ اس سے واقف ہوتے ہوئے کہ بہتوں نے اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی ہے مجھے توقع تھی کہ بار دیگر اسکا اظہار اور بالخصوص اس صورت میں کہ میں دوسروں کے طرز و طریقۂ بیان سے اختلاف کرونگا۔ میری شوخ خود آرائی متصور ہوگا۔ اس مقصود کو پیش نظر رکھکر کہ میں کوئی ایسی بات لکھوں جو اسکے مفہوم گیر کے لئے مفید ہو سکے میں کسی چیز کے وہم و تصور کی بہ نسبت اسکی اصلی حقیقت کی پیروی کو زیادہ مناسب خیال کرتا ہوں۔ چونکہ بہت سے اشخاص نے ایسی جمہوریتوں اور شخصیتوں کی تصویریں کھینچی ہیں جو کبھی چشم و گوش کی بصارت و سماعت میں نہیں آئیں "جس طرح آدمی رہتا ہے اور جس طرح اسکو رہنا چاہیئے" میں اس درجہ تفاوت ہے کہ جو آدمی "جو کچھ ہے" کو "جو کچھ ہونا چاہیئے" کے لئے فراموش کر دیتا ہے وہ جلد ہی اپنی تباہی و بربادی کے سامان پیدا کر لیتا ہے اس لئے یہ ایک رئیس کی خودداری و استقامت کے لئے اشد ضروری ہے کہ ضرر رسانی اور وقت و احتیاج کے موافق اسکا استعمال اسکے دست قدرت میں ہو۔ پس ایک رئیس کی بابت فرضی و خیالی باتوں کو بالائے طاق رکھکر میں صرف اُن باتوں کے متعلق بحث کرونگا جو اصلیت و واقفیت رکھتی ہیں۔ میں

کہتا ہوں کہ تمام انسان اور بالخصوص روسا بوجہ بلندیٔ مراتب بعض صفات
سے ممیز و ممتاز ہوتے ہیں - جو اُنکی یا تو تعریف کراتی ہیں یا مذمت - اور
اس طرح ہے کہ ایک دریا دل مشہور ہے اور دوسرا کنجوس (ٹسکنی زبان کا
ایک لفظ استعمال کرتے ہوئے کہ اس میں ابھی کنجوس آدمی اُسے کہتے
ہیں جو دوسروں کا مال زبردستی غصب کرنا چاہے - درآنحالیکہ ہم کنجوس
اُسے کہتے ہیں جسنے اپنے آپ کو اپنے سرمایہ سے بدرجۂ غایت محروم کر رکھا ہو)
ایک عالی حوصلہ مشہور ہوتا ہے اور دوسرا تنگدل - ایک جھوٹا اور دوسرا
صادق القول - ایک نامرد و بزدل دوسرا بہادر و جوانمرد - ایک خوش خلق
اور دوسرا بدمزاج - ایک شہوت پرست اور دوسرا پاک دامن - ایک
صاف باطن اور دوسرا مکار - ایک سخت گیر اور دوسرا آرام طلب -
ایک سنجیدہ طبیعت اور دوسرا سبک مزاج - ایک دیندار اور دوسرا
بیدین - علیٰ ہذا القیاس میں جانتا ہوں کہ ہر شخص اس بات کا مقر اور معترف
ہوگا کہ یہ ایک رئیس کے لئے نہایت قابل تحسین و آفرین ہے - اگر وہ متذکرہ
بالا صفات میں سے اُن کو اختیار کرے - جن پر پسندیدگی عام کی مُہر ثبت
ہے - لیکن نہ اُن پر پورا پورا تصرف ہی ممکن ہے اور نہ وہ ملحوظ خاطر رہ سکتی
ہیں - کیونکہ قرائن و حالات انسانی اسکی اجازت نہیں دیتے - اُسکے لئے اتنی
دور اندیشی ضروری ہے کہ وہ ایسی بُرائیوں کا ہدفِ ملامت نہ بنے جن سے
ریاست کے تباہ و برباد ہو جانے کا احتمال ہو - اور اگر ممکن ہو تو اُن سے بھی
مجتنب رہے جن سے ریاست کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہو - لیکن کیونکہ
یہ ممکن نہیں ہے اس لئے وہ کمتر تامل کے بعد اُن کا مرتکب ہو سکتا ہے یعنی
اُسکو ایسی بداعمالیوں کی وجہ سے بے چین نہ ہونا چاہئے - جن کے بغیر ریاست کا

سیر الآثار

میسور

۲۸ اگست ۱۹۲۲ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

"یہ مضمون جناب رائے بہادر پنڈت شیونرائن صاحب شمیم نے اپنے سفرنامہ سے خاص "رئیس ہند" کے لئے اقتباس فرما کر عنایت فرمایا۔"

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بنگلور سے میسور کا ریل کا راستہ نہایت دلاویز تھا۔ میسور کے اسٹیشن پر مرزا صاحب اور مسٹر ارس موجود تھے۔ اسباب و ملازموں کو ارس صاحب لے گئے۔ اور مجکو مرزا صاحب موٹرکار پر لائے۔ اور ایک دو منزلہ مکان رام مندر نام میں مجھے فرو کش کیا۔ یہ مکان نہایت آراستہ پیراستہ تھا۔ ہمیں اوپر کے منزل کے کمروں میں اُتار دیا گیا۔ اور جن صاحب کا رامائن کے شائق کا ذکر راستہ میں ہوا تھا وہ یہاں نچلی منزل کے ایک کمرہ میں رہتے ہیں یعنی پنڈت رام کرشن راؤ جو اب پنشن پر ہیں پیشتر سپرنٹنڈنٹ سلیں کے تھے یہ بزرگوار میرے رفیق فلاسفر اور رہا وہی میسور کے قیام میں رہے۔ کھانا تیار تھا لیکن ہم لوگ کچھ کھا چکے تھے۔ بیرونی شاید مزید معدہ پری کرے۔ ایک بج چکا

گھنٹے دو گھنٹے کے بعد کافی نوش کی گئی - تمبا کو ختم ہو چکا تھا - مرزا صاحب نے
عمدہ گڑاکو دو سیر بھجوا دیا تیسرے پہر ہم جگن موہن محل دیکھنے گئے - رام
کرشن جی میرے رہنما تھے - اُنکو ہدایت مجھے سیر کرانے کی مِل چکی - اُنہوں نے
جگن موہن محل مجھے دکھلایا - دراصل یہ ایک قسم کا عجائب خانہ ہے - دونوں
منزلوں میں بہت سے عجائبات شاہی خاندان کے متعلق رکھے ہوئے ہیں
مثلاً ۲۲ پشت راجگان میسور کا شجرۂ نسب ایک پیتل کے طشت پر کندہ ہے -
دسہرہ اور درباروں کے روغنی تصاویر بھی موجود ہیں - ان میں سے ایک
ذمرہ میں مرزا صاحب پرائیوٹ سکرٹری کے والد کی بھی تصویر ہے - انگریزوں
کی تصاویر خصوصاً رزیڈنٹوں کی تصویریں ہمراہ دیگر ارکین دربار کے تصویریں
آویزاں ہیں - ان روغنی تصاویر کے عکسی تصاویر بھی ہیں - مہاراجگان میسور
مع مہاراجہ صاحب حال کے قدِآدم تصاویر بھی آویزاں ہیں - ان تصاویر
میں ایک تصویر ٹیپو سلطان کے بیٹوں کی ہے جبکہ وہ بطور
(یرغمال) لارڈ کارن واس کے سامنے پیش ہوتے ہیں - ایک تصویر میں
بیگم صاحبہ ٹیپو سلطان اپنے خاوند کی نعش کو پہچانتی ہے - یہ دونوں تصویریں
رقت آمیز تھیں - عروج اور زوال کا سبق دیتی ہیں بیگم صاحبہ کے میسوی خط
وخال نہ تھے - ایرانی معلوم ہوتے تھے - دیگر عجائبات بہت سے ہیں - ایک
کمرہ موسیقی سازوں و طبلوں کا ہے جہاں ہر ایک قسم کا ساز موجود تھا - ایک
ہی ساز کے کئی قسم کے نمونے رکھے ہوئے ہیں - ایک تنبورا دیکھا جو دوہرا
ہے - یعنی دونوں طرف تار لگے ہوئے تھے - ایک ہی شخص دونوں ہاتھوں
سے ایک ہی وقت دو تنبورے بجا سکتا ہے - بینوں سارنگیوں اور ستاروں
کے بہت سے نمونے دیکھے - بیاہ مٹی کے مٹکے دیکھے - ایسے نازک و خوش

رنگ تھے گویا دھات کے بنے تھے۔ ٹکور سے بالکل دھات کی آواز دیتے
تھے۔ اِس مٹکے کو اُسی طرح بجایا جاتا ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں معمولی مٹکے
بجاتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ میسور والے مٹکے بالکل دھات کی آواز
دیتے ہیں جو مٹی کی آواز سے بہت بہتر ہے۔ اِس محل کی عمارت نہایت عمدہ
ہے۔ بہت پُرانا معلوم تو نہیں ہوتا کسی زمانہ میں مکان یہ محل ہوگا۔ آج کل اس میں
رہائش نہیں ہے۔ ایک عارضی ہال بھی ہے۔ سرشیو وراہ آیر نے بنوایا تھا۔ بموقعہ
آمدِ لارڈ کرزن کے۔ وہ گرایا نہیں گیا۔ گاہے گاہے تھیٹر کا تماشا وہاں ہوتا
ہے۔ جگن موہن محل کی سیر کے بعد ہم چڑیا گھر گئے اسکا احاطہ نہایت وسیع ہے۔ ترتیب
و آراستگی کے لحاظ سے اپنا آپ ہی نظیر ہے مہتمم انگریزی خواں ہے جو پوری
واقفیت دیتا جاتا ہے۔ اِس جگہ ایک دیوی کی مورت غالباً زمانہ حال کی بنی ہوئی
دیکھی جو کسی یورپین بُت ساز کی ساخت سے کسی وجہ سے ادنیٰ نہیں تھی تناسب
اعضاے صحیح اور چہرہ ایسا کہ گویا مخاطب ہو کر دیکھ رہی ہے۔ ایک بان کی کسوٹی ہے
ایک اور جگہ ایک عورت کی پتھر کی مورت دیکھی تعجب ہوا کہ زمین پر پڑی تھی۔
دیوی کی مورت اس طرح زمین پر نہیں ہوتی۔ رام کرشن جی نے فرمایا کہ یہ دوار
پال ہے۔ میں نے کہا کہ دوارپال یعنی دربان۔ میں نے ہر ایک مندر میں مرد کی
شکلیں دیکھی ہیں۔ عورت کہیں نہیں دیکھی۔ اُس نے کہا کہ عورتیں بھی دوارپال
ہوتی ہیں۔ آپ کئی مندروں میں دیکھیں گے۔ بعد کے مشاہدات سے اُنکی واقفیت
صحیح نکلی۔ اِس چڑیا گھر میں بندر انواع و اقسام کے تھے۔ بعض اُنکے مانند
کراچی میں میری نظر پڑے تھے۔ کسی تیسری جگہ ان ضعوں کے ہنوماں جی نظر
نہیں آئے۔ ایک جانور جسے کسی غیر ملک کا باشندہ کہا جاتا تھا عجیب تھا۔
گینڈے سے ہاتھی اور بھینس کا مجموعہ معلوم ہوتا تھا۔ اگر اسکی محض تصویر دیکھتے تو

یقین میں نہ آتا بلکہ سمجھتے کہ مصور کا ایجاد ہے۔ ایسا مرکب جانور کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔ ایک عجوبہ تھا۔ ہم ابھی چڑیا گھر میں تھے کہ توپیں دغنی شروع ہوئیں۔ یوراج کے مشکوئے معلی میں پیدائش ہونے کی توپیں دغی تھیں۔ اُس وقت معلوم نہ ہوا کہ لڑکا ہوا یا لڑکی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دختر تولد ہوئی ہے رات کو روشنی ہوئی۔ محل میں اور اُسکے متعلقہ باغ میں بجلی کی روشنی ایسی تھی کہ ہم نے ساری عمر میں دیکھی تھی۔ مجھکو لکھنؤ کے امام باڑوں کی روشنی یاد آئی۔ لیکن دونوں کی روشنی مختلف طرز کی تھی۔ امام باڑوں میں جلوں کی ٹیٹیوں پر شیشے یعنی گلاس کے پرانے فیشن کے رکھے جاتے ہیں۔ جن میں تیل در پانی ملا کر بتیاں روشن کرتے ہیں۔ اُسکی قطاریں ہوتی ہیں اور ہلکی روشنی ہوتی ہے البتہ رنگا رنگی گلاس اپنی ہی کیفیت رکھتے ہیں۔ میسور کے محل پر مستقل طور پر کئی ہزار بتی کا جھاڑ ہمیشہ رہتا ہے۔ جب وہ روشن ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوری پہاڑ ہے۔ روشنی اتنی کہ چکا چوند کا عالم ہو جاتا ہے باغ میں دن چڑھا ہوا تھا۔ واہ ری بجلی! اندر جی کا وجرا!! حضرتِ انسان نے تجھے کیسا غلام بنایا ہے۔ کیا کیا کام تجھ سے لیا ہے۔ کیسے تجھے مطیع کر دیا ہے۔ تو پھر بھی ایک زبردست طاقت ہے۔ جب پہاڑوں پر تیری کڑک گرجتی ہے تو کلیجہ دہل جاتا ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ پانی سے تجھے پیدا کیا جاتا ہے۔ یہ کرشمہ الشرلے ورسم دریائے کاوری پر دیکھنے مرزا جی نے مجھے یہ روشنی موٹو کار پر دکھلائی۔ حق تو یہ ہے کہ بجلی سے کام تو زمانۂ حال میں بہت لیا جا رہا ہے لیکن اُسکی ماہیت ہنوز حل نہیں ہوئی۔ اُسکے کرشمے حیرت انگیز ہیں۔ (نوٹ) اِس سفرنامہ کے لکھنے کے بعد ہم نے ایک کتاب میں اسکے کرشمے پڑھے۔ ہاں تو یہ شبہ ہوا کہ بھوت اسی کا نام ہے۔

اُردو میں ہم نے بجلی کے کرشمے بیان کئے ہیں۔

دوسرے روز (۲۹ اگست ۱۹۲۲ء) رام کرشن جی موٹر پر ہمیں چپنڈی دیوی کے درشن کے لئے لیگئے۔ ایک اونچی پہاڑی پر یہ استھان واقع ہے موٹر کار آسانی سے جاتی ہے۔ سارے رستہ میں بجلی کی روشنی کے کھمبے لگے ہوئے ہیں۔ لوگ رات کو بھی جاتے ہیں۔ مہاراجہ صاحب کی یہ اشٹ دیوی ہے وہ ہر روز صبح کو وہاں پوجا کرنے تشریف لے جاتے ہیں۔ مندر نہایت خوبصورت ہے۔ دیوی جی نے لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور ایک چھوٹی کوٹھری میں متمکن ہیں۔ دروازہ کے باہر سے اُنکے درشن کئے۔ پوجاری نے ایک پھولوں کا ہار عنایت کیا۔ اُسکے پھولوں میں سے دھوپ کی سی خوشبو آتی تھی دریافت سے معلوم ہوا کہ اس ہار میں ایک پتی کا پھول ہمشکل نیازبو کے تھا جسکی یہ خوشبو تھی۔ اُسکا نام پچاؤلی ہے۔ بنگلور میں ہم نے اُسکا لاطینی نام پوچھا تو سپے لسر . [illegible] معلوم ہوا۔ پنجاب میں اگر مل گیا اپنی کوٹھی کے باغ میں ایک گملہ رکھونگا۔

(نوٹ) بعد اس تحریر کے دریافت کیا گیا لاہور میں نہ ملا۔ سہارنپور میں یہ پھول ملا۔)

دروازہ کے باہر جب دیکھا رام کرشن جی کی بات صحیح نکلی۔ دو آرپالوں میں ایک عورت کی پتھر کی مورت دیکھنے میں آئی۔ یہ شبہ رفع ہوگیا۔ دروازہ اندرونی کے عین باہر ایک دی قربان گاہ دیکھی۔ ایک چھوٹا سا پتھر کا ٹھڑہ تھا۔ بظاہر ایک قبر جیسی معلوم دیتی تھی۔ رام کرشن جی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں جانور بھینٹ ہوا کرتے تھے۔ اب نہیں ہوتے مہاراج صاحب وشنومت کے ہیں۔ اور رعایا میں بھی جانور بھینٹ کرنے کا عموماً رواج

عرصہ دراز سے موقوف ہو گیا ہے۔ اب بجاے جانورسکے پھول چڑھائے جاتے
ہیں۔ یا ناریل سے کام لیا جاتا ہے میں نے دل میں شکر الٰہی ادا کیا کہ یہ رسم
موقوف ہوئی۔ میں حیران ہوں کہ جہاں جہاں اب تک یہ رسم جاری ہے مثلاً
کلکتہ کی کالی کے مندر میں اور بعض پہاڑی ریاستوں جہاں سنڈ ا بھی دریا میں
بہا دیا جاتا ہے یا جسکا سر جدا کیا جاتا ہو یا وہ جہاں جہاں جانور قربان کئے
جاتے ہیں قربانی کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ دیوی یا دیوتا ایسے لہو کے
پیاسے اور خشمناک کیسے ہو سکتے ہیں کہ وہ کسی جانورسکے خون سے خوش ہوتے
ہوں۔ خصوصاً جبکہ یقین ہے کہ دیوی دیوتے الوہیت کے روپ ہوں
گویا جس جانور کی جان لی جاتی ہے وہ اُنہیں کی مخلوق ہے۔ تاہم پُرانے
عقیدے نہایت مستحکم بیخ رکھتے ہیں صدیوں میں اُنکو زوال ہوپہنچتا ہے دنیا
کے جانور گوتم بُدھ کو دعا دیں جس نے ہندوستان کے ہندو آبادی میں اس
بارہ میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ جسکا اثرات بھی تک ہندو طبائع میں موجود اور
قائم ہیں۔ اور امید ہے قائم رہینگے۔ رام کرشن جی کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا
کہ گو اب مندر میں تو بھینٹ نہیں ہوتی بعض دہقان یا ادر رزیل قوموں کے
لوگ اس پہاڑی کے کسی نہ کسی کونے میں بکرے چھپکے سے بھینٹ کر جاتے ہیں
گویا دیوی جی جو پہاڑی کے اوپر بستی ہیں اُنہوں نے قبول فرمالیا۔ امید ہے
یہ رسم بھی رفتہ رفتہ رفع ہو جائیگی۔ اس پہاڑی پر مہاراجہ صاحب کے قیام کے
لئے ایک بنگلہ بھی بنا ہوا ہے۔ رانیوں کے لئے بھی ایک بنگلہ جُدا گانہ
بنا ہوا ہے۔ اِسی پہاڑی کے ایک طرف ایک مسجد بھی مہاراجہ صاحب نے
اپنے مسلمان باڈی گارڈوں کے لئے بنوا دی ہے۔ اس سال اسکی تصویر ٹائمز
آف انڈیا میں شایع ہوئی ہے۔ اِس پہاڑی پر سے شہر میسور کا علاقہ اور ساری

آبادی نظر آتی ہے۔ ایک جھیل اوپر سے نہایت خوشنما نظارہ دیتی ہے۔
واپسی کے وقت ہم اس جھیل کے پاس پاس سے گذرے۔ اس نے میسور
رولق بخشی ہوئی ہے۔ چمنڈی کی پہاڑی سے واپس آکر ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ
دیکھا۔ یہاں کرسیاں مٹی کی مورتیں۔ فرنیچر مصوری کھجور کے پتے کا کام،
لوہے کا کام وغیرہ سکھایا جاتا ہے۔ ایک منیجر نے ایک
ہمیں دکھایا جس میں ہر ایک قسم کی ساخت جمع کی ہوئی ہے قیمت
پر فروخت ہوتی ہیں۔ یہاں سے ہم نے صرف ایک پتے کی طشتری جو نہایت
نازک اور بیار ایک پھولوں کے لئے موزوں تھی خریدی۔ میرے تو کام کی کیا
تھی مستورات کو پوجا کے پھولوں کے لئے کارآمد ہوئی۔ سابق اس انسٹی
ٹیوٹ میں ایک لائق یورپین پرنسپل تھا۔ اب سب دیسی ہیں۔ ہر فن کے ہر
کے معلم وہاں جمع کئے گئے ہیں۔ اپنے اپنے صیغوں کے تعلیم دیتے ہیں۔
ایک لڑکا کوئی دس گیارہ سال کا ہوگا مصوری کا کام نہایت عمدہ کرتا،
پچاس روپیہ میں ایک چھوٹا سا لٹ بنا دیتا ہے۔
اس انسٹی ٹیوٹ کے محاذ میں ایک عظیم الشان جنرل ہسپتال ہے جو زیر
اہتمام ڈاکٹر عثمان کے ہے۔ یہ صاحب میسور کے باشندے ہیں۔ نہایت قابل
سرجن ہیں۔ یورپ امریکہ کے سند یافتہ ہیں۔ مزاج کے نہایت حلیم الطبع۔
اپنے کام میں اعلیٰ درجہ کے ماہر اور خوش اخلاقی کے نمونہ ہیں۔ مجھے اُن سے
ایک کھانے پر نیاز کا اتفاق ہوا۔ طبیعت اُن سے مل کر بہت خوش ہوئی۔
باقی پروفیسر بھی سب دیسی ہیں۔ ہسپتال ہر دلعزیز ہے۔ انتظام عمدہ ہے
انگریزی علاقہ کے ہسپتال اس سے بہتر نہیں ہیں۔
مجھے کارناٹک میوزک کے سننے کی تمنا تھی۔ سرکار میں عرض کے گئی۔

اور قبول ہوئی - چنانچہ رات کو مرزا جی نے میری درخواست پر سرکاری
گویا مع سازندوں کے بلوایا - میرا شوق پورا ہوا - میرے ایک دوست نے
جو موسیقی سے مس رکھتے ہیں - مجھے کہا تھا کہ آپ کو کارناٹک میوزک پسند
نہیں آئیگا - اُن کا یہ خیال غلط نکلا میں نے اس میوزک کو بہت پسند کیا - گویا
اِس علاقہ میں اعلیٰ درجہ کا ہنرمند سمجھا جاتا تھا - اُسکے ساتھ سارنگی والے
نہ تھے - وائلن بجانے والے اور طبلہ والے کے علاوہ
ایک شخص ہارمونیم بھی بجاتا تھا - ایک چیز گوئیے نے گائی - مجھے بہاڑی سی
معلوم ہوئی جسکا نام ہنساؤدان جر تھا - دریافت
سے معلوم ہوا کہ اس ملک میں اس قسم کے بہاڑی سے شروع کرتے ہیں - جیسے
ہمارے ملک میں کدارا یا ایمن کلیان یا بھیرو سے شروع کرتے ہیں - کہا جاتا ہے
کہ یہ بہاڑی گلو کو کھول دیتی ہے - آواز صاف اور زور آور ہو جاتی ہے میں
نے گوئیے سے کہا کہ ہمارے ملک میں یہ قدرے مختلف گائی جاتی ہے اُسنے
چاہا کہ پنجاب کے طرز سنے - بندہ شمیم نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ بہاڑی الاپنے
لگے - مثل مشہور ہے جہاں فرشتے قدم رکھتے گھبراتے ہیں بیوقوف حوصلہ
کر بیٹھتا ہے - ایک اناڑی ایک ماہر فن کے سامنے شمیم کیسا بے تکلف
ہو جاتا ہے - شاباش! شاباش!! شمیم - ڈھٹائی ہو تو ایسی ہو - گوئیے
نے کہا کہ صرف ایک دو سروں کے اُترنے چڑھنے کا فرق
ہے - چیز وہی ہے - اسکے بعد اُس نے درباری اور ایک راگنی سری
رنجنی اور مال کوس سنایا - مال کوس اور درباری تو صاف سمجھ میں آ گئے اُنکے
وہاں بھی یہی نام ہیں - سری رنجنی سمجھ میں نہ آئی - وہاں دستور ہے کہ ہر ایک
راگنی کے گانے کے بعد اُس کا کیرتن کرتے ہیں - جیسے ستار کی گت یا طبلہ

کی گت بجائیں - یہاں کے راگی کچھ راگ کے اصلی الفاظ کچھ مصنوعی حیلے
ملا کر کیرتن سے ہر ایک راگ کو ختم کرتے ہیں - اس طرز کا سماں خوب جمتا ہی
ہی اور تال کا لطف آجاتا ہے - مجھے ایک مرتبہ پنجاب کے جج مسٹر اکنیو صاحب
نے کہا تھا کہ ہندوستانی ناک سے آواز نکالتے ہیں - اور یورپین گلے سے
یہ بات مجھے بھولی نہ تھی - ایک مرتبہ ایک مشہور گانے والے سے کچھ عرصہ ہوا
میں نے دریافت کیا کہ بعض اوقات اُسکی آواز ساز سے ایسی ملجاتی ہے اور
اس بلندی پر پہونچ جاتی ہے کہ کم سُننے میں آئی ہے - ان کی طوالت تو بہت
مرتبہ سُنی ہوئی ہے - اُسکی آواز انگریز میسوں کی آواز کی مشابہت دیتی تھی
تو اُس نے مجھے کہا کہ وہ انگریزی میوزک کے بھی سبق لے چکی ہے - بقول اُسکے
یورپین راگ تو دلاویز نہیں - البتہ آواز نکالنے کا طریق اُن کا اچھا ہے
دراصل ناک سے نکالنے سے آواز غنی ہو جاتی ہے - جو انگریز پسند نہیں
کرتے، یہ گانے والے دونوں طریق استعمال کر لیتے ہیں - جہاں دیسی راگ
کو قدرے غنغنا کرنے سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے - اور آواز غنغنی کرتے
ہیں - اور جہاں ٹیپ پر لیجانا ہوتا ہے وہاں انگریزی طریق پر گلے سے
کام لیتے ہیں - یہ تذکرہ بھی مجھے یاد تھا - یہ بات کارناٹک میوزک کے
مشاقوں میں پائی گئی - یہ گویا جس سُر تک چاہے آواز کو لے جاتا تھا -
ہمارے یہاں اونچے سُروں پر پہونچکر راگی چیخنے لگتے ہیں یا ایک دوسرا اوپر
چڑھ کر اونچے سروں کو ناک میں گم کر کے استائی پر آجاتے ہیں - یہ گویا ایسا
چڑھتا اُترتا تھا کہ باید وشاید - آواز خوب کمائی ہوئی تھی - نیچے اور اوپر خوب
پھرتی تھی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ استائی اور انترا دو گویئے علیحدہ علیحدہ گا رہے
ہیں - استائی کے سُر گنبیر اور انترے کے سُر نہایت نازک اور سُریلے تھے -

سازندے بھی اچھی مشق رکھتے تھے۔ ہمارے شمالی اور وسط ہند اور بنگال کے ملکوں میں راگ اور راگنیوں میں آمیزش سے اسکا نام ایجاد اور نیرنگی رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ راگوں کے اصلی مقصد خاص خاص اثر پیدا کرنے کے زائل ہوکر عشوہ گری باقی رہ جاتی ہے۔ کم از کم عبادت کے لئے تو قطعی ناکارہ ہوجاتے ہیں مصنوعی بلکہ فرضی رنگ جمتا ہے۔ کانوں کو بھلے تو معلوم ہوتے ہیں مگر دراصل اس آمیزش کو موسیقی کے ترقی نہیں کہا جا سکتا۔ کارناٹک کے ملک میں راگ سنگیت کے جاننے والوں کے پاس ہا ہے۔ اور اب تک اُنہیں کے پاس ہے وہ تبدیلی کرنا خلاف ادب سمجھتے ہیں۔ اور بزرگوں کے موضوعہ طرزوں میں دست اندازی کرنا مناسب تصور نہیں کرتے نہیں تو کر کردینا مناسب ہے کہ دوسرے روز دوپہر کو جل ترنگ ایک راگ در راگی سے سُنا۔ خوب بجاتا تھا۔ پیلو کی میں نے فرمائش کی۔ اُسنے خوب بجائی۔ مسٹر ادرس نے فرمایا کہ یہ برہمن گاتا بھی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ چنانچہ اُسے زبانی گانے کے لئے کہا گیا۔ اُسنے شوق سے سنایا۔ وہاں کی زبان میں اُسکو اس صاحب نے اشارہ کردیا تھا۔ کہ مجھے ملکہ راگ کے سمجھنے کا ہے اس لیئے لیاقت سے سنانا۔ چنانچہ اُس نے پیلو خوب سُنائی۔ دو ایک اور چیزیں بھی اُس نے بجائیں اور سنائیں۔ یہ برہمن بھی اچھا مشاق تھا۔ گلا خوب کمایا ہوا تھا۔ پہلے راگی کے گمبھیر آواز نکلتی تھی۔ اسکی آواز قدرے اُسکی نسبت باریک تھی۔ غرض کارناٹک میوزک کی تمنا پوری ہوئی۔ کارناٹک موسیقی میں راگ اور راگنیوں کے شجرہ نسب نہیں ہیں۔ دو سو کے قریب راگ اور راگنیاں گائی اور بجائی جاتی ہیں۔ ہر ایک راگ اور راگنی بقول اُنکے فی نفسہ ہیں کسی کے بیٹے بیٹیاں پوتے وغیرہ نہیں زیادہ تحقیقات کا موقعہ ملا ورنہ اور تفصیل دریافت کرتا۔

۳۰ راگست کو بہت سی چیزیں دیکھنے میں آئیں - چنانچہ سرنگا پٹم پہونچے -
یہ ایک جزیرہ ہے - ۸میل میسور سے - یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک پرانا قلعہ
ہندو راجاؤں کے وقت کا بنا ہوا تھا - جو حیدر علی کو سلطنت ملنے پر اُسکے
پاس آیا - پھر اُسکے فرزند ٹیپو سلطان کے پاس رہا - دریا کاوری کے گھیرنے
اِسے جزیرہ بنا دیا ہے - اپنے وقت میں نہایت محفوظ مقام تھا - آج کل کے
سامان حرب کے سامنے کوئی چیز نہیں - ایک جانب لب دریا خندق سے
اوپر یہ قلعہ بنا ہوا ہے - دریا میں اتنے پتھر ہیں اور پانی اتنا کم ہے کہ اسمیں
کشتی نہیں چل سکتی - انگریزی فوج دریا کے پار سے اُس زمانہ میں کشتی کے ذریعہ
سے قریب نہ آسکتی تھی - شروع میں انگریزوں کے چند افسر ٹیپو سلطان کے ساتھ
جنگ کرنے میں گرفتار ہو گئے تھے - وہ بندی خانہ کی کوٹھریوں میں پابزنجیر
رکھے گئے تھے - یہ بندی خانہ ابتک یہاں موجود ہے - انگریزوں اور ٹیپو میں
بعد میں جنگ ہوئی - تاریخ ہند میں اسکا حال پڑھ سکتے ہیں - آخر ٹیپو مارا گیا
اور انگریزوں کی فتح ہوئی - اسی جزیرہ میں حیدر علی اور ٹیپو کے قبور ہیں سیاہ
پتھر کی بنی ہوئی ہیں - مقبرہ معمولی اور سادہ ہے - ایک قاضی صاحب جو وہاں
رہتے ہیں اُنہوں نے ہمکو دکھلائیں - دروازہ پر قطع وفات پر ہر دو سلطانوں
کے پتھر کے سِل پر کندہ ہیں - یہ شعر مجھکو بہت پسند آیا ؎

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے
بریں جانبا ز سلطانے کہ آمد شد چو مہمانے

سائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ حیدر علی ایک پنجابی سپاہی گدا کا پرپوتا ،
یا نگڑ پوتا تھا - قلعہ کی دیرینہ اور خستہ دیوار کے قریب ایک پتھر کی یادگار
حال کی بنی ہوئی ہے - جس پر اُن افسروں کے نام کندہ ہیں جو انگریزوں کی

فوج میں سے قیدی ہوکر یہاں کے زندان میں مقید ہوئے تھے - ایک نام
بالخصوص ذکر کے قابل ہے - ایک سرجن کلا سر کا نام کندہ
تھا - اُسکے محاذ میں لکھا ہے سو اِس رجمنٹ ڈی مورن
نہ معلوم اُس زمانہ میں انگریزی افواج میں کوئی رجمنٹ سو اِس رجمنٹ
کہلاتی تھی - دریا آباد ایک باغ تھا ٹیپو سلطان کا وہ جو لب
دریا واقع ہے وہاں ایک مکان اہلکاران کے حاضر اور جمع ہونے کے
لئے بنا ہوا بیان کیا جاتا ہے - اُسکی دیواروں پر تصادم جنگ مابین میسور
وانگریزی فوج منقوش ہے جس پر ایک کپتان ایک ڈولی میں مقید زیر
حراست دکھایا گیا ہے - اور بھی تصاویر لا جگان کی ہیں میسور کی اور
نظام کی افواج کی بھی تصویریں ہیں مگر ایسے بھدی نقاشی کہ ہم دیکھ کر خوش
نہ ہوئے - نہایت ادنیٰ درجہ کی نقاشی تھی - سرنگا پٹم سرسبز اور خوشنما جگہ
ہے - حال میں جو باغ وہاں لگایا گیا ہے اُسکی تراش خراش نہایت خوشنما
ہے - پھول اچھے اچھے موجود ہیں - حیدر علی کو میرے ایک لاہوری دوست
نے فخراً پنجاب کا رہنے والا بتلایا تھا - مقامی تحقیقات سے تو اُس کی
تائید نہ ہوئی صرف سائیکلوپیڈیا میں روایت درج ہے کہ پشت ہا پشت سے
یہ بہادر اور مدبر میسور میں ہی رہتا تھا - قاضی جی مذکور سے میں نے دریافت
کیا تو اُس نے ایک کتاب کا حوالہ جسکا نام **کارنامہ حیدری** ہے بتلایا
جو بقول اُسکے بمبئی سے مل سکتی ہے میسور میں تلاش کی دستیاب نہ ہوئی -
ممکن ہے پنجاب سے کسی زمانہ میں اُسکا بزرگ گیا ہو - وہاں کے لوگ بیان
کرتے ہیں کہ حیدر علی ہندوں سے مصالحت رکھتا تھا کسی طرح سے اُس نے
ہندو فرمانروا پر قابو پاکر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی - تاریخ ہند پڑھنے

سے معلوم ہو سکتا ہے - کوئی ہندو وہاں اُسکے ظلم، بدتمیزی، یا تعصب کا
نالاں یا شاکی معلوم نہیں ہوا - اُسکا وزیر ایک برہمن پورنیا نام تھا اور اُسکے
مشورہ پر وہ بہت حصر رکھتا تھا ٹیپو کی نسبت اچھا خیال نہیں ہے اُس میں ساری
خصلتیں باپ کی نہیں آئی تھیں - قاعدہ ہے کہ سلطنتوں کے بانیوں کے
مزاج اونچے ہوتے ہیں - اُنکے ورثا اور جانشین حاصل شدہ شی کے لئے عدم
سعی سے ویسے صاحب لیاقت نہیں ہو سکتے - ٹیپو کپتان برڈ کو جو اسیر
تھا بندر کی طرح کھمبے پر اُترنے چڑھنے پر مجبور کرتا رہا - تاہم خواہ دونوں کی
خصلتیں قدرے مختلف ہوں - ہر تین ہندو مندر یعنی رنگناتھ گنگادھر
نرسنگ مندر جو اس جزیرہ میں تھے وہ بلا صدمہ ویسے ہی اسوقت تک
موجود ہیں - کوئی نشان اُنکو کسی طرح کا نقصان پہونچانے کا موجود نہیں ہے
ایک امر نے ہمکو بہت حیران کیا - ہمارا تاریخی تحقیقات کا مرض کبھی رفع نہ
ہوگا - حیرت یہ ہے کہ پڑھے لکھے آدمی نے جیسا کہ حیدر علی کے اپنے نام سے
معلوم ہوتا ہے - اپنے فرزند کا نام ٹیپو رکھا ٹیپو ایک ایسا لفظ ہے جو بےمعنی
ہے - وہاں کی زبان اور شمالی ہند کی زبان میں اسکے کچھ معنی نہیں - یا
مہمل یا بازاری نام ہے جیسے کسی کی چڑ یا دل لگی یا پیار سے کسی نے نام رکھ دیا
اگر ایسا ہی ہے تو اُسکا نام بامعنی جو شریف مسلمان رکھتے ہیں اور ہی ہونا چاہئے
وہاں کے بہت سے لوگوں سے میں نے ذکر کیا - کسی نے اس امر کو حل
نہیں کیا - میں سوچا کیا - آخر تخیل نے اتنی مدد دی کہ شاید ٹاپو سے یہ لفظ
بنا ہو - سرنگاپٹم چونکہ جزیرہ ہے اُسکے کسی تعلق کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا
ہوگا - حال میں یہ جزیرہ ایک قصبہ سا بن گیا ہے - ایک سکول بھی وہاں ہے
ایک برہمن کا لڑکا خواستگار امداد ہوا کتابوں کے لئے کچھ طلب کرتا تھا

اُسکو کچھ دیدیا گیا - ایک پُل بننے سے اب اسکی جزیرگی نہیں رہی - یہاں کے قاضی صاحب ق کو خ تلفظ کرتے تھے - باقی سفر میں بھی اکثر اہل اسلام کا ایسا ہی تلفظ سُنا گیا - قبر کو خبر، صنادق کو صنادخ بولتے سنے گئے -

اُسی روز ہم کاویری کا بند دیکھنے گئے - کمال ہے! بند کیا ہے ایک پہاڑ بنا دیا ہے اور ایسا مضبوط کہ صدیوں جنبش نہ کھائے - طرفہ یہ کہ ایک دیسی انجنیر کا سارا کام ہے - اُن سے بھی نیاز حاصل ہوا - اس بند نے ایک لق و دق جھیل بنا دی ہے جسکا فالتو پانی بند کے نیچے سے پُھار پیدا کرتا ہوا گذرا کرتا ہے - پانی بہ شکل روئی کے بڑے بڑے گالے کے معلوم ہوتا ہے یا پشم کی ندی ہے - ہم نے پونا کا بند بھی اس سفر میں دیکھا پنجاب کے بند تو بہت مختصر ہیں - یہ کاوری کا بند سب سے بڑا دیکھا گیا اسکے سلوس یعنی نیچے سے پانی کے ناکے انجنیری کے ہنر کے بے مثل نمونے ہیں - کامل دو گھنٹہ ہم اس عجیب غریب نظارہ کو دیکھا کئے - پھر بند پر چڑھے - عارضی سیڑھیاں اسکے اوپر جانے کے لئے بنی ہوئی ہیں - پختہ سیڑھیاں بنانے کی تجویز پیش ہے - اوپر کلیں لگی ہوئی ہیں - جن سے پانی کی روانی اور بندش کا کام لیا جاتا ہے - انجنیر صاحب فرمانے لگے کہ اگر کبھی یہ بند جنبش کھا جائے تو اتنا پانی جھیل سے نکلے کہ میلوں تک طغیانی آجائے اور شہر کے شہر برباد ہو جاویں - اس لئے ہر لحظہ اسکا ملاحظہ ہوتا رہتا ہے - پہرہ لگا رہتا ہے - روزمرہ امتحان کیا جاتا ہے اور اطمینان کر لیا جاتا ہے - القصہ یہ بند اپنا ثانی نہیں رکھتا - بند کے قریب ایک پتھر کی سل پہ ایک تحریر ۱۲۱۲ھ کی کندہ ہے - جسمیں ٹیپو سلطان کے ایک بند بنانے کا ذکر ہے - رعایا کی مالگذاری کی نسبت احکام درج ہیں - اس سابقہ بند کا کوئی اس وقت نشان

نہیں۔ کوئی بند ضرور رہو گا۔ جسکا اس میں ذکر ہے وہ سلطنت کے اُلٹ پھیر میں قابو میں نہیں رہا۔ اُسے پانی بہا کرلے گیا ہوگا۔ یہ پتھر بند کے کسی پاس کے کھنڈ سے اتفاقیہ برآمد ہوا تھا۔ بطور یادگار وہاں ایک بُرجی بنا کر لگا دیا گیا ہے۔

بند سے واپس آکر شہر گھومے۔ یہ دریونیورسٹی کے ہال پروفیسروں کے بنگلے کپتھا نہ۔ پرنسپل صاحب کے بنگلے کے پاس سے گذرے۔ سرکاری عمارتیں بھی راستہ میں دیکھیں، ایک ہندو ہوٹل موڈرن ہوٹل نام سے ہے، جو ایک خاصہ بڑا بنگلہ ہے نظر سے گذرا۔ غالباً انتظام بھی اچھا ہوگا۔ ایک بہت بڑا عیسائیوں کا گرجا بھی دیکھا۔ وہ مقام بھی دیکھا جہاں ماڈل مکانوں کے لئے زمین لوگوں کو سرکار سے ملی ہوئی ہے۔ کوئی کوئی مکان مختصر اندازہ پر بنے بھی ہیں۔

شمیم

سیر گوالیار

(ایک محقق کے قلم سے)

کہتے ہیں اُس پروردگارِ عالم نے جب پیدائش مخلوق سے فراغت پائی تو کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ کالے سروالوں میں اکثر اُسکے احکام سے سرکشی کرتے۔ اور معصیت میں پھنس جاتے ہیں۔ اس پر عدالت گستری کی لہر نے زور مارا اور سزا و جزا کی ترکیب نکالی۔ فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک ایسا مقام تعمیر کریں جہاں ان گناہگار بندوں کو اُنکے گناہوں کی سزا دی جا سکے اور عدالت جاری ہو۔ تاکہ آیندہ ایسے بندے راہ راست پر آجائیں تو دوسروں کو تنبیہ ہو۔ چنانچہ حسب ایما فرشتوں نے مناسب وقت میں ایک ایسے مقام کی تعمیر تکمیل کر کے رپورٹ پیش کی۔ حکم ہوا کہ بنفس نفیس اس مقام کا ملاحظہ فرماوینگے۔ جب ملاحظہ ہو چکا تو اُس غفار اور مجسم ترحم نے اُس مقام کی اشد سختیوں اور تکلیفوں کا خیال فرما کر فرشتوں سے فرمایا کہ گناہگار بندے بھی آخر ہمارے بندے ہیں۔ ہماری رحمت کا یہ تقاضا نہیں کہ انہیں ایسے سخت تکالیف جھیلنی پڑیں۔ ایک اور مقام تعمیر کیا جائے جہاں تدریجاً اس سے کم سختیاں اور تکلیفیں رکھی جائیں چنانچہ اس حکم کی ہر وقت تعمیل کی گئی۔ اور بعد معائنہ وہ مقام پاس ہوا۔ اُسکا نام اہل ہنود میں "نرک" اور اہل اسلام میں "دوزخ" قرار پایا۔ فرشتوں نے عرض کی کہ پہلا مقام جو تعمیر ہو چکا ہے اُسکا کیا کیا جائے۔ حکم

ہوا کہ اُسکو پلٹ کر گوالیار بسا دو۔

اس طرح کہتے ہیں کہ گوالیار بسایا گیا۔ اس وجہ تسمیہ کی تصدیق ممکن ہے کہ ہم کسی تاریخ یا مذہبی کتب کے حوالجات سے نہ دیکھیں۔ مگر جو لوگ یہاں عرصہ سے رہتے ہیں اور یہاں کے گرم و سرد کو ایک مدت سے برداشت کرتے آئے ہیں وہ اس بات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس خطہ کی بنیاد ضرور کسی خاص غرض سے رکھی گئی ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ وہ سزا اور جزا کے اصولوں پر ہو جیسا انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے کہیں ڈسٹرکٹ جیل ہیں کہیں سنٹرل جیل۔ ویسے ہی یہ قدرت کا بنایا ہوا خدائی جیلخانہ ہے جہاں خواہ بلحاظ آب ہوا خواہ بلحاظ دیگر ضروریات زندگی قدرت کی طرف سے خاص سختیاں موضوع کی گئی ہیں۔ اور عام اس سے کہ باشندہ گوالیار اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتا ہو یا ادنیٰ طبقہ سے وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ضرور پچھلے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے اُسے اس خدائی جیلخانہ میں ڈالا گیا ہے۔

گوالیار کا قلعہ بڑا پرانا اور مشہور قلعہ ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں اسکا حوالہ اول مرتبہ وہاں آتا ہے جہاں بادشاہ اورنگزیب نے اپنے نامراد بھائی "مراد" کو اس قلعہ میں قید کر کے قتل کرایا تھا۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے اسکے اردگرد اور بھی کئی پہاڑیاں ہیں جو موسم گرما میں تمازت آفتاب سے ایسی گرم ہو جاتی ہیں کہ مارے غصہ کے کل کرہ ہوائی کو جھلسا دیتی ہیں۔ اور اُسکی پریشانی سے ایک حشر بپا ہو جاتا ہے۔ ہر بن مو سے الاماں و العطش کی صدا بلند ہو جاتی ہے۔ کرہ ہوائی اس کا بدلہ ان پہاڑیوں سے موسم سرما میں لیتا ہے۔ بعض ملکوں سے برفانی تیر لا لا کر ان پہاڑیوں پر تابڑ توڑ ایسا برساتا ہے کہ یہ ٹھٹھر کر یخ ہو جاتی ہیں مگر جوگی کی لڑائی اور کھپروں کی مشکل۔ باشندگان کی اس میں بھی موت ہے وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ حاصل کلام یہ کہ قدرت نے یہاں کی

میگزین میں خاص تھیار انسان کو تکلیف پہونچانے کے لئے مہیا کر رکھے ہیں۔ یہاں کا آفتاب جاڑے میں برج عقرب میں اور گرمیوں میں اسد میں زیادہ تر مقیم رہتا ہے اور یہ موذی جانور زمین پر بھی انسان کے لئے باعث تکلیف ہوتے ہیں اور آسمان بھی

جو کیفیت ہم اوپر درج کر آئے ہیں اسکا اطلاق صرف ریاست گوالیار کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو گورنمنٹ کے ہیڈ کوارٹر اور ضلع گرد گوالیار پر مشتمل ہے۔ ریاست گوالیار ایک بڑی ریاست ہے۔ اور بلحاظ رتبہ ہندوستان کی ریاستوں میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اسکے تیسرے حصص یعنی مالوہ پرانت اور ضلع بھلسہ بڑے زرخیز ہیں اور اس ریاست کی آمدنی کا کل دارمدار ان اضلاع کی پیداوار پر ہے۔

صبح بنارس شام اودھ اور شب مالوہ مشہور عام ہیں جیسی تکلیف دہ اور ناخوشگوار آب و ہوا گوالیار پرانت کی ہے اُسکے خلاف مالوہ پرانت کی آب و ہوا آرام دہ اور خوشگوار ہے۔ موسم گرما میں جس طرح گورنمنٹ آف انڈیا کے دفاتر شملہ چلے جاتے ہیں اُس ہی طرح گوالیار گورنمنٹ کے دفاتر اس موسم میں بمقام شیوپوری جو سطح آب سے ۱۴۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے چلے جاتے ہیں۔ لیکن امسال اس قدر سخت گرمی ہے کہ پچھلے دو ماہ سے والئے ریاست اور چیدہ چیدہ افسران بمبئی میں مقیم ہیں۔ غالباً بارش ہونے پر واپس آئیں۔

حضور معلی حکمران گوالیار اپنی بیدار مغزی، خوش انتظامی، رعایا پروری، جفاکشی اور دیگر صفات کے لئے ہندوستان کے رئیسوں میں سے ایک مشہور رئیس ہیں۔ مگر بوجوہات چند در چند آج کل اضلاع گرد گوالیار۔ تور گھار۔ جورہ۔ اشد پورہ۔ بھنڈ وغیرہ میں وارادات ڈکیتیوں کی کثرت ہے اور تمام راستے مخدوش ہیں۔ دو چار روز ہوئے کسی شقی القلب نے ایک دس گیارہ سالہ لڑکی کو مار کر مرار ندی میں ڈال دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع مرار پولیس کو دی گئی۔ مگر مرار پولیس نے یہ کہکر ٹال دیا کہ چھان

لاش پائی گئی ہے وہ علاقہ گرو پولیس کا ہے۔ گرو میں اطلاع کی جانے۔ اس حیص بیص میں پورے ۲۴ گھنٹہ بغیر کسی کارروائی گذر گئے۔ حالانکہ اس مقام سے صرف چند قدم پر مرار پولیس کی ایک چوکی ہے۔ اب گرو پولیس نے اس واردات کی تفتیش اپنے ہاتھ میں لی۔ نتیجہ دیکھیے کیا نکلتا ہے۔

ایک شخص علی حسن نامی ریاست الور کا باشندہ دو ہندو لڑکیوں کو جن میں سے ایک کی عمر ۱۳-۱۴ سال کی۔ دوسری کی ۱۵-۱۶ سال کی تھی بھگا کر ڈونری سرائے میں مقیم ہوا۔ اور اُس نے اپنے آپ کو بھی ہندو ظاہر کیا۔ لیکن بھٹیاروں اور دیگر لوگوں نے جب دیکھا کہ وہ بھٹیارہ کے یہاں کھانا کھاتا ہے۔ شبہ ہوا اور پولیس میں اطلاع کر دی۔ پولیس کی تحقیقات اور لڑکیوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ قوم برہمن اور ریاست الور کی باشندہ ہیں۔ ایک شب جب وہ راستہ سے گذر رہی تھیں پانچ چھ آدمیوں کے ایک گروہ نے جسمیں ملزم علی حسن بھی شامل تھا انہیں ایک دم گھیر لیا۔ اور پکڑ کر ایک دکان میں لے گئے۔ وہاں انہیں مار ڈالنے کی دھمکی دی گئی۔ اور اُن سے کہا گیا کہ اب وہ ہندو نہیں ہیں اور اگر انہیں چھوڑ بھی دیا گیا تو اُنکے والدین انہیں قبول نہ کرینگے۔ دوسرے روز ریاست الور سے زبردستی ان لڑکیوں کو فرار کر کے پلول اسٹیشن پر آئے۔ اور لوگ تو راستہ میں رہ گئے۔ علی حسن لڑکیوں کو لیکر گوالیار آیا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہاں سے وہ کہاں جانے والا تھا۔ الور پولیس کو اسکی اطلاع بذریعہ تار دی گئی۔ اور وہاں لڑکیوں کا بھائی بدھا نامی اور ایک انسپکٹر پولیس گوالیار آئے۔ لڑکیوں کو اُنکے بھائی کے سپرد کر دیا گیا۔ ملزم علی حسن زیر حوالات ہے اُسکی باقاعدہ سپردگی ریاست الور کو ہوگی۔ جہاں یقین ہے کہ وہ سزایاب ہو کر اپنی بداعمالی کا نتیجہ بھگتے۔ لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ ہندو سوسائٹی ان معصوم غریب لڑکیوں

سکے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہے جو سُنا جاتا ہے ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ گوالیار ریاست میں جون کے مہینے میں جولن بدلی جاتی ہے۔ کیونکہ ۳۰ جون کو یہاں سال تمام ہوتا ہے۔ اور محکمہ جات اور عملوں میں جو کچھ رد و بدل کرنا ہوتا ہے اسکی نسبت اس ماہ میں احکام جاری ہو جاتے ہیں اور سال آئندہ کا بجٹ بن جاتا ہے۔ سال آئندہ کے لئے سنا جاتا ہے کہ محکمہ آبپاشی کے بہت سے کام بند کر دیئے ہیں اور عملہ میں بھی بہت کچھ تخفیف کی گئی ہے۔ جب سے پنڈت سری کشن گرٹو یہاں سے علیحدہ ہوئے ہیں اس محکمہ کا کچھ ڈھچر سا بگڑ گیا ہے۔ وہ انجنیر نئے باہر سے آنے والے ہیں ممکن ہے انکے آنے پر جیسا کہ یہاں کا محاورہ ہے اس ڈیپارٹمنٹ کا کچھ "بیڑا" بندھ جائے۔

شریمنت سردار بلونت راؤ بھیا صاحب سی، ڈی، او۔ نے ایک گرانقدر وقف رادھا مادھو مندر متھرا کے نام کیا ہے۔

شاہ و گدا

شہنشاہ اکبر اور شیخ سلیم چشتی رح

جو سنگِ درِ یہ ترے سایہ دار بیٹھے ہیں وہ لاتِ دولتِ دنیا پر مار بیٹھے ہیں

(آزاد)

دنیوی ہندمن جو درجہ شاہِ وقت کا ہے، انسانوں میں وہ کسی اور کو نصیب نہیں، اگر جو انسان دنیا چھوڑ کر اُس کی دولت پر لات مار دیتا ہے، اس کا درجہ دنیوی بادشاہوں سے بڑھ جاتا ہے، یہ امتیاز جدید نہیں بلکہ قدیم ہے، اور ازل سے ابد تک قائم رہیگا،

جب دنیا کی فانی ہستیاں غرور و خودپسندی، رعونت و تکبر، خودداری و خودبینی کا شکار ہو کر فرعون بے سامان ہو جاتی ہیں، تو اُس مردود عرصے کے لئے یہ امتیاز ازلی مٹا دیا جاتا ہے، مگر آنکھ جھپکنے نہیں پاتی کہ بڑے بڑے فرعون بے سامان ایسی لعنتی زندگی گذارتے اور کتے کی موت مرتے ہیں، کہ وہ خود حالتِ نزع میں اپنی بدبختی پر روتے ہیں، اس وقت اُن کے حوالی متعلقین و ممدوحین یہ عبرت انگیز نظارہ دیکھ دیکھ کر چشمِ حق بین کھولتے ہیں، اور پھر دنیا کا وہ جہنمی کرہ وقتِ مقررہ کے لئے بہشت بن جاتا ہے،

جن تاجداران نے اپنی تاجداری کے ناپائیدار ایّام میں عدل و انصاف کیساتھ حکمرانی فرمائی، رعایا پر اپنے آپ کو حقیقی تاجدار سمجھا، اور اُن کی ہر طرح کی اظہار تاجداری کی علامات سے خوش و خرّم ہوئے، اُن کا یہ فرض ہو گیا، کہ وہ ملعبد کے تاجدار یعنی سادھوؤں فقیروں کو اپنا تاجدار سمجھیں، جس نے یہ سمجھا سب نے اُسکو

سمجھا اور جس نے نہ سمجھا اُسے دنیا نے بہلا دیا،

ابوالفتح جلال الدین اکبر اعظم کا عہد آج تک اسلامی تاریخ کا ایسا درخشاں حصہ ہے کہ جس پر ایشیا کو ناز ہے، مگر اس کا راز اُس کی وہ فقر پرستی تھی کہ جس کا وہ دل سے معتقد تھا، جہانگیر کی پیدائش اسی عقیدت کا نتیجہ تھا،

ہمیں رسالہ کے دورِ جدید کے آغاز کے وقت دہلی میں عرصہ تک قیام کرنا پڑا اور وہ قیام رسالہ کو ہر طرح سے کامیاب بنانے کے متعلق تھا، لالہ سری رام صاحب ایم اے مصنف خمخانہ جاوید اگر دنیا بھر کی نہیں تو مغلیہ سلطنت کی صنعتوں پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں، انہوں نے فنون لطیفہ کے شوق میں لکھوکھا روپیہ پانی کی طرح بہا دیا، اُن عجائبات میں صدیوں قبل کی قلمی مصدقہ تصاویر بھی ہیں،

ہم نے بصرف زرِ کثیرہ، منتخب تصاویر کے فوٹو تیار کرائے، اور سب کے بلاک بنوائے، تاکہ یہ لاثانی صنعت ملکِ فنا کے بازاروں سے نکلکر ملکِ بقا کے لافانی حافظوں میں محفوظ ہو جائے، چنانچہ اُس بیش بہا ذخیرہ میں سے تصویر منسلکہ رسالہ چھاپی جاتی ہے،

اہلِ نظر شہنشاہ اکبر اور شیخ سلیم کی روایت بخوبی سمجھتے ہیں، مگر بداعتقاد بے نصیب فانی ہستیوں کی رہبری کے لئے اِس تصویر کے متعلق تزکِ جہانگیری کا اقتباس درج کیا جاتا ہے، اور ساتھ کے ساتھ ترجمہ بھی کر دیا جاتا ہے،

پدرم را تا بست و ہشت سالگی فرزندے نزیست، و ہمیشہ بجہت بقائے فرزند بدرویشان و

۲۸ برس کی عمر تک میرے والد بزرگوار کے ہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی، اور اولاد کی زندگی کیلئے فقیروں اور

گوشہ نشینان کہ ایشاں را قرب روحانی بدرگاہ الٰہی حاصل است التجا مے برد، چون خواجہ

گوشہ نشینوں سے التماس کرتے تھے، کیونکہ ان کو درگاہ خدا میں روحانی نزدیکی حاصل ہے، جیسے سرتاج بزرگ

معین الدین چشتی سرچشمہ اکثر اولیائے ہند بودند، پدر بزرگوار برخاطر گذرانیدند کہ بجہت حصول

خواجہ معین الدین چشتی جو کہ ہندوستان کے بہت سے ولیوں کے سردار تھے، والد بزرگوار نے دل میں خیال

این مطلب رجوع باستانۂ متبرکۂ ایشان نمایند، یا خود قرار دادند، کہ اگر اللہ تعالٰی پسرے کرامت فرماید

کیا کہ اس مطلب کو پورا کرنے کے لئے اُن کے بزرگ آستانہ کی طرف توجہ کریں، دل میں ٹھان لیا کہ اگر خدا نے

و این نعمت بمن ارزانی دارد، از آگرہ تا بدرگاہ روضۂ منورۂ ایشان کہ یک صد و چہل کروہ است

بزرگ ایک بیٹا عنایت کیے اور وہ زندہ رہے تو آگرہ سے اُن کی نورانی قبر کے روضہ تک کہ ایک سو چالیس

پیادہ از روئے نیاز تمام متوجہ گردم،

کوس کا فاصلہ ہے، پوری حاضری سے پیدل جاؤنگا، (پھر آگے لکھا ہے)

در سنہ نہ صد و ہفتاد و ہفت روز چہار شنبہ ہفدہم ماہ ربیع الاوّل ہفت ساعت از

سنہ ۹۷۷ ہجری بدھ کے دن ماہ ربیع الاوّل کی سترھویں تاریخ سات گھڑی دن چڑھے

روز مذکور گذشتہ بطالع بست و چہارم درجۂ میزان اللہ تعالٰی مرا از کتم عدم بوجود آورد، و

میزان کے ۲۴ درجہ کے وقت خداوند عالم نے مجھکو گمنامی کے پردہ سے پیدا کیا، اور

در آن ایام والد بزرگوارم جویائے فرزند بودند،

جن دنوں میرے والد بزرگوار اولاد کے متلاشی تھے، (آگے اس طرح لکھا ہے)

شیخ سلیم نام درویشے صاحب حالت کہ بسیارے از مراحل عمر طے نمودہ بود، در کوہے متصل

شیخ سلیم نام ایک فقیر ہے جس نے عمر کے بہت سے راستے پورے کئے تھے، آگرہ کے

بہ موضع سیکری از مواضع آگرہ استقامت داشت، و مردم آن نواحی بشیخ اعتقاد تمام داشتند

ضلعوں میں سے قصبہ سیکری کے نزدیک ایک پہاڑ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اور آس پاس

چوں پدرم بہ درویشان نیازمند بودند صحبت ایشان نیز در یافتہ روزے در اثنائے توجہ و بیخودی

کے آدمی شیخ سے پورا اعتقاد رکھتے تھے، چونکہ میرے والد صاحب فقیروں کے خواہشمند تھے

از ایشان پرسیدہ شد، کہ مرا چند فرزند خواہد شد؟ فرمودند کہ بخشندۂ بے منت سہ پسر شما ارزانی

اُنکی خدمت میں جاکر ایک دن آپ سے توجہ و مستی کی حالت میں پوچھا کہ میرے ہاں کتنی اولاد ہوگی،

خواہد داشت، پدرم مے فرمایند کہ نذر نمودم کہ فرزند اوّل را بدامن تربیت و توجّہ
فرمایا کہ بے احسان بخشش کرنیوالا خدا تین بیٹے بخشیگا، میرے باپ فرماتے ہیں کہ میں نے نیت
شما انداختہ شفقت و مہربانی شمارا حامی و حافظ او سازم، شیخ این معنی را قبول میفرمایند
مانی کہ پہلے بیٹے کو آپ کی توجہ و تربیت کے دامن میں چھوڑ کر جناب کی محبّت اور عنایت کو
و بر زبان گذرانند، کہ مبارک باشد! ماہم ایشان را ہمنام خود ساختیم،
اس کا نگہبان و محافظ بناؤنگا، شیخ نے اِس کو مان لیا اور زبان سے اَدا کیا کہ مبارک ہو ہمنے بھی
اپنا ہمنام بنایا،

چون والدۂ مرا ہنگام وضع حمل نزدیک مے رسد بخانہ شیخ مے فرستند، تا ولادت من در آنجا
جب میری والدہ کے یہاں بچہ پیدا ہونے کا وقت قریب آیا، تو شیخ کے گھر
واقع گردد، بعد از تولّد نام مرا سلطان سلیم نہادند، اما من از زبان مبارک پدر خود نہ مستی
میں بھیجدیا، تاکہ میری پیدائش وہاں ہو، پیدا ہونے کے بعد میرا نام سلطان سلیم رکھا
و نہ ہوشیاری شنیدم کہ مرا محمد سلیم یا سلطان سلیم مخاطب ساختہ باشند ہمہ وقت شیخو بابا
لیکن میں نے اپنے والد کی مبارک زبان سے بیخبری و ہوشیاری میں محمد سلیم یا سلطان
گفتہ سخن مے گردند والا بزرگوارم موضع سیکری را کہ محل ولادت من بود، برخود مبارک
سلیم مخاطب کرتے ہوئے نہیں سنا، ہمیشہ شیخو بابا کہکر مخاطب کرتے تھے، موضع سیکری کو
دانستہ پایۂ تخت ساختند،
جو میری پیدائش کی جگہ تھی اپنے لئے مبارک جانکر میرے والد نے دارالخلافہ بنالیا،

یہ اقتباس سرچشم حقیقت بنانے کے بعد میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ:-
اے سرائے فانی سے کوچ کرنے والے تاجدارو! بد ذائقہ دنیوی دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لیجئے
علیحدہ ہوکر اس تصویرِ پُر تنویر کی زیارت کر دیکھ دنیا تمہیں اکبر سمجھے، اور تم خود کسی سلیم کی تلاش کرو،
تمہاری دنیاں اکبری بیگم کی طرح تمہارے تاجداروں کی زیرِ قدم عقیدت میں جھکی پائی جائیں،
بہار سناجی

ہمارے حاصل شدہ سوراج

بمبئی سے بہت بڑی کھلی چٹھی رئیس ہند کے نام

مہاراجہ اندور پر ناسمجھ ہندوستانیوں کے ہاتھوں سخت ظلم ہو رہا ہے

آج جب اِس نیاز مند نے اپنے نام کی ڈاک کھولی، تو ایک طویل مراسلہ نکلا جسے ہمنے بغور پڑھا، اِس میں ہمیں صدف تیر ملامت بنایا جا کر واقعات مالا بار ہل بمبئی صداقت آمیز تفصیل سے درج کئے گئے ہیں، چونکہ مقامی واقفیت سے لکھے گئے ہیں، اِس لئے یہ تفصیل کارآمد دلچسپی سے ہوسکتے ہیں،

صاحب مضمون نگار کو ہمارے متعلق ایسی ہی غلط فہمی ہوئی جیسی کہ مہاراجہ اندور کی نسبت اہل ملک کو ہوئی۔ ظاہر یہ واقعہ ۱۱ر جنوری کو وقوع ہوا، اُس وقت ہمارا دربار جنوری جلوس آرا ہو چکا تھا، اور فروری کا دربار بھی ۱۲ر جنوری کو اہل نمائش کی تحویل میں آچکا تھا پس ہماری طرف سے اِس واقعہ کو رنگ دینے یا چھپانے کی کوئی نالائق کوشش نہیں ہوئی مگر اِس عرصہ میں یہ فائدہ ضرور حاصل ہوا، کہ حُب وطن کے دعویدار اخبارات کی زہریلی تحریریں صداقت کی روشنی میں آکر قابل ملامت بن چکی ہیں، خدائے عالم کا ہزار ہزار شکر ہے، کہ اِس غضبناک زد میں رئیس ہند پاک وصاف رہتا ہوا ساحل سلامتی پر پہونچ گیا،

گو یہ واقعہ جنوری گذشتہ میں ہوا مگر مضمون نگار کو یہ معلوم نہیں کہ اِس کی تمہید ۱۹۱۹ء سے شروع ہو چکی تھی، جبکہ مسماۃ وزیراً طوائف ریاست اندور کے محکمۂ ارباب نشاط سے تعلق رکھتی تھی اُسکی دختر مسمات ممتاز طوائف دربار اندور کی چیلیوں میں داخل ہو کر اپنے ورثا سے قطعی بے تعلق ہو کر آزادانہ زندگی بسر کرتی تھی، یہ آور ایسی ہی اور

چیلیاں یا سہیلیاں ہندی محلات میں زمانہ قدیم سے رہتی چلی آئی ہیں، راجپوتانے اور سنٹرل انڈیا میں یہ چیلیاں نہ فقط شاہی محلات میں دیکھی جاتی تھیں، بلکہ امرا کا کوئی گھران سے خالی نہیں، چونکہ محلات کی نازک ذمہ داریاں خواجہ سراؤں، ہیجڑوں یا دیگر فرقہ ذکور سے بخوبی سرانجام نہیں پا سکتیں، اِس لئے دانشوران زمانۂ قدیم نے بے انتہا مفاد کے خیال سے یہ خدمت فرقۂ اناث سے لی جانی قومی فرض قرار دیا،

مسماۃ ممتاز خواہ مخواہ کے تعلقداران سے ملنے ملانے، بولنے بلانے کا تعلق بھی منقطع کر چکی تھی، اور وہ اِس عصمت فروش فرقہ کو خیرباد کہکر اپنا نام بھی کملا بائی رکھ چکی تھی، کہ نائیکہ اور سفر دایوں کے نہ بجھنے والی پیاس نے اُس کا خون چوسنا شروع کیا، جب وہ اِن سے تنگ آگئی، اور وہ اِس سے علٰیحدہ ہو گئے، پھر انہوں نے یہ جھوٹا دعوےٰ دائر کر دیا کہ نابالغ کو اغوا سے فرار کیا گیا ہے، لیکن کملا بائی سن بلوغت عرصہ ہوا طے کر چکی تھی، اِس لئے وہ کامیاب نہ ہو سکے، جب مہاراجہ اندور ۱۹۲۳ء میں ولایت تشریف لے گئے تو رنواس کی دیگر چیلیوں میں کملا بائی بھی ولایت گئی، مگر اِس مشہور الجی پیشہ کے افراد نے واقعات اور حالات سے آنکھیں بند کر کے پھر یہ جھوٹا دعوےٰ دائر کر دیا، کہ اُس کی لڑکی کو اُس کی مرضی کے خلاف انگلینڈ لیجایا جا رہا ہے، پولیس کے قابل افسروں نے تفتیش کی، جب اِس کا کوئی ثبوت ہاتھ میں نہ آیا، تو کملا بائی سے دریافت کیا، اُس نے بے تکلف بیان دیا، کہ وہ بالغ ہے، مدعیان کا اُس سے کوئی تعلق نہیں، برضا و رغبت خود رنواس کے ہمرکاب ولایت جا رہی ہے، اِس دعوے میں بھی وہ جھوٹے ثابت ہوئے، مگر ندامت کہاں!

جب ولایت سے واپسی ہوئی، رنواس کے ہمراہ یہ بھی واپس آئی، لیکن ان کو اس کے پیچھے پھر لگے، اور دربار اندور کے عمال نے یہ سمجھکر کہ کملا بائی رنواس میں رسوخ رکھتی ہے، ہماری بہبودی اور ترقیات کا بہتر ذریعہ بن سکتی ہے، اُس سے ساز باز

فروغ کیا، اُن سب میں شنکر راؤ بڑا چلتا پُرزہ تھا، اُس نے اپنی ناجائز و قابلِ شرم خواہشات کے پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو مہاراج کے روبرو وفاداری وجان نثاری کے لباس میں پیش کیا، یہ شروع کا ۔ ۔ ۔ روپیہ کا ادنےٰ چپراسی جلد بھر چپراسیوں سے حاضر باش بن گیا، اور ناتکاری (مصاحب) کے درجہ تک ترقی پاکر ناجائز وسائل سے لکھوکھا روپیہ پیدا کیا، جائداد بنائی، بہت دیا دلایا غرضکہ دنوں میں دربار پر چھا گیا، اِس کا اثر و رسوخ صدر ریاست میں وبائے عام کی طرح پھیلا، کمزور ہستیاں ٹک ٹک کر مہاراج کو اِس کی بد دیانتیوں اور بدمعاشیوں سے آگاہ کرتی رہیں، مگر ایسا کون شہید تھا کہ جو اپنی جان پر کھیل کر سانپ کے منہ میں انگلی دیتا، یہ اپنی ہوا خواہی کے مصنوعی زور میں آتا رہا، اور کملا بائی کو گانٹھے رکھا، اور وہ بھی اِس کی ہمدردی کا دم بھرتی رہی، لیکن یہ ایسے ذاتِ شریف نکلے کہ اپنے محسن پر بھی دست درازی کرنا شروع کی، مہاراج نے کملا کی حرکات ناشائستہ سے ناراض ہو کر حکم دیا، کہ اگر وہ ملازمت سے علیحدہ ہونا چاہے، جا سکتی ہے،

شاہدانِ بازاری کملا ئی سا شکار کب چھوڑنے والے تھے۔ وہ بے اور طرح طرح کے دم دے کر اس بات پر رضامند کر لیا، کہ وہ دربار سے چند سے علیحدہ ہو جائے، پھر اپنی ارزانی کی گرانی دیکھے، چنانچہ یہ سازش ایک وسیع پیمانہ پر کی گئی، اور حسب تجویز رنواس کے ہمراہ مصوری جاتی ہوئی ریلوے اسٹیشن دہلی پر سازشیوں سے مل گئی، اور بے تعداد زر و جواہر جو اُس کی تحویل میں تھا وہ سب گاڑی سے نکال لیا گیا،

دربار نے جو اُس کی نالائق حرکات سے پہلے ہی ناراض تھے، لاکھوں روپیہ کا نقصان ہو جانے پر بھی کوئی تعرض نہ فرمایا، اور سمجھے کہ چلو اچھا بلا ٹلی،

یہ وہ واقعات ہیں، کہ جو آج تک اخباری دنیا کے ہاتھ نہیں لگے، اگرچہ ذمہ دار فرقہ دربار اندور

پر طرح طرح کے غلط الزام لگانے سے قبل تحقیقات کے لئے ذراسی بھی زحمت برداشت کرتا تو انہیں ملک میں اس قدر ذلیل اور کمینہ نہ سمجھا جاتا، نہ وہ خوار ہوتے،

اس کے بعد کے واقعات ۱۱ اپریل کے واقعہ سے شروع ہوتے ہیں، جن کی تفصیلات کی اب ضرورت نہیں، کہ مکمل شایع ہو چکے ہیں اور جو ہیں وہ روشنی میں آرہے ہیں، مگر اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ جب اعتماد الدولہ رائے بہادر مسٹر ایس۔ ایم۔ باپنا صاحب بہادر دربار اندور میں ریاست پٹیالہ کی خدمات سے سبکدوش ہو کر واپس آئے، تو ان کی غیبت میں نمک حراموں، بدمعاشوں اور نفس و فرضی جاں نثاروں کی کاٹھ کی ہنڈیا بدستور زہریلے کھانے تیار کر رہی تھی، آپ نے اپنے عہدہ کا چارج لیتے ہی سلطنت ہلکر کی احیا و ابقا کے لئے شہید ہونے کا عزم مصمم کر لیا، وہ قربانیاں اور جاں نثاریاں جو ان ایام میں آپ کی ذات فرشتہ صفات سے ظہور میں آئیں اُسے دربار کے نمک حلال اور نمک حرام خوب جانتے ہوں گے، نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ آدمی جو چپراسی جو اترا اور رسوخ میں ہلکر اور مال و دولت کے لحاظ سے قارون بن بیٹھا تھا، اپنی بددیانتی کا شکار ہوا، مقدمات خیانت مجرمانہ دائر ہوئے، اور انتہائی عدالت تک عادل ججوں نے اُسے سخت بددیانت قرار دیا، مگر دیوتا صفت مہاراجہ اندور کی سفارش پر واقعات کے لحاظ سے سزا ناکافی دی گئی، اور دیگر سینکڑوں جرائم سے جو قدرا لتوبل میں معمولی تحقیقات سے ثابت ہو سکتے تھے، چشم پوشی فرمائی گئی، یہ حضرت کہ جو فرعون بے سامان بنے بیٹھے تھے، جب جیل میں پہونچے تو اپنی رسائی اور رسوخ سابق کی خواہشوں میں سرگرم کار ہو گئے، آنند راؤ فنسی اڈجوٹنٹ جنرل کے (جو فوجی افسر تھا) ماتحتین کا پہرہ جیل پر تھا، وہ بھی اس سابقہ چپراسی کا بندہ تھا، آپس میں بات چیت کا کھلا موقعہ ملا،

اس کے بعد مالا بار ہل کا واقعہ رونما ہوگیا، ہم نہیں چاہتے کہ پولیس کی تفتیش میں دیگر حالات لکھکر دقتیں پیدا کریں، اُس وقت اُس پر جائز بحث کی جاسکتی ہے، علاوہ ازیں وہ مقدمات جو دائر عدالت ہیں اُن پر رائے زنی کی جانی بروئے قانون فوجداری جرم ہے،

یہ وہ حقیقی واقعات ہیں، جو نامہ نگار صاحب بمبئی یا کسی اور اخبار نویس کو معلوم نہیں اگر معلوم ہیں تو پھر ایسی سنسنی خیز سرخیاں قایم کرکے بہاوجہ بدور پرطرح طرح کے الزام لگائے جانے مدنظر ہیں، تو اُن لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ سچائی آغوش سچائی ہے، وہ دن اب دور نہیں کہ جب جمہور انام کو اس سے آگاہی ہو جائیگی اور بے شرم عرقِ شرم میں ڈوب جائینگے، اب ہم بالکسی کی وزیادتی کے نامہ نگار صاحب کا مراسلہ درج کرتے ہیں، (اڈیٹر)

مسماۃ کملا بائی (ممتاز) طوائف امرتسری

عبدالقادر باؤلا اور اُسکی مصیبت زدہ بال

دنیا میں اگر عیاشی اور بدکرداری انسانی فضیلت قرار دئیے جاتے تو عبدالقادر باؤلا مقتول سی عیاشی اور بدکرداریاں ہستیاں دنیا کا بہترین حصہ قرار دی جاتیں، اور ممتاز صنفِ نازک میں ممتاز ہوتی، لوگ مقتول کو شہید سمجھتے، اور طوائف مذکور جو اس معمولی واقعہ کی محرک ہے، دیوی زیوروں میں ناتھ شمار ہوتی، اور جو بدنفس ہستیاں ایسی ایسی مخربِ اخلاق، معاون بدکرداری، مددگار عیاشی و حرام کاری کی حیا سوز سوسائٹی کی اپنے فعل و عمل سے حمایت کرتیں، وہ لیڈرانِ قوم شمار ہوتیں، مگر ایسے لیسے لعنتی اور جہنمی افعال و اعمال ہر مذہب و ملت میں باعث تعزیر

مذہب و ننگ قوم شمار کئے گئے ہیں، اسی وجہ سے ہر زمانہ کے اقوام عالم کے نامور پیشواؤں، پیغمبروں، اور دیگر مقدس ہستیوں نے اِن سے مجتنب رہنے کی سخت ہدایات کی ہیں، آجکل قومیت کے جوش کا جنون ہے جو خود غرضوں نے اپنا طرہ امتیاز بنا رکھا ہے، قومیت کا محض نام ہے، اور صرف دھوکہ کی ٹٹی، جب ایسے ایسے خودغرضوں، بدمعاشوں، بدچلنوں کی نسبت احکام قدرت نافذ ہوتے ہیں، تو یہ اُن کے افعال پر لعنت ونفریں بھیجنے کے بجائے، اپنی شکم پری کے لئے چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ احکم الحاکمین کے ایسے ایسے احکام کی تعمیل میں انہیں فطرت کے بے عدیل و زبردست سبق سنکر اپنا دستور العمل زندگی سدھارنا چاہیئے، مگر وائے برحال ہندوستان کہ جس میں آب ایسے ایسے ننگ قوم، باعث شرم نسل انسانی وجودوں نے جنم لے لیا ہے، کہ جو احکام الٰہی کے حکم کی جائز تعمیل ہوتی ہوئی دیکھکر عوام کو خلاف آئین الٰہی بدیوں کی طرف راغب کرتے ہیں، ہندیوں کی یہ پست حالت دیکھکر ہمیں ہندوستان کا مستقبل بڑا تاریک نظر آتا ہے، اور افسوس یہ ہے، کہ جو لوگ آجکل لیڈری و رہبری ملک کے دعویدار ہیں اُن سے بھی ایسے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں، لالچ بُری بلا ہے، ؎

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

مسمات وزیراً خاندانی عصمت فروش نے اپنی مرضی کے عین موافق مساۃ ممتاز کی نابالغی میں اُس کی عصمت فروشی کا مکمل انتظام کر لیا تھا، اور یہ اُن کے پیشہ کے عین موافق ہے۔ جس فرقے کے ایسے ایسے خیالات اور جذبات ہوں، اور جن کی روساء و اُمرا کے طفیل کثرت بھی ہو، وہاں کے ملک کی اخلاقی حالت کا کیا رونا رویا جائے، یہ حیا سوز اپنی بے حیائی کا پیشہ امرتسر (پنجاب) میں جاری رکھکر بھٹی بھراتی اندور پہونچی، اور ہر جگہ اپنی نوچی کی نمایش کرنے لگی، آخرش دربار اندور میں جو پنجاب کے اُدوا اور بخرے سے

محروم ہے، ملازمت دربار میں کامیاب ہو گئی، بہت کچھ کھایا کمایا، آخرش ملک کی یہ موجودہ لیڈر دہلی سے الگ ہو کر اپنی مشہور بے مروتی اور نمک حرامی پر اتر آئے،

سلطنت مغلیہ کے تباہ کن اثرات اور روسا کا بجٹ

اورنگ زیب نے باپ کو قید کرنے کے بعد اپنی زندگی سدھاری، اس نے حکومت میں عام ممانعت کر دی کہ ناچ مجرا سننا جرم ہوگا، مگر اس کے وفات پاتے ہی ایسی ایسی اکبری، جہانگیری اور شاہجہانی برکات مغلیہ درباروں سے نکلکر ہندوستان کے رہنے والے لوگوں معمولی رجواڑوں متبرک و مقدس ہندی درباروں میں وباء عام کی شکل میں رقص کناں نظر آئیں،

انگریزی تہذیب ایسے ایسے ناچ مجروں سے متنفر ہی نہیں بلکہ اسے ہندی رؤسا کی عیش پسندی سے تعبیر کرتی ہے، اور ان پر طرح طرح کے الزام دھرتی ہے، حالانکہ ہند میں یہ قومی رواج ہے، وہ اپنی ماں، بہن، جورو کو بھی کیساتھ نچاتے ہیں کسی کو تعجب نہیں

حقیقت یہ ہے کہ روسا ہند ان تباہ کن اثرات سے ایسے متاثر ہوئے کہ ہر سال بڑی احتیاط سے بجٹ تیار ہوتا، بجٹ میں مغلوک کے گلے کند چھری سے کاٹے جاتے ہیں مگر ارباب نشاط کی سارنگیوں کے تحفہ کا بار کبھی گھٹنے میں نہیں آیا، سلطنت مغلیہ ایسے ہی افعال و اشغال میں پامال ہوئی، محمد شاہ رنگیلے نے اسی کی تال پر نادر شاہ کو سلطنت سپرد کی، واجد علی شاہ سلطنت لکھنو کھو بیٹھے،

مگر یہ نواب حرام پور کی عادات کے ایسے خوگر ہو گئے ہیں، کہ کوئی تفریح و تقریب ان کے نغمہ سے خالی نہیں، شادی اور دیگر تقاریب پر تفریح کے اور بہت سے سامان ہو سکتے ہیں، مگر خدا غارت کرے ملک کی بدمذاقی کو کہ طائفہ ارباب نشاط ان درباروں میں کوٹ پتلون کے لباس سے بھی مرعوب نہیں ہوتا، اگر اس بے حیائی اور بداخلاقی کے اثرات محض تفریح و انبساط تک محدود رہتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا، مگر جب اس کے انتہائی نتائج دیکھے جاتے ہیں تو روسا کی بربادی کے خطرناک سین ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں،

روساء سے خطاب میں چند منٹ کے لئے تاجداران و امراء ہند کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں، اور مجھے کہنا پڑتا ہے، کہ اے رعایا سے پیسہ پیسہ وصول کرنے والے امینوں، اور کوڑی کوڑی جمع کرنے والو سوداگرو کیا تم اسیواسطے روپیہ جمع کرتے ہو کہ تم اپنی نسلیں برباد کرو، اور اپنے بھائیوں بچوں کو تباہ کُن سبق پڑھاؤ، خدارا اپنی ارباب نشاط کو اپنی درباروں اور محفلوں کی ملازمت سے یکقلم علٰحدہ کیجئے ورنہ یاد رکھنا کہ اِس کے نتائج جو تاریخ ہند میں رونما ہونگے اُن سب کے ذمہ وار تم گردانے جاؤ گے،

دہلی سے فراری کے بعد کے واقعات ملازمت دربار کی پروا، نہ حق نمک کا پاس، نہ حیا نہ شرم بمبئی پہونچکر ایک لکھ پتی گانٹھ کا پُورا عقل کا ادھورا عبدالقادر (ممبر میونسپل کارپوریشن) لگگیا، طوائف مذکور کے لواحقین جونک بن کر اُس کی شہ رگ پر لگ کر خون چوسنے لگے، آخرش وہ اُسی عیش پسندی کی قربان گاہ پر چڑھ گیا، کہ جو اُس نے اپنے باپ کی پیدا کردہ جائیداد میں سے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اپنے لئے خود تجویز و تعمیر کی تھی، نادان، مفتون، مقتول کی بڈھی والدہ کے لئے ہماری ہمدردی خون کے آنسو بہاتی ہے، اُس ستم رسیدہ کو اپنے اِس لختِ جگر کے اِس طرح سے اُس کی خواہشات شہوانی کے جذبہ میں شکار ہو جانے پر جیسا کچھ روح فرسا کو صدمہ پہونچا ہوگا اُس کا اندازہ وہی مادرانِ مہربان کر سکتی ہیں، کہ جو ایسے صدمات اُٹھا چکی ہیں،

اِس واقعہ قتل کے متعلق اخبارات بمبئی اور پھر پنجاب نے جس شرارت اور رذالت کا ثبوت دیا ہے، وہ اُن کی حیثیت و طبایع کے عین مطابق ہے، جب کوئی نتیجہ تحقیقات سے تاحال پیدا ہی نہیں ہوا، نتیجہ نکالنا بمبئی اور پنجاب والوں ہی کا حصہ ہے،

قابل توجہ گورنمنٹ بمبئی و پنجاب مہاراج رپ دمن سنگھ کی دست برداری تخت نابھ کی خواہش، اپنے جرائم سے مخوف و مرعوب ہو کر زور پر تھی،

گورنمنٹ نے اُن کی یہ خواہش سے بڑھکر منظور فرمائی خطابات و القابات خطابات غذاہی بحال رکھے گئے، ریاست کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا، صورت انتظام کی استدعا خلاف عہدنامجات منظور فرمائے ہر طرح کے آسائشی انتظامات بہم پہنچائے، کل جرائم کی سزا سے محفوظ رکھکر حسب خواہش دہرہ دون کی شاہی کوٹھیاں کھولدیں،

لیکن اُس کے تخت سے دست بردار ہوتے ہی اِن لوگوں نے آسمان سر پر اُٹھالیا اِس ناجائز شورش کا اثر یہ ہوا، کہ بیسیوں بے اجل مر گئے، سینکڑوں جیل میں چلے گئے، ہزاروں شور غل پر آمادہ ہوگئے، لاکھوں کی طبیعت بگڑ گئی، ماؤں کی گودیں خالی ہوگئیں، جوان عورتوں کو رنڈاپا نصیب ہوا، گھر اُجڑ گئے، حیثیت بگڑ گئی، امن جاتا رہا، مذاہب میں خلش پیدا ہوگئی، اور یہ اِن لوگوں نے سب کچھ اِس لئے کیا اور یہ سمجھکر کیا کہ گورنمنٹ مہاراجہ نابھ سے ناراض ہے، ایسے لوگوں کی مخالفت اِس نالائق اصول پر مبنی ہو کہ جو اصحاب گورنمنٹ کی پالیسی سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے یہ دشمن جانی ہیں، اور جو گورنمنٹ سے نفرت کرتے ہیں اُن کے یہ ہمدرد ہیں، صداقت و کذب سے اِنہیں کوئی سروکار نہیں،

گر ادھر سے یہ حالت ہے، کہ مہاراج ملکر ایک آزاد فرمانروا ہے وہ بیجا تعلقات کسی سے نہیں رکھتا، خزانے اور علم کی امداد سے ملک رانی میں مصروف ہے، اِن بدکرتوتوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ گورنمنٹ کا چاہتا بیٹا ہے، قبل از اظہار تفتیش و تحقیقات یہ فتویٰ دیدیا، کہ اِس قتل کی سازش میں دیوتا صفت مہاراجہ اندور کا ہاتھ ہے، اِن میں سے کس کس دروغ گو بدخیال، قانون شکن اڈیٹر کا نام لیا جائے، مگر جاٹ گزٹ جی رہتک (پنجاب) سب کے گورو نکلے اکراہنی بہ ر فردری کی اشاعت میں سخت قانون شکنی فرماتے ہیں، ہم اُس کی ہزلیات، بکواس، نادانی اور بے تمیزی کے الفاظ درج کر کے اُس کفر میں شامل ہونا نہیں چاہتے، کہ جس کا اُس نے ارتکاب کیا ہے، ایسا ہی بہت سے اخبارات قبل از مرگ واویلا کے مصداق بنکر ہندوستان کے دیوتا صفت مہاراج، مرہٹہ حکومت کے سرتاج ہمارے ایشیا بانی

مہاراجہ ہلکر کی قابلِ تعظیم یادگار اور گورنمنٹ کے یار وفادار پر قوانین کی موجودگی میں اپنی ذاتی خودغرضی سے ایسے ایسے الزامات لگارہے ہیں، کہ جو خاص گورنمنٹ کی توجہ کے قابل ہیں،
ہم گورنمنٹ بمبئی اور پنجاب کو بھی اِن اخبارات کی ظالمانہ جسارت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بہت جلد اپنے اپنے صوبہ کے اخبارات کی طرزِ تحریر (متعلق قتل باولہ) کی قانونی نظر سے دیکھ بھال کرے، اور جن جن اخبارات نے قانون شکنی کی ہے اُن سے اس سرزمین آئین کے قوانین کی رو سے مواخذہ کرے، اگر گورنمنٹ خاموش رہیگی تو اُسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو ایجیٹیشن سنٹرل پروِنسز اور راجپوتانے میں پیدا ہوگا، اُس کے آگے پنجاب کے موجودہ شورش عشر عشیر بھی نہ ہوگی، میں ادب اور جرأت سے گورنمنٹ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہندوستان کو سرزمین آئین ثابت کرے،

رئیس ہند سے خطاب مجھ اجنبی کا نام اور مقام سُنکر آپ حیرت میں نہ آئیں، اور نہ اِس امر پر متعجب ہوں کہ سینکڑوں میل پر بیٹھا ایک اجنبی آپ کو کس بے باکی سے خطاب کرتا ہے، میں یہاں شروع سے آپ کا رسالہ یونیورسٹی لائبریری میں دیکھتا رہا ہوں، آپ سے میری واقفیت نہیں، نہ جسمانی ملاقات سے شرف حاصل ہوا، گر روحانی تعلقات کے زور سے آپ کے دل ودماغ پر قابض ہوں، میں امید رکھتا ہوں کہ آپ میری یہ چھٹی ٹھنڈے دل سے سنینگے، اور رسالہ میں چھاپینگے،

آپ کا قلم تاجدارانِ ملک سے حقیقی محبت رکھتا ہے، اگر آپ کا پرچہ ملک کے عروج کے دشمن اور اِس سبزہ زار (ریاستوں) کے برباد کرنے والے اخبارات میں سے ہوتا تو میں ہرگز ہرگز آپ سے کلام نہ کرتا، جب سے مہاراجہ رپ دمن سنگھ نابھہ کے تخت سے دست بردار ہوا ہے، اُس وقت سے ملک نے یہ سمجھ کر کہ گورنمنٹ اُس سے ناراض ہے، اصلیت سمجھ لینے پر اُس کی ناجائز حمایت کرنا شروع کردی ہے، یہ اہلِ اخبارات کی ضمیر فروشی ہے، اسی طرح سر راجہ ہری سنگھ آف کشمیر کو اس وجہ سے کوسا جارہا ہے کہ اُن کے نزدیک گورنمنٹ اُس سے

خوش ہے،

پان بھوکے شرارت پسند خبروں کے ایجاد کرنے والے اخباروں کے دہن آزکو پُر کرنے والا یہاں ایک واقعہ ۱۲ر جنوری کو سرج سٹریٹ ملاباہل پر ہوگیا بمبئی تجارت کے لئے جیسا نامور ہے، ویسا ہی طمع نفسانی اور خود غرضی کے لئے بدنام ہے، پھر یہاں کے اخبارات ذلیل تاجروں کی طرح اس واقعہ کو کیوں رنگ نہ دیتے، انہوں نے اس حادثہ کے حادث ہوتے ہی اپنی غیر ذمہ داری اور شرارت کا ایسا عبرت آمیز ثبوت دیا ہے، کہ جوان پیٹ کے بھوکے نالائق تاجروں کی پچھلی روایات کے عین مطابق ہے، اور انگریزی تہذیب کا ایک نمونہ،

مگر رئیس ہند سا پرچہ اگر اس اہم معاملہ میں اس وقت خاموشی اختیار کرے" تو اسکی نسبت جو رائے قائم کیجا سکتی ہے وہ ظاہر ہے،

میری مدت عمر بمبئی میں گذری ہے، سب خبریں مجھے ملتی رہتی ہیں، اس لئے میں تفصیل کے ساتھ اس کی اصلیت اُس درجہ تک ظاہر کرونگا، کہ جہاں تک قانون اجازت دیگا، اور صحیح صحیح حالات برابر آپ کو مطلع کرتا رہونگا، اگر آپ نے میرا مضمون نہ چھاپا تو سمجھ لیا جائیگا کہ آپ کی پالیسی ملک حقیقی ترجمان کے خلاف ہے، اور آپ گورنمنٹ کے وظیفہ خوار ہیں، یہاں فی الحال آپ کے پرچے کی نسبت یہ رائے قائم کی گئی ہے، کہ آپ مہاراجہ اندور کو معصوم سمجھتے ہیں، مگر عمال گورنمنٹ مہاراجہ اندور سے خوش نہیں، اس لئے آپ کا خوشامدی پرچہ اس داستان ظلم کے بیان کرنے میں خاموش ہے، مگر آپ کا رسالہ اس نقص سے پاک ہوتا تو پھر اس کی نظیر نہ تھی،

سنسنی خیز خونی سرخیاں سب سے اول بمبئی اور پنجاب کے اخبارات نے ایسی ایسی سنسنی خیز سرخیاں قایم کیں، کہ جن سے تمام کی توجہ اس واقعہ کی طرف کھچ گئی، ایک پیسہ کا پرچہ ایک روپے کو نہ ملا،

اخبارات کی شرمناک غلط بیانیاں

جب تجار ہستیاں ملک کی توجہ اپنی کھینچنے میں کامیاب ہوگئیں، تو پھر اُنہوں نے اپنی گرم بازاری کے لئے واقعات کو صنعت کا رنگ و روغن چڑھایا، ایک روز اخبار فروش "مہاراجہ اندور کی تخت سے دست برداری" کے پرشور بار بار کے آوازے کے ساتھ اخبار بیچ رہا تھا، کہ ٹریم آگئی، اور لوگوں نے یہ آواز سنکر ٹریم کے ٹھہرنے کا انتظار نہ کیا فوراً کود پڑے، ایک لڑکا سخت زخمی ہوگیا، اگلے دن یہ آوازہ سنا کہ "مہاراجہ اندور کے خلاف قانونی کارروائی بھی ہوگی" غرضیکہ ایسی ایسی غلط بیانیاں کرکے اِن تاجروں نے دنیا کو خوب لوٹا،

متین اخبارات

جب مقدمے کی تفتیش کسی خاص مرحلے پر پہنچ گئی، تو اِن اخبارات نے اپنا وطیرہ ترک کیا، اِن میں سے اکالی، اخبارِ عام، بندے ماترم، ہندو لاہور وغیرہ اخبارات کے اڈیٹر صاحبان قابلِ تحسین ستائش ہیں، میں یہاں اخبار اکالی (یکم فروری) سے اُس کی متانت کے اظہار کے لئے سطورِ ذیل کا اقتباس کرتا ہوں، جس سے اُس کی اخباری ذمہ داری کی قدر و قیمت بخوبی ظاہر ہوگی،

مہاراجہ اندور

معزز ہمعصر تنظیم اِس خبر کا ذمہ دار ہے کہ گورنمنٹ ہند کئی سالوں سے مہاراجہ صاحب اندور کو گدی سے اُتارنے کے مسئلہ پر غور کر رہی تھی اور اگر یہ ثابت ہوگیا کہ مسٹر باولہ کے قتل سے مہاراجہ اندور کا کچھ تعلق ہے تو یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ انہیں گدی سے اُتارنے کے علاوہ ان کے خلاف کچھ اور کارروائی بھی کرے، ہم نہیں جانتے اِس خبر میں کہاں تک صداقت ہے، لیکن مسٹر باولہ کے قتل کے سلسلہ میں ہر طرف طرح طرح کی افواہیں مشہور ہو رہی ہیں، کوئی اِس کو مہاراجہ اندور کی سازشوں کا نتیجہ بتاتا ہے، کوئی ممتاز بیگم اور اس کے رشتہ داروں کی ریشہ دوانیاں ظاہر کرتا ہے اور کوئی کسی مسلمان نواب پر شک ظاہر کرتا ہے، بہرحال اِس وقت تک جو حالات روشنی میں آئے ہیں

اُن سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شردھانند کے قتل کی تہ میں کوئی زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے
ہمیں افسوس کیساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے اس معاملہ کو بھی ہندو مسلم سوال
بنانے کی کوشش ہو رہی ہیں لیکن جب تک پولیس اور سرکار کسی صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ جائیں
ہمارے خیال میں یہ بات اخبار نویس کی شان کے خلاف ہے کہ ہم محض افواہوں کی بناء
پر بلا سوچے سمجھے کسی کو مجرم قرار دیدیں ہم بھی دل سے چاہتے ہیں کہ جن لوگوں نے شردھا
نند کو گولی کا نشانہ بنایا ہے، یا جن کے ایماء سے ایسا کیا گیا ہے انہیں ایسی عبرتناک سزائیں
دیجائیں کہ آئندہ کسی آدمی کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو، مگر اس کے باوجود قبل از وقت کسی
آدمی کو متہم کرنے کے لئے ہم تیار نہیں، اندریں حالات ہم اپنے ہندو اور مسلم اخبار نویس بھائیوں
سے یہ درخواست کرینگے کہ وہ ہر بات پر آپس میں الجھنے کی کوشش نہ کیا کریں، مجرم ہندو ہو یا
مسلمان اُن کے نہ کسی ہندو کو ہمدردی ہو سکتی ہے نہ کسی مسلمان کو لیکن چونکہ ابھی اس معاملہ
کی پولیس تفتیش کر رہی ہے، اس لئے چیخ اور شور و واویلا کرنے سے کوئی مفید مطلب نتیجہ برآمد نہیں
ہو سکتا، سوائے اس کے کہ ہم پولیس کے کسی صحیح نتیجہ پر پہونچنے کے راستہ میں روڑے اٹکائیں،
ہمیں امید ہے کہ ہمارے بھائی ہمارے ان الفاظ پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے ہمیں شکریہ کا موقعہ دینگے،

تنظیم امرتسری جس کی ہمدردی اپنے اہل وطن بالخصوص اور اس کے خاندان سے ہے، اور جو
ملکی لیڈری چھوڑ کر قومی تفرقہ کے لئے پتھر گھسا رہا ہے، مہاراجہ اندور کو بہت عرصہ قبل گدی
سے اتار چکا ہے، اور جو پتھر گھساتا گھساتا انگریزی پالیسی اور فارن آفس کی خفیہ ریکارڈ کا دفتری
بنکر خبریں چھاپتا ہے، جب اُس نے اکالی کے نام کا (۲۰ جنوری دہلی) تار مرسلہ پروفیسر السرین
اپنے چوپڑا پڑھا ہوگا، شاید شرم نہ آئی ہوگی، اُس کی اصلاح عقل کے لئے میں وہ تار یہاں
درج کرتا ہوں،

"یہ خبر کہ گورنمنٹ ہند ہز ہائینس مہاراجہ ہلکر کو جبراً تخت سے علیحدہ کرنے کے معاملہ پر غور

کر رہی ہے، غلط اور بے بنیاد ہے، اور جو خاص تحقیقات جو اِس معاملہ میں کی گئی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہندیا اس کے کسی با اختیار افسر کے زیر غور اِس قسم کی تجویز نہیں ہے، ریکارڈ میں یا سرکاری تحقیقات میں جو کہ اِس وقت تک کی گئی ہے، کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ مسٹر عبدالقادر باولہ کے قتل میں مہاراجہ ملکر کا کسی قسم کا ہاتھ تھا، گرفتاریوں کے دوران میں اندور دربار نے جو سلوک بمبئی کی پولیس سے کیا، وہ اِس سے بالکل مطمئن ہے،

مگر ایسے اخبارات کو شرم کہاں ہے ؟

پولیس کمشنر بمبئی کی اخبارات سے بیزاری

پنجاب میں اخباری دنیا کی جو پنجابی شہیدوں نے مٹی پلید کی ہے، اس کی خاک نا بھہ، پٹیالہ کیس کا ٹی اڑا چکی ہے، دینا ناتھ، اڈیٹر دیش، شیام لال اڈیٹر کیسری نے جن جن ذرائع سے دولت سمیٹنی شروع کی تھی، وہ گورنمنٹ کی دانستہ خاموشی کو کبھی نہیں

مہاتما گاندھی نے اکیسر ہونے کے بعد مہاتما شردھانند جی نے شدھی کا پرچار کر کے مسلمانوں کے قلوب اشدہ کر دیئے، مسلمان ایک زندہ قوم سے ہیں، غیرت وخود داری وہ بھی رکھتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے، کہ اپنی تعلیم کے لحاظ سے ہندوؤں سے ہزار درجے بہتر ہیں، سوامی جی آگ لگا کر نہ معلوم اب کہاں جا چھپے، وہ آگ جب اسلامی دماغوں تک پہونچی تو پنجاب کے منتخب اور لاہوری گنشڈوں نے خاص اخبارات ہندو مسلمانوں کو لوٹنے کے لئے جاری کئے، کوئی گالی، کوئی توہین، ایسی نہ تھی جو ان ہندو مسلم اخبارات نے روا نہ رکھی ہو، قومیت کا جال پھیلا کر اور پاس داری مذہب کے دانے ڈال کر وہ وہ شرمناک حرکتیں کیں کہ خدا کی شان

ایک پرچہ گورو گھنٹال نکلا، آپ کی تہذیب آپ کے نام ہی سے ظاہر ہے، جب اس کا اڈیٹر ٹھاکر منگل سنگھ قانونی پنجہ میں پھنس گیا، تو اس نے ایک تحریری بیان عدالت میں داخل کیا، جس کا خلاصہ اخباری دنیا کے لئے تازیانہ عبرت ہے،

میں اخبار فروش ہوں، لالہ شام لال اور لالہ دینا ناتھ نے کہا کہ میں ان کے اخبار گورو گھنٹال
کی ایڈیٹری قبول کر لوں جس میں کسی کے خلاف کچھ نہ لکھا جائیگا، ۱۰۰ روپیہ تنخواہ اور
آمدنی پر حصہ ملیگا، میں بالکل بے علم اور ان پڑھ ہوں مجھے معلوم نہیں کہ وہاں کیا مضمون
کیا لکھا جاتا تھا، میں نے گرودھر سٹیم پریس لاہور کی مشین ٹھیکہ پر نہیں لی، لالہ دینا ناتھ نے
منیجر پریس کو ۵۰ روپے دیئے، میں نے اخبار کے منی آرڈر وغیرہ کبھی وصول نہیں کئے،
مجھے شام لال وغیرہ کی طرف سے سخت دھوکہ دیا گیا ہے، جو در پردہ شکار کھیلتے رہتے،
مجھے اب معلوم ہوا کہ گورو گھنٹال میں کس قسم کے مضامین شایع ہوتے رہتے تھے، مجھے
مالکان اخبار سے کوئی معاوضہ نہیں ملا، میں نے بہت لوگوں کے مشورہ سے اخبار سے
قطع تعلق کرنے کے متعلق ڈپٹی کمشنر کو چٹھیاں لکھ دی تھیں،

یہ عبرتناک انکشاف خواہ کچھ بھی حقیقت رکھتا ہو، لیکن دینا ناتھ اور شام لال کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے، ایسی ہی صورت یہاں رونما ہو رہی ہے، جب اخبارات نے اس حادثہ کے سلسلہ میں چونکا دینے والی غلط اور دھوکہ آمیز سرخیاں قایم کر کے طرح طرح کے غلط مضامین پبلک میں پیش کئے، اور گورنمنٹ کی راہ میں مشکلات پیدا ہونے لگیں، تو کمشنر پولیس بمبئی بھڑک اٹھا، اس نے ان نالائقوں کی نالائقی سے تنگ آکر نہ فقط ایسی خبروں کی اشاعت بند کر دی کہ جن سے سلسلہ تحقیقات میں دقتیں پیدا ہوتی تھیں بلکہ اس نے کمال دانشمندی سے کام لے کر دیگر عام ملکی خبریں بھی ہمارے اخبارات کو دینا بند کر دیں، اب یہ حضرات بغلیں جھانکنے لگے،

دربار اندور کا تعاون متعلق حوالگی ملزمان

ان اخبارات کے گردنوں پر تازیانہ قانون پڑنے سے بمبئی کا اخباری طوفانی مطلع یک دم پاک و صاف ہو گیا، اب انہوں نے واقعات کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا ہے، ادھر مہاراجہ ہلکر کی تعریف سنی جاتی ہے، اس کے انتظامات کی داد دی جاتی ہے، اس کی پاک بازی پر

صداقت کے پھول چڑھائے جاتے ہیں، میں حیران ہوں کہ یا خبارمی بلا انگریزی ہندستان میں کیوں سے آئے اکہ جن کا نہ کوئی اصول ہے، نہ کوئی مفاد، وہ دن رات بہتے ہیں کہ ہم مرے جاتے ہیں، مگر اپنے افعال اور اعمال کی طرف نہیں دیکھتے، وہ اخبارات جو انگریزی ادارت میں نکلتے ہیں، اپنی پالیسی سے ایک لحظہ کے لئے بھی گریز نہیں کرتے۔ لیکن ایک یہ ہیں، کہ اپنی غرض میں اندھے ہو کر نہ اپنا دیکھتے ہیں، نہ پرایا بھڑوں کی طرح چمٹ جاتے ہیں،

مجھے پچھلے ہفتہ جبکہ میں اندور سر حکم چند کے بل میں اپنے پرائیویٹ کام گیا تھا یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت حاصل ہوئی اکہ جب نشا سرکار ہلکر دربار ہلکر نے لازمین ہو اگی کے متعلق ایسا بے نظیر طریقہ اختیار کیا ہے کہ جو شاید ہی کسی ریاست نے منظور فرمایا ہوگا، یہاں آکر یہ خبر اخباروں میں دیکھی،

دربار اندور کے قابل قدر ارا کین	یہاں عام طور پر خوشی ظاہر کی جا رہی ہے، کہ آجکل اندور میں قابل وزرا کی وزارت بر سر کار ہے اکہ جو ہر پہلو ایسی ہی کامیاب

ہے جیسی کہ بڑودہ، میسور، کوچین، اور گوالیار میں ہے، اس وقت مجھے ہندستان بھر کی دو مایہ ناز ہستیوں کا ذکر کرنا ہے، مسٹر نرسنگھ راؤ جو آجکل وزیر اعظم ہیں، ایک خاص شخصیت رکھتے ہیں، ان کی نسبت یہ مشہور ہے، کہ اگر مہاراجہ رپ دمن سنگھ ان کی عقل اور مشورے سے کام لیتا وہ تخت سے دست بردار نہوتا، دوسرا ضروری جانثار رکن اعتماد الدولہ رائے بہادر مسٹر سری مل باپنا بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ہے، آپکی ذات ستودہ صفات انسانیت کے جملہ اوصاف سے متصف ہے، آپکی ما نیست شکلات و مصائب کا ایسی عزم و استقلال سے انتظام کرتی ہے، کہ جو دوسرا لاکھوں روپے کے امراف اور ابو الفضل وفیضی کی عقل سے نہ کرسکے، اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ دربار اندور کیلئے یہ ایک آئنہ ماپلیتی ہو تھا، اور سخت نزاکت رکھتا ہے، ایسے موقع پر ان جیسا کا اندور میں موجود ہونا ہلکر کی خوش قسمتی ہے، بمبئی میں مہاراجہ ہلکر کے خصائل و فضائل سورج کی طرح روشن ہیں مگر ان کی قطعی نا بلدیں ہیں جن فالمیت سے عمت خصوصیات اور کفایت شعاری سے ریاست اندور کی انتظامی مشنری اپنا کام کر رہی ہے وہ ضامن ان کی جدوجہد ہے

میں اپنے اگلے مراسلوں میں سلطنت ہلکر کے ہر شعبہ انتظام پر مفصل بحث کرونگا،

حیدرآباد اور برار | قومی تعصب کا ستیاناش ہو۔ کہ وہ ہندوستان کو ہر پہلو برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اتحاد کا شور اخباروں اور لیڈروں کی شہرت کا باعث تو ضرور ہوا۔ مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ جب موقعہ آیا، ہندو مسلمانوں کے دشمن نکلے اور مسلمان ہندوؤں کے،

کون نہیں جانتا کہ مسئلہ برار ہندوستانیوں کا قومی مسئلہ ہے، مگر بد اندیش ہندیوں نے مفسدوں کے بھڑکانے سے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے وہ ان کی بدبختی کا شاہد ہے: اگر حق حق دار کو ملجائے عین ثواب مگر جو اس نیکی کی ظرف میں رخنہ ڈالتے ہیں وہ مردودِ ازلی ہیں، انہیں یہ چاہیئے تھا کہ حامیہ نظام کے تخت نشین ہوتے ہی گورنمنٹ میں عرضداشتیں بھیجتے کہ ہم اپنی قدیم حاکم کی حکمرانی کے متمنی ہیں، اس لئے ہمارا صوبہ جسکا مال ہے اب اُسے واپس دیدیا جائے، ورنہ ہم ستیاگرہ کا برت دھارن کرکے اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر ڈالیں گے، اگر یہ ہوتا ہم دکھلا دیتے کہ نظام کی بخششیں ابرِ رحمت کی طرح دنیا بھر کے ہندوں پر نازل ہوتی مگر خود کردہ را چہ علاج اب بھی کچھ نہیں گیا، اہالیانِ برار کو چاہیئے کہ فوراً ڈیپوٹیشن پر ڈیپوٹیشن گورنمنٹ کے حضور بھیجیں، اور اُس وقت تک دم نہ لیں جبتک کہ اپنی قدیم سلطنت آصفجاہی کا دامن نہ پکڑلیں۔

سیر میسور | اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ فرمائے روایاں قدیم میسور نے پھراپنی قدیم راجدھانی بناکر ایسے ایسے فرائض راجگی ادا کئے ہیں، کہ جن پر تمام تاجداران ہند کو رشک کرنا چاہیئے، رعایا کی خوشحالی و فارغ البالی امن و آسائش و بہبودی و بہتری کے جو ذرایعہ قوانین اور حکام کے دستِ شفقت سے عمل میں لائے گئے ہیں، وہ اہالیانِ دربار میسور کی تعریف و توصیف کے قابل ہیں، دعا ہے کہ حاکم حقیقی اس ریاست پر اپنی برکات نازل کرتا رہے۔

بزرگوار محترم رائے بہادر پنڈت شو نرائن صاحب شمیم کے مضامین میسور کے حالات پر کافی روشنی ڈالیں گے۔ اس کے بعد ہم اصطلاحات میسور پر ایک مضبوط مضمون لکھیں گے۔

نظم پٹیالہ

جس وقت تاجدار حال پٹیالہ کے تخت نے قدم چومے تو اس وقت گلزار پٹیالہ خس وخاشاک سے اٹا پڑا تھا، مہاراجہ راجندر سنگھ صاحب مہندر بہادر خلد مکانی کی حیات ہی میں انتظامات کی ابتری رنگ لے آئی تھی، کونسل ضبط نہ پا سکی اور افسوس یہ ہے کہ صورت اتحاد بھرے دربار میں بگڑ گئی۔ دوران کونسل جن چند ہستیوں نے وفاداری کیلئے جانیں لڑائیں، کامیاب نہ ہو سکے، جشن شاہی کے پہلے ہی دربار میں چاروں طرف کانٹے ہی کانٹے نظر آئے، ہر چند چمن صاف کیا گیا پرانے درخت کاٹے گئے، شاخیں چھانٹی گئیں نئے پودے کہ جنہوں نے متفرق باغوں سے رونق پائی تھی لگائے گئے، مگر حسب دلخواہ نہ پھولا نہ پھلا، باغبان تحقیقی جو اولوالعزمی کا بادشاہ ہے، درستی میں لگا رہا، آخرش اس کا استقلال کامیاب ہوا تو وہ باغ فردوس سے ایک پودا لایا۔ کسی نے اُسے کلپ برکش سمجھا کسی نے کام دھین پایا، باغبان نے اُسے محبت سے لگایا، مگر موسم نامراد تھا، اور خزاں کی بہار مشکلات اور مخالفت کی اوس پڑنے لگی مگر یہ بہشتی بوٹا سرو کی طرح بڑھتا رہا، چمن اور اہل چمن کی آرزوؤں کا باغ بہار بر آیا اس کے گرد خطرات نامتناہی کا ایک ناقابل گذر وسیع خارستان تھا، مخالفت اور مغائرت کی بجلیاں سر پر کودنے لگیں، ہوائی اور موسمی ہمدردوں کی دھوکے آمیز ہوائیں باد سموم سے کم نہ تھیں، نہ یار نہ غمگسار جسے پایا جب آزمایا عدو پایا پھر پچھتایا، طبع شیریں ان تلخ تجربات سے متشکی ہوگئی، جسطرح سے دودھ کا جلا چھاچھ پر بھی پھونکیں مارتا ہے۔ اسیطرح سے بہار بھی خار نظر آنے لگا، اس کے گلشن مراد میں خزاں کا عمل ہوا، اور ایسا

لہٰذا پھول پتے ہی خزاں کے اثر سے نہ جھڑے۔ بلکہ چھال شاخیں اور تنے بھی خشک ہو گئے جب بہار کی رنگت دلنشیں ہوئی تو دفعتاً بجلی گری اور سب کچھ جلا دیا، مگر رحمت باری آب یاری میں مصروف تھی۔ کہ جڑوں میں عین وقت پر آب صافی پہونچنے سے شگوفہ کاری کے سامان پیدا ہوئے یہ قصہ طولانی ہے تفصیل کی تطویل کے لائق ہے، سمجھنے والے سمجھ جائیں گے، بے سمجھ یہ الفاظ استعارہ جب سمجھ سے باہر پائینگے گھبرا اٹھیں گے،

یہ بہشتی پودا ریاست کیلئے نئی بہار کا باعث ہوا، گرمی افکار اور اشتعال پرتکرار نے رنگ و روغن پر شب خون مارا۔ معروفیت نے نو عمری میں ہمارے کسی کام کا نہ رکھا، کیا کرے ع سے

لالہ در باغ داغ چوں دارد عمر کوتاہ است غم فروں دارد

مگر یہ آفات کے اثر سے نہ مرجھانے والا پودا غضب کی مستقل مزاجی اور بے نظیر فہم و ذکا کے ساتھ باغ کی زیب و زینت میں مصروف رہ کر اپنے خون سے اسکو سینچتا رہا، مصدقہ بیان ہے کہ جہالت کے تبر سے اس پرفیض شجر کی سرتراشی کی تجویز سینکڑوں تدابیر اور ہزاروں روپیہ کے مصارف کی امداد سے سوچی گئی تھی مگر ع

دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است

گو یہ شجر سراپا پرثمر ہے، بہار سے ہم کنار نہ ہوا، مگر خدا کرے کہ چمن پٹیالہ میں ہلال کے چاند کی طرح ترقی پاکر پھلتا پھولتا رہے، مستحق اور مظلوم اس کے فیض عام سے بہرہ ور ہوں، ایک صاحب نے مندرجہ ذیل دو شعر لکھ کر اس کی بے تعداد خوبیوں کو اس خوبصورتی سے نظم کیا ہے، جو پڑھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس سے بہتر دستر خوان کے سجانے کی اور کونسی تقریب ہے "

بادیانت با لیاقت باعث خوبی نظم جو ہر صبار رعایا زینت اہل ہمم

ہے عقل و عقل و ذہانت عزم اقدام فہم جامع افضال و رحمت قاطع رنج و الم

صاحب تدبیر و دانش کو ملی مرکشور دیا ہے

جاں نثارے غم گسارے خیر خواہے با وفا

جشن تاجپوشی آخرش بڑی محبت بھری آرزوؤں کے بعد ہزہائینس راجہ جوگندر سنگھ صاحب بہادر والئے منڈی (پنجاب) کی تاجپوشی کی تقریب سعید ۲۳ فروری سنہ رواں کو بروز جمعہ بڑی خیر و خوبی کیساتھ عمل میں آئی، اور سرکار حضور انور نے عقلی و ذہنی قابلیتیں حاصل کرنے کے بعد اپنی قدیم راجدھانی کی مقدس امانت اپنے ہاتھ میں لی، رئیس ہند دُعا دیتا ہے ؎

الٰہی تاجہاں باشی! اقبال جواں بخت و جواں دولت جواں سال

کرنل منچن ایجنٹ گورنر جنرل ریاست ہائے پنجاب نے تشریف لاکر اختیارات ریاست بھرے دربار میں عطا فرمائے، اس تقریب پر سرکار حضور نے حسب ذیل فصیح و بلیغ جامع تقریر فرمائی، (ایڈیٹر)

سب سے اول میں دلی شکریہ کے ساتھ اُس قادر مطلق کے سامنے دست بدعا ہوں کہ جس نے مجھے اپنی ریاست کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا اعزاز و افتخار بخش کر یہ روز ہمایوں دکھایا۔ وہ مجھے اپنے فرائض اُس کی جانب اور اُن کی جانب جسکو اُس نے میری حفاظت میں سپرد کیا ہے، انجام دینے کی طاقت و حوصلہ عطا فرمائے

اس کے بعد میں کرنل منچن صاحب بہادر آپ کا بڑا ممنون احسان ہوں، کہ آپنے بطور قائمقام سرکار عالیہ یہاں تشریف لاکر مجھے کامل اختیارات عطا فرمائے آپ پر بخوبی روشن ہے، کہ ریاست منڈی ہندوستان کی سب سے قدیم ریاستوں میں سے ہے جس نے راجہ بلبیرسین کے عہد میں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ ۱۸۴۶ء میں رابطۂ دوستانہ و اتحاد قائم کیا، لیکن راجہ بلبیرسین کی زندگی نے وفا نہ کی، جس سے کہ وہ اُس امن و برکت کا جو اس اتحاد سے قائم ہوا تھا لُطف اٹھاتے، ان کے بعد ہمارے سرگباشی بزرگوار راجہ بجے سین صاحب بہادر جن کا نام کہ اُن کی رعایا پروری کیلئے ہمیشہ یادگار رہیگا، گدی نشین ہوئے انہوں نے پُر برکت امن و فارغ البالی کے ساتھ دیر تک داد عدل و انصاف فرمائی، اُن کا عہد ہر ایک طرح کی آفات سے محفوظ رہا، انہوں نے اپنی تمام توجہ ریاست منڈی کی بہتری و بہبودی کی طرف مبذول رکھی، ایک ہسپتال ایک سکول اور کئی ایک کام رفاہ عام کی تکمیل تک پہونچائے مثلاً

۱۹۰۶ء کی دربار کی تقریب کی یادگاریں جس میں کہ وہ خود شامل تھے، دریائے بیاس پر پل بنوایا اور ایک اور پل دریائے رووہل پر تعمیر کرایا، یہ دونوں پل ریاست منڈی کے باہر کے لوگوں کلو اور میدانی علاقے کے سلسلہ تجارت کے توسیع کرنے میں بے بہا برکت ثابت ہوئے، راجہ بجے سین بہادر کی وفات حسرت آیات ۱۹۰۲ء میں ہوئی، جس سے کہ تمام ریاست پر ماتم چھا گیا، یہ امر خاص قابل ذکر ہے کہ اُن کی وفات کے تین ہفتہ کے بعد ملکِ معظم ایڈورڈ ہفتم کے تخت نشین ہونے پر اُن کو تمغہ کے۔ سی۔ آئی۔ ای سے افتخار بخشا گیا،

راجہ بھوانی سین بہادر اُن کے بعد جلوس فرما ہوئے، ان کے عہد میں ۱۹۰۵ء میں نہایت مُہیب زلزلہ نے ریاست منڈی پر ایک آفت برپا کی، جس میں پندرہ سو جانوں اور دس لاکھ روپیہ کے قریب نقصان ہوا، اُن کا مختصر دوران حکومت زیادہ تر اُس نقصان کی تلافی اور ہر طرف جدید سلسلہ انتظام کے قائم کرنے ہی میں صرف ہوا، انہوں نے اس دربار ہال کو کہ جس میں آج ہم جمع ہوئے ہیں تعمیر کرایا تھا، ۱۹۱۲ء راجہ بھوانی سین بہادر کی افسوسناک و قبل از وقت موت کے وقت میں ۸ سال کی سی چھوٹی عمر میں گدی نشین ہوا، اُسی روز سے آج تک ریاست کا انتظام برٹش گورنمنٹ کے ہاتھوں میں رہا، میرے ایام نابالغی میں ۵ سپرنٹنڈنٹ صاحبان یہاں انتظام پر مامور ہوئے، جو جو قیمتی خدمات گارڈن ڈاکٹر، امرسن پارسنز صاحبان نے مختلف محکمہ جات ریاست کی اصلاح میں انجام دیں،

اُن کا ذکر بطور قدردانی کیا جانا میرے لئے ازبس ضروری ہے، اس نابالغی کے پچھلے ۱۲۔ ۱۳ سال میں ان انڈین سول سروس کے قابل افسران نے بہت بہترین کام کئے ہیں "مشتے نمونہ از خروارے" بندوبست مال، بندوبست جنگلات قواعد شکار و ماہی گیری، موقوفی بیگار، اصلاح افواج ریاست کا ذکر کرتا ہوں،

ان افسران نے ریاست کی ہر طرح کی بہبودی و ترقی میں اپنی بہترین لیاقت کو دربار کے مفاد پر صرف کیا جس کے لئے ہم اُن کے ہمیشہ ممنون احسان رہینگے،

مجھے یہ بیان کرتے ہوئے فخر ہے کہ دوران جنگ عظیم ریاست منڈی نے بھی ملک معظم کے جھنڈے کے نیچے جنگی خدمات میں بھی حصّہ لیا، اور یہ امر مدّ نظر رکھتے ہوئے کہ ریاست منڈی کوئی بڑی ریاست نہیں اور ساتھ ہی اس کی جاء وقوع ایک دشوار گذار علاقہ میں ہے، کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہماری ریاست اس حق بجانب اور پُر از انصاف اصول کے مدد میں کہ جس کی حمایت کے لئے ملک معظم بھی تیار ہوئے تھے، کسی حالت میں بھی ہندوستان کی دوسری ریاستوں سے پیچھے رہی، میں یہ فخر سے یاد کرتا ہوں کہ میری ریاست نے ۱۱۴۴ رنگروٹ افواج ہند کیلئے بہم پہونچائے اور اُن کو سلطنت برطانیہ کی خدمت میں ضرورت کے وقت جاکر جنگ آزما ہونے کیلئے حوصلہ افزائی کے طور پر بہترین اراضی کے وسیع قطعات بطور انعام بخشے گئے اس کے علاوہ ریاست منڈی نے ساٹھ ہزار روپیہ کے قیمتی تحفہ جات پیش کئے، چھ لاکھ روپیہ سے زائد ریاست و رعایا نے قرضۂ جنگ میں دیا، اسطرح سے دربار منڈی نے سرکار عالیہ کی وفاداری و جاں نثاری کا ثبوت دیکر اُن قدیم روایات کو جو تاریخ اتحاد سے چلی آتی ہیں، قائم و برقرار رکھا، اب میری بہترین کوششیں اس طرف مبذول ہونگی، کہ میں اُن درخشندہ یادگاروں کی درخشانی و عظمت کو ذرا بھی مدھم نہ ہونے دوں ۔

گذشتہ ۷ ماہ سے ریاست منڈی کا انتظام سردار دینا ناتھ صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کی تفویض میں رہا ہے، جنہیں کہ ہندوستانی ریاستوں کے انتظام کے متعلق اعلےٰ اور ذمہ داری کے عہدوں پر ممتاز رہکر وسیع اور قیمتی تجربہ حاصل ہو چکا ہے، اور اس تھوڑے سے ہی عرصہ میں انہوں نے اپنی انتظامی قابلیت و

ہمدوانی کا کامل ثبوت دیا ہے، مجھے یہ بیان کرنے میں بڑی مسرت حاصل ہوتی ہے، کہ سردار دینانا تھ صاحب غیر ضروری اور زائد اخراجات کا بوجھ ایک باقاعدہ کفائیت شعاری کا سلسلہ انتظام قایم کرکے ہلکا کر رہے ہیں، ایک ایسے قابل اعلیٰ ترتیب یافتہ اور وفادار افسر کا بحثیت وزیر میرے ساتھ شریک کار ہونا میرے لئے بڑی تسلی وتشفی کا موجب ہے، اور مجھے یقین ہے کہ ترقی اور فلاح کے امورات کے سرانجام دینے میں اس کی صلاح ومشورہ سے مجھے از حد مفاد حاصل ہوگا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کہ تعلیم کے فوائد مجھے ایچیسن چیف کالج لاہور میں حاصل ہوئے، اپنے اتالیق مسٹر ٹی۔ پی۔ گلمور کا میں دلی شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ انہوں نے اپنے ذمہ واری فرائض کو نہائیت کامیابی کے ساتھ انجام دیا، اور پنجاب سول سروس کے افسر پنڈت اوتار کشن کول کا بھی میں ممنون ہوں، کہ وہ ایک سال کے قریب میرے اتالیق رہے، اور ان کے ساتھ میں نے مال کے کام اور قانون میں تربیت پائی،

چھ مہینے کی سیر وسیاحت یورپ میرے لئے نہائیت کار آمد ثابت ہوئی، اور میں نے اپنی فوجی تربیت کی ابھی اپنی پسند کردہ ریجمنٹ 3/17 ڈوگرہ مقیم علی پور کے ساتھ تکمیل کی، اب کرنل منچن صاحب بہادر آپ نے جو کچھ کہ وہ ران عہد ایجنٹ گورنر جنرل میرے لئے کیا ہے اُس کیلئے میں آپ کے احسان عظیم کا زیر بار ہوں، میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے پاس کافی الفاظ نہیں، کہ اپنے گہرے جذبات شکر گذاری ادا کر سکوں، ہر لمحہ میں یہی سمجھتا رہا ہوں، کہ میں آپ پر

یقین دل سے کر سکتا ہوں ظاہر ۔۔۔ وہ جذبے جو بھرے ہیں دل کے اندر

اُسی الفت سے جو ہے ان سب ہی سے ۔۔۔ برادر سے، پدر سے رہنما سے

آپ ہمیشہ مجھے مدبرانہ نصیحت کرتے رہے اور گذشتہ تین سال میں جو

ترقی کہ میں نے کی ہے وہ آپ کی بے غرضانہ و دلی رہنمائی کی بدولت ہے،
اور میرا دل ہی جانتا ہے کہ میری کتنی خواہش ہے کہ اب جبکہ انتظام کی عنان
میں اپنے ہاتھوں میں لے رہا ہوں، یہ ممکن ہوتا کہ آپ کی قیمتی نصیحت وصلاح
کا معاد مجھے ملتا رہتا، مگر افسوس یہ ہے کہ آپ کا عہد گورنر جنرل اب اختتام
پر ہے، میرا دل آپ کی مہربانی ہمدردی و تلطف کو ہمیشہ یاد کرتا رہیگا،
اس موقعہ پر آپ نے پھر درست و کامل نصیحت دیکر مجھے اور زیادہ احسان کا
زیر بار کر لیا ہے، اور جو کچھ کہ میں کہہ سکتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس نصیحت پر
پورے طور پر عمل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرونگا، مجھے اس بات کا
کامل احساس ہے، کہ کتنی بڑی ذمہ داری کا بار آج سے میرے کندھوں پر پڑ
گیا ہے، اور دراصل پچھلے چند مہینوں سے اسکا خیال میرے دل پر حاوی ہے اور
مجھے یہ ماننا پڑتا ہے، کہ اس عرصہ میں ایسے لمحے بھی آتے رہے ہیں کہ جب میں نے
اپنے آپ کو اس ذمہ واری کے بوجھ سے بہت دبا ہوا محسوس کیا، میں اپنے فرائض
سے بخوبی واقف ہوں، اور مجھے اس سے بھی زیادہ صاف و نزدیکی احساس
اپنے فرائض حکمرانی کا ہے، اگرچہ میں یہ جانتا ہوں، کہ بحثیت حکمراں مجھے خاص حقوق
و رعائتیں حاصل ہیں مگر اس سے بھی زیادہ تیز شناخت مجھے اس امر کی ہے۔ کہ
مجھے خاص خاص فرائض بھی ادا کرنے ہیں، ایک طرف ملک معظم اور دوسری طرف
ریاست منڈی کے رعایا کے خدمات کا فرض میرے ذمہ ہے،

میں اُن میں سے نہیں ہوں، کہ جو زندگی ایک کھیل تماشا سمجھتے ہیں۔ میرا
عزم مصمم ہے کہ زندگی کا بہترین استعمال کروں، اور میں ہمیشہ ہی معیار کو پیش نظر
رکھونگا، میں آج اپنے کام کو حلم فراخی سے ہاتھوں میں لیتا ہوں اور یہ میری دلی
دعا ہے کہ قادر مطلق مجھے اپنے فرائض و عزت کے راستہ پر ثابت قدم رکھے،،

میری محترم بیوی ہزہائینس رانی صاحبہ منڈی اور میری زندگی کی شریک حال نہایت لائق اور روشن طبع ہیں، اور یہ خیال کر کے انکے ساتھ ہونے سے اہم فرائض کا بوجھ کچھ نہ کچھ ہلکا ہوگا، مجھے ایک گونہ باعث تسلی ہے، ہمارا مقدم مدعا دل و جان سے ریاست کے کاموں میں توجہ دینا ہوگا، تاکہ ہم اس کو موجودہ سے زیادہ اچھی اور خوشی کی حالت میں چھوڑ سکیں، کرنل منچن صاحب بہادر، ایک بار پھر میں آپ کے یہاں تشریف لانے اور جو کچھ کہ آپ نے میرے لئے کیا اور اس قیمتی نصیحت کیلئے جو کہ آپ نے آج مجھے دی ہے، تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں،

سر راجہ ہری سنگھ ولائتی لٹیروں نے اپنی عیاری کا ولائیت میں ایسا سین دکھایا کہ وہاں کی پبلک کو بھی ماننا پڑا، کہ آج تک ایسا نالائقی کا کمال سرزمین یورپ میں سٹیج عیاری پر نہیں لایا گیا تھا،

اِدھر مادرِ ہند کی نالائق اولاد نے اُلٹا سر راجہ صاحب ہی کو کوسنا شروع کر دیا، اس سلسلہ میں مولانا شوکت علی مدظلہٗ نے ایک مضمون لکھکر دادِ حقیقت دی ہے،

تاجدار سکیت اخبارات میں راجہ کے تخت سے دست برداری کے متعلق بڑا شور مچایا جا رہا ہے، اِدھر راجہ صاحب کی اکلوتی راج کماری کے انتقال سے خاندان پر آسمان ٹوٹ پڑا، ان کے متعلق سب افواہیں غلط ہیں، مگر اگلی اشاعت میں اس پر روشنی ڈالیں گے،

راجہ صاحب کلسیہ ہم نے بڑی مسرت سے سُنا ہے، کہ راجہ صاحب کلسیہ کی شادی مبارکبادی کی رسومات راج کماری صاحبہ نابھہ سے بخیرو خوبی انجام پائیں، معلوم ہوا ہے کہ اس نسبت کا انتخاب خاص سابق تاجدار نابھہ نے فرمایا تھا، اب اخبارات نے اُن کی طرف سے اعتراضی خطوط چھاپے ہیں، کیا کوئی صاحب حقیقت کا انکشاف فرما سکتے ہیں،

نواب رام پور اور ریاست جاورہ رام پور کے وظیفہ خوار اخبارات بڑے فخر سے لکھتے ہیں، کہ مقدمہ مابین رام پور و جاورہ میں نواب رام پور کو فتح حاصل ہو گئی، مگر یہ کسی نے ظاہر نہیں کیا کہ نوعیتِ دعویٰ کیا تھی، اور کیا فتح ہوئی، ہمارا خیال ہے کہ نواب رام پور کے ذاتی چال چلن کے متعلق کوئی جھگڑا ہوگا، جس میں حسب معمول گورنمنٹ نے دست اندازی سے انکار کر دیا ہوگا، مداحوں نے اسے فتح سمجھ لیا،

وزیر اعظم کپورتھلہ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ خان بہادر دیوان عبدالحمید بالقابہٗ قسمت سے تاجدار کپورتھلہ کو ہاتھ لگ گیا ہے، آپ کے ایام وزارت تاریخ کپورتھلہ میں اصلاح بہبودی رعایا اور وفاداری تاج کیلئے سنہری سیاہی سے لکھے جائیں گے، ایجنٹ گورنر جنرل ریاست ہائے پنجاب نے آپ کی جائز تعریف فرمائی ہے ہم چاہتے تھے کہ اس قابل وزیر کے کارنامے رئیس ہند کے دستر خوان پر سجا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے، مگر دیکھیں آرزو کب پوری ہو،

فرید کوٹ کی کونسل کا پریسیڈنٹ دفتر ہذا میں سردار اندر سنگھ پریسیڈنٹ کونسل انتظامیہ کے متعلق حیرت انگیز کاغذات موصول ہوئے ہیں، جن میں پنسلی مسودہ خاص طور پر تعجب خیز ہے، ہم نے معاملات کی صداقت کے لئے انتظام کیا ہے عنقریب وہ سب حالات لکھے جائیں گے، کہ وہ کن سازشوں سے ریاست کا مالک بن گیا،

بیگم بھوپال ملک میں جہاں نواب صاحب مالیر کوٹلہ تاجدار کپورتھلہ اور مہاراجہ صاحب دیتیا فرمانروائے ٹونک جیسے ہر دلعزیز فرمانروا حق امینی کمال بے تعصبی سے ادا فرما رہے ہیں، وہاں یہ افسوس سے دیکھا جاتا ہے، کہ نواب رام پور کی طرح بیگم بھوپال بھی بیجا تعصب سے باز نہیں آتی، وہ دن دور نہیں جب ان متعصب ہستیوں کی خاک پاؤں تلے روندتی نظر آئیگی، کیا وہ گذشتہ تاجداروں کی بربادی سے سبق حاصل نہیں کر سکتی،

نواب صاحب بہاول پور نوجوان تعلیم یافتہ نواب صاحب بہاول پور کے طریق حکمرانی کے متعلق دفتر ہٰذا میں ایسے بہت سے مراسلے موصول ہوئے ہیں، اگرچہ ہمیں اطمینان ہو کر مسرت حاصل ہوئی ہے، مگر ان مراسلات میں جو واقعات درج کئے گئے ہیں، وہ مجمل ہیں، حالات کے تبصرہ کے ساتھ واقعات بھی درج ہونے چاہئیں تھے، اب نامہ نگار صاحب اسی التزام سے کوائف ملک رانی قلمبند فرما کر ممنون فرمائیں"

جشن سالگرہ ولیعہد خیر پور سندھ ۴۔جنوری کا مبارک دن ریاست خیر پور میں ہمیشہ تزک و احتشام مسرت و انبساط سے منایا جاتا ہے، کیونکہ یہ حضور شہزادہ والا تبار میر فیض محمد خاں ولیعہد بہادر کی ولادت باسعادت کا یوم سعید ہے، چنانچہ امسال بھی ۴۔جنوری ۱۹۲۵ء کو کوٹ ڈیجے میں نہایت شان و شوکت سے بارھویں سالگرہ کا جشن منایا گیا، افسران ریاست و معززین نے نچھاور کیا، اور شعراء نے قصائد پڑھے، ہم اس مسرت افزا جشن کی تقریب پر حضور سرکار عالیہ ہز ہائینس بیگم صاحبہ و اراکین خاندان شاہی و فخر قوم مدبر الملک حضور وزیر صاحب بہادر کو دلی مبارکباد دیتے ہوئے عالیجناب سرائی عطا محمد خاں صاحب وجناب منشی عبدالمجید صاحب مصاحب خاص وجناب شیخ محمد امین صاحب وجناب بابو اخلاق الرحمٰن صاحب سپرنٹنڈنٹ باورچی خانہ کو بھی مبارکباد دیتے ہیں، پولیس کا انتظام کیلئے جناب سید حسن علی شاہ صاحب ستائش کے مستحق ہیں"

دفتر ہٰذا نے علم کی ترقی اشاعت کیلئے خاص مشاہیر مبصران فن کی خدمات حاصل کی ہیں، کہ جو ہر موصولہ کتاب پر عالمانہ تقریظ لکھیں گے، اس لئے جو صاحب کتاب ارسال فرمائیں گے، ان پر نہایت مفصل اور جامع تقریظ لکھی جائے گی" (تنبیہ)

رنگینیٔ الکلام

ہولی و شبرات

موسم بہار کی بہار زوروں پر ہے اسی ماہ میں تہوار ہولی اور شبرات نویدِ جانفزا لے کر آئے ہیں،

سنینِ ماضی میں ہر تہوار پر خواہ اہلِ ہنود کا ہو خواہ اسلام کا بزرگ عیدی لکھتے تھے اور اپنے عزیز طلباء کو بطرز مبارکباد دیتے تھے، اب اسکولوں کی تعلیم سے نہ وہ مذاق رہا، نہ وہ رواج، نہ لکھنے والے رہے نہ سمجھنے والے، مگر ہم روایاتِ قدیم کے دلدادہ ہیں، چنانچہ رئیس ہند کے ناظرین باتمکین تاجدار، جاگیردار، اہلکار، امیر کبیر، مدرسین اور طلباء ہیں، ان کو بخلوصِ عقیدت رئیس ہند کے جانب سے قطعات ذیل کے ذریعہ ہولی اور شبرات کی مبارکباد دیجاتی ہے، اِسی ماہ میں ہولی اور شبرات کے تہوارِ مبارک واقع ہوئے ہیں، کیا اچھا قران السعدین ہے، گویا قدرت سے ہندو مسلم کے دلوں کے اتفاق و اتحاد کا ایک منتر ہے، (نیازمند ایڈیٹر)

ہولی

ہولی آمد کدام عشرت ما ہم شود ۔۔۔ چمنِ ہند ہزار سبز و گل اندام شود
سروِ قد تو بہر جلوہ ادائے دارد ۔۔۔ ہمچو آں مصرعۂ برجستہ کہ الہام شود

شبرات

شب برات آمد جہاں مسرور شد ۔۔۔ از چراغاں بام و در معمور شد
ہر طرف جگر بہارِ آتشیں ۔۔۔ ظلمت آبادِ جہاں پرنور شد

ہز اگزالٹڈ ہائینس نظام کی سالگرہ کا قطعہ

جریدہ روزگار دکن نے حضرت جلیل کا قطعہ ذیل لکھ کر جلیل کا نام نظام سے وابستہ کر دیا ہے، وہ قطعہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

مہر رخشاں کی ہے یہ سالگرہ ۔۔۔ ظلِ سبحاں کی ہے یہ سالگرہ

نذر دے اے جلیل مصرع سال ۔۔۔ شاہ عثماں کی ہے یہ سالگرہ

چاند وہ بزرگ پرنور قابل ہستیاں جو زمانہ کی مکروہات سے تنگ آ کر علم و فضل کی مشعلیں بجھا بیٹھی تھیں، رئیس ہند کی جوانی کی بہار دیکھکر نوجوانانِ چمن کمال کی رہبری کا باعث ہو گئیں چنانچہ جناب پنڈت منی لال صاحب فارغ نسامی پنشنر سرکار پٹیالہ آفتاب ادب کی شمع لیکر "چاند پر روشنی ڈالتے ہیں"۔ "ایڈیٹر"

چاند

دوج کے چاند کو کہتے ہیں ہلال ۔۔۔ چودھویں کو وہی بدر کمال

دوج کو ابروئے خمدار ہے وہ ۔۔۔ چودھویں کو رخِ زیبا کی مثال

ہے زوال اسکو مگر باعث فخر ۔۔۔ کیونکہ اس سے ہی وہ پاتا ہے کمال

اور کمال اسکو وبالِ جان ہے ۔۔۔ کیونکہ لے جاتا ہے وہ سوئے زوال

نہ وہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے فقط ۔۔۔ زہرہ کی ہے یہ اک چال

ہاں مگر گھٹنا و بڑھنا اس کا ۔۔۔ ہے ترقی و تنزل کی مثال

یوں تو اک خاص ادا رکھتے ہیں ۔۔۔ اس کے دو تو یہ زوال اور کمال

بلکہ ہے اور قباحت اس میں ۔۔۔ راہ ہونا حق اسے دیتا ہے ملال

تم رہو دنیا میں عاجز بنکر ۔۔۔ عاجزی میں ہے بھرا نور جلال

عاجزوں پر ہے نزول رحمت ۔۔۔ تب ہی مشہور ہے وہ دین دیال

عاجزی میں ہے نشانِ برکت ۔ شاخ پر میوہ کا تم دیکھو حال
عاجزی ہی کی صدا دیتی ہے ۔ پاؤں میں ماہ رخوں کے خلخال
کچھ نہیں اسکی حقیقت لیکن ۔ رخ خوباں پہ ہے کب پامال
سر نخوت کا ہے انجام بُرا ۔ دیکھو فرعون کا کیا گذرا حال
تم نے چلنا ہے نہیں رہنا یہاں ۔ سلسلہ جاری ہے یہ سال بسال
شرمساری نہ اٹھاؤ اسوقت ۔ ممتحن پوچھیگا جب سخت سوال
نہ سفارش کی وہاں گنجائش ۔ نہ شفاعت کی وہاں کوئی مجال
ذریعہ افعال کا گر تم پوچھو ۔ تین چیزیں ہیں زباں جسم خیال
نیچے لکھی ہوئی دس باتوں سے ۔ محترز چاہیئے رہنا ہر حال
حسد و طمع و غصہ و غرور ۔ چار چیزیں ہیں یہ ایجاد خیال
چوری و جاری ہنسا ہے تین ۔ جسم نے ان کا بچھایا ہے جال
سر نخوت کو کیا جس نے بلند ۔ ہوا در چشم فروں وہ پامال
پاسداری ہے وہاں ناجائز ۔ کام آئیں گے تمہارے افعال
بولنا جھوٹ کا گالی چغلی ۔ ہیں زباں کیلیئے یہ تین وبال
چھوڑ کر ان کو ملے گا آرام ۔ ورنہ پاؤ گے بہت رنج و ملال
سن لو فاسغ کا کلام شیریں ۔ کہ وہ ہے طوطی شیریں مقال

اپنے گھر چلنے کو تیار رہو
ورنہ دنیا ہے یہ مشغلۂ اطفال

رئیسِ ہند کی مشکلات اور اُسکے رفیق

(گذشتہ سے پیوستہ)

رئیسِ ہند کے دورِ جدید کے دربار اولین اور دوئمین میں سرخی بالا یارانِ زمانہ کے متعلق خون کے آنسو گراچکی ہیں، وہ گلہ و شکایت فرضی نہ تھا، دربار کے آغاز کے اعلیٰ اور مابعد ان صاحبان کی خدمت میں کہ جن سے یہ امید تھی کہ وہ رئیسِ ہند کے دربار کے انعقاد میں امداد فرمائیں گے، اشارے اور کنائے پر اکتفا کر کے تقریباً دو ہزار خطوط بھی ان کی توجہ مبذول کرنے کیلئے لکھے گئے تھے، مگر آرزوؤں کے یعنی نتیجہ نکلا خلاف ہزار میں سے دس بھی مردِ میدان نہ نکلے، مگر جو نکلے بڑی شان سے نکلے، ان گم گشتگانِ طریقِ محبت و احسان کے نام صفحۂ یاد سے محو کر کے مردانِ میدان کے نام نامی درج کئے جانے کی عزت حاصل کیجاتی ہے،

(۶) رئیسِ ہند کی پالیسی روسا کا تحفظ اور اُن کی اصلاح ہے، اگر یہ ایسے خوابِ غفلت میں سوئے ہیں، کہ انہیں اپنی شبِ بیجور میں طلوعِ آفتاب کی خبر نہیں، آثار ایسے ہیں، کہ آئندہ نصف صدی میں یہ ریاستیں انگلیوں پر گنی جاسکیں گی، مگر ایک گورنمنٹ برطانیہ ہے کہ ہم اکثر اوقات روسا کی وفاداری کے جوش میں اس کے طریقِ کار کی بے انتہا غلطیاں نکالتے ہیں، لیکن یہ رات کو سوچنے اور دن کو کام کرنے والی حکومت بلا کی ہوشیار واقعہ ہوئی ہے، ہمارے حقیقی رفیق یہ سنکر خوش ہوں گے، کہ گورنمنٹ انڈیا نے رئیسِ ہند کی اشاعت ممالک متحدہ اور دیگر مقامات کے سکولوں میں دریادلی سے منظور فرمائی،

(۷) دربار میسور اس کی سرپرستی کیلئے تجاویز میں مصروف ہے،

(۸) اب ہم فرداً فرداً صاحبان ذیل کا شکریہ ادا کرتے ہیں،

۱۔ پنڈت بشمبر داس صاحب، ۲۔ کنور رندیپ سنگھ صاحب بہادر رئیس اعظم
۳۔ سردار اجمیر سنگھ صاحب بہادر رئیس اعظم، ۴۔ لالہ جسونت رائے صاحب ٹھیکیدار
۵۔ سردار بہادر دل سنگھ صاحب او۔ بی۔ اے، ۶۔ رائے تانک چند صاحب بہادر رئیس اعظم
۷۔ منشی فضل کریم خان صاحب، ۸۔ سردار بچتر سنگھ صاحب
۹۔ گورنمنٹ انڈیا، ۱۰۔ رائے پیارے لال صاحب بہادر
۱۱۔ شیخ حبیب اللہ صاحب، ۱۲۔ رفیق محمد صاحب بہادر بیرسٹر ایٹ لا
۱۳۔ سردار آتما سنگھ صاحب بہادر، ۱۴۔ سردار اوجاگر سنگھ صاحب بی۔ اے
۱۵۔ رائے رلا رام صاحب بالقابہ، ۱۶۔ رائے بہادر لنباپرشاد صاحب رئیس اعظم آنریری مجسٹریٹ
۱۷۔ پنڈت جیون لال صاحب، ۱۸۔ سردار حضورا سنگھ صاحب بہادر،
۱۹۔ مسٹر جیہ نجی لال صاحب بی۔ اے، ۲۰۔ پنڈت درگا رام صاحب رئیس،
۲۱۔ لالہ بابو لال صاحب، ۲۲۔ منشی فضل الرحمٰن صاحب بہادر،
۲۳۔ قبلہ میر محمد ذکی صاحب بہادر مستوآباد، ۲۴۔ لالہ راجکنور صاحب،
۲۵۔ سردار کشن سنگھ صاحب بہادر رئیس، ۲۶۔ ڈاکٹر لبھو رام صاحب،
۲۷۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ انڈیا، ۲۸۔ مولانا محمد اشتیاق احمد صاحب،
۲۹۔ لالہ صاحب، ۳۰۔ سردار موہن سنگھ صاحب
۳۱۔ سردار تاہر سنگھ صاحب، ۳۲۔ سردار انرود سنگھ صاحب بہادر رئیس اعظم
۳۳۔ مسٹر دینا ناتھ صاحب بیرسٹر ایٹ لاء، ۳۴۔ ہیڈ ماسٹر صاحب،
۳۵۔ بابو گھمبیر دیال صاحب بہادر، ۳۶۔ سردار فتح سنگھ صاحب بہادر رئیس
۳۷۔ مہاراجہ صاحب بہادر بالقابہ، ۳۸۔ نواب صاحب بہادر بالقابہ،
۳۹۔ سردار سکھدیو سنگھ صاحب،

یقین ہے کہ زمانہ کی وہ احسانمند کامل ہستیاں کہ جن سے ہمیں پوری توقع تھی یہ طولانی فرد دیکھکر اپنی کاہلی دور کرینگی اور بہت جلد اپنی اپنی وضعداری کا عملی ثبوت دے کر رئیسین ہند کی زندگی کا موجب ہونگی۔ "ایڈیٹر"

قواعد و ضوابط

اہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

(۱) یہ رسالہ شروع ۱۹۳۱ء سے خانداراوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوا کرے گا +

(۲) چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہے اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہے۔ اسلئے اسکی اشاعت کے لئے یہ اعلیٰ مقام منتخب کی گئی ہے +

(۳) اسمیں خصوصیت سے ہند کی چھوٹی بڑی والیان ریاستوں اور دیگر رؤسا امرا وغیرہ کے پولیٹکل سوشل اخلاقی تاریخی علمی ادبی وغیرہ وغیرہ مضامین درج ہوا کریں گے +

(۴) ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری ضروری حالات مع تصویر ہوا کریں گے +

(۵) سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ایک روپیہ عہ ر

(۶) کسی ماہ کے رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہیے۔

(۷) جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاویگا بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھے جائیں گے +

(۸) شرح چندہ حسب ذیل ہے۔

(۹) جیساکہ اس رسالہ کا موضوع ہے اسمیں محض رئیسوں یا ریاستوں جاگیروں ہی سے متعلق مضامین درج ہوا کرینگے مقالہ نگار صاحبان بھی موضوع اور مستقل سرخیوں ہی پر مضمون تحریر فرمائیں +

(۱۰) جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضامین لکھیں گے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائینگے اُن کی خدمت میں بقدر مناسب معاوضہ پیش کیا جائے گا یا رسالہ مفت دیا جائے گا +

(۱۱) نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے +

(۱۲) یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں صحیح صحیح ہوں۔ سُنے سنائے نہ ہوں۔

(۱۳) جملہ خط و کتابت متعلق مضامین خریداری و نمونہ رسالہ اشتہارات نیز ترسیل زر چندہ اور اُجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام مینیجر ہونا چاہیے۔

(۱۴) چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل کریگا اس لیئے طبقہ امرا میں خصوصیت کیساتھ مقبول ہوگا۔ اشتہار دہندگان کیلئے نہایت نادر موقع ہے نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتے ہیں مگر بیہودہ فحش و جھوٹے اشتہارات بھیجنے اور چھپوانے کی بے سود کوشش نہ فرمائیں +

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امراء و رؤسائے نامدار	عوام	طلبا	مابعد
شرح چندہ	بگنجائش حیثیت گفتگو ہوسکتا ہے	بگنجائش کثرت گفتگو ہو سکتا ہے	۲۵ عہ	ﮯ ر	ﮧ ر	[illegible]

مینیجر رسالہ رئیس ہند دار السلطنت ہند دہلی

مرآۃ الغیب

یعنی

جوگ بسشٹ کا اردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی مشہور کتاب کا اردو ترجمہ ہے [illegible]
ہر [illegible] خوب دولت [illegible] ہو کے رنج و راحت
نجات کا فائدہ [illegible] اردو [illegible]
[illegible]
[illegible] معلوم ہو سکتا ہے [illegible]
[illegible] کی [illegible] کا خطر [illegible]
[illegible] سے [illegible] سے
[illegible] کے [illegible] سے [illegible]
[illegible] بے تعداد نقشے [illegible]
کال محنت سے فراہم کئے گئے ہیں اعلی کاغذ پر روشن خط
چھاپی گئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں



ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد ماہواری مصور رسالہ

رئیس ہند

مقام اشاعت

دہلی



Latest Portrait, Khan Bahadur Nawab Liaqat Hiyat Khan
C. B. E. Rais Wah (Attock) Punjab.

دسترخوانِ رئیس

دورِ جدید	آراستہ دہلی ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء	جلوس پنجم دربار چہارم

تصویر بلاک	خان بہادر نواب لیاقت حیات خاں او۔بی۔ای رئیس واہ ضلع اٹک	ایڈیٹر بہار لال وفا

رئیس ہند

جلوس پنجم　دہلی اپریل سنہ ۱۹۲۵ء　دربار چہارم

رموز مصلحت رئیس

کھونا، صالح اور اسفل

آریہ ورت کے رشیوں نے قیافہ، سامدرک، کاسہ سر، جوتش اتہاس، صحت معروفیت وغیرہ علوم پر بے انتہا کتابیں لکھی ہیں، انہیں سے ایک علم خوراک بھی ہے، اسلئے بآسانی پتہ لگ سکتا ہے کہ ہر ایک انسانی مزاج میں کس قسم کا کھانا مرغوب ہے۔

(۸) عمر، عقل، طاقت، تندرستی، فرحت، کے بڑھانیوالا، لذیذ، عمدہ، مرغن، اور دلپذیر، نو طرح کا کھانا ستوگن انسانوں کو عزیز ہے،

(۹) کڑوا، ترش، پُر نمک، زیادہ گرم، تیز مرچ، خشک، اور جلن پیدا کرنے والا کھانا تکلیف، رنج اور امراض پیدا کرنے والا، یہ سات قسم کا کھانا رجوگن طبائع کو مرغوب ہے،

(۱۰) جو انسانی طبائع تموگن ہیں، اُن کو یہ چھ طرح کا کھانا بھاتا ہے، باسی (جسے پکے ہوئے تین گھنٹے گذر چکے ہوں) بد ذائقہ، دیوتاؤں، کے ارپن نہ ہونیوالا، بہت ٹھنڈا، ناپاک، محض اپنے لئے ہی بنایا ہوا، اب آپ اپنے کھانے کی طرف دیکھکر اپنے لئے خود فیصلہ کر لیں،

آریہ ورت کے ہندو اور مسلمان تاجدار اور اُنکی مظلوم رعایا

۵ مباش در پئے آزار ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

احکم الحاکمین نے آریہ ورت میں ہندو اور مسلمان فانی ہستیوں کو تاجدار بنایا، ہندو رعایا پر کہیں مسلمان حکمران بنائے، اور کہیں مسلمان رعایا پر ہندو، یہ اُس کی مقدس امانت ہے، جو ان فنا ہونیوالی ناچیز ہستیوں کے سپرد کی گئی، ان ہستیوں نے اپنے قائم مقام ہندو بھی بنائے اور مسلمان بھی، خدائے مطلق نے اپنے امینوں کی دیانتداری کے امتحان کیلئے یہ امانت اُن کے سپرد کی، مگر ہم دیکھتے ہیں، کہ بعض ہندی ریاستیں مسلمانوں کو مسلمان سمجھکر مٹانے پر تُلی ہوئی ہیں اور مسلمان ریاستیں ہندوؤں کی جان کی دشمن ہیں، اگر یہ دونوں قومیں اپنے اپنے مذہبی احکام کی پابند ہوتیں تو خدائے مطلق کے مقدس احکام کی نافرمانی نہ ہوتی، اگر ہوگئی تھی آئیندہ کیلئے توبہ کرتے، مگر نتیجہ اس کے برعکس ہے، کہنا پڑتا ہے کہ وہ ہندی جو مسلمان کو مسلمان سمجھکر مٹانے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہندی نہیں، اور وہ مسلمان نہیں، جو ہندوؤں کی جان کا دشمن ہے،

اس بد دیانتی کی دلدوز شکائتیں ہندو اور مسلمان ریاستوں سے پے در پے رئیس ہند کے دربار میں پہونچ رہی ہیں، ہم نہیں چاہتے، کہ نام بنام اُن متعصب اور جابر حکمرانوں کے تعصب اور جبر و روا کی تفصیلات چھاپیں، مگر اب اس قدر لکھنے پر مجبور ہیں، کہ وہ زمانہ دور نہیں، جبکہ یہ خاک میں ملنے والی خاکی روحیں اپنی مظالم کا خمیازہ بھگتینگی، اُنہیں روز و شب کے ۲۴ گھنٹوں میں اپنے بزرگ کی حسب ذیل ہدائیت پر کاربند رہنا چاہیئے، قطعہ

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

—— ٭ ——

رئیس الکلام

گوسوامی سری تلسی داس جی

اور

اُنکی رامائن

منشی چندولال صاحب درماد ہلوی نے رامائن اور سری گوسوامی تلسی داس جی پر حسب ذیل چند بند لکھے ہیں، اور وہ محض اس خیال سے کہ ناظرین رئیس ہند، رامائن، اور گوسوامی جی کی عظمت کا کچھ اندازہ فرما سکیں، "ایڈیٹر"

یہ عقیدہ ہندؤں کا ہے نہائیت ہی قدیم　　جب کبھی مذہب کی حالت ہوتی ہے زار وسقیم
قادرِ مطلق رہے وانائے اسرارِ وکریم　　بھیجتا ہے رہنمائی کیلئے اپنا ندیم
رہبرانِ راہ حق جب رہبری فرماتے ہیں
بھولے بھٹکے سب مسافر راہ پر آجاتے ہیں

اک زمانہ تھا کہ غارت ہو رہے تھے اہلِ ہند　　اپنے ہاتھوں اپنا مذہب کھو رہے تھے اہلِ ہند
اک عجب خواب گراں میں سو رہے تھے اہلِ ہند　　اپنی پھوٹی قسمتوں کو رو رہے تھے اہلِ ہند
غرق ہونے پر تھا جب بیڑا ہماری قوم کا
گوشۂ عزلت سے تلسی ناخدا پیدا ہُوا

اپنی نادانی کہیں یا اپنی قسمت کا قصوُر　　دید کے زرّیں عقائد سے ہوجاتے تھے دوُر
اپنے مذہب کے مسائل سے طبیعت تھی نفور　　رہتے تھے ذکر بتانِ سیم تن کی دُھن میں چوُر
تھا یہاں تک ہمپہ جور گردشِ چرخِ بلند

موتیوں کے بدلے کنکر ہمکو آتے تھے پسند

تھے پران و وید و گیتا کے مسائل جسقدر — سلک رامائن میں تو نے سب کو رکھا گوندھ کر

جو خزانے تھے پرانے اُن سے تھے ہم بیخبر — آنکھیں تھیں لیکن نہ عظمت اتنی آتی تھی نظر

ہو سکے اے ملک کے محسن تیری تعریف کیا

تو نے اک کوزے کے اندر بند دریا کر دیا

اک طرف ہنگام شام از بس تھا ماندہ کساں — دن کی محنت سے فراغت پا کے آیا مکاں

جمع کر کے اپنے گھر کے بچے بوڑھے اور جواں — کہہ رہا ہے ہند کی ہندی میں ہندو داستاں

جو سمجھتے ہیں عجب کیا گر انہیں آتا ہے لطف

جو فقط سنتا ہے وہ بھی کچھ نہ کچھ پاتا ہے لطف

اک طرف عزلت میں ہے نقادِ معنی موشگاف — یہ معانی ہیں موافق وہ مطالب ہیں خلاف

اس سے ہوتا تھا کمالِ شاعری کا انکشاف — اتنے پیچیدہ مطالب پھر بھی لکھتے صاف صاف

اہلِ فن کہتے ہیں اسکو بحرِ نا پید اکنار

اور عوام الناس کہکر سہل سے کرتے ہیں پیار

مرحبا اے آئینہ بردار فطرت مرحبا — مرحبا اے کاشف رازِ حقیقت مرحبا

مرحبا اے ہمنشینِ بزم خلوت مرحبا — مرحبا اے دانش آموزِ طریقت مرحبا

وار روکا ہے تری اس نظم نے تلوار کا

تیرے سر سہرا ہے ہندو دھرم کے اپکار کا

دل دہل جاتا ہے ہم جسوقت کرتے ہیں خیال — تیری رامائن نہ ہوتی گر تو ہوتا کیسا حال

چند دن گر اور چلتا وہ زمانہ ایسی چال — ہم کو کر دیتی ضعیف الاعتقادی پائمال

رائے یہ میری نہیں فتویٰ ہے سادی قوم کا

تیری رامائن نہیں نغمہ ہے سادی قوم کا

غزلیاتِ فیضل

دنیوی بیکار معروفیتیں خواہ از قسم ملکی ہوں، خواہ از قسم ملازمت، ہندوستان میں اسقدر بڑھ گئیں ہیں، کہ ہندوستان سے علم اور اہل علم علمی خدمات سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزارہا صاحب علم و فضل اپنی معروفیات کیوجہ سے علمی سرگرمیوں کو ٹھنڈا کر چکے، وہ دن دور نہیں، جبکہ علم و فضل کے نونہال ایسی معروفیتوں کے شوق میں دنیا سے الگ ہو جائینگے اور اپنی کوئی علمی یادگار نہ چھوڑ سکیں گے، آئیندہ نسلیں اُن کی قابلیتِ ذہنی کے ثمرات سے بے فیض رہ جائینگی،

اُن ہی صاحبانِ علم و فضل میں سے ہمارے کرم فرمائے صادق جناب شیخ **فضل الرحمٰن** صاحب بہادر الیکٹرک انجینئر پٹیالہ ہیں، کہ جو برق سی ذہانت رکھنے پر بھی بجلی کی تاروں میں بے طرح الجھے ہوئے ہیں، ہم نے بعد اصرار آپ کے عالمانہ کلام سے مستفید ہونا چاہا، مگر اس الفائے عہد میں بھی معروفیت حائل رہی، آپنے زمانہ طالب علمی کا کلام (۱۹۰۰ء) عطا فرمایا، کہا جا سکتا ہے، کہ اگر یہ قادر الکلام مشقِ سخن میں متواتر معروف رہتا، تو وہ لکھتا جسے ہم سب سنتے،

"ایڈیٹر"

غزل

گوش بر آواز دل ہمراز گفت و گوئے دوست
چشم نظارہ کناں ہر دم جمال روئے دوست

گرچہ ہے بُعد اسقدر پر دل کو دل سے راہ ہے
ان ہی کانوں سے سنا کرتا ہوں گفت و گوئے دوست

کیا ہلال عید کی تھی تاب، ہو تار و برد،
چھپ گیا جو نہی نظر آیا خم ابروئے دوست

ناصح یہ بدکلامی ہائیں تجھکو کیا ہوا؟
تجھ میں بھی کچھ کچھ سرایت کر گئی ہے خوئے دوست

فضل کوچرکا دیا ایسا نہ سنبھلا وہ غریب
اف رے ہمت بل رے طاقت ہاری بازو دوست

دیگر

۱۹۰۸ء میں حضرت ریاض لکھنوی نے ایک غزل لکھی تھی جسکا یہ شعر حضرت فضل کو بھایا۔

بات کیا ہے بات کرتے وصل میں گذریگی رات
رات بھر کی بات ہے تکرار رہنے دیجئے

اس پر آپ کی طبع رسانے ذیل کی غزل لکھی۔

وصل میں یہ شوخئ گفتار رہنے دیجئے
کوئی بوسہ دیجئے تکرار رہنے دیجئے

کب تلک یوں ناصحا بک بک کے چاٹیگا دماغ
سن لیا بس بند اب سنقار رہنے دیجئے

قاضی صاحب پی کے نکلے تو یہ ساقی نے کہا
یا تو دیجے دام یا دستار رہنے دیجئے

اس گل عارض کی سی خوشبو کہاں سے آئیگی
ہے مگر کس کام کا یہ ہار رہنے دیجئے

ہے خلش میں ہی مزا اب تو سوا رہنے لگا
اپنے تیروں کو جگر کے پار رہنے دیجئے

وقت آخر تو نکل جائے ذرا راحت سے جان
اور تھوڑی دیر آنکھیں چار رہنے دیجئے

فضل بیکس اور کس کے پاس جائے اے حضور
اپنے در پر احمد مختار رہنے دیجئے

دیگر

دل نہیں فرحت نہیں کچھ ذوق رعنائی نہیں
اسقدر کھو یا گیا ہوں بات بن آئی نہیں

مجھکو آنے دیجئے محفل میں میں ہوں آپ ہیں
غیر کو مجھ سے مجھے اس سے شناسائی نہیں

ہوں تو میں صاحب بہادر جیب میں کچھ بھی نہیں
بوٹ ہے کالر ہے ٹائی ہے مگر پائی نہیں

مت بنا صید زبوں مجھکو قفس میں چھوڑدے
رحم کر ظالم کہ اب تاب شکیبائی نہیں

فضل کی تصویر ہے عکس خیالات دلی
ہے زبان حال گویا گرچہ گویائی نہیں

مشاغلِ علمی و تقریظات

(۱) فنِ سراغرسانی مرتبہ رائے صاحب لالہ پارسداس صاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ دہلی مصنف تصانیف کثیرہ سائز معمولی حجم ۱۲۰۰ صفحہ بار اول قیمت فی جلد للعہ پانچ باب میں سینکڑوں معلومات قلمبند کی گئیں ہیں، اس کا ریویو آسان نہیں، مگر اسقدر کہا جاسکتا ہے، کہ یہ کتاب فنِ سراغرسانی پر ایسی جامع اور مکمل لکھی گئی ہے، کہ کسی زبان میں اس سے بہتر اس فن کے متعلق معلومات فراہم نہیں کی گئیں، یہ نہ فقط اہالیان پولیس کیلئے کارآمد ہے بلکہ ہر صاحب کے پاس موجود رہنی چاہیئے، اس کا ایک بار مطالعہ اسکی قیمت کا حق دیدیگا، ہم رائے صاحب کو ان کی اس قیمتی تصنیف پر تہِ دل سے مبارکباد دیتے ہیں، کیا اچھا ہو کہ روسائے ہند اپنا سرمایہ ایسی ہی ملکی خدمت میں صرف کریں، یہ کتاب دفتر رئیس ہند سے ملسکتی ہے،

(۲) نور اللغات حصہ اول (الف - ب) تالیف لطیف مولوی نور الحسن صاحب بی اے، ایل ایل بی مؤلف کلیات محسن، خورشید بدر، تعلیمات منظوم، ڈائجسٹ اف اودھ کیس لا وغیرہ وغیرہ سائز کلاں حجم ۷۴۱ صفحہ مطبوعہ پریس پاٹانالہ لکھنؤ، بار اول قیمت افسوس ہے کہ درج نہیں،

زبانِ اردو کی کوئی جامع اور مکمل لغت تا حال نہیں چھپی، اور چھاپے بھی کون، جبکہ ملک کے روساء کا مذاق، پولو، گھوڑ دوڑ، سیر و تفریح اور دیگر ذاتی مشاغل کی طرف ہو، ہزار آفریں ہے، مولوی صاحب موصوف کے محنت طلب شغل اور اصراف جائز پر کہ انہوں نے ایسے مبارک کام کا بیڑا اٹھایا ہے، کہ جسے آجتک کوئی پورا نہیں کرسکا، فرہنگ آصفیہ اور امیر اللغات دونوں ادہورے رہگئے، زبان کے دعویدار اور مالکوں کیلئے یہ ایک علمی دعوت ہے، ہم حضور نظام سے استدعا کرتے ہیں، کہ وہ حضرت نیر کو ضروریاتِ زندگی سے بیفکر فرماکر ترتیب لغت مذکور میں مصروف فرماویں، جسطرح سے کہ زمانہ قدیم میں شاہانِ علم دوست سرپرستی علوم فرماتے رہے ہیں، انہی روایات پر فیاض نظام کا عمل پیرا ہونا کچھ بعید بھی نہیں، یہ ریمارک بطور رسید درج ہوا ہے، مفصل تقریظ بسعر فرصت لکھ رہے ہیں، جب موصول ہوگی چھاپی جائیگی،،

(ایڈیٹر)

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ روسائے ہند نمبر ۲

خان بہادر نواب لیاقت حیات خان او بی ای

رئیس واہ (ضلع اٹک)

"امتیاز شرف آدمیاں را نسب است"

قدیم زمانہ کے دھندلے نشانات

چونکہ یہ دنیا فانی ہے، اس لئے اس کے بڑے سے بڑے واقعات بھی فنا ہو جاتے ہیں، خواہ کوئی ہزار کوشش کرے، سینکڑوں تدابیر عمل میں لائے، حکومت فناء پر غالب ہے، زندہ وہی ہے کہ جس نے زندگی کے کام کئے سعدی نے یہ رمز خوب سمجھی ہے

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

اُن دھندلے اور تاریک میدانوں میں قلم کا شہسوار کہاں تک ترکتازی کرے کہ جبکا نہ کوئی سراغ ہے نہ آغاز، صدیوں قبل کے محو شدہ نشانات اُن کی زندہ یادگاروں سے شناخت کئے جا سکتے ہیں، مگر زمانہ قدیم کی نقل و حرکت، بود و باش، طریق گذر اوقات، معروفیت و مشاغل تاریخی صورت میں قلمبند کرنا نیولین کو باتوں سے فتح کرنا ہے، اور یہ میں جانتا ہیں،

جن شہسواران علم وقلم نے اس عرصۂ مراغ رسانی میں تحقیقات وتجسس کے گھوڑے دوڑائے ہیں، انہوں نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں ہیں، اور آخر کار مجبور ہو کر ان کے حسب ونسب کی تصدیق کی نسبت انکو[۱] کہنا پڑتا ہے کہ۔

"صحیح طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ دراصل یہ کہاں کے باشندے تھے"

انگریزوں کو ایسی تحقیقات کا شوق ہی نہیں جنون ہے، مگر جنوں میں جو کام ہو سکتے ہیں، وہ ظاہر ہے ایک ذمہ وار نے شروع میں بڑے دعوے سے لکھا ہے کہ:۔

"[۲] وثوق سے یہ رائے نہیں لگائی جا سکتی کہ گکھڑ اصل میں کہاں کے باشندے ہیں مگر غالباً یہ خراساں میں رہا کرتے تھے، اور ہندوستان کے پہلے حملہ آور کے ساتھ ہندوستان میں آئے"

یہ رائے قائم کرنے کے بعد قلم کا بھولا ہوا وہ[۳] مسافر تیسرے چوتھے قدم پر دفعتاً سکندری کھاتا ہے اور ایسا گرتا ہے، کہ پچھلا قدم بھی بھول جاتا ہے، ذرا اس بھولے ہوئے مسافر کی حالت دیکھنا۔

"مگر گکھڑوں کے حسب ونسب کا یہ قصہ قطعی غلط ہے" کوہ کندن وکاہ بر آوردن کے معنی اس تذبذب بیانی سے بخوبی سمجھ میں آ سکتے ہیں،

روایات قدیم | اس معزز وقدیم خاندان کے رکن دعوے کرتے ہیں، کہ ہم سب قطب الدین ایبک سے ایک کے لاکھ ہوئے، جنگل بسائے شہر آباد کئے اور ملک میں پھیل گئے جہاں گئے عزت پائی، کیونکہ فرض شناسی ہمارا شیوہ رہا"

مجھے یہ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک لکھ بخش تھا یو میں تذکرہ نگار اپنی ناقص بیانی کی تردید کرتا ہوا آپ کی خاندانی روایات پر اعتبار نہ لاکر پھر یہ لکھتا ہے:۔

[۱] [۲] تذکرہ رؤسائے ہند جلد دویم صفحہ ۲۲۲ [۳] تذکرہ روسائے ہند جلد دویم صفحہ ۲۲۴

معلوم[1] ہوتا ہے کہ آوانوں، گھوکھڑوں، گکھڑوں، کا مورث اعلیٰ ایک ہی تھا۔ جو "تنانہ قریباً گیارھویں صدی کے آغاز میں ہوا ہوگا، اور غالباً سلطان محمود کے حملہ آور فوجوں میں سے کسی فوج کے ساتھ ہندوستان میں آیا ہوگا"

یہ ہے زمانۂ جدید کی تاریخ نگاری کی شان اور افسوس یہ ہے کہ اس پر ادعائے تاریخ دانی و تاریخ نگاری ہے، دو ورق سیاہ کئے، سینکڑوں لفظ لکھے مگر کام کا ایک حرف نہ لکھا گیا،

آغاز تاریخ خاندان قطب شاہ کا سب سے چھوٹا بیٹا چوہان کسی نہ معلوم زمانے میں کہ جو اسلامی حملہ آوروں کے آغاز میں شمار کیا جا سکتا ہے، ہندوستان میں آ کر موضع نیلاب پر حملہ آور ہوا، وہاں کے راجہ "رائے دیو" کاغذی دیو نکلے، کاغذ کی بساط ہی کیا ہے، ہوا چلی اور مصنوعی بادلوں کی طرح پھٹ گئے، اُدھر یہ فولادی پنجہ پائے ستے، وہ بیدخل ہوا، انہوں نے راجدھانی پر تصرف جمایا اور چھ پشتوں تک جمے رہے، چھٹی پشت میں گھوڑ خاں ہوئے، اُن کی زندگی کے واقعات بھی گمراہی کی واقفیت کے گرد و غبار میں پائے جاتے ہیں، اسلئے ہمارا اشہب قلم اُنکا پیچھا نہیں کرتا۔ اسقدر تحقیق ہے کہ آپکے چوتھے بیٹے فیروز خاں ہوئے، یہی بزرگ بھڑ اور دھریک خاندان کے مورث اعلیٰ کہلائے، ان کا پڑپوتا رتنا تھا جس سے رتنال قوم انتساب رکھتی ہے،

اِس قوم کا شجرِ اقبال تیموری کی تلواروں کے سائے میں جوانمردی و صداقت کی آبیاری کی امداد سے پھولتا پھلتا رہا،

غیرت خاں اور سید احمد خاں کی اولوالعزمیاں خاندانی فضولخرچی اگر خاندان میں تباہی پیدا کرتی ہے تو اولوالعزمی بھی جنم لیتی ہے، یہ ہر دو برادران جدی قسمت آزمائی کیلئے گھر سے نکلے، اور دہلی پہونچے، غیرت خاں نے دربار میں

---

[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قربان جایئے حق تحقیق خوب ادا کیا۔

[2] راولپنڈی اور دریائے سندھ کا درمیانی علاقہ گھرگھلاتا ہے، اور وہی ان کا وطن ہے۔

رسوخ پیدا کیا، انہیں ہم یہیں چھوڑتے ہیں، اور دوسرے رفیق کا حال سناتے ہیں، جو دراصل غیرت کا پتلا تھا،

سید احمد خاں کی قسمت آزمائی

جب اکبر اعظم اپنی پُرشان سلطنت کی بنیاد مستحکم اور استوار بنیادوں پر قایم کرکے فردوس بریں میں داخل ہوا تو اُسکا متوالا جانشین جہانگیر ہوا، تاریخ ہند میں یہ عہد بھی اپنی رواداری یا مساوات کی وجہ سے یادگار ہے جب جہانگیر ہند کی جہانگیری فرمارہا تھا، اُسی زمانے میں سید احمد خاں ایک بزرگ اپنے وطن سے دہلی آیا اور شاہی ملازمت میں داخل ہوگیا، یہ بزرگ طبعاً غیور تھا، فطرتی غیرت نے متوالے دربار میں اپنے لئے جگہ نہ پائی، اور اپنے ملک میں واپس آکر اپنے نام پر احمد آباد آباد کیا خاندان میں غیرت و خود داری نے جنم لیا تھا۔ عروج دنیوی جو اکثر اوقات آبرو فروشی سے حاصل ہوتا ہے، ہم کنار نہ ہوا مگر خاندان کا ہر فرد اولوالعزم تھا خان موصوف کے پوتے جلال خاں سے اُس کے رشتہ داروں نے احمد آباد چھین لیا مگر اس باہمت شیر دل نے جنگل میں جلال سر کے نام سے اپنے بیٹے کے نام پر ایک گاؤں اور آباد کیا۔

شاہجہان کی واہ

۱۶۴۵ء میں شاہجہان کا کابل کی مراجعت کے وقت اس گاؤں کے متصل قیام ہوا، جب رنگین طبیعت شاہنشاہ نے بے نظیر، گھنا جنگل، دلفریب سبزہ زار اور آب رواں کی قدرتی بہار دیکھی، تو زبان سے بیساختہ واہ نکل گیا، اُس وقت سے اس گاؤں کا نام واہ سے معروف ہوگیا،

کرم خاں بہادر کی تاج انگلشیہ سے رفاقت

آپ کی چھٹی پُشت میں کرم خاں ایک ایسا اقبال مند شخص پیدا ہوا کہ جس نے منافرت و کرواجات ملکی کے خلاف شروع سلطنت برطانیہ میں اسکا دل سے ساتھ دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے بہادری

---

۵۱ یہ گاؤں اب تباہ ہو چکا ہے۔ "بہار"

۵۲ ایسا ہی واقعہ سہرند کے نام کی نسبت مشہور ہے" "بہار"

کے ساتھ تدبری بھی انہیں بخشی تھی، ۱۸۴۸ء میں جبکہ نکلسن درہ مرگلا پر مرنے مارنے کیلئے جانیں ہتھیلی پر رکھے بیٹھے تھے، آپنے فوراً سوار اور پیادوں کی ایک وفادار جمعیت بھرتی کی اور اُس مشکل میں اُنکی خدمات صاحب موصوف کے پیش کیں، اُس روز سے آج تک یہ خاندان گورنمنٹ کا جانثار ہے، گویا گذشتہ اسی سال سے آپ کا خاندان گورنمنٹ کی جانثارانہ رفاقت کا حق ادا کر رہا ہے،

نواب محمد حیات خاں بہادروں کی موت جسطرح سے ہوتی ہے، اُسے مردان جلادت کیش ہی جانتے ہیں، اور وہی دل اُس لطف سے لذت آشنا ہیں، آجکل کے خود غلط ملرد اس نعمت سے محروم ہیں، سعدی نے سچ کہا ہے ؎

سوزش غم پروانہ ہر کس را ندھند
ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندھند

پاک ورثے کی وراثت پاک خاندانوں ہی میں ملتی ہے، چنانچہ آپکے جری خاندان میں جو یلانِ ارجمند پیدا ہوئے، وہ خاندان کے حقیقی ورثے کے مالک ہوئے، اُسی طرح سے کرم خاں کے ورثے کے محمد حیات خاں وارث ہوئے جو اپنے خاندانی جوہروں کے نمایاں نمونے پر نواب محمد حیات خاں سی۔ ایس۔ آئی کے لقب سے ملکِ شہرت میں مشہور ہوئے، آپ کی خدمات جمیلہ سے تاریخ ہند بھری پڑی ہے، یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپکے ایام حیات میں جب گورنمنٹ کیلئے کوئی اہم اور نازک موقعہ آیا آپ سب سے پہلی صف میں نظر آئے، ۱۸۵۷ء کے ایام شورش فرجام بدیوں کے دلوں کو متزلزل اور متذبذب کرنے کیلئے جادو کا اثر رکھتے تھے، جب بدامنی کی آگ بغاوت کی ہوا سے ملک کے طول و عرض میں بھڑکی تو مشہور نکلسن نے نواب صاحب سے التجا کی، کہ آفریدیوں کا ایک دستہ بھرتی کریں، آپ کی جرأت پر صاحب موصوف بیحد اعتماد فرماتے تھے، آپ کو اپنا اڈیکانگ بنایا، کہ جان کی حفاظت اور اظہارِ امتیاز کا اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ جب صاحب

موصوف نے نمبر ۵۵ و ۴۶ پلٹن اور نوین رسالہ کے باغیوں کو تریموں گھاٹ پر عبرت انگیز سزائیں دیکر نظم قایم کیا- تو آپ اُسوقت صاحب موصوف کے بحثیت ایڈی کانگ شیرِ خاص تھے، صاحب موصوف کا اعتبار و اعتماد دن بدن بڑھتا چلا گیا تھا اور اپنی فتوحات کا انحصار آپ ہی کے اعتبار و اعتماد پر چھوڑ دیا، چنانچہ آپ محاصرہ دہلی کے وقت صاحب بہادر کے دوش بدوش میدانِ کارزار میں دادِ مردانگی دے رہے تھے، دہلی فتح ہوئی کہ جب جنرلِ موصوف شہر کی طرف فاتحانہ طریق سے بڑھا، تو دفعتاً مہلک گولی لگی جسکے لگتے ہی زمین پر گر پڑا- چند دن کی زندگی باقی تھی، نواب صاحب نے جانبازی کا حق اس سخت آزمائش کے وقت اسطرح ادا کیا- کہ چلتی گولیوں میں انہیں کندھے پر اُٹھایا اور حفاظت کے مقام پر پہونچایا، اخیر دم تک اُس کی خدمت میں حاضر رہکر دل وجان سے خبر گیری کرتا رہا، دنیا میں وفاداری کے صراطِ مستقیم پر اسطرح سے چلنے والی ہستیاں صدیوں بلکہ قرنوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں، ایام ظلمت انجام غدر ۵۷ کے تلخ تجربات کے بعد اس دانشمند [illegible] گورنمنٹ نے ملک رانی کے اس نامرغوب و نامطبوع منافرت آمیز طریقِ کار کو خیرباد کہا، کہ جسے لارڈ ڈلہوزی کی جوع الارض کی آرزو نے قدیم راجدہانیوں میں بڑے زور شور سے جاری کر رکھا تھا، اور بڑے احتیاط و اطمینان کے ساتھ حکمرانی کے مضبوط و پائدار شاہراہ پر قدم رکھا، اسوقت بھی گورنمنٹ کے ارباب بست و کشاد کی نظر انتخاب نواب صاحب پر پڑی، چنانچہ آپ کو اہلِ سیف کی صف سے نکالکر اہلِ قلم کے دربار میں داخل کیا گیا آجکل کے مدارس کے تعلیم یافتہ نوجوان کوئی ایسا نمونہ پیش نہیں کرسکتے تاکہ جو اہلِ سیف ہو کر اہلِ قلم کی خدمات اُس خوبی و عمدگی سے بجالائے کہ جیسا حق ہے،

ضلع بنوں کے باغی وزیری

ضلع بنوں میں محمد خلیل وغیرہ وزیری بلغیان جفاجو آپ کی وفادارانہ و جاں نثارانہ بے نظیر کوششوں اور مسلسل و متواتر جانبازیوں سے مغلوب و مطیع ہوئے، ۱۸۷۱ء میں بعض عمال کی غلطی سے بغاوت کے شعلے خرمنِ امن

میں آگ لگا چکے تھے، آپ کے پاک جذبات وفاداری و جاں سپاری سے وہاں دیمی امن نصیب ہوا۔ ایسی ایسی ناقابلِ فراموش خدمات جلیلہ کی جلد میں آپ اسسٹنٹ کمشنر بنائے جاکر سی۔ ایس۔ آئی کے تمغہ سے ممتاز فرمائے گئے، کرّم اور کابل فیلڈ فورس کے پولیٹیکل افسر کی خدمات اہم آپ ہی کے سپرد کی گئیں، آخرش گورنمنٹ نے آپکو ڈویژنل جج مقرر فرماکر اپنی خدمات شناسی اور قدردانی کا کامل ثبوت دیا۔

گورنمنٹ کے خطابات لفظی و معنوی پر اصطلاحی بحث

اکثر اوقات گورنمنٹ کے خطابات مخاطب کی صفت کے اظہار کے بجائے علی الرغم اعلان کرتے ہیں جسطرح سے علمی خدمت انجام دینے پر مولوی ذکا اللہ وغیرہ اصحاب خان بہادر اور رائے بہادر بنائے گئے تھے، اسیطرح یہ میدانِ رزم کا رستم اور دفاعیرنگ لائین کا فیلڈ مارشل "نواب" بنایا گیا،

میں دیکھتا ہوں کہ عطایائے خطابات کے معاملہ میں گورنمنٹ عالیہ ابتدا سے ایشیائی روایات نظر انداز کر رہی ہے، اور اس بہترین اظہار قدردانی سے بجائے فایدہ کے نقصان ہو رہا ہے، ملک اور گورنمنٹ کے خیرخواہ اور بداندیش طبقے نے اسپر ہمیشہ بحث کی ہے لیکن گورنمنٹ کے ارباب حل و عقد ٹس سے مس نہیں کرتے، بعض امور میں ایک گورنمنٹ کی طرف جیساکہ چاہیئے توجہ نہیں ہوتی، میں تو کہونگا کہ تدبری کا گورنمنٹ نے دیوالہ نکال دیا ہے، کہ جسے اپنے فایدہ و نقصان کی ہی پرواہ نہیں ہندی اور اسلامی عہود میں جو ایسے ایسے اعزازات و امتیازات روا رکھے جاتے تھے، اس نذریں اصول کی دو فرع تہیں،

الف، خیرخواہ سلطنت کو پشت ہا پشت کے دنیوی افکار سے بیفکر کرنا،

ب، ہمجنسوں میں اسکا رتبہ بالا فرمانا، اور آفات سے محفوظ رکھنا،

سری شنکر اچارج مہاراج ایسے ایسے بیہودہ خطابات پر فرماتے ہیں:۔

جو انسان دشمنوں کا ناش نہیں کرسکتا، دنیوی دولت پر قبضہ نہیں رکھتا اور ہمیر کہتا ہے

کہ میں راجہ ہوں، وہ راجہ نہیں کہلا سکتا،،

گورنمنٹ کے مدبرین کو مشورہ

اسی قالب میں آجکل کے جدید راجگان اور نوابان ڈھلے جاتے ہیں اس شورش کے زمانہ میں گورنمنٹ کو ان خطابات کے مکمل کرنیکا زریں موقعہ ملگیا ہے، جب ۱۹۰۸ء میں بھی خواہاں سلطنت برطانیہ نے ان لفظی اعزازات پر اعتراضات کئے اور ان کی بیہودگی پر توجہ سے دلائی تو لارڈ کرزن کی گورنمنٹ نے خان بہادر وں اور شمس العلماء کیلئے چند رعایات منظور فرمائی تھیں، مگر اب وہ بھی جاتی رہیں، اسلئے میں گورنمنٹ کے مدبرین کو یہ مشورہ صائب دیتا ہوں کہ وہ اگر ہندوستان میں مہاراجگی کرنا چاہتی ہے، تو ہندوستان کے مہاراجگان اور بادشاہان کا سا دل پیدا کرے، یہ تاجر ہندوستان کی حکومت میں چار پشتیں ختم کرچکی ہیں، اب حکومت کی تجارت چھوڑ دیں، اگر گورنمنٹ کی مشینری میں یہ پرزہ داخل کردیا جائے، تو یہ عام نفرتیں، شکر رنجیاں، بدامنیاں، فسادات اور بغاوتیں دور ہو جائیں،

دیدارِ مبارک

راقم مضمون کو اس عالیجاہ ہستی کا دیدار مبارک ۱۸۹۹ء میں مقام شملہ نصیب ہوا، جبکہ آپ نواب بنائے جا چکے تھے، میں اُن ایام میں کوہستان پٹیالہ کا تحصیلدار تھا، اور جناب مغفور بارنس کورٹ (شملہ) میں مہمان تھے، جب مجھے ریاستی لباس میں دیکھا، تو اس گرانمایہ ہستی نے منکسرانہ لہجہ میں ترچھی نظر سے دیکھکر مجھے فرمایا کہ کیا آپ پٹیالہ کے تحصیلدار ہیں، میں نے ادب میں سرِ تسلیم خم کیا اور وہ عجب اتفاق تھا، کہ میں اور وہ شملہ سے کالکا تک لینڈو میں ہمسفر رہے، وہ چہرے پر رُعب کشادہ پیشانی، گلنار چہرہ مجھے آجتک یاد ہے، سولن کے ڈاک بنگلہ میں جب آپنے دستار مبارک آتار کر منہ ہاتھ صاف کئے، تو میں نے دیکھا، کہ سر مبارک چہرہ سے زیادہ منور و درخشاں ہے، رائے نانک بخش معتمد سرکار پٹیالہ نے جنرل نکلسن کے متعلق کُل واقعہ مجھے شملہ بنایا تھا، میں ناواں تھا، اس واقعہ کی اُن سے بھی تفصیلات سننا چاہیں، آپ نے فرمایا کہ

یہ واقعہ سچ ہے' مگر میں نے اسلئے مشتہر نہیں کیا تاکہ میری جان بازی ایمان کے ایما پر عمل میں آئی تھی' مگر جب ہم پر یہی الزام لگایا جانے لگا' تو اصل واقعہ ظاہر کرنا پڑا' اور جب صاحب کا خون سے لکھا ہوا قلمی خط پیش کیا تو سب حیران رہ گئے"

ایک وہ لوگ تھے' کہ جانیں دیدیتے تھے' مگر زباں پر حرف نہ لاتے تھے' اب یہ نہیں ہوتا اس پر فخر کیا جاتا ہے' اور جھوٹ سچ بولکر ایمان سے بے ایمانی کرکے دوسروں کو اطمینان دلاتے ہیں'

وفات حیات

ذائقہ حیات سب کو چکھنا پڑتا ہے' یکم جون ۱۹۲۱ء کی دوپہر عروج ملکی کے زوال کی شام تھی' اور اگر سچ پوچھا جائے تو سلطنتِ انگلشیہ کی وفا دار قسمت کے انحطاط کا دوپہر تھا' برگزیدہ ہستیاں جب اس سرائے فانی سے ملکِ جاودانی کی طرف رحلت فرماتی ہیں' تو اربعہ عناصر ماتم کیلئے بیقرار ہوجاتا ہے' یہی حالت اس صبح کی تھی' جس دوپہر موت نے حیات پر فتح پائی تھی' موسمِ گرما کا نیرِ اعظم گرد و غبار کے پریشان لباس کے ساتھ آہ و بکا کی آواز والی صفِ ماتم میں بیٹھکر اپنا جلال کھو بیٹھا تھا' لواحقین کی نظروں میں دنیا کی یہ دوپہر اندھیر ہوگئی تھی'

مرحوم کے آخری الفاظ

آپ اپنے موضع میں قیام رکھتے تھے' وصال سے دو روز پیشتر جملہ متوسلین سے بے سروکاری شغل ہوگیا اور ورد وظائف وظیفہ ٹھہرا' دنیا و ما فیہا کی بے تعلقی سے تعلق پیدا کیا' جب ہرے بھرے کنبہ کا گلزار روح خاندان کی بے تعلقی سے پژمردہ ہونے لگا' سجدہ سے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں' اطمینان سے فرمایا کہ اس حیاتِ مستعار کے دو دن اور باقی ہیں' نبض اور رگوں میں گردشِ خون ختم ہوچکی' حیات (حیات خاں) قصری (اسلم حیات خاں) باقی ہے' اب مجھے سب سے یہی کہنا ہے' کہ تم لیاقت (لیاقت حیات خاں) غیرت (غیرت خاں) سرداری (سردار خاں) سے اتحاد پیدا کرکے وفاداری اپنا شیوہ بناکر برکتوں (برکت علی خاں) کے نزول کا آرزومند رہنا یہی حقیقی ورثہ ہے' اسے اپنے قبضے میں رکھنا"

حیات وفات

با اقبال انسان اس ترو تازہ درخت کی مانند ہے' جو ہر سال تازہ پھل پھول لاتا ہے' اور ہر موسم بہار میں اسکی ایک نئی بہار پیدا ہوتی ہے' اس کے جڑ تنے

شاخیں، پتے، پھول، پھل، سایہ، چھال، لکڑی زندگی سے موت تک فیض و رحمت سے بھرپور ہوتی ہے، ایسے با اقبال مردِ کامل کا دنیا سے علیحدہ ہونا ایک ستم ہے، مگر زندہ ہے وہ ہستی جو اولادِ صالح چھوڑ گئی،

اَولاد اس بزرگ کی زندہ یادگاریں ایک سے پانچ ہوئیں، سب سے بڑے **نواب محمد اسلم خاں بہادر** ہیں، دیگر اراکین مختلف گورنمنٹوں کی سروسوں میں اپنی خاندانی روایات کا ثبوت دے رہے ہیں،

یادگارِ لئیق وسعید تیسری یادگار مُرصّع کاربری از نمود و نمائش سراسر زیبائش علم و فضل کا وہ جواہر ہے، کہ جو اپنی جوانی ہی میں معراجِ کمال پر پہونچکر اپنے قابل باپ کی بہترین جانشینی کا ثبوت دے رہا ہے، آپ یکم فروری ۱۸۸۵ء کو بمقام ملتان اپنے معزز والدین کی نام و کام کی حیات کا باعث ہوئے،

تعلیم و تربیت قدیم خاندانوں میں ابتک یہ رواج ہے، کہ مدارس سرکاری کی تعلیم و تربیت پر اکتفا نہ کرکے گھر میں انسان کو انسان بنایا جاتا ہے، اور سچ تو یہ ہے، کہ اس درس و تدریس تعلیم و تربیت کا جواب نہیں، آپ کو اپنے بزرگوں کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے سے آج یہ فخر حاصل ہوگیا کہ آپ اردو، فارسی، عربی اور بالخصوص انگریزی میں بے تکلّف لکھ پڑھ سکتے ہیں، خاندانی اوصاف و خواص نے تعلیم کو چار چاند لگا دیئے، آجکل جو کالجوں کے گریجوایٹ ملتے ہیں، اگر ہندی ہے بھاشا نہیں جانتا، اگر مسلمان ہے عربی نہیں پہچانتا، اگر جانتا ہے تو یہ جانتا ہے، کہ لسان انگریزی کی کند چھری سے زبان کاٹتا ہے،

آغازِ ملازمت و اظہارِ خدمات جب آپ تعلیم سے فارغ ہو چکے تو گورنمنٹ نے براہ راست ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ کیلئے آپ کو نامزد کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ انتخاب قابلیت کے عین موزوں تھا،

گذشتہ ۱۰ سال سے ملک کی بدقسمتی یا ہندوستان کے نادان دوستوں کی مہربانی سے ملک میں خطرناک تحریکیں پیدا ہوچکی ہیں، ۱۹۱۵ء میں سازشیوں نے غدر برپا کرنے کیلیئے ملک بھر میں وسیع سازش کا جال پھیلایا اور کوموگاٹا مارو جہاز کے ذریعہ قیمتی اسلحہ ملک بھر میں تقسیم کرنیکا ارادہ کرکے قتل و خونریزی کا منصوبہ گانٹھا، اس سازش کا مرکز پنجاب بنایا گیا، سب سے پہلے آپ ہی کے علم و ذکاوت نے اس خفیہ سازش کا پتا چلایا، بنگالی بابو اس سازش میں بڑی نالائق قابلیت سے کام کررہے تھے، مگر آپ کے طبع رواں نے طوفان بے تمیزی کے دریائے بے پایاں میں ایسی غواصی فرمائی، کہ جال جڑ سے اکھیڑ پھینکا اور پنجاب ایک سخت کشت و خون سے محفوظ رہگیا،

خطرہ سے بال بال بچنا سازشیوں نے جب دیکھا کہ یہ ہستی ہماری نامراد آرزو میں حائل ہے، تو آپ کی جان لینے کی قرارداد جو درجہ تکمیل تک پہنچنے والی تھی، خدائے عالم کی مہربانی سے آپ کو معلوم ہوگئی، غرضیکہ محافظ حقیقی کی محافظت جان بچالے گئی،

ہندوستان میں اقوام جرائم پیشہ کی اصلاح بڑا کام ہے، گورنمنٹ مقدور بھر کوششیں کرچکی، مگر صورت اصلاح قابل اصلاح رہی، ۱۹۱۶ء میں گورنمنٹ پنجاب نے رائے بہادر ہری کشن کول سی منتخب ہستی سے محکمہ جدید کی بنیاد رکھی، اسوقت آپ کو ان کا شریک کار بنایا گیا، ایسے قابل کی زیر نگرانی آپ کی قوائے عقلی و ذہنی کو جو ترقیات نصیب ہوئیں، وہ ایک قدرتی امداد تھی، گورنمنٹ نے سرکاری رپورٹوں میں آپ کی محنت و جانفشانی اور اظہار قابلیت کا کھلے الفاظ میں ذکر کیا،

۱۹۱۹ء کی پنجاب کی شورش صدیوں یادگار رہیگی، مارشل لا کی یاد دلوں کو آج تک انتقام پر ابھارے ہوئے ہے، اس اہم اور نہائیت ذمہ واری کے موقع پر آپ کو خاص طور پر اسسٹنٹ چیف سول انٹیلیجنس افسر بنایا گیا، یہ خدمات بھی کچھ کم قابل قدر نہ تھیں، کیونکہ ملکی فساد اور نظم حکومت میں خطرناک تصادم ہوگیا تھا، مگر

آپ نے ملک اور حکومت کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اُسوقت اس خوبی سے خدمات انجام دیں کہ وہ نومان گئے"

۱۹۲۲ء میں ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز کی تشریف آوری کی تقریب پر ہندوستان کے پاک مطلع بائیکاٹ کے طوفان کی امداد سے بمبئی میں خاک وخون سے تاریک ہو چکا تھا، امید نہ تھی کہ پروگرام مکمل ہو سکے ہمیں گورنمنٹ کے اُس مُدبر کے تدبر کا قائل ہونا پڑتا ہے، کہ جس نے آپ کو پروونشیل میلہ لاہور کا افسر انچارج بنایا، آپ کی ہردلعزیزی اور رسوخ و اعتماد نے میلہ حقیقتاً میلہ بنایا، جسپر پرنس، والیسرائے اور لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اِن نازک خدمات کا تحریری اعتراف فرمایا"

آخرش یہ کارگذاری ممسک مزاج گورنمنٹ کے دریائے رحمت میں جوش پیدا کرنیکا موجب ہوئی، اور آپ سپرنڈنٹ پولیس بنائے گئے، حالانکہ اس عرصہ میں اس عہدہ کا خیال یورپین کے سوائے ہندوستانی کے خواب میں بھی نہیں آسکتا تھا، اور پھر سی، آئی، ڈی پنجاب کی سپرنڈنٹی پولیس کا مستقل عہدہ آپ کو پیش کیا گیا، یہ وہ اعزاز ہے، کہ جو آج تک کسی ہندوستانی کو نصیب نہیں ہوا،

ریاست پٹیالہ کی خوش قسمتی تھی کہ اُسے ایسا اینٹا فسر ملا

ملکی شورش ہندوؤں اور مسلمانوں سے نکلکر گورنمنٹ کے پرورش یافتہ فرقہ سکھ کے پنجے میں پھنس گئی ہے، انہوں نے اسے ایسے پکڑا، کہ دم توڑ رہے ہیں، جانیں دے رہے ہیں، پر چھوڑنے میں نہیں آتے تا آنکہ کا خاتمہ کرادیا، بیسیوں مقتدر، سینکڑوں صاحب جاہ گھر سے بے گھر ہو گئے، اگر یہ طاقت ہندی اور مسلمانوں سے الجھتی تو اسکا جو خونی انجام ہوتا، اُس کے بیان کی ضرورت نہیں، مگر کارساز حقیقی کی قدرت دیکھئے، کہ حکومت سے الجھے اور ایسے الجھے جیسے ریشم، اسکا اثر آگ کی طرح دنیا کے طول وعرض میں پھیلا، ریاستہائے پھولکیاں، کپورتھلہ، مالیر کوٹلہ، وغیرہ کے تاجدار افراد و رعایا وفاداری میں ضرب المثل ہیں، مگر اس آگ کی چنگاری کا دُں

گاؤں کی جھونپڑیوں میں نظر آئی، بغاوت و شرارت کا دھواں فلک الافلاک تک پہنچا قریب تھا کہ یہ شعلہ ہائے آتشیں ملک کے خرمن امن میں آگ لگا کر لاد سے کیطرح گلزار پنجاب کو یکدم خاک و خون میں ملا دیتے، مگر راجہ سر دیا کشن کول، مسٹر بی ایل ڈھینگرا، دیوان بہادر عبدالحمید، میر عبداللہ شاہ، وزرائے ریاستہائے پٹیالہ، جیند، کپور تھلہ، مالیر کوٹلہ، کی وزارتیں آڑے آگئیں، اور وہ خطرات جو ہیولانی شکلیں اختیار کرکے پنجاب کی وفاداری کے قلوب پر اپنی دہشت و ہیبت سے غدر ۱۸۵۷ء سے بڑھکر خیال میں نہ آنے والا سماں پیدا کرنا چاہتی تھیں، کافور ہوگئے اُن نسخہ جات کے اجزاء کی شرح طولانی ہے، اور بہت سے قلوب یہ بیان صداقت سننے کے لئے تیار ہی نہیں، اس لئے ہم سب وہ تدابیر حفظ ماتقدم و انسدادی کارروائیاں قلم انداز کرتے ہیں، مگر بلا خوف تردید یہ لکھتے ہیں، کہ اگر ان ایام میں سرفروش سکھوں کے مرکز (پٹیالہ) پر ایسی مدبر ہستی اپنا قدم نہ جماتی، تو پنجاب ہی کو نہیں بلکہ حکومت ہند کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، یہ ریاست پٹیالہ کی عین خوش قسمتی تھی، کہ اُسکے لئے ایسا موزوں انتخاب ہوا، آپنے اپنی گذشتہ یکسالہ ایام مصروفیت میں راجہ سر دیا کشن کول بالقابہ کی حفاظتی عاقلانہ تدابیر میں جیسا شاندار پارٹ لیا ہے، دراصل وہ آپ ہی کا حصہ ہے، ہم دور بیٹھے اُنکی شب و روز کی مصروفیت و انہماک کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتے، لیکن مہاراجہ ادھیراج پٹیالہ کی قلم اگر کوئی ریمارک کرے اُس سے کیسے انکار ہوسکتا ہے۔

• خان بہادر سردار لیاقت حیات خاں صاحب او بی ای انکی حیثیت ہوم سکرٹری جب سے کہ ریاست میں اُن کی خدمات حاصل کی گئیں ہیں، نہایت ہی اعلیٰ خدمات انجام دیں، اُن کی قابلیت، جانفشانی، معاملہ فہمی اور مستعدی نے اس عرصہ میں حضور مابدولت کا کامل اعتماد اور اعتبار حاصل کیا، علاوہ ازیں

ان کی کامل وفاداری اور جاں نثاری نے حضور مابدولت کو یہ یقین دلا دیا ہے، کہ اُن پر اُن تمام محکمہ جات کی جو اُن کے ماتحت ہیں، انتظام کی اہم ذمہ داریاں بڑھا دی جائیں، اسی لئے حضور مابدولت نہایت محظوظ ہو کر اُن کو بجائے ہوم سکرٹری کے ہوم منسٹر کے عہدے کا اعزاز بخشتے ہیں" (حکم اجلاس خاص نمبر ۲۶ مجریہ ۱۶ ر جنوری سنہ ۱۹۲۵ء)

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

جیسی نیت ویسا پھل، جنکے اوصاف افضل ہیں، وہ دنیوی عروج میں بھی فضیلت کا درجہ پاتے ہیں، اِسوقت خدائے عادل کی بخشش بے پایاں سے افضل حیات خاں، آصف حیات خاں، آپ کے دو فرزند ہیں، اور دونو خلف الرشید برخلاف رواجِ خاندان دونو چیفس کالج میں تعلیم پارہے ہیں، مگر ہمیں تو وہاں کے تعلیم کے نتائج نواب صاحب کے خاندان کی مناسب حال معلوم نہیں ہوتے،

آپکا معاون

اللہ تعالیٰ جس کام کو سنوارنا چاہتا ہے، تو اس کے سامان بھی ویسے ہی مہیا کر دیتا ہے، پنڈت جیون لال پنجاب پولیس کے مستند افسر گورنمنٹ کی ناقدردانی سے مایوس ہوئے، اسوقت انکا حاصل کر لینا بڑا آسان تھا، چنانچہ اُن کو بلا کر آپ کا اسسٹنٹ کر دیا گیا، ایسے محنتی قابل دیانتدار، ذہین، بیدار مغز، مستقل مزاج جوان کا اس محکمہ میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا،

اِسوقت راجہ سر دیا کشن وزیر اعظم کی وزارت میں آپ سا مدبر سردار رفیق محمد بیرسٹر ایٹ لاء سا متین کرنل کے ایم ستری صاحب سا فرشتہ خصلت انسان موجود ہونیسے ہمیں ہر طرح سے اطمینان ہے، کہ ریاست ہر رنگ میں چمکیگی، اور ہر طرح کی آفات و مشکلات سے محفوظ رہیگی،"

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

"مُبصّرِ فن"

ہلکر کی خصوصیات

مہاراجہ اندور اور انکے خصائل وفضائل

آریہ ورت کی قدیم راجدھانیوں میں بتھڑی، فیاضی رعایا پروری، پاک دامنی، ریاضت اور پرہیزگاری کے ورثے رشیوں کے قائم کردہ اصولوں کی بنا پر نسل بعد نسلاً چلے آتے ہیں، سائینس کے وہ گہرے اور باریک اصول جو آج تک اقوام عالم کے ذہن رسا تک نہیں پہنچے، اب بھی مذہبی قیود نے قائم وبحال کر رکھے ہیں، ان ہی زرّیں اصول کی بنیاد پر آریہ ورت کے قدیم خاندان عمل پیرا ہیں،

ہم اسوقت اندور کے عہدِ قدیم کے تاریخ نہیں لکھ رہے، اگر لکھتے تو دکھلا دیتے، کہ آریہ ورت کی یہ قدیم راجدھانی کس دلیری سے آفات ارضی وسماوی کا مقابلہ کرتی رہی، اس شاہی نسل میں دو خوبیاں خاص طور پر پائی جاتی ہیں، ایک اولوالعزمی جس کے لئے ماتا اہلیا بائی، ملہار راؤ، اور جسونت راؤ ہلکر کی اولوالعزمیاں تاریخ میں مثال نہیں رکھتیں، مگر اس کے ساتھ ہی پارسائی وپاکدامنی اور ادائگی فرائض مذہبی میں بھی یہ تینوں اپنی نظیر آپ ہی تھے، خون کی احتیاط سے یہ پھول اس چمن میں ایسے کھلے، کہ جن کی روح افزا شمیم نے دماغ عالم معطر کر دیا،

اُن بزرگوں کی پاک یادگار موجودہ تاجدار اندور ہے، سلطنتِ جسم انسانی پر عقلی وذہنی دو ہی قابلیتیں حکومت فرما رہی ہیں، چنانچہ آج ہم ان ہی قابلیتوں پر بحث کرینگے،

مذہبی کتب کے نسب نامہ میں عقل کی اولاد نرمی[۱]، پابندی[۲]، فیاضی[۳]، قدردانی[۴] پاکدامنی[۵]، ہمدردی[۶]، رحم[۷]، جرأت[۸]، بیباکی[۹]، انصاف[۱۰] وغیرہ اوصاف لکھی گئی ہے، سمجھ لینا چاہیئے کہ جس انسان میں اس اولاد کے خلاف کوئی ناخلف بیٹا پیدا ہو گیا

ں میں عقل کی خامی ہے، اور جس میں یہ سب صفات پائی جائیں، سمجھنا چاہیئے خون صالح اُس کی رگوں کی گرداوری میں کار فرما ہے،

ہلکر کا شب و روز کا روگرام

ہلکر کی انضباطِ اوقات بمبئی میں اکثر دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں، مگر اس خیال سے کہ علاقہ میں ہر آوارہ سے آواز نا بن جاتا ہے، میں اسکا اندور کا شب و روز کا شغل لکھتا ہوں، کہ جو سر حکم چند تین ہزار آدمیوں اہل بازار اور عوام نے متفق اللفظ بیان کیا،

صبح ۴ بجے سے ۶ بجے تک

ہلکر اپنے محل میں سوتا ہے، رنواس میں نہیں سوتا حسب رواجِ قدیم نفیری نواز صبح ۴ بجے سے پہلے ہی نوبت نے میں نفریوں کے میٹھے، سُریلے اور خوش آواز نغموں سے خوابِ راحت حرام ر دیتے ہیں، ان نغموں میں ہلکر بیدار ہوتا ہے، اور بڑے بڑے بٹن دباتا ہے جس کے ساتھ ہی چار خدام ستھرے لباس پہنے سرخ صندل کے تلک لگائے کافوری شمعیں ہاتھ میں لئے باہستگی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہیں، ہلکر حوایج ضروریہ سے فراغت پاکر ۵ بجے اس نت نئے کُشتا کے آسن پر دھوتی باندھ کر آبیٹھتا ہے، جو خصوصیت سے گنگا جل سے پوتر کیا جا کر ہر شام بنایا جاتا ہے، پھر وہ کئی طرح کی خوشبویات صندل کی لکڑی سے جلاتا ہے، آگ روشن ہوتی ہے، سونے، چاندی، تانبے کے پوجا کے ظروف آگے ہوتے ہیں، وہ آدھ گھنٹہ تک گھی کی ایک سونے کے سروے سے اُس میں کچھ پڑھ پڑھ کر آہوتی ڈالتا رہتا ہے، اُس کے بعد پھر وہ آسن لگا کر دھیان جما کر اپنی روزمرّہ کی پوجا میں مصروف ہو جاتا ہے، اس عرصے میں ایک پرندہ بھی اس عبادتگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا،

سات سے آٹھ

جب سات بج جاتے ہیں، وہ پوجا سے اُٹھتا ہے، اور اپنا سادہ لباس پہن کر برآمدے میں آجاتا ہے، کہ جہاں مینا، طوطے اور دیگر خوش الحان

جانور جمباری میں معروف ہوتے ہیں، ایک گھنٹہ تک وہ لمبے برآمدے میں چہل قدمی کرتا رہتا ہے، اور اس عرصے میں ایک دو پان کھاتا ہے، چلتا چلتا کسی قفس کے پاس ٹھہر جاتا ہے، اور بعض دفعہ منٹوں تک جانوروں کو دیکھتا رہتا ہے،

نو سے گیارہ وہ نو بجے محل سے باہر نکلتا ہے، جہاں گھوڑا، بگھی اور موٹر میں سواریاں کیل کانٹے سے لیس ہوتی ہیں، جن کا جملہ سامان بلحاظ صفائی بالکل نیا ہوتا ہے، باہر آکر بغیر پابندی کے ایک سواری کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور وہاں سے ریاست کے محکمہ جات کارخانجات سرکاری وغیر سرکاری میں چلا جاتا ہے، جہاں جاتا ہے، اتفاقیہ جاتا ہے، بعض اوقات پوچھتا کہ تمہارے پاس کل کا بقیا یا کسقدر کام ہے، اور پھر وہ اسکو دیکھتا ہے، بعض اوقات وجہ توقف بھی دریافت کرتا ہے، واپسی کے وقت وہ سواری چھوڑ دیتا ہے، اور پا پیادہ سڑک پر چلتا ہے، سب جانتے ہیں کہ یہ ٹہلکر چلا جا رہا ہے، پہلے پہلے بہت سے اہل غرض جھٹ جاتے تھے، اور بات بڑھا کر خواہ مخواہ شریک سیر ہو جاتے تھے، اس نے دربار میں ایک روز اعلان کر دیا، کہ جس کسی نے کوئی عرض کرنی ہو، وہ لکھکر پیش کرے، اس روز سے ہر سائل سادہ کاغذ پر عرضی لکھ کر اس سیر میں پیش کر دیتا ہے، پڑھنے کے بعد حکم دیتا ہے کہ میں تمہارے معاملے پر غور کرونگا، بعض اوقات یہ بھی جواب دیتا ہے، کہ میں تمہیں کل جواب دونگا،

بارہ سے ایک بجے تک اس کار آمد اصلی تفریح سے فارغ ہوکر وہ پھر اشنان کرکے بھوجن کرتا ہے، سنٹرل پروونسز میں بالعموم اور اندور میں بالخصوص سونے چاندی کے خوشنما مصفے ظروف میں کھانا کھایا جاتا ہے، چنانچہ ہلکر کے کھانے کیلئے طلائی ظروف کی نسبت بڑی ہوئی ہے،

چار بجے تک کھانے کے بعد وہ سیدھا اجلاس شاہی میں اجلاس کیلئے چلا جاتا ہے، اجلاس کے کام کی توضیح باعث طوالت ہے، لیکن اسقدر ضرور ظاہر کر دینا چاہئے، کہ ہر کاغذ کے ساتھ سائل ضرور پیش ہوتے ہیں، سکرٹری یا کوئی اڈی سی کسی دخل در معقولات کی جرأت نہیں رکھتا،

اجلاس کیوقت گو ہلکر طبیعت کا ازحد نرم ہے، لیکن معاملات کی پیچیدگیوں اور الجھنوں پر بحث کرتا ہوا وہ تیز ہو جاتا ہے، یعنی اُس کی طبیعت میں اسقدر ذکاوت ہے کہ وہ معاملہ کی حقیقت فوراً سمجھ لیتا ہے، فضول تائید و تردید سے اُسے قہری شیر کی طرح طیش آجاتا ہے اُسمیں یہ ایک بڑا بھاری نقص ہے کہ وہ کسی بڑی سے بڑی باثر ہستی سے مرعوب نہیں ہوتا اگر کسی مشین یا بڑے کارخانے کے متعلق کوئی سکیم پیش ہوتی ہے، تو وہ اسی کے شمار و اعداد کی تفصیل سننے کا بڑا خواہشمند رہتا ہے، اس عرصے میں اس کی پنسل کاغذ پر حرکت کرتی رہتی ہے اسکی قوتِ فیصلہ میں ضرور کسی قدر کمی ہے، وہ اہم اور سنگین معاملات میں فوری حکم نافذ نہیں کرسکتا وہ شدایدہ معاملہ ہر اجلاس میں پیش کراتا رہتا ہے، لیکن بڑے بڑے معاملات ہفتہ دو دو ہفتہ تک حل نہیں کرتا،

چار بجے کے بعد نو بجے تک وہ اجلاس سے بغیر سواری کبھی نہیں آتا، بالعموم شام کو محلات سے نہیں نکلتا، محل میں آکر وہ اپنے آفس روم میں بیٹھ جاتا ہے اور پھر وہ اس میز پر جھکتا ہے، جو فٹوں لمبی اور چوڑی ہے، لیکن پھر بھی ہلکر کو اُس پر اخبار رکھنے کیلئے جگہ نہیں ملتی،

رات کا کھانا کھانے سے قبل وہ اہلِ کمال سے ملنے کا شائق ہے چنانچہ بہت سے اہلِ کمال دُور دُور سے آکر اپنا اپنا کمال دکھاتے ہیں،

یہ بات خصوصیت سے ذکر کے قابل ہے کہ اس کی اس مجلس میں ارکان ریاست شامل نہیں ہوتے، اکثر اوقات یورپین سیاح یا دیگر ریاستوں کے اہلکار مدعو ہوتے ہیں، جن سے وہ بڑی آزادی سے گفتگو کرتا ہے، وہ ۹ بجے کھانا کھا کر خوابگاہ میں چلا جاتا ہے،

ہلکر کا یہ پروگرام ایسا اٹل ہے، کہ جیسے سورج کا چڑھنا اور چھپنا، مجھے اپنے کاروبار کی وجہ سے اندور اور سنٹرل انڈیا کی ریاستوں میں ہفتوں ٹھہرنا پڑتا ہے، کبھی موسم میں میں نے اُس کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں دیکھا، آج ایسے تاجدار بہت کم ہیں، جو پابندی اوقات

ہے کار وباری زندگی انجام دیتے ہوں، لیکن ایک ۔۔۔ ہے کہ اس کا بلحاظ پابندئ وقت کار ہے، یہی وجہ ہے کہ اُسکی وسیع سلطنت کے کار و بار عدل و انصاف امن و آسائش اطمینان اور فارغ البالی سے خود بخود انجام پا رہے، یہ سب عقل کل کے نتائج ہیں،

ہلکر کی سلطنت کی خصوصیات

ہلکر کے قوائے ذہنی

عقل کے کرشمے آپ نے دیکھ لئے کہ اُس کا دستور العمل کیسا کچھ پاک وصاف ہے،

اب جو برکات اُس کے ذہن رسا سے ریاست و اہل رعایا کو اس کے دور میں غیر معمولی طور پر حاصل ہوئی ہیں، لکھنے اور سمجھنے کے قابل ہیں، خدا کرے کہ سب تاجدار اپنے اپنے حلقۂ حکومت میں ایسا ہی ذہنی گلزار رکھلائیں،

اندور کے انسٹیٹیوشن

اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ کہہ سکتا ہوں، کہ ہلکر نے جب سے زمام حکومت اپنے مبارک ہاتھوں میں لی ہے، جسطرح سے اُس نے حیرت انگیز ترقیات کا میدان مارا ہے، وہ دیگر تاجداران کو کم نصیب ہوا ہے، میں ذیل میں ایک مختصر سا نقشہ اس عہد ہمایوں کی توسیع برکات کا پیش کرتا ہوں، اہل نظر ناظر کی واقفیت کیلئے پچھلے اعداد بھی مقابل رکھتا ہوں، تاکہ یہ موازنہ کرنے میں آسانی ہو جائے، کہ ہلکر کے دور ہمایوں میں ریاست کہاں سے کہاں تک پہونچ گئی، (دیکھو صفحہ ۷۸)

سنسکرت مہا ودیالہ

اب میں ضروری ضروری انسٹیٹیوشنوں کی نسبت چند الفاظ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں،

آریہ ورت میں ہندی ہونے کا سب فخر کرتے ہیں، لیکن کہاں ہیں وہ بدنصیب

دیکھو صفحہ ۲۹

نقشہ اصلاحات و ترقیات تاجدار حال ہلکر (اندور)

نمبر شمار	نام انسٹیٹیوشن	حالت ۱۹۱۱ء	حالت ۱۹۲۴ء	کیفیت — آبادی ۱۱ لاکھ آمدنی ایک کروڑ ۱۸ لاکھ ۹۶ ہزار ۶ سو
۱	اراضی قابل کاشت	۱۹۱۱۰۸۴	۲۰۷۴۲۵۸	
۲	اخراجات تعلیم	۵۰۹۷۲	۴۰۰۰۰۰	اکثر ہونہار طلباء کو جیب خرچ سے ہی سرکار عالی امداد دیتے ہیں،
۳	سکول سیکنڈری پرائمری	۱۲۹	۱۹۳	برائے فرقہ ذکور ۱۷۲ مدارس برائے نسواں ۲۱
۴	طلباء ہلکر کالج	۹۰	۲۰۴	لڑکے ۱۶۹۷۴ ۱۶۵۱ لڑکیاں
۵	درسگاہ جنہیں سرکاری امداد دیجاتی ہے	صفر	۱۲۱	واقعی گورنمنٹ اندور تعلیمی ترقیات میں نمایاں حصہ لے رہی ہے،
۶	سٹیٹ بنکس	صفر	۵	انہوں نے ترقی تجارت میں نمایاں حصہ لیا ہے،
۷	قوانین	۲۱	۴۳	حسب ذیل قوانین ملکی مفاد کیلئے جاری ہوئے، اندور ڈسٹرکٹ میونسپل ایکٹ، قوانین انسداد قماربازی کواپریٹو سوسائٹیز، ازدواج بیوگان پنا، سوک میرج ایکٹ، چائلڈ میرج، پریونٹیشن ایکٹ،
۸	ورکشاپ	صفر	۲	ریاست کی ہر قسم کی ضروریات پورا کرتے ہیں،
۹	جننگ فیکٹری	۳۹	۹۶	یہ نسبت خاص طور پر قابل توجہ ہے،
۱۰	فلور ملز	۱	۵۵	
۱۱	کاٹن پریس مشین	۱۳	۱۶	اندور اپنی مشینوں کیلئے ناز کر سکتا ہے،
۱۲	سپننگ اینڈ ویونگ ملز	۲	۹	
۱۳	پرنٹنگ پریس	صفر	۲	ہر قسم کی چھپائی ہوتی ہے اور تصاویر و نقشہ جات بھی تیار ہوتے ہیں،
۱۴	اخراجات شفاخانہ جات	۲۲۷۰۰	۳۰۷۳۴	
۱۵	اپڑیشن	۱۰۸۲۴	۱۲۸۲۱	
۱۶	اخراجات طبی علاج بذریعہ بجلی و ایکسریز	۱۰۱۹۸۶	۱۶۷۳۴۵	سرکار حضور اکثر اوقات خود تشریف لیجا کر طریقہ علاج دیکھتے ہیں،
۱۷	سینی ٹوریم	۰	۱	راؤ سینی ٹوریم قائم کیا گیا،
۱۸	اگریکلچر سوسائٹی	۰	۲۲۹	ان سے رعایا کو بڑا فائدہ پہنچا،
۱۹	سدابرت آتانہ آلی	۰	۳۹	۲۰۴۷۰ نفوس پرورش پاتے ہیں، جن پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے،
۲۰	پنجرہ پول	۰	۰	پانچ ہزار روپیہ سالانہ خرچ کیا جاتا ہے،
۲۱	لیپر آسائلم	۰	۱	۷۲۴۶ کی سالانہ گرانٹ ہے،
۲۲	شنادر و خانقاہیں		۳۳۵۸	شنادر، خانقاہیں، بیرون پنجاب کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کو امداد دیجاتی ہے،
۲۳	میونسپل کمیٹی	۰	شنادر ۲۲۹۱ خانقاہیں [illegible]	جدار رعایا کے عہد میں کل قلمرو میں میونسپل کمیٹیاں مقرر کی گئی ہیں،
۲۴	نزہت مندر	صفر	۱	مشاہیر کی تصاویر معہ لائف،

فخر کرنے والی ہستیاں فدا میرے سامنے تو آئیں، میں ان سے پوچھوں، کہ کرشن اور رامچندر کے نام لیوا استخوان فروش نالائقو کیا تم اردو، فارسی، انگریزی کی تعلیم پالینے سے رشیوں کی اولاد کہلا سکتے ہو؟ کیا تم بڑے بڑے کالج اسکول جاری کرکے السنۂ غیر کے حصول کیلئے وظائف دیکر یہ سمجھتے ہو کہ ہم ہندی ہیں، میں سچ کہتا ہوں کہ ہندی وہی ہے، کہ جو ہندی کی ترویج میں اپنے خزانے کا منہ کھولے،

شاہ ہلکر نے سنسکرت مہا ودیالہ کھولکر اپنی وطن پرستی کا جو دوسروں کیلئے قابلِ شرم نمونہ پیش کیا ہے، وہ اُسکے اعلےٰ خیالات کا ایک شاندار اظہار ہے، پنڈت رتن شری پد شاستری ہرکار ویدانت تیرتھ اس مہا ودیالہ کے ایک فاضلِ اجل ماہر کامل پرنسپل ہیں، اس کے علاوہ وہ زبان سنسکرت کی تعلیم کے سپرنٹنڈنٹ بھی ہیں، جس وقت اس ودیالہ کے بچے دیو بانی کے عالم وفاضل بنکر ملک ملک میں پھیلینگے درحقیقت ہندی دہرم کا آفتاب اُسوقت چمکیگا،

اعتراض واجب الاظہار جب اس انسٹیٹیوٹ کو میں نے دیکھا، اُسوقت ودیارتھی نہ تو کلک کا استعمال جانتے تھے، نہ کاجل کی سیاہی کا، جو نہ مٹی کی دوات رکھتے تھے، نہ رنگ کا سرشتہ، مجھے ویدانت تیرتھ کی اس محرومی خیال پر سخت افسوس پیدا ہوا، اور میں نے شاستری جی سے اُن کی اس کمزوری کا ذکر بھی کیا، جسے انہوں نے قبول کیا، مگر میں دیکھتا ہوں، کہ وہ اسے عملی طور پر کب قبول کرتے ہیں،

کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسٹیٹیوشن ملک اور اہل ملک کیلئے حقیقی رہبری کا موجب ہو سکتا ہے، اگر ملک کے تمام تاجدار ملک کی سچی خدمت بجالا سکیں، تو شورش اور بدامنی دنوں میں کافور ہو جائے،

ملہار آشرم جیسا کہ یہ ہلکر کا ایک جنگی کارنامہ ہے، ویسا ہی ہلکر اعظم کے نام کی مناسبت سے اسکا یہ مقدس کارنامہ ہے، ہندوستان کی کسی تاجداری میں کسی

بیدار کو اپنی کمزوری سے یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوا، کہ ملک میں جنگی سپرٹ عملی طور پر پیدا
جائے، دراصل جنگی کارناموں کیلئے مرہٹوں کی عظمت، انگریزوں سے پوچھا چاہیئے کہ
ہوں نے دراصل ہندوستان کی حکومت مرہٹوں سے سنبھالی سری سیواجی مہاراج
جنم دھارن کرتے ہی خودداری اور غیرت نے جنم لیا، فنونِ جنگی بچوں کا کھیل ہوگئے
ب سے شمال مشرق تک مرہٹوں نے اپنی خداداد جنگی قابلیتوں کی وجہ سے ملک
قبضہ و تصرف کر لیا تھا،

لیکن سلطنتِ قیصری کی پُرامن حکومت نے جنگی تعلیم خوابِ راحت میں بدل
یا ہے، اب ہندوستانی خواب سے بیدار ہو کر رہے ہیں، اس ڈھانگر امرہٹہ ایجوکیشنل
سٹیٹیوٹ کا سنہ ۱۹۲۲ء میں بطور بورڈنگ ہاؤس افتتاح ہوا، کہ جہاں ورنیکولر
س اور مہاراج سیواجی راؤ ہائی سکول شہر اندور کے طلباء رہتے تھے؛ شروع میں
ف پچاس طلباء کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا، اور تین معلم مامور کئے گئے تھے، لیکن جولائی
سنہ ۱۹۲ء میں اسی طلباء کیلئے ادر انتظام کرنا پڑا، اور سال مذکور میں اعلیٰ بیت العلوم قدیم
ن کا اس انسٹیٹیوٹ میں کھولا گیا، افتتاحی رسومات ۲۳ نومبر[۱] سنہ مذکور کو ہزہائینس مہاراجہ
کر کے مبارک ہاتھوں سے عمل میں آئیں، اسوقت اس کا نام ملہار آشرم رکھا گیا،
یا اس کا نام نامی سلطنت ہلکر کی پُرشان بانی مشہور بہادر صوبہ دار ملہار راؤ اعظم کے
م سے معنون کیا گیا، جسمیں زمانہ جدید کا طریقہ تعلیم بھی رائج کیا گیا، اس انسٹیٹیوشن نے
ف اپنی ایک سال کی عمر میں فلاسفی اور مذہب وغیرہ مدارج میں خاص ترقیات
صل کیں، اس میں ۱۰ سے ۱۲ سال کی عمر تک کے لڑکے داخل کئے جاتے ہیں،

بورڈروں کو ماہرین فن سے نجاری بید کا کام خیاطی، باغبانی، راگ ودیا
صابون سازی اور علوم دیگر صنعت و حرفت کی تعلیم دلائی جاتی ہے، ہر جماعت میں

---

[۱] کاتک شدی پورنماشی سرکیضوسرکی سالگرہ کا دن ہے جو اس تاریخ پر آیا تھا،

جنگی تعلیم لازمی ہے، آشرم موصوف کے تمام بچے فنونِ جنگ کی تعلیم پاکر اپنی قدر و قیمت جاننے لگ گئے ہیں،
کیونکہ انہیں آرین نسل کے تمام رواجات و متبرک رسومات سے عملی طور پر آگاہ کیا جاتا ہے، یہ درسگاہ ایسے
مقدس اصولوں پر قائم کی گئی ہے، کہ جہاں ضروری طور پر مذہبی رسومات بچوں کو ادا کرنی پڑتی ہیں، تاکہ
وہ اپنا بیوں اُن مہارشیوں جیسا بنا سکیں کہ جنکی متبرک تصاویر وہاں آویزاں کی گئی ہیں،
نارمل سکول کیلئے جو خوبصورت عمارت خاص طور پر تعمیر کی گئی تھی، وہ اس انسٹیٹیوٹ کو دیدی گئی ہے،

طلباء و مدرس اور دیگر سٹاف

اس میں ۵۷ طلبا تعلیم پاتے ہیں، جنہیں ۱۰ ٹیچر تعلیم دیتے ہیں، ایک سب اسسٹنٹ سرجن ۲ کلرک وغیرہ ۲
دیگر ملازم ہیں،

ظاہر میں یہ محض معمولی لفظ ہیں، کہ جو میں اس شاندار انسٹیٹیوٹ کیلئے استعمال میں لایا ہوں، مگر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ چھوٹے چھوٹے بچے نہائیت محنت، لیاقت اور سلیقہ کے ساتھ ہر طرح کی چیزیں اپنے ہاتھ سے تیار کرتے ہیں، ان میں چستی، پابندی اور ہوشیاری اس درجے پیدا ہو گئی ہے، کہ ہر طالب علم جزیرہ کورسکا کا بہادر نپولین نظر آتا ہے، وہ پُر فزا صحن جو اسی پُر شان عمارت کو گھیرے ہوئے ہے، ان ہونہار بچوں کی تفریح کیلئے بزرگ کی طرح اپنا آغوشِ شفقت کھولے ہوئے ہے،

اس کا سپرنٹنڈنٹ مسٹر آر، وی، پائی، ایم، اے ہے، اور میں یہ خیال کر کے نہائیت حیران ہوتا ہوں، کہ سلطنت ہلکر کو ایسی قابل گراں مایہ ہستی ۱۵۰ روپیہ میں کس طرح مل گئی،

اہلیا آشرم اور چندر وتی ودیا آلہ

یہ خوش بنیاد قابل مبارکباد عمارت ایک دلکش اور پُر فضا باغیچہ میں بنائی گئی ہے، اور ایسی صاف اور ستھری ہے کہ جسکا بیان نہیں ہو سکتا، بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہ اپنے پہلے نام سے بنائی گئی تھی، لیکن شریمہارانی عفت مآب ہر ہائینس نے اپنے نام نامی سے اس آشرم

میں وِتّو یلہ کا بھی پر بندھ فرمایا، وسیع کھلے ہوا دار کمرے تعمیر کئے گئے، جن میں صحت اور پردے کا مکمل انتظام ہے، اس انسٹیٹیوشن کیلئے فرقۂ اناث سے کسی اعلےٰ گریجوایٹ کا ملنا ناممکن تھا، مگر دربار اندور کی خوش قسمتی سے انہیں مس اہلیا بائی بھنڈارکر ایم اے محض ۲۸۰ روپیہ ماہوار پر مل گئیں، انھوں نے محبت مادرانہ اور شفقتِ پدرانہ سے یہ انسٹیٹیوشن اپنی محنت سے اس درجے اعلےٰ پر پہونچا دیا ہے، کہ جس کا وہ نیک نیتی کے ساتھ پہنچنے کا مستحق تھا، لڑکیوں کا اخلاق، عام صحت، حالتِ تعلیم بے نقص ہے، اسمیں تعلیم و خوراک مفت دیجاتی ہے، اس وقت اس پُرشان خوش آئیند انسٹیٹیوشن میں ۱۳۴ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں، ان میں بیوہ اور کنواریاں بھی ہیں، ان کی شادی کے متعلق وسیع آزادی ہے، جو دراصل ہلکر کی سلطنت کی باعثِ آبادی ہے، ہندی راجگان اگر اپنی عزیز رعایا کے سوشیل معاملات میں ایسی ہی عالی حوصلگی جدّت اور ضرورتِ زمانہ کے موافق کام لیں، تو اور چاہیئے کیا،

دیگر انسٹیٹیوٹ

اس وقت میرا قلم تفصیلات کی اجازت نہیں دیتا لیکن میں یہ ضرور لکھونگا، کہ ہلکر کالج مہاراجہ سیواجی راؤ ہائی سکول بلحاظ انتظام صحت تعلیم خاص درجہ رکھتے ہیں، اسکول کی عمارت دیگر ریاستوں کے کالجوں سے کم نہیں، اور صفائی و پاکیزگی میں ایسی کہ جسکا جواب نہیں، اینگلو ورنیکولر سکول نارمل سکول، ورنیکولر، فائینل سکول، پرائمری سکولز، گرل سکولز، کے انتظامات اپنے ہمدرد شاہ کے ذہنِ رسا فیاضی اور قابل وزراء کی ہر رنگ میں قابلیت، انتظام اور عام نگرانی کے ثناخواں ہیں، جو صاحبانِ والا قدر اندور تشریف لائیں وہ اگر کوئی دیکھنے کی چیز دیکھنا چاہیں، تو میں ضرور کہونگا کہ وہ ہلکر کے انسٹیٹیوشن میں

ایک خاص کمی

اِندور آبرسانی یعنی نہروں کی برکت سے محروم ہے، اسلئے چاہات کی امداد سے ہر جگہ سبزہ پیدا کیا گیا ہے، لیکن جو رونق نہروں سے ہو سکتی ہے

باغات لگانے اور سبزہ پیدا کرنے کیلئے بڑی عرق ریزی کی آبیاری کی گئی ہے، مگر ابھی بہت کمی ہے، اس سے زیادہ مصیبت اہالیان ریاست بیکانیر کو تھی، لیکن اُس بیدار مغز فرمانروا نے فیاض گورنمنٹ سے اجرائے نہر کیلئے ایسی ایسی مراعات حاصل کیں کہ یہ سربز یادگار اہالیان بیکانیر کی قسمت کے شجر کو صدیوں تک سرسبز و شاداب رکھیگی،

اہل اسلام کیلئے خاص تعلیمی سہولتیں

مبارک ہے اُس تاجدار کا عہد کہ جسکے دور حکمرانی میں رعایا کے ہر طبقے و ملت کے افراد سے یکساں سلوک کیا جاتا ہے، جس مصیبت میں بیگم بھوپال اور نواب رام پور وغیرہ وغیرہ گرفتار ہیں خدا اُس سے ہر ایک تاجدار کو محفوظ رکھے، تجربہ اور واقعات زبانِ حال سے پکار رہے ہیں، کہ تاجداران گوالیار، دتیا، کپورتھلہ، جیند، مالیر کوٹلہ، سرمور وغیرہ کی حکومتوں میں اس نامراد نسلی امتیاز کا گلا گھونٹ دیا ہے، مہاراجہ ہلکر کی خصوصیت خاص قابل ذکر ہے، کہ وہ اہل اسلام پر خاص طور پر مہربان ہے، چنانچہ اس نے خصوصیت کے ساتھ ایک ایسا سکول کھولدیا ہے، جس میں برخلاف رواجِ ملک "اردو" لازمی قرار دی گئی ہے،

نررتن مندر

جہاں اندھیرا ہوتا ہے، تمام اشیاء پر بھی تاریکی چھا جاتی ہے، اگر جہاں روشنی ہوتی ہے، وہاں کی سب اشیاء چمک اُٹھتی ہیں، یہی حالت اندور کے عہدِ حال کی ہے، وہاں ایسے ایسے عملی انسٹی ٹیوشن کھل گئے ہیں، کہ جس سے رعایا کی جذبات کی اصلاح ہوتی ہے اور ریاست کو بھی فخر ہے، چنانچہ خاص اندور میں ایک مقدس عمارت نررتن مندر کے نام سے مخصوص کیگئی ہے، اس میں دنیا بھر کے مشاہیر کی تصاویر بہ کوائف جمع کئے جانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اور جن جن مشاہیر نے کوئی علمی کارنامہ چھوڑا ہے، وہ بھی مہیا کیا گیا ہے، ہلکر کی یہ ایسی دلچسپ اور ضروری یادگار ہے، کہ جس کے بیان کی احتیاج نہیں، مگر ابھی اس میں ترقی کی بڑی گنجائش ہے جبکہ مشاہیر ہند کے بے انتہا قلمی کارنامے کوڑیوں کے مول بازاروں میں فروخت ہو رہے ہیں، اگر ہلکر ذرا بھی توجہ کرے تو لاکھوں روپیہ کا مال پیسوں میں ملجائے" نامہ نگار

تاریخی واقعات ریاستہائے کوہستانی

خاندان راجگان ریاست بشہر (شملہ)

جب مایوس و محروم شقی ازلی اشخاص نے دیکھا، کہ مہاراجہ رپ دمن سنگھ کے اپنے پیدا کردہ معاملات کی درستی کسی طرح سے نہیں ہو سکتی، تو انہوں نے اخبار نویسی کے ذریعے عام روسائے ہند کے قلوب گورنمنٹ عالیہ سے مکدر کر دینیکا مکروہ جال پھیلایا، اور نادانوں نے یہ سمجھکر جب اس چال سے ایک عام بدظنی پھیل جائیگی، تو دست بردار مہاراجہ کے ہاتھ سونے کی چڑیا پھر لگ جائیگی، اور ہمارا کڑاہ پرشاد کا کڑاہا پھر چڑھ جائیگا، چنانچہ نشینی وداد روسائے ہند کو گورنمنٹ سے بدظن کرنے کیلئے ایسے اخباری بازاری لوگوں نے یہ نامرادی کی چال بڑے زور و شور سے چلی، انہوں نے اپنی افترا پردازی کا پروپاگنڈہ اس تمہید سے شروع کیا، کہ حکومت انگلشیہ نے لارڈ ریڈنگ کو لارڈ ڈلہوزی کی پالیسی پر عمل کرنے کیلئے ہند میں بھیجا ہے، وہ ایسی پالیسی کو بروئے کار لانے کی وجہ سے مہاراجہ رپ دمن سنگھ سابق تاجدار نابھہ کو تخت سے علیحدہ کر چکا ہے، فرمانروایان اندور رام پور بشہر، سکیت وغیرہ کو تخت سے اتارے جانے کی کارروائیاں عمل میں آنیوالی ہیں" ان خود غرض گورنمنٹ کے دشمن ملکی شورش کے بندوں نے یہ افواہیں خوب پھیلائیں، مگر ہماری ریاست کے متعلق ایسے کمینے اخبار نویسوں کی شرارت کی قلعی کھل جا چکی ہے، اب میں آپ کے معزز میگزین کے ذریعہ ان محروم القسمت خود غرضوں کی اس افواہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہوں، ہماری سرکار کے تعلقات گورنمنٹ عالیہ سے دیگر ریاستوں کی طرح مخلصانہ ہیں، کیونکہ ہمارا تاجدار مہاراجہ رپ دمن سنگھ کیطرح گورنمنٹ کی مفید عام پالیسی کا بلاوجہ دشمن نہیں

دلچسپی عوام کیلئے اب میں اس قدیم خاندان کے کچھ تاریخی حالات لکھتا ہوں۔

یہ ریاست بڑی قدیم ہندو ریاستوں میں سے ہے، یہ شاہی خاندان سری کرشن چندر جی کی نسل سے تعلق رکھتا ہے، جس کی بابت کے پریم ساگر کے ۶۳ ویں ادھیائے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی گئی ہے، جس سے کہ اس خاندان کی سچی شناخت معلوم ہوتی ہے جب بھگوان سری کرشن چندر نے باون روپ دھارن کر راجہ بلی کو پاتال کا راج دیا، اسوقت اس کا ایک پتر باناسر نامی ہمالیہ میں شرونت پور نامی جگہ پر تخت نشین ہوا، اور راج کرنے لگا، وہ ہر روز کیلاش پر جا کر شب جی کا بھجن کرنے لگا، جبکہ اس کی تپسیا کے پورے ۱۲ سال ختم ہو گئے تو سری شیو جی نے پرسن ہو کر اس سے کہا کہ جو ور تو مانگے میں دیتا ہوں، باناسر نے کہا، کہ نہ تو میں کسی سے مارا جاؤں، نہ کوئی مجھکو فتح کر سکے، شیو جی نے پرسن ہو کر تھا استو (ایسا ہی ہو) کہہ کر رخصت کیا، اور ایک جھنڈا دیا، تاکہ جب وہ اس کے محل پر سے گرے تو معلوم ہو کہ اب میرے مارنیوالا عنقریب آنیوالا ہے، باناسر نے شیو جی کے کہنے کے مطابق عمل کرنا شروع کیا، چند سال کے بعد اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، جسکا نام کر اُوکھا رکھا گیا، جب اسکی عمر ۱۲ سال کی ہوئی، تو اسکو شادی کی طرف خیال ہوا، ایک دن رات کو سوپن دکھائی دیا، کہ ایک جوان شخص پلنگ پر آکر بیٹھ گیا اور عشق کی باتیں کرنے لگا، لیکن جب اُسکا ہاتھ بڑھا، تو اُوکھا کی آنکھ کھل گئی، وہ اس بچار میں تھی، کسی طرح میری شادی اس شخص سے ہو، صبح ہوتے ہی جب جاگی تو پریشان حال تھی، کہ اسکی سہلیہ چتر ریکھا نے حال دریافت کیا، کیفیت معلوم کرنے پر معلوم ہوا، کہ وہ شخص سری کرشن چندر کا پوتا پردمن جی کا بیٹا انرودھ ہے، اُوکھا نے خواہش ظاہر کی، کہ کسی طرح سے یہ شخص مجھ سے شادی کرے، تو بہتر ہوگا، چتر ریکھا چونکہ عقلمند تھی، وہ شب بان میں بیٹھکر دوارکا گئی، وہاں سے انرودھ کو ساتھ لیکر شرونت پور (موجودہ سراہن) پہنچی، جب اس بات کا پتہ سری کرشن بھگوان کو ہوا، تو وہ لشکر لیکر سراہن کی طرف روانہ ہوئے، ان کا پوتا انرودھ قید ہو چکا تھا، سری کرشن جی نے محاصرہ کیا، باناسر کو شکست ہوئی، وہ نود تو مارا گیا،

لیکن اس کے ۵ پتروں کو جاگیریں دیکر وہیں رکھا، یہ ۵ پتر مہاشور کہلاتے تھے جنکی موروثی ابھی تک پوجی جاتی ہے، مہاراج انرودھ کو تخت پر بٹھا کر دوارکا جی واپس چلے گئے، موجودہ راجہ صاحب سری پدم سنگھ جی کے پاس ۱۲۰ پشت کا شجرۃ النسب موجود ہے، اس سے آگے کوئی پتہ نہیں چلتا۔

"نامہ نگار بشہر"

مضمون مندرجہ صدر ہم پریس میں دے چکے تھے، کہ مندرجہ ذیل سرکاری اعلان موصول ہوا۔

ایک افواہ کی تردید

ریاست بشہر کے متعلق سرکاری اعلان

حکومت پنجاب کی توجہ اخبارات کے اس بیان کی طرف منعطف کی گئی ہے، کہ حکومت ریاست بشہر کے انتظامی معاملات میں مداخلت کرنا چاہتی ہے، یہ بیانات قطعاً بے بنیاد ہیں، اور ان کے قلمبند کرنے والوں کی نیک نیتی کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ مداخلت کا ایجنٹ قصداً ایجنٹ گورنر جنرل ریاستہائے پنجاب سے منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ ایجنٹ صاحب کو بشہر کے معاملات سے کچھ بھی تعلق نہیں،

(۲ مارچ (دستخط) پی ڈی کالنز سینئر اسسٹنٹ سکرٹری گورنمنٹ پنجاب)

انفلوانزا کتھا ر

مصنفہ پنڈت ہرنند رائے جی وئید شرما نروانہ (پٹیالہ) سائز ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۱۰۴ صفحہ قیمت ۱۲/

میں اس مفید عام کتاب میں ۱۰۱ امراض مثل انفلوانزا نمونیہ وغیرہ کے آسان مگر مکمل نسخہ جات درج کیے گئے ہیں، اور جا بجا بڑی عمدگی سے دوہے کنڈلیاں اور چوپائیاں لکھی گئی ہیں، کاغذ لکھائی چھپائی تیاری سب وئید جی کی نفاست طبع کا نمونہ ہے، ہر گھر میں یہ کتاب ضرور رہنی چاہیئے تعداد تھوڑی ہے

شاہانِ قدیم کی حکمرانی کے کارنامے

مہاراجہ رنجیت سنگھ

کاردار علاقہ دینانگر نے ایک آسامی سے باقی ٹوٹنے پر سخت مطالبہ کیا جب وہ ادا نہ کرسکا کاٹھ مار دیا اور اسکی عورت کے پاجامہ میں چوہے چھوڑ دیئے گولی نے شیر پنجاب کے پاس اس جبر کی اطلاع پہنچائی کاردار طلب کیا گیا اور آسامی کی جگہ اسے کاٹھ مارا گیا بقایا لگان بوجہ ناداری معاف فرمایا" ڈاکٹر گوبند رام

انصاف

دینانگر میں ایک مودی نادار ہوگیا ان ایام میں اسکی عورت حاملہ تھی درد زہ شروع ہوا اور دست لگ گئے پڑوس کے کھنڈر میں رفع حاجت کیلئے گئی اور زمین کریدنے لگ گئی ٹھیکر کی نظر آئی ڈھکنا اٹھایا برتن کے اندر کچھ نظر نہ آیا بند کرکے گھر واپس آگئی شام کو خاوند کو لیکر پھر پہنچی اب جب سرپوش اٹھایا برتن مہروں سے بھرا پایا گھر لاکر سرپوش صاف کرکے دوکاندار کے پاس سودا لینے گیا اسپر کچھ لکھا تھا دوکاندار نے پڑھکر کہا کہ اس برتن میں میرے دادا کی مہریں ڈالی ہوئی تھیں وہ کہاں ہیں اس نے انکار کیا اسنے سرکار میں فریاد کی شیر پنجاب نے پوچھا وہاں بھی وہ انکار کر گیا مقدمہ ملتوی کیا گیا جب شام ہوئی شیر پنجاب معمولی لباس پہنکر مودی کے گھر گیا بچہ پیدا ہوچکا تھا تختے کھلوا کر اندر گیا عورت پاؤں میں گر گئی شیر نے کہا کہ فکر نہ کر مگر سچ بیان کر اسنے فوراً اشرفیوں سے بھرا ہوا برتن پیش کر دیا سرکار دیکھکر واپس لوٹ گئے اور حکم دے گئے کہ کل صبح حاضر آنا اگلی صبح مودی خانہ سے نقد زیور اور غلے کے گڈے اسکے گھر پہنچا دیئے جب فریقین حاضر آئے دوکاندار سے فرمایا کہ مہریں واقعی تیرے دادا نے رکھی تھیں تیرے باپ کو نہ ملیں اور نہ آجتک تجھے بیوقوف تیرے دادا نے اس مودی کے گھر جنم لیا ہے اسلئے اسکی دولت اسکو ملگئی ہے جا جاکر کچھ بھینٹ کر دونوں خوش ہوکر گھر چلے گئے" (ایضاً)

لطائف شاہی

رعایا کو اپنے راجہ کی خیر منانی چاہیئے

ایک جنگل میں جوتشی ویاکرنی پنڈت، منطقی اور وید چار یار جمع ہوگئے، کھانا بنانے کیلئے اپنے اپنے ذمے ڈیوٹیاں لگائیں، جوتشی پتے لینے جنگل میں گیا، جب توڑنے لگا کہنے لگا، ادھوا آج بعد راسے، واپس لوٹ آیا، منطقی گھی لینے گیا، یہ خیال دوڑا کر کہ ظرف گھی کے سہارے ہے یا گھی ظرف کے کٹوری اوندھی کردی، گھی گر پڑا، یہ بھی خالی ہاتھ واپس آگیا، وید سبزی لینے گیا تھا تو سب کے فائدے اور نقصان سوچتا سوچتا سب کو چھوڑ کر نیم کے پتے لے آیا، دیاکرنی پنڈت کھچڑی پکا رہا تھا، پکنے کی آواز غیر متورہ بحر میں پائی دق آکر چولھے سے گرادیا، جب چاروں ناکام رہے اور بھوک نے ستایا۔ تو آپس میں کہنے لگے کہ دنیا کی چار ضروری عناصر اور وہ بھی قابل بھوکے مر رہے ہیں، جوتشی جی کوئی جوتش بچارو، جوتشی نے اس راجدھانی کی راجہ کا زائچہ کھینچا، حکم نکلا، کہ رات کے ۱۱ بجے محلات کے دروازے اپنے آپ کھل جائینگے، دربان سو جائینگے، پھر ایک افعی راجہ کو ڈسے گا، جس سے وہ مر جائیگا، تینوں نے کہا کہ جوتشی جی جب آپکو علم ہوگیا، تو اول آپ جاکر راجہ کی جان بچائیے، جوتشی بچار کر چلدیا، محلات میں پہنچکر سانپ کا منتظر رہا، جب سانپ لیوار پر سے اترا، ایک ڈنڈا اس کے سر پر مارا جس سے وہ مرگیا، چلمچی کے نیچے اسکو چھپانے ہی لگا تھا کہ اسکی آہٹ سے راجہ چونک اٹھا، غیر آدمی دیکھکر شور بلند ہوا، گرفتار کیا جاکر سزائے موت تجویز ہوئی، راجہ نے خیال کیا کہ بلا جوابدہی سزا نا واجب ہے، اس سے وجہ داخلائے محل دریافت کیگئی، اس نے عرض کیا کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ جس راجہ کے راج میں رہے، اسکی خیر و برکت چاہیئے، اسکے بعد سب واقعہ بیان کردیا، اور ثبوت میں سانپ چلمچی کے نیچے سے نکال کر پیش کیا، راجہ اور اہل دربار اسکی اس جانبازی سے بیحد مسرور ہوئے، لاکھوں روپیہ انعام بخشا جنگل میں آکر چاروں نے مساوی تقسیم کرلیا، اور گھر کو چلدیئے"

"بہار سنامی"

ہمارے حاصل شدہ سوراج

پٹیالہ کی رشوتیں اور انسدادی تدابیر

سمت ۱۸۶۳/۱۹۱۹ تک اہلکارانِ ریاست رشوت سے مجتنب رہے، اسکی اصل وجوہات تین تھیں،

(الف) جوان رئیس کی پے در پے تاجدار پوشی اور حکمرانی،

(ب) قابل پرہیزگار دیانتدار ملازمان کا تقرر،

(ج) شاہی عطیات،

شقِ اول کا یہ فائدہ ہوا، کہ رئیس کا چارج رئیس نے سنبھالا، کونسلیں دخل نہ دے سکیں، بجز تک کا نوکر خود سرکار نے رکھا، ہر ملازم کی خاص لیاقت، دیانتداری دیکھی جا کر کامل نگرانی رکھی گئی،

(۲) انتخاب قابلیت، پرہیزگاری، دیانتداری کی صفات پر ہوتا تھا، مذہبی تعلیم و تربیت عام تھی، فضول خرچی اور زائد اسراف کا نام و نشان نہ تھا،

(۳) تنخواہیں اخراجات زندگی کی مناسبت سے مقرر کی جاتی تھیں، اور لکڑی، آٹا، گھی، نیرہ، چارہ وغیرہ حق حبوب تنخواہ کے علاوہ دیتے، اس پر بھی جب معلوم ہوتا تھا کہ سرکاری گذارہ مکتفی نہیں، تو ایسے ملازم کو بذریعہ عطیات اخراجات روزمرہ سے بیفکر کر دیا جاتا تھا، یہی وجوہات ہیں کہ وہ عہود بددیانتی سے پاک و صاف رہے،

لیکن سال مذکور کا آغاز بدیوں کے جنم کا دن تھا، اور نیکوں کے رحلت مہاراج نراندر سنگھ صاحب بیکنٹھ مراتب کے آنکھ بند کرتے ہی دربار نراندری کے اہلکار جو اکبری نورتن سے تشبیہ دئے جاتے تھے، مہاراجہ دلیپ سنگھ کے درباری بن گئے، لارڈ لارنس نے جب گورنر جنرل کا چارج لیا، تو ریاست کی طرف سے حکیم عبدالنبی

خاں کلکتہ مبارکباد دینے کیلئے گئے' لارڈ موصوف مہاراجہ آبیکنٹھ مرتبت کا زریں عہد دیکھ چکا تھا' پدرانہ شفقت سے ملا' اور مہاراج کی بے وقت موت پر اظہار افسوس فرماکر کہا کہ

"میں افسوس سے سنتا ہوں' تم اہلکاروں نے ریاست پٹیالہ کی وہی حالت کر دی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد اُن کے اہلکاروں نے اُس سلطنت کی کی تھی"

مبصر انگریز کے یہ مختصر الفاظ حقیقت کے اسقدر موافق تھے' کہ جیسے ہونے چاہئیں' چنانچہ اُس کے بعد ریاست میں پارٹی فیلنگ کیوجہ سے حسب ذیل تباہ کُن انقلابات پیدا ہوئے'

(۱) ریاست کے شاہی حقوق پامال کئے گئے'

(۲) اہلکار یکے بعد دیگرے معزول کئے جاکر جلاوطن کئے گئے' ان' اُن کی جائدادیں ضبط ہوئیں' لواحقین پر بھی یہی مصیبت آئی' میں یہ نہیں کہتا' کہ سب کچھ انصاف کے تقاضے پر ہوا' کچھ جائز ہوا' کچھ ناجائز'

دنیا میں بالعموم رشوت لینے کا یہ طریقہ ہے' کہ اہلِ مقدمات سے رشوت خوار حکام رشوتیں لیتے ہیں' لیکن یہاں رشوت لینے کے ایسے ایسے حیرت انگیز اور دلچسپ واقعات دیکھے گئے' کہ جنہیں سُنکر یورپ کا طبقہ سراغرساں بھی اُن کی جدّتِ طبع پر قربان ہوجائے'

لالہ کلونت رائے معزول ومعتوب دیوان اپنے بیان میں لکھاتے ہیں کہ

"اس زمانہ میں رسوخ یافتہ ٹرکن کارکنانِ ماتحت سے رشوتیں لے لے کر علاقوں پر دلدہی کیلئے مامور کر رہے ہیں' عہدہ اور مقام کی قیمت مقرر ہوگئی ہے' اسی مناسبت سے تعیناتی کے ایام بھی محدود کر دیئے جاتے ہیں' جب کوئی ملازمت سے علیحدہ ہوجاتا تھا' کچھ دے دلاکر اول درباریوں میں بھرتی ہوتا تھا' پھر وہ اہلکارانِ اختیار یافتہ کی خاطر ومدارات کرنا شروع کر دیتا تھا' تاکہ کسی علاقہ کی تھانہ داری' تحصیلداری' عدالت چندے مل جائے'

جب وہ مقررہ رقم بھینٹ کر چکتا تھا' تو یہ کہکر متقاضی ہوتا تھا' کہ :۔

"غریب نواز اب تو مدت گذر گیا' بھوکے مر رہے ہیں' کہیں بھیجدیا جائے' ہم بھی حضور کی خدمتگذاری سے باہر نہیں"

جواب :۔ ہاں ہمیں بھی خیال ہے' بھائی صاحب سے موقعہ ملنے پر کہیں گے'

جب اُن کے اندازہ کے موافق اِن کی نذر و نیاز ہوجاتی تھی' تو بار بار کے عرض و معروض پر جواب ملتا تھا' کہ ہم نے کہدیا ہے' جلد ظہور ہوگا' پھر اِس نذر و نیاز کی نسبت سے ایک ماہ' دو ماہ' حد تین ماہ کیلئے اُسے کسی نائب مقامی پر بھیجدیا جاتا تھا' یہ جناب جب علاقہ میں جاتے تھے' تو فریق مقدمہ رشوت دینے کیلئے جب آپکے پیش ہوتا تھا' تو آپ نہایت اخلاق سے مہربانی فرماتے ہوئے مسکرا کر ارشاد فرماتے تھے "دیکھو بھئی میں سچ بولتا ہوں' پانچسو روپیہ تو میں لونگا' پچیس روپیہ اہلمد کو دینے پڑینگے' پانچ روپیہ یہ بھوکے چپڑاسی بھی تم سے مانگینگے' مقدمہ جیسا تم کہو گے میں کر دونگا' میں محض تین ماہ کیلئے آیا ہوں' پھر تمکو ایسا موقعہ نہ ملیگا' اُس پر اہلِ مقدمہ سوچتا ہے کہ اگر اِس قائم مقام سے کام نکال لیا جائے' بڑا سستا سودا ہے'

وہ اسی شام آتا ہے' اور رقم مقررہ پیش کرجاتا ہے' مجوزصاحب مدعی بنکر اس کا فیصلہ اہلمد سے لکھا کر اور اُسکو پچیس روپیہ دیکر دستخط کر دیتے ہیں' اس زمانہ رشوت میں بعض نے پانچ پانچ سو روزانہ رشوت لینے کا عہد کیا' اگر پورا نہ ہوا' خزانہ سے منگوا کر پورا کیا' جب رعایا لٹ چکی تو پانچ پُشت کے خزائن اپنے اپنے گھروں میں ڈال لئے' غرضیکہ ایک ہی نابالغی میں ریاست و رعایا مفلس و قلاش بنا دی' عہد راجہ جند کی آمدنی پر انحصار رہا' سربھوپ اِندر سنگھ مہندر بہادر کو بددیانتی سے قلبی عداوت ہے' سخت نگرانی اور سزا پر بھی یہ عادی امیر ہستیاں باز نہ آئیں خان بہادر نواب لیاقت خاں ہوم منسٹر کو حال میں شاہی حکم ملا ہے' کہ رشوت دہندہ سزا سے معاف رکھا جائیگا' راشیوں کیخلاف تحقیقات شروع کیجائے' ہوم منسٹر صاحب بہادر جو لیاقت مجسم ہیں' اب ہم دیکھتے ہیں کہ کس لیاقت سے کام لیتے ہیں' کیونکہ دفتر رئیس ہند میں بھی پٹیالہ کے راشیوں کی ایک طولانی فرد موصول ہوئی ہے' جسمیں انکی حیثیت

سابقہ و حاشیہ کے نقشہ جات بھی دیئے گئے ہیں، اگر یہ صاحب لیاقت لیاقت کے ساتھ ہم سے اس ریفارم میں مدد چاہیں ہم بخوشی دے سکتے ہیں، (باقی دارد)

نواب رام پور اور اُسکے طبعی شغل

ہز رائل ہائینس پرنس اف کناٹ جب ہندوستان کی مہذب ریاستوں میں پہونچا، تو کسی نے فوجی کارنامے دکہلائے کسی نے علمی مگر جب ماہ فروری میں ہز رائل ہائینس رام پور تشریف فرما ہوئے تو نواب مذکور نے اپنی عادات کا دربار شاہی میں کھلا کھیل کھیلا، اُس نے جیسا کہ واجد علی شاہ کے وقت میں کبوتروں کی ٹکریاں اڑائی جاتی تھیں، اڑوا کر ہز رائل ہائینس کو دکھلائیں، بٹیر، لوا، تیتر، اور مرغ کی لڑائی بھی دکھلائی گئی گو نواب رام پور کی زندگی اس سے بھی بدتر اشغال میں گذرتی ہے، لیکن ہم حیران ہیں، کہ کیا رام پوری دربار میں ارکین بھی ایسے ہی جمع ہوگئے ہیں، سچ ہے کیوں نہ ہو ؎

کند ہمجنس باہمجنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز با باز

قتل باؤلہ کے متعلق بمبئی کی کھلی چھٹی

(۷ فروری) آج میں بمبئی سے قلابہ اسٹیشن پر اس تحقیق کیلئے پہنچا، کہ دیکھوں جو سات ملزمان قتل باولا کے متعلق پولیس حراست میں لیکر آئی ہے، اُن کے دیدار کیلئے مجمع کی کیا کیفیت ہے، لیکن میں یہ دیکھکر حیران رہگیا کہ اسٹیشن پر ایک آدمی بھی ان کے دیکھنے کیلئے موجود نہ تھا، حالانکہ جب مسماۃ ممتاز کی ماں، وزیرول امرتسر سے آئی تھی، اسٹیشن پر تماشائیوں کا بڑا ہجوم تھا، واپسی پر دریافت سے مجھے پتہ لگا، کہ پہلے اخبارات نے دھوکے آمیز سرخیاں لکھ لکھ کر پبلک کو بہکا دیا تھا، لیکن اب لوگ معاملے کی اصلیت سمجھ گئے ہیں، دھوکہ آمیز اخبارات نے مہاراجہ ہلکر کو اس جُرم کا شریک اول بنانے کیلئے ایسی ایسی دھوکہ آمیز سرخیاں لکھیں، کہ تمام مضمون پڑھ لینے کے بعد اُن سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا تھا، کہ اس قتل کا مرتکب تاجدار اندور ہے، لیکن صحیح واقعات روز بروز روشنی میں آتے رہے، اخبارات پر لعنت بھیجی گئی، آخرش حالات ظاہر شدہ سے وہ بھی مجبور ہوگئے، ورنہ لاکھوں روپیہ اور پیدا کر لیتے،

ذوالقرنین (۱۲ فروری) بدایوں نے دو کالم میں خوب خاک اڑائی ہے، بیچارہ کیا کرے مسا

مستانہ اور باؤلا کی قومیت اُس کے قومی جذبات کو کیوں نہ اُبھارتی،

اخبار عام لاہور کی چٹکیاں بعض اوقات حقیقت کا پردہ ایسا اٹھاتی ہیں کہ لطف آجاتا ہے، ذرا ملاحظہ ہو۔

حال ہی میں مہاراجہ اندور نے شو سوامی کو اپنا شیرِ عام مقرر کیا ہے، بنا شو سوامی کے اس دنیا میں بے انصافی کی چکی سے بچانیوالا دوسرا کون رحیم و کریم ہے!

مسلم اخبارات مہاراجہ اندور پر اسقدر ناراض ہیں، کہ دل بھر کر کوس رہے ہیں، بمبئی اور پنجاب کے اخبارات کے منہ میں تو لگام ہی نہیں، کیوں بھائی کب کے اُدھار کھائے بیٹھے ہو"

والئے اندور کے پیچھے اخبارات ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں، اندھا دھند قلم چل رہی ہے، ارے بھائی کچھ سمجھتے بھی ہو، یا یونہی گھسیٹن سنگھ کیطرح رگڑتے جاتے ہو" "۲۴ فروری"

کل مشہور سوار جسٹ لیڈر مسٹر ایم، آر، جیاکر جب گون پہن کر مجسٹریٹ کی عدالت کیطرف بڑھا، تو لوگوں نے کہا کہ روپیہ کیا چیز ہے، مقاطع عدالت کے بعد یہ آج ہی وکالت کا کام کرنے لگا ہے، اس نے انندراؤ پھنسی کی ضمانت کی درخواست پیش کی، اور خوب زور لگایا مجسٹریٹ نے عذرات نہایت غور سے سننے کے بعد کہا کہ میرے سامنے اس کے متعلق جو معالجہ پیش ہوا ہے، اس سے یہ یقین کرنے کی خاص وجوہات ہیں، کہ ملزم نے اُن جرائم کا ارتکاب کیا ہے، جن کی سزا موت یا حبس دوام کی قید ہے، میرے سامنے جو کاغذات پیش ہوئے ہیں، ان سے ملزم اور سازش کا قریبی تعلق پایا جاتا ہے، ۱۶ فروری، میرے مراسلہ اولین کو اِن واقعات سے ملا کر اگر سمجھا جائیگا تو نتیجہ صاف پیدا ہو سکتا ہے،

آج انڈین ڈیلیگراف مورخہ ۲۴، بازاروں میں خوب بک رہا ہے۔ جس میں تقریباً وہ تمام واقعات درج ہیں کہ جو میں آپکو اس سے قبل لکھ چکا ہوں، مگر بے شعوری کے ساتھ"

سر راجہ ہری سنگھ کی اخلاقی فتح

شہزادہ موصوف سیر و تفریح کے بعد جموں تشریف لاکر اپنی مشاغل کا ریزیڈنسی گری اور سپہ سالاری کا چارج لے چکے۔ جس سے سلطنت بھر میں خوشی منائی گئی۔ نافہم ہم وطنوں نے جو طرح طرح کے حاشیہ چڑھائے تھے، سب غلط نکلے، ولائیت میں سزا پائی

بھیڑیا بکری کے لباس میں
یعنی
ریاست کی ریاستوں سے خصومت

ع برعکس نام نہند زنگی کا فور
محروم و نامراد سابق تاجدار نابھہ کے خاص بھائی کاہن سنگھ میاں مفتون وغیرہ قابل ملامت ہستیاں تھیں کہ جن کے غضبناک، امن شکن، غیر معتدل باغیانہ، اتحاد سوز مشوروں سے وہ بدبخت تاجدار بحرِ ذلت کے بے تہا میں ہمیشہ کیلئے غرق ہوگیا۔ ان جلیسوں اور حاشیہ نشینوں نے نابھہ کی سیر سے سیر ہو کر اب اپنے قیمتی مشوروں سے تمام تاجدارانِ ہند کو بہرہ اندوز کرنے کے لئے بیڑہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ میاں مفتون نے ہندوستان کی راجدھانی میں بیٹھ کر ہندوستان کی تمام ریاستوں اور انکی رعایا کو ریاست نابھہ کی طرح تباہ و برباد کرنے کیلئے اپنی نشیں گنوں کا منہ اس سبزہ زار کی طرف پھیر دیا ہے، میں اسے روز پیدائش سے دیکھ رہا ہوں۔ پیدائش کے وقت میاں مفتون نے یہ دعوے باندھا تھا کہ یہ رئیسوں کا خیرخواہ ہے میں نہیں چاہتا کہ اسکے پر ریا اغراض و مقاصد کا ذکر کرکے اسے نادم کروں، لیکن اسکے دعوے کے خلاف اسکے ہاتھوں جو غلاظت اس سبزہ زار پر گرائی جاتی ہے۔ وہ ایسی بھی نہیں کہ میں خاموش ہو رہوں، اسکی پہلی ہی اشاعت میں اسکی تحریری غلاظت کے کیڑے اسکی گندی دوات سے نکلکر اس گلزار پر بہار میں رینگتے نظر آئے اور اب تو یہ کیڑے واہگرو جی کی کرپا سے گلزار ہند میں طاعون کیطرح علانیہ رینگ رینگ کر زہریلی وبا پھیلا رہے ہیں، جہاں اسے ایکطرف ہندوستان کی جملہ والیانِ ریاست کی ستودہ صفات ذات سراسر عیوب و نقائص سے پر نظر آتی ہے اور انہیں اپنے گھر میں رعایا کی عزت و آبرو بگاڑنے والا پکار رہا ہے، وہاں وہ مطعون و پر از معایب ناقابل حکومت معزول مہاراجہ رپدمن سنگھ کو نوشیروانی گدی پر واپس لانے کیلئے بری طرح پر ہاتھ پاؤں مارتا نظر آتا ہے، اس ناقابل عمل کوشش عبث میں کبھی وہ رئیسوں کو یہہ کھلا مشورہ دیتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری سے منحرف ہو جائیں، اور کبھی اُن کی صابر و شاکر رعایا کو بھڑکاتا ہے کہ ریاستی حکومت کا جوا اتار پھینکیں، ان متضاد و متخالف اصولوں کی تراوش آپ ہی کے دماغ سے ممکن ہے،

لیکن یہ میاں مفتون اپنے فتنہ و سازش میں اپنی منضبط و مشتہرہ پالیسی کیخلاف اپنی تلون مزاجی سے مجبور ہو کر گورنمنٹ عالیہ کو بھی یہہ مشورہ دیتے ہیں، کہ وہ یعنی وائسرائے

اور گورنمنٹ ہند ایک ایسی کمیٹی کا تقرر کریں کہ جو تمام ہندوستانی ریاستوں کے متعلق یہ تحقیقات کرے، کہ ان ہندوستانی ریاستوں میں پچھلے دس برس کے (اندر) کتنا روپیہ "ریاست (ریاستوں) کی بہبودی پر خرچ کیا گیا، اور کتنا روپیہ عیش و عشرت کی راہ میں دفن ہوا" (اں ہی ریاست کی بہبودی، عادہ وہ جو سر پر پٹکنے لائے)

ہم یہ دفنانے والا ناقص طرزِ بیان کہ جو خاص میاں **مفتون** کیلئے باعثِ نازش ہے، نظر انداز کرنے کے بعد اُس کے موٹو کی طرف ہی ناظرین والا تمکین کو توجہ دلانے کی عزت حاصل کرتے ہیں، جہاں وہ ہر ہفتے

ہندوستانی ریاستوں کا

مہمل مُبہم فقرہ اپنی پیشانی پر لکھتا رہتا ہے، اُسکا مفہوم اسوقت صاف ہو جاتا ہے جب اس کے آگے میاں **مفتون** کا محذوفہ لفظ "دشمن" ظاہر کر دیا جاتا ہے۔

میں چاہتا تھا کہ اسکی پُر از بزلیات خرافات تحریرات اور ان رکیک اور سفیہانہ حملوں کو شکست دے کر اُسے ایسا مفصل و مُسکت جواب دیتا کہ جس سے ہمیشہ کیلئے **مفتون** اس فتنہ و فساد سے باز رہتا، لیکن ۔

لہ ملاحظہ ہو اخبار ریاست مؤرخہ ۔ مارچ صفحہ ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے اغراض و مقاصد کا پانچواں ضمن ہی ملاحظہ کے قابل ہے۔ والیانِ ریاست کو برٹش حکام کی ناجائز مداخلت اور ظلم سے بچانا۔ لگے ہاتھوں ضمن ۳، اور ۴ بھی اسکی نیت کے اندازہ کیلئے دیکھئے (۳) ہندوستانی ریاستوں کی باشندوں میں اپنے والیٔ ریاست کیلئے عزت اور وفا شعاری کے جذبات پیدا کرنا۔ (۴) والیانِ ریاست کے جائز حقوق کی مردانہ وار حمایت کرنا، ضمن (۶) اس سے بھی زیادہ اس کے افعال پر لعنت بھیجتا ہے، (۶) والیانِ ریاست سے اُن کی فلاح اور ترقی کا مطالبہ کرنا۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا

سامری سے کیا اُلجھتی زلفِ یار   لڑتے ہیں قابل مقابل دیکھ کر

نیسر سوم گرما سر پر ہے۔ اسکا علاج حکیم مطلق آپ خود کر دیگا۔ ہمیں تشخیص و تجویز کی ضرورت نہیں، اُس نے اپنی اس خاک انداختنی تحریر میں جو آگے خاک اُڑائی ہے" وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے :-

ملک ذرا اس تہائی حصہ کے اخراجات اور آمدنی پر بھی غور کرے، جسے "بدنصیبی" سے ہندوستانی ریاستیں کہا جاتا ہے، ان ریاستوں میں سے نوّے۹۰ فیصدی تو ایسی ریاستیں ہیں جہاں نہ بجٹ ہے نہ اسٹیٹمینٹ، نہ کوئی سالانہ رپورٹ ہے، باقاعدہ اخراجات کی تفصیل (شاید آپکا روئے سخن نابھہ کے تجربات کے بعد نابھہ ہی کیطرف ہے) یہ لوگ" (تہذیب ملاحظہ ہو) ایک بڑے گھر کی طرح (شاید جیل سے مراد ہوگی) روپیہ کو خزانہ میں داخل کرنا اور خرچ کرنا جانتے ہیں انکو پرواہ نہیں کہ لوگ کس محنت سے روپیہ پیدا کرتے ہیں — لوگ چاہے مریں یا جئیں، غریب اور بے کس رعایا کیلئے لازمی ہے کہ وہ والئے ریاست کا تنورِ شکم پُر کرنے کے لئے مالیانہ ادا کرے"

اُس نے اپنی مسلسل اور متواتر شر انگیز اشاعتوں میں ہندوستان کی کسی بڑی سے بڑی ریاست کی دستارِ فضیلت پر دست درازی کرنے سے دریغ نہیں کیا، کون نہیں جانتا کہ ریاستہائے حیدرآباد دکن، بڑودہ، میسور۔ اندور، پٹیالہ، کشمیر، سرمور، منڈی، سکیت، جے پور، الور، بیکانیر، بہاولپور، کپورتھلہ، جیند، ٹونک، رتلام، جاورہ اور ضلع شملہ کی حکومتوں کے انتظامات حکومت معزول مہاراج نابھہ کی عہد کی طرح قابل شرم نہیں، بلکہ لائق تحسین ہے کہ جہاں کم و بیش رعایا و برایا کیلئے ہر طرف دروازہائے فیض کھلے ہیں لیکن یہ اِن قابلِ فخر شریف ہستیوں کا نام لے کر انہیں بری طرح سے بدنام کرنے پر تلا ہوا ہے آپنے ایک ریاست میں معمولی پرندے کی شکار کی سزا پر جیل خانہ کے دروازے کھول کر بڑی ہائے پکار مچائی ہے، لیکن کیا اسکو یاد نہیں کہ جس معزول راجہ کو وہ تخت پر واپس

لاسلئے جیسے جد وجہد کر رہا ہے، اس کے ظلم کے مظلوم دو سو بیگناہ قیدی سر علی امام نے
ناجہ کیس شروع ہوتے ہی جوابدہی کے خوف سے مرعوب ہو کر اس سے رہا کرا دیئے
تھے، جیل میں ایک ایسا قیدی بھی تھا، کہ جسے ایک تیتر کے شکار کرنے پر اس کے ممدوح
معزول مہاراجہ نے تین سال کی قید کر کے ریودمنی عدل و انصاف کا نمونہ پیش کیا تھا،

ہم جملہ تاجداران ہند اور اُن کی بانصیب رعایا کو یہ مشورہ صائب دیتے ہیں کہ اُس کی
اشتعال آمیز تباہ کن تحریرات ایسی ہی نفرت کی نظر سے دیکھیں کہ جیسے ایک صحت مند پاک
آبادی میں جذامی کو اپنی آبادی سے نکال باہر کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ حضرات انہی قیمتی مشوروں
سے نابھہ کو برباد کر چکے ہیں۔ اور اب آپ پر اپنا تلخ تجربہ آزمانا چاہتے ہیں، **پنجۂ فولاد**

ایڈیٹر۔ مندرجہ بالا مراسلہ بڑے غور اور اطمینان کے بعد ہم نے شائع کرنا اسلئے ضروری
سمجھا ہے، کہ ہم خود ریاست کے طرز عمل سے مایوس ہو گئے، یقین ہے کہ سردار **دیوان سنگھ**
مفتون کیمطابق عالی شان سا کریکٹر اختیار کرینگے،

نظام کے نظم پر ریاست کا نظم

مہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند
سگ پرس خشم تو یا ماہتاب چیست

میاں مفتون شاہ جو ایک مشہور مایوس و ناکام شخص ہیں۔ آجکل اخبار "ریاست" جاری
فرما کر **لارڈ ڈلہوزی** کی پالیسی کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے بڑی بے صبری فرما رہے ہیں،
حالانکہ آپ بدقسمتی سے کبھی کسی معمولی طریقہ کار میں بھی کامیاب نہیں ہوئے، آپکے چنچل دماغ
نے رُپ دمن سنگھ کو تخت سے دستبردار کرانے میں جو جوہر قابلیت دکھلائے وہ مہاراجہ صاحب
سے ڈیرہ دون میں پوچھا چاہیئے،

آپ اگر کسی معمولی جاگیردار یا بسوہ دار کسان یا کم حیثیت دہقان کو صلاح دیتے تو کچھ خوف
نہ تھا، مگر خیر سے آپنے ہندوستان کے اُن مایۂ ناز تاجداران کو اپنے مفید مشوروں سے
مستفید فرمانا شروع کر دیا ہے، کہ جن کے آگے **بسمارک**، **گلیڈسٹون** اور سر سالار جنگ

بھی طفلِ دبستان ہیں، یعنی آپ اپنے نابھہ کے تلخ تجربات کی تلقین اُن روسائے ہند کو بھی کرتے رہتے ہیں، کہ جو اپنی اپنی مقدس ماتوں کی حفاظت و ترقی میں سرگرم کار ہیں، یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ذلیل اخبارات ہی نے مقدس آریہ ورت کے مطلع وفاداری کو کہ جسے رشیوں نے قوانین متبرکہ نافذ فرما کر پاک و صاف رکھنے کیلئے بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں، اپنی خود غرضی کے طوفان بے تمیزی کی خاک سے گھٹا ٹوپ کر دیا ہے،

یہ راز حضور نظام نے جیسا سمجھا خدا کرے ہندوستان کے تمام تاجدار سمجھیں کیونکہ حضور ممدوح نے عین وقت پر مخرب امن اخبارات کے داخلہ کی ممانعت فرما کر حقِ ملکرانی ادا فرمایا ہے تیج دہلی مقابلہ میں آکر اور ہندوستان کے دارالخلافہ میں بیٹھکر تعصب کی آگ لگا رہا ہے، ابھی حال میں اِسکا داخلہ نظام کامل نے ممنوع قرار دیا تو آپ حق برادری کے جذبہ سے مفتون ہو کر حضورِ نظام ہی پر پھبتیاں چھوڑنے لگ گئے، ذرا شرح ہذیان ملاحظہ ہو،

"باقی دارد"

راجدھانیوں میں جشن تولید

ملکِ جشن میں یہ خبر مسرت اثر نہایت فرحت و انبساط سے سنی جائیگی کہ قادرِ مطلق نے اپنی عنایات بیغایات سے مہاراجہ پٹیالہ کو پانچواں کنور بخشا، رئیس ہند دعا دیتا ہے، ؎

مبارک ہو جہاں کو مژدۂ تولید　　درخشاں ہو کنور یہ مثلِ خورشید

ایسی ہی خوشخبری ریاست رامگڈھ کے متعلق ہے کہ سردار اُزدہ سنگھ بہادر کو بڑی تمناؤں کے بعد اپنے نبیرہ کا دیدار نصیب ہوا ہے، یہی مبارک باد سردار بہادر راو ریاست کیونتھل (کہ جہاں کی راجکماری ہے) کو دیتے ہیں،

"بہار سنامی"

پونچھ میں ماتم۔ نہایت رنج و افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے، کہ راجہ بلدیو سنگھ سرگباشی کی بلاسپوری رانی صاحبہ نے انتقال فرمایا، یہ ماتم نہ فقط پونچھ میں منایا گیا، بلکہ کشمیر میں بھی ہڑتال کیگئی، کیونکہ راجہ صاحب مہاراجہ صاحب کے چچا زاد بھائی تھے، ہمیں اس ناقابل تلافی صدمہ میں خاندان اور اراکین ریاست ہائے پونچھ، بلاسپور اور کشمیر کے ساتھ دلی ہمدردی ہے،

ویدک و طبّی مشورے

ابتدائے آفرینش کے بعد امراض پیدا ہوئے، رشیوں نے سمندر بلویا، ایک رشی دونوں ہاتھ بلند کئے ہوئے نمودار ہوا۔ رشیوں نے پوچھا کہ ایسی دو دوا بتلائیں، جو تمام امراض کیلئے اکسیر ہوں، رشی نے دائیں ہاتھ کی مٹھی کھولی اسمیں سے ہلیلہ زرد نکلا، پھر بائیں مٹھی کھولی، اسمیں سے جونک نکلی، یہ دونوں رشیوں کو دیکر کہا کہ تمام امراض کے لئے یہ دو چیزیں حکیم مطلق نے پیدا کی ہیں،

ہلیلہ زرد ریاست سرمور میں ہلیلہ زرد منوں پیدا ہوتا ہے، اور جو مقامی ضروریات سے بچ رہتا ہے، دیش میں آکر فروخت ہوتا ہے۔ سرمور کا ہلیلہ زرد یعنی ہرڑ نزدیک و دور مشہور ہے، جہان آرا نے بھی اسے پسند کیا ہے، میرے قیام کے ایام میں بھی ایک ہرڑ ایک چھٹانک وزن کی سو روپیہ میں فروخت ہوئی، وہاں اسکا استعمال عام ہے یہی وجہ ہے کہ بینائی، عقل و دانش صحت و تندرستی بھی وہاں عام ہے،

شہد، بنفشہ، زہر مہرہ، نربسی وغیرہ خاص پیدائش کی جگہ ہے ؛ دوران قیام ناہن آریہ ورت کے شہرۂ آفاق کامیاب ویّد لالہ دھجا رام صاحب اڈیٹر امرت پٹیالہ کی مصنفہ مفیدِ عام مدن پرکاش ہمکو ملی، جو حال ہی میں گئی گذری قوت مردمی کے دوبارہ بحال کرنے، دیریہ کو قابل اولاد بنانے اور رتی ولاس کے قابل بنانے والے نہایت سادہ اور آسان ۳۰۰ نسخہ جات سے ترتیب پاکر بڑے انتظار کے بعد آرزومندان بہترین بقائے نسل انسانی

کے ہاتھوں میں درد بھرے الفاظ سے دی گئی ہے۔ اِس کا دیباچہ بجائے خود دیکھنے کے اعظم ہے چونکہ آجکل سوراج کا غل غپاڑہ بلند ہے۔ اور حقیقی سوراج اسوقت تک نہیں مل سکتا جب تک نسلِ انسانی قابل ترین افراد سے بھرپور نہ ہو جائے اسلئے عوام کی بہتری کے لئے شریمان مصنف سے اجازت لیکر دیباچہ کے چند اقتباسات نذرِ ناظرین کئے جاتے ہیں یہ کتاب ۱۸×۲۲/۸ کی تقطیع پر چھپا ہو کر ۱۲۰ صفحات پر ختم ہوتی ہے جسکی قیمت افسوس ہے کہ درج نہیں کی گئی۔

آپ پراچین زمانہ کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"بھارت ورش کے بچے آج تقریباً سب کے سب وشنکھا ہیں۔ ان کے چال چلن پر نہ ماتا پتا کی نظر ہے۔ اور نہ استادوں کی۔ ان کو تعلیم و تربیت سے درصل منشیہ بنانے کی طرف نہ ماتا پتا کا دھیان ہے ۔ اور نہ استادوں کا۔ بے روک ٹوک من مانے کام کرتے ہوئے بغیر کسی دیکھ بھال یا نگرانی کے بچے بگڑ رہے ہیں۔ گر رہے ہیں۔ پتت ہو رہے ہیں یا بھرشٹ ہو رہے ہیں۔ انہیں کوئی نہیں سنبھالتا۔ ان کی سار کوئی نہیں لیتا کسنگتی یا بدصحبت کے اثر سے ہست میتھن۔ یونی میتھن یا اکال میتھن کے عادی ہو کر جلد ہی تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے کہ جنہوں نے ابھی جوانی میں قدم نہیں رکھا جوانی کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ نپنسک یا نامرد بن بیٹھتے ہیں۔ اس پر بھی اندھے ماں باپ ان کو شادی کی زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں۔ بھارت ورش میں لاکھوں ودھوائیں اپنے مرے پتی کو یاد کرتی ہوئی دکھ اور پاپ کی زندگی بسر کر رہی ہیں ان کی سرد آہوں سے بھارت کی چھاتی پھٹ رہی ہے۔ اس اوستھا میں اگر وہ بگڑے ہوئے کرہ ہوائی کے اثر سے بگڑ کر پاپ اور ویبھچار کا بوجھ زیادہ تر قوم کی گردن پر ہے ملک کی گردن پر ہے۔ اور سرکار کی گردن پر ہے۔ یہ تو ان ودھواؤں

ہو جاتی ہیں تو ہمیں ان کا زیادہ قصور نہیں۔ قصور تو نوجوان کے اس پاپ اور ویبھچار

کی حالت ہے کہ جن کے پتی زندہ نہیں۔ لیکن دیکھو! ان کی حالت کو کہ جن کے پتی زندہ ہیں لیکن نامرد اور ناقابل۔ اور وہ ان کی زندگی میں ہی دودھوا بن بیٹھی ہیں۔ دن رات اپنی قسمت کو روتی رہتی ہیں۔ یا تو اس جہاں ماننک کشٹ کے کارن اینک شاریرک روگوں میں مبتلا ہو کر مر جاتی یا دُکھی رہتی ہیں۔ یا صبر قرار کو چھوڑ کر۔ لاج اور شرم کو نلانجلی دیکر وبھچار پر اُتر آتی ہیں۔ آخر کریں کیا؟

لڑکا ایر بی میتھن اور ہست میتھن کی بدولت نامرد ہو چکا ہے۔ مارے شرم کے وہ کسی کو بتلاتا نہیں اور اسے کوئی پوچھتا نہیں بغیر طبی معائنہ کے اسکی شادی کر دی گئی بچپن کے دن گذر گئے۔ اور اس پر برائے نام جوانی بھی آگئی۔ لیکن اس میں تھا ہی کچھ نہیں۔ سال پر سال گذر گئے اس امید میں کہ اس کے گھر اولاد ہوگی۔ لیکن یہ امید پوری نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ عورت بے چاری بے گناہ۔ پتی کی حالت اور اپنی قسمت پہ اندر ہی اندر گھل رہی ہے درصل قصور کس کا ہے۔ نقص کس میں ہے۔ بغیر اس کی تحقیقات کئے یہ سمجھ کر کہ عورت بانجھ ہے۔ لڑکے کی دوبارہ شادی کر دی گئی۔ یک نہ شد دو شد ایسے اینک واقعات روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔

جس قوم کے زیادہ تر بچوں کی کہ جنہوں نے آگے چلکر قومی چھت کے ستون اور قومی کشتی کے ملاح بننا ہے۔ اسقدر گری ہوئی حالت ہو۔ وہ قوم کتنی دیر تک زندہ رہ سکتی ہے؟ اتساہ اور حوصلہ سے خالی۔ ڈرپوک اور کائر۔ ہر وقت آنکھیں نیچی رکھنے والے نامرد بچے خواہ تعداد میں کتنے ہی زیادہ کیوں نہوں۔ قوم کی چھاتی پر بوجھ اور قوم کے ماتھے پر کلنک ہیں۔

دیش میں سبھائیں ہیں۔ سوسائٹیاں ہیں۔ دل ہیں جتھے ہیں۔ سمیلن ہیں۔ سماجیں ہیں۔ دھرم کی دہائی۔ جاتی کی دہائی۔ دیش۔ جاتی اور دھرم کے لئے

ہا دیش کی دہائی خصوصاً سوراجیہ کی دہائی اور شور سے کان بہرے ہو رہے ہیں۔ جنھوں نے

کچھ بننا ہے۔ جیش جاتی اور دھرم کی انتی اور گراوٹ جن بچوں کے ہاتھ میں ہے ان کی طرف سے سب کی آنکھیں۔ سب کے کان اور سب کے دل ودماغ بند ہو چکے ہیں۔ ان کی شدھ لینے کا خواب میں بھی کسی کو خیال نہیں آتا۔ سب سے بڑا دکھ یہ کہ سرکار کی طرف سے بھی یا تو بال رکھشا کا کوئی قانون نہیں یا اس پر عمل کرانے کے لئے کوئی ڈنڈ نہیں۔

یا تو لوگوں کو اپنے آپ بودھ ہو اور وہ بال رکھشا کی طرف پورا دھیان دیں۔ یا کوئی لالچ ہو۔ کہ جس سے لوگ اس ضروری کرتویہ کے پالن کی طرف جھک جائیں۔ فرانس میں عورتوں نے ناقابل برداشت بوجھ سمجھ کر بھار وہاں سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ایسے سادھن کام میں لانے لگیں۔ کہ جس سے عیاشی میں تو کوئی فرق نہ آئے ہوسکے تو بڑھ جائے لیکن گربھ نہ ٹھہرے۔ ملک کی آبادی پر اس کا برا اثر پڑا۔ پیدائش کی کمی کو دیکھ کر سرکار نے عورتوں کے لئے فی بچہ کافی رقم انعام دیئے جانے کا اعلان کردیا۔ نتیجہ یہ کہ فرانس کی بہت سی عورتیں بوجھ کے آگے جھک گئیں۔ یہ ایک مثال ہے۔ اگر بھارت سرکار بھی تندرست مضبوط اور مرد بچوں کے لئے انعام مقرر کردے۔ تو اس پہلو میں ملک کی حالت سدھرنے کی کوئی امید ہوسکتی ہے۔ باقی رہا دتّہ وہ کسی کا کسی کو نہیں ہے۔ جو جس کے جی میں آئے کرے۔ کوئی کسی کو پوچھتا نہیں۔ گراوٹ کے سادھن انیک اٹھنے کا ایک نہیں۔ یہ بچوں کی حالت ہے۔ بچوں میں اپوتی میتھن وغیرہ بدعادات کیوں پڑیں۔ کیسے پڑیں اور کہاں سے پڑیں۔ اس پر بحث کرنا کچھ لابھ دایک نہیں کسی میں سامرتھ ہو۔ تپ اور بل ہو تو وہ بچوں کو ان کے ساتھ جاتی اور دیش کو اس عالمگیر تباہی سے بچالے۔

جوان اس سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں۔ بچپن کی غلط کاریاں اول تو

جوانی کو پاس نہیں پھٹکنے دیتیں۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی نوجوان اکال میتھن اور
اور ایوتی میتھن وغیرہ کے پھندے سے کسی طرح بچ بھی نکلتا ہے تو سے انی میتھن
کا بھوت چمٹ جاتا ہے جو اس کے انگ انگ سے ویریہ کو چوس کر اسے جلد
بودا ناکارہ اور مردہ بنا دیتا ہے۔

وید اور آیوروید بتلاتا ہے۔ کہ پرش کو رتوگامی ہونا چاہئے۔ یہ سب بھی سرشٹی نیم کے انوکول۔ کتے رتوگامی ہیں۔ بیل رتوگامی۔ بندر رتوگامی ہیں۔ گیدڑ رتوگامی ہیں۔ اور گدھے رتوگامی ہیں لیکن پرش رتوگامی نہیں۔ کیونکہ؟
یہ سب کا سردار ہے۔ اسے سب پر شرف ہے۔

پرش کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی استری گربھ وتی ہے۔ تو اسے میتھن سے پرہیز کرنا چاہئے۔ آیوروید کے کئی ودوان یہ خیال رکھتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال ان کی کتابوں میں کھلے شبدوں میں لکھا ہوا بھی پایا جاتا ہے کہ گربھ وتی استری کے ساتھ خاص مدت تک سنگم کرنے میں ہرج نہیں۔ ان کی کتابوں کو اٹھا کر کنوئیں میں پھینک دینا چاہئے کیونکہ وہ لوگوں کو اپنا چار اور پاپ کی طرف لے جانے والی ہیں گربھ گیان کے بعد بچہ پیدا ہو کر جب تک دودھ پینا نہ چھوڑ دے۔ اور استری میں گربھ دھارن کرنے کی دوبارہ طاقت نہ آجائے تب تک پرش کو اس سے الگ اور برہمچاری رہنا چاہئے۔ گربھادھان سے کچھ عرصہ پہلے استری اور پرش کو لڑکی ہو یا لڑکا اچھی سنتان پیدا کرنے کے لئے آیوروید کی آگیا کے انوکول تیاری کرنی چاہئے۔ گربھ رہنے پر استری کا کرتویہ ہے۔ کہ وہ سنتان کو جیسا بنانا چاہے اسے ویسا ہی آہار بیوہار اور وچار کرنا چاہئے۔

بچہ کی پہلی پاٹ شالہ اچھے برج اور اچھے ویریہ والے ماتا اور پتا ہیں۔ دوسری پاٹ شالہ ماتا کا گربھ ہے۔ اگرچہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ بچہ کا پہلا گورو اسکی ماتا دوسرا

گوزواس کا پتا۔ اور تیسرا گورو اس کا آچاریہ ہے۔ لیکن درست یہ ہے کہ بچہ کے پہلے گورو ایک ہی وقت میں اس کے ماتا اور پتا ہیں جبکہ وہ بچہ کو بنانے کے لئے ملکر کام کرتے ہیں۔ دوسرا گورو بچہ کی ماتا ہے جبکہ وہ بچہ کو گربھ میں تعلیم دیتی ہے۔ اور اسکی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ وہ گربھ کے بچے کو جیسا چاہے بنادے۔ آیورویدک گرنتھ بتلاتے ہیں۔ کہ گربھ وتی ماتا کے کرودھ کرنے سے بچہ کرودھی ڈرنے سے ڈرپوک۔ رونے سے روتی صورت۔ لڑنے سے لڑاکا وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ آج ہم چھوٹے چھوٹے بچوں کو کام چیشٹا میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ آٹھ آٹھ دس دس برس کے بچوں کو آتشک۔ سوزاک۔ جریان احتلام اور نامردی میں پھنسا ہوا دیکھتے ہیں۔ اسکا پردھان کارن ہی یہ ہے کہ پرش اس وقت بھی جبکہ استری گربھ وتی ہو میتھن سے پرہیز نہیں کرتے بے بے چاریوں کو بے بس ہوکر کام دیگ سے پیڑت ہونا پڑتا ہے۔ اور گربھ کے بچے کام سنسکاروں کو گرہن کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد استری قدرتاً کمزور رہوتی ہے۔ اس پر بھی اسے تھنوں میں بچہ کی پرورش کے لئے دودھ بنانا پڑتا ہے۔ غذا تو اسی قدر کھا سکتی ہے۔ کہ جتنی بھوک ہو۔ اور ہضم ہو سکے۔ اسمیں ایک حصہ تو اس کے اپنے جسم کے لئے رہ جاتا ہے۔ کہ جو ناکافی ہوتا ہے۔ اور ایک حصہ سے بچہ کے لئے دودھ بن جاتا ہے۔ اگر بچہ کے دودھ چھوڑنے سے پہلے گربھا دہان کیا جائے۔ تو وہی خوراک تین حصوں پر تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک حصہ ماتا کے اپنے جسم کے لئے دوسرا حصہ دودھ پینے بچے کے لئے دودھ بنانے کے لئے اور تیسرا حصہ گربھ کے بچے کی پرورش کے لئے اس سے نہ تو ماتا کا جسم ہی پشٹ ہوتا ہے۔ نہ دودھ پینے والے بچے کا اور نہ گربھ کے بچہ کا۔ اس چکر میں پھنس کر اکثر دودھ پیتے بچے سوکھ کر مر جاتے ہیں۔ اکثر

گر بہ گر جاتے یا نہایت کمزور اور جلد مر جانے والے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اکثر مائیں تپ دق وغیرہ انیک روگوں میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔

دیش کی مندا وستھا ہے۔ کہ دودھ اور گھی وغیرہ مقوی چیزوں کی کمی اور مفلسی کے کارن لوگ عام طور پر ان چیزوں کو استعمال نہیں کر سکتے جہاں کل تک پانی مانگنے پر دودھ کے کٹورے آگے کر دیئے جاتے تھے۔ وہاں آج چھاچھ کی بوند تک نہیں ملتی۔ دودھ اور گھی کی تو بات ہی کیا ہے۔ یہاں کے کروڑوں باشندوں کو بھر پیٹ روٹی تک نصیب نہیں ہوتی۔ یورپ کے جا بھارت میں جس کا آرمبھ ۱۹۱۸ء میں ہوا تھا۔ یورپ کے جرمنی وغیرہ دیشوں کی یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ وہاں مرغی کا ایک ایک انڈا پندرہ پندرہ روپیہ پر ملتا تھا۔ باوجود اس قدر قحط کے دنیا نے دیکھا۔ کہ کرم شیل دیشوں نے خوشی خوشی تین چار برس گذار دیئے۔ اور بھوک کے ہاتھوں کوئی جان ضائع نہیں ہونے دی۔ ادھر بھارت ہے کہ روپیہ کا چھ سیر اناج ہوتے ہوئے بھی لاکھوں آدمی مارے بھوک کے چل بستے ہیں۔ مقوی خوراک نہ ملنے اور بھوکے رہنے کی بدولت بھارت کے منشیہ اسقدر کمزور ہو گئے ہیں۔ کہ بیماریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انگریزی بھارت میں جسکی آبادی بھارت کی آبادی کی تین چوتھائی ہے ۱۹۱۰ء-۱۹۰۹ء میں مختلف امراض سے ۵۰۴۵۹۲۶، ۱۹۱۷-۱۸ء میں ۳۲۸۳۰۰۶۱۔ اور ۱۹۱۸-۱۹ء میں ۴۲۰۹۵۰۰۱ استری پرش اور بچے مرے تھے۔ اموات کی تعداد ہر سال کم و بیش اسقدر ہے۔ چار سالہ جنگ یورپ میں بھی جبکہ قتل انسانی کیلئے سائنس نے بھی پرچنڈ روپ دھارن کیا ہوا تھا۔ زہریلی گیسیں چھوڑی جاتیں۔ اور تیس تیس چالیس چالیس من کے گولے توپوں کے ذریعہ پچھتر پچھتر میل کی دوری سے پھینکے جاتے اور زمین آسمان اور سمندر میں تینوں جگہ یدھ کا اگنی کنڈ تھا۔ تیس چالیس لاکھ سے زیادہ جانیں ضائع

[illegible]

زندہ انسان رہتے [illegible] میں کسی معنی یا علاقہ [illegible]

لیے ہمارے انسان [illegible] کی طرح جھڑ جاتے ہیں کیونکہ [illegible]

مر جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ایل آر ڈی کے بلین نے حال ہی میں جو اعداد فراہم کئے ہیں ان سے

پتا چلتا ہے کہ امریکہ کی اوسط عمر ۴۶ سال۔ انگلینڈ کی اوسط عمر [illegible] سال اور

بھارت ورش کی اوسط عمر ۲۲ سال ہے۔ تین چار برس پہلے بھارت ورش کی

اوسط عمر کا اندازہ ۲۳ سال تھا۔ آج اس میں بھی ایک سال کی کمی ہو گئی [illegible]

ہے۔ اور ہم ویدک آگیا کو دونوں وقت سندھیا کرتے ہوئے جپتے ہیں۔ کہ ہم

کو سو سال ہی نہیں سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک دیکھتے ہوئے سنتے ہوئے

بولتے ہوئے اور سوتنتر رہتے ہوئے زندہ رہنا چاہیے۔ حالانکہ ہمیں دونوں وقت

سندھیا کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ہم نے کبھی وچار نہیں کیا۔ کہ ایسے جینے کا دعویٰ

کرنے سے۔ اور ایسے کونسے کام ہیں۔ جن کے چھوڑنے سے ہم سو سال سے

زیادہ دیر تک زندہ کئی سو برسوں کی ہو سکتی ہے۔ بھارت ورش تندرستی

اور لمبی زندگی کی طرف سے اسقدر بے پرواہ ہو گیا ہے۔ کہ دیکھنے میں اس

کے لئے کوئی حرکت نظر نہیں آتی اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ایک اور

طرح بھی دیکھتے ہیں تو پتہ لگتا کہ بھارت میں دوسرے ملکوں کی نسبت کہیں

زیادہ موت کا بازار گرم ہے۔ انگلینڈ میں آبادی کے لحاظ سے جہاں ۱۴ فی ہزار

اموات ہوتی ہیں۔ وہاں بھارت میں ۳۲ فی ہزار اور بعض صوبوں کی حالت تو بہت

[illegible] ہے مثلاً پنجاب میں ۱۰ ممالک متحدہ میں ۴۲ صوبہ بمبئی میں ۴۸ اور

سنٹرل انڈیا میں ۱۰۳ فی ہزار اموات کا اندازہ ہے۔

مصرفی

[illegible] سکے ہیں [illegible] شوکت [illegible] سے پتہ لگتا ہے کہ عمر انسانی سیکڑوں برس [illegible]

مرآۃ الغیب

یعنی

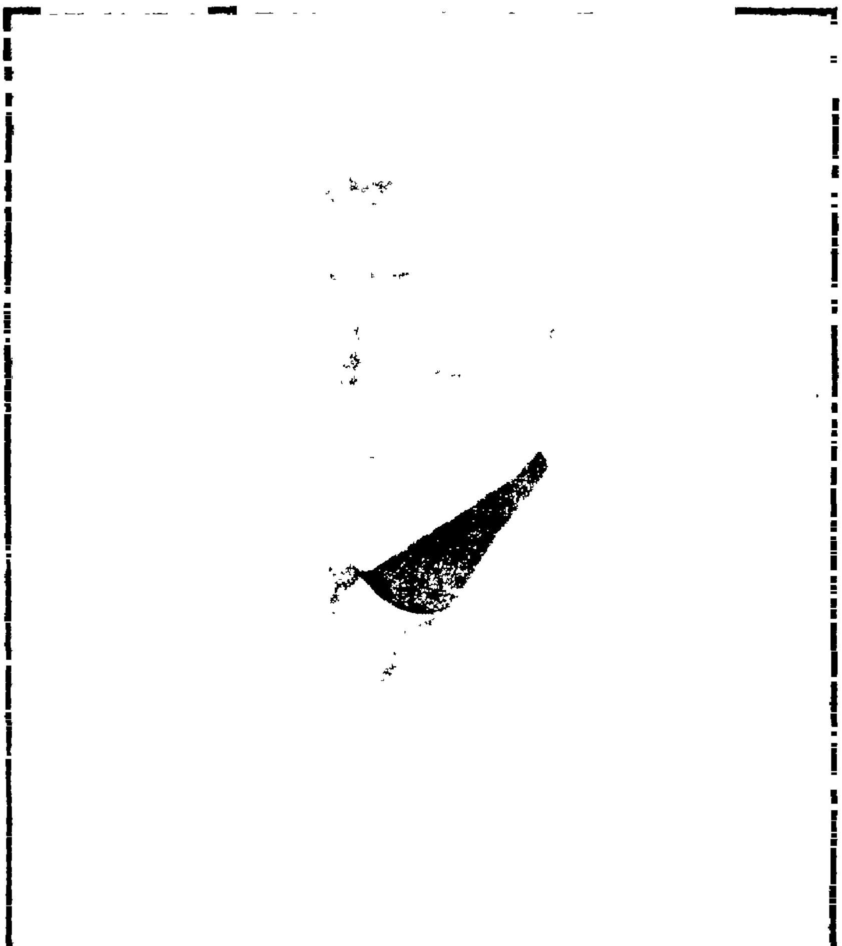
بھرگوسنگتا کا اردو ترجمہ

یہ سنسکرت کی علم جوتش کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے جس
میں مالداری و مفلسی، عزت و دولت عمر بھر کے رنج و راحت
تجارت کا فائدہ و نقصان، اولاد یاوری [illegible]
متوسلین دوستوں اور دشمنوں کا حسن و قبح
آسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ آئینہ سکندری یا جام جم ہے
سنسکرت کی پراچین کتابوں کا خلاصہ دیکھ کر [illegible]
جوتش کا پایہ بڑھا ہے۔ فوراً لمحہ سے گھنٹے بنا کر روز سے
رات اور رات سے دن کر کے آنکھوں سے قسمت کا [illegible]
چمکا کر دکھلاتی ہے۔ بے تعداد نقشے انتہا سے گمان و فہم
کمال محنت سے فراہم کیے گئے ہیں اعلیٰ کاغذ پر خوشخط
چھاپی گئی ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

بھگوت پرکاش پریس میں پنڈت بہاری لال شرما پرنٹر [illegible]

دہلی



Latest portrait of Mr. Man Mohan M. A., I. E. S., Principal Khālsa College, Amritsar (Punjab.)

(The block of the picture is specially made for the Proprietor "Rais-i-Hind" Delhi, who has special arrangements for making all kinds of blocks.)

دسترخوانِ رئیس

دورِ جدید آراستہ دہلی ماہ مئی ۱۹۲۵ء جلوس پنجم دربار پنجم

تصویر بلاک: مسٹر من موہن صاحب بہادر ایم اے، ڈی، ای، آئی، ای ایس پرنسپل خالصہ کالج امرتسر، آدیٹر پیارے لال بقا

رئیسِ ہند

جلوس سن پنجم — دہلی مئی سنہ ۱۹۲۵ء — دربار پنجم

رئیس الکلام

سوال وجواب شاہ وگدا

(از ملک جواہر سلک جوّاد الدولہ لالہ کرتارام صاحب ملک)

تو شہنشاہ، میں در کا گدا۔ — جزروح ایک، تقدیریں دو
تو تخت نشین، میں خاک نشین — ہے وطن ایک، جاگیریں دو
تو گلِ چمن، میں خارِ دشت — ہے نقاش ایک، تصویریں دو
تو گھر میں، میں جنگل میں۔ — ہے ملک ایک، جاگیریں دو
تو قلمبند، میں زبان بند — ہے بندش ایک، زنجیریں دو
تو مال مست، میں حال مست — ہے مرض ایک، تدبیریں دو
تو زر نشین۔ میں زیر خاک — ہے اثر ایک، اکسیریں دو
تو ظاہر میں، میں باطن میں — ہے مضمون ایک تفسیریں دو
تو مے میں چور، میں خود میں چور — ہے خواب ایک، تعبیریں دو
تو جہانگیر، میں جہاندیدہ — ہے ملک ایک، جاگیریں دو
تجھے حسن دیا، مجھے شیدا کیا — ہے محشر ایک، تحریریں دو

حکایت افیونی

(از رشحات قلم فاضل اجل خان بہادر مولنا مولوی فضل حسین صاحب خیرآبادی)

این کلامِ نغز باید کرد گوش — بود افیونی بدکان حقہ نوش
زہرِ افیوں کرد او را نیم جان — گر نمردہ بود زندہ ہم مدان
او نہ خفتہ بود و نے بیدار بود — جسم را پیچیدہ مثلِ مار بود
یک سگ آمد بر درِ دکانِ او — شاشہ را پاشید بر قلیانِ او
بچگانِ شوق غوغا ساختند — مرد را از خوابِ خوش برداشتند
(بازار)
کلب (سگ) شاشہ کرد بر قلیان تو — بلکہ بر ریش و لب و دندان تو
مرد افیونی چوں ایں غوغا شنید — نزدِ مفتی بہرِ فتوے در دوید
گفت مفتی نیست باکے نے ضرر
یک سگ از شاشید بر روئے دگر

جنگی شمار و اعداد

ہلکر کی جنگی خدمات مدبرین دہر کی نظروں میں

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشان حالی و درماندگی۔

دراصل دورِ جدید کی بیجا آزادی نے ملک کی بربادی کے سامان پیدا کر دیئے، تعلیم ناقص اِس تباہی کا باعث ہے، آریہ ورت کی طبائع ایسی تعلیم و تربیت کی خوگر نہ تھیں۔ جنہوں نے ادب و تعظیم جنم گھٹی میں پلائی تھی، اور یہ خوراک اِس غذائے تعلیم میں حکم عنقا رکھتی ہے!

شروع شروع میں جب دورِ انگلشیہ کا آغاز ہوا، حاکم و محکوم کے تعلقات محبت و آداب سے شروع ہو کر قدردانی اور شکریہ میں ختم ہو جاتے تھے، یہی سلطنتِ انگلشیہ کی مرفہ الحالی کا راز تھا، اب نہ وہ حاکم رہے نہ محکوم،

تعلقات رفاقت روسائے ملک، ملک رانوں سے وابستہ ہو گئے، ایک نے دوسرے کو گلے لگایا اور جو چاہتا تھا پایا، وہ رشتے عہد ناموں سے مضبوط کئے، شروع شروع میں یہ عہد نامے بڑے سہل معلوم ہوئے، ضرورتیں پڑنے پر جان لیوا ثابت ہوئے، مگر ہزار آفرین ہے اُن روسائے ملک اور اُن مدبر وزراء پر کہ جنہوں نے ایسے ناقابلِ عمل معاہدات کی بخوشی خاطر تعظیم کی،

گورنمنٹ عالیہ کے لئے جنگِ عظیم کے مشکلات غدر ۵۷ء سے کم خطرناک نہ تھیں، اِس سخت آزمائش کے موقعہ پر روسائے ہند بالعموم تختِ انگلشیہ سے وفادار ثابت ہوئے، انہوں نے روپیہ لٹا دیا، حیوان کھو دیئے، قیمتی جانیں قربان کر دیں، اور خود بھی شہید ہونے کے لئے میدان کارزار میں جا کودے، لیکن مجھے ہی نہیں بلکہ مدبرانِ دوران کو گورنمنٹ ہند اور انگلستان کے تدبر اور ناعاقبت اندیشی پر افسوس ہے کہ انہوں نے روسائے ہند سے سب کچھ لیا، مگر کچھ نہ دیا

حالانکہ ۱۸۵۷ء میں کچھ لیا تھا، اور بہت کچھ دیا تھا، اور تو اور ان مہتران سے اتنا بھی نہیں ہو سکا نہیں ملک کے کمینہ خود غرض حملہ آوروں سے محفوظ رکھتی،

ملک بھر میں وہ کونسا تاجدار ہے، جس کا اخباری شُہدوں نے اپنی پاجیانہ قلم سے دل داغدار نہیں کیا، اِس میں کوئی شبہ نہیں، کہ گورنمنٹ کی خود غرضی کی پالیسی نے ہندوستان کا یہ قدیم سوراج تباہ و برباد کر دیا، کہ جو کسی معمولی پولٹیکل بیداری کے لئے تو تاجدار کا تاج دم بھر میں اُتار پھینکتی ہے، مگر ان کے چال چلن، محاصل و مخارج، انتظامات و اصطلاحات رعایا و حکام سے کوئی سروکار نہیں رکھتی، خواہ کوئی تاجدار دار الخلافہ انگلستان میں کسی میم کے ذریعہ سے لوٹا جائے، خواہ دار السلطنت ہند میں چاوڑی بازار کی طوائف کے چوبارے میں مدہوش ہو،

تاجدار کی ملکہ پولٹیکل بیداری کے لئے قابل مبارکباد ہے، اور اُس کا ذاتی چال چلن اور دیگر ہر طرح کی نکتہ چینی سے پاک ہے، مگر لوگ قتل باؤلہ کے سلسلہ میں یہ بھی چہ میگوئیاں کرتے ہیں، کہ گورنمنٹ دست بردار راجہ نابھہ کی طرح اُس سے ناراض ہے، جس سے ہمیں انکار ہے، وہ مہاراجہ نابھہ کی طرح ایسا نادان نہیں، کہ گورنمنٹ کے مصیبت کے وقت معاہدات کا بہانہ کر کے حق رفاقت سے انکار کرتا، اور اپنے ذاتی عیش و عشرت کے لئے معاہدات اپنے پاؤں کے تلے روندتا، اسوقت ہمارے روبرو ارل اف کارنوال فیلڈ مارشل الل ارل ہینگ کی مرتبہ کتاب

Loyal Ruler and Leaders of the East

(لائل رولر اینڈ لیڈرز آف۔ دی ایسٹ) پڑی ہے، اُس کے صفحہ ۱۲۹ پر تاجدار اندور کی جنگی خدمات کا ایک جامع تذکرہ ہے،

اول اعداد ملاحظ فرمایئے،

نمبر شمار	تفصیل اخراجات	رقومات روپیہ	آنہ	پائی	میزان روپیہ	آنہ	پائی	کیفیت
۱	اخراجات معمولی و غیر معمولی متعلق روانگی افواج ہلکر	۱۲۱۴۴۱۷	۴	۱۰				
۲	اخراجات اتفاقیہ متعلق مداول	۲۵۰۳۶۶	۸	۱۱	۴۶۴۷۸۳	۱۳	۹	
۳	پرنسس آف ویلز فنڈ	۷۵۰۰۰	۰	۰				
۴	امپیریل ریلیف فنڈ	۲۰۰۰۰۰	۰	۰				
۵	ریڈ کراس فنڈ	۱۲۰۰۰۰	۰	۰				
۶	اخراجات شفاخانہ بحری	۸۳۲۵۰۰	۰	۰	۹۵۲۵۰۰	۰	۰	
۷	تحفہ جات برائے جوانان میدان کارزار	۲۰۰۰۰۰	۰	۰				
۸	مالی امداد زر نقد	۵۰۰۰۰۰	۰	۰				
		۵۰۰۰۰۰	۰	۰				
		۵۰۰۰۰	۰	۰	۱۰۵۰۰۰۰	۰	۰	
۹	سوسائیٹی ملاحان انگلشیہ و دول غیر	انگلزہ پونڈ			۱۴۰۹۱	۱۱	۱۰	
۱۰	اَور ڈے فنڈ	۵۰۰۰۰	۰	۰	۵۰۰۰۰	۰	۰	
۱۱	کوین میری ٹیکنیکل سکول برائے ناکارہ سپاہیان ہندوستانی				۱۰۰۰	۰	۰	
۱۲	متفرقات							
۱۳	الف۔ موٹر کاریں اور موٹر کشتیاں	۵۰۰۰۰	۰	۰				
۱۴	ب۔ گھاس کے بنڈل ۲ ملین پونڈ	۱۲۰۰۰	۰	۰				
۱۵	ج۔ وارڈ کمفرٹ کمیٹی	۵۰۰۰	۰	۰				
۱۶	فنڈ میموریل ہندوستانی سپاہی	۴۴۵۶	۰	۰				
۱۷	ہ۔ فورتھ فیلڈ ایمبولینس کنوسے کمیٹی	۳۶۰۷	۰	۰				
۱۸	و۔ لگی بیگ کمیٹی	۵۰۰	۰	۰				
۱۹	ز۔ آور ڈے میلہ	۱۰۰۰	۰	۰				
۲۰	ح ریڈ کراس میلہ	۱۰۰۰	۰	۰				
۲۱	ط۔ دیگر متفرقات اخراجات	۳۱۷۸۵	۱	۲	۱۲۹۳۴۸	۱	۲	
۲۲	الف۔ چندہ از جانب عفت مآب ہر ہائینس مہارانی صاحبہ ہلکر	۳۵۰۰	۰	۰				
۲۳	ب۔ چندہ از جانب عفت مآب ہر ہائینس مہارانی اندرابائی صاحبہ ہلکر	۱۵۰۰	۰	۰	۵۰۰۰	۰	۰	
۲۴	میزان الکل				۴۱۴۱۷۲۳	۱۰	۹	

باقی دارد۔ مبصّرفن

تاج المضامین

یعنی تذکرہ روسائے ہند نمبر ۲

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کیلئے

تعارف مسٹر من موہن صاحب بہادر ایم۔ اے۔ پرنسپل خالصہ کالج امرتسر پنجاب

علم کی فضیلت "کیا کوئی شے دنیا میں مستحسن ہے؟ اگر کوئی اچھی چیز ہے، اور انسان اُسے حاصل کرسکتا ہے تو وہ علم ہے، اگر تو علم کے مندر کے سامنے جانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے حقیقی علم حاصل کر، اس کی قدر و قیمت موتیوں سے زیادہ ہے، زمرد، یاقوت اور جواہرات اُس کے پاؤں کی خاک ہیں، تو سچائی پر قائم رہ کیونکہ جب تو اُس کے مسکن کے پاس پہنچیگا تو کلفت راحت میں اور صعوبت شادمانی میں تبدیل ہوجائیگی"

(رشی دھن بنی فاتح قلب سکندر اعظم)

بادشاہوں کا بادشاہ بہرتری ہری فرماتا ہے۔

جسے چور نہیں چرا سکتا، جو ہر وقت راحت بڑھاتا اور حاجتمندوں کو دینے سے ترقی پکڑتا اور ہزارہا سال میں بھی نابود نہیں ہوسکتا، ایسا پوشیدہ خزانہ یعنی علم جس کے قبضے میں ہے اے شہنشاہ تو اُس کے ساتھ جہالت کا برتاؤ مت کر، کیونکہ اُس کے برابر جہاں میں کوئی دوسرا نہیں، بہرتری ہری، شلوک ۱۶

علم کی فضیلت کی یہ تشریح آریہ ورت کی اُن قدیم پستکوں میں لکھی ہے، کہ جنہیں ہزارہا برس سے کوئی پڑھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا، اور قابلیت کیسے رکھے جبکہ قابل ہی زمانہ کی سرد مہری سے عنقا ہوگئے،

مگر اس پر بھی ہند کے علم و عمل کے گہوارہ میں سینکڑوں صاحبان علم و فضل پیدا ہوکر

شہرت کے آسمان پر سورج بن کر چمکے، اور اسی طرح چمکتے رہا کرینگے،

آج ہم ہند کے محکمۂ علم کے جن جواہر بے بہا کی نسبت یہ سطور لکھنے بیٹھے ہیں وہ آریہ ورت کے قدیم اخلاق کا نمونہ ہے، اسی وجہ سے ہمارا قلم معجز رقم اپنے فخر جائز پر اتنا اترا رہا ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا، اور کسی بڑی سے بڑی ناقدر دان ہستی سے بھی مرعوب نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انہی خیالی و وہمی نامراد دنیوی نقصانات میں ہم برباد ہو چکے ہیں اُن دعوں کو برباد کر دیا اور اصل ملک کی فلاح کا خیال مقدم تر ہے، خواہ کوئی نادان برا ہی منائے ہم اظہار صداقت سے نہ باز رہے ہیں نہ باز رہینگے، ؎

پھرتا ہے سیل حوادث سے کہیں مردوں کا دل   شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

اگر گورنمنٹ انگلشیہ نے ہندوستان سے فائدہ اٹھایا ہے، تو ہمیں یہ صداقت قبول کرنے میں بھی انکار نہ کرنا چاہیئے، کہ اُس نے اِس آریہ ورت میں دریائے گنگ وجمن کی طرح اپنے فیض بے پایاں سے علم وفضل کے دریا بہا کر برباد و ویران کشت ہائے دل مرغزار بنا دیئے

پیدائش سراسر زیبائش

ہندوستان کے اُن سپوت بزرگوں میں سے اِس مایہ ناز ہستی نے بمقام گورداسپور پنجاب (۲۹ جولائی ۱۸۶۶ء) جناب ڈاکٹر کالو رام صاحب کے کلبۂ احزان کو گلشن بے خزان بنایا، ہند میں جب تک علم وفضل کے دیوتا کی پرستش کیجائیگی اِس نو آبادہ گلشن علم و عمل کے پھول اُس پر چڑھائے جائینگے،

تعلیم

آپنے متفرق سکولوں، کالجوں میں تعلیم پاکر انڈیا کی آخری علمی ڈگری اِس شان و اعزاز سے حاصل کی، کہ جیسے عالم برتر سب کو نصیب کرائے، گو آپ ایم۔ اے ہیں، مگر سینکڑوں کو ایم۔ اے بنا چکے ہیں، اور سچ تو یہ ہے، کہ آپ کو زبان انگریزی وغیرہ میں وہ علمی تبحر حاصل ہے کہ جس کا دعویٰ ایک یورپین نژاد بھی نہیں کر سکتا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عالم کی علمی معروفیتیں

بدقسمت ملکی معروفیتیں بیرسٹری، وکالت، ڈاکٹری، اور انجنیری پر ختم ہوگئیں،

کر آجکل یہاں فرائع سے بڑھکر حصول زر کا اور کوئی ذریعہ نہیں، مگر اِس تحقیقی عالم نے اپنی مصروفیتیں تعلیم و تعلم پر قربان کر دینا اپنا شعار سمجھا اور پنجاب یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج لاہور، مہندر کالج اور خالصہ کالج آپکے علمی احسانات سے صدیوں تک سبکدوش نہیں ہو سکتے، نا واقف تعلم نادان تعلم یہ علمی معلومات بہم پہنچانے سے قاصر رہتے،

ریاستی یونیورسٹیوں سے استفادہ

دورانِ طغیانی پٹیالہ اولاً آپنے مہندر کالج جو دراصل عملی طور پر مر چکا تھا حقیقۃً مہندر کالج بنایا، خسرو علم دوستؔ نے اُن کی طرف اپنی محبت کا ہاتھ بڑھایا اور ہوم سکرٹری بنایا، جب آزمایا، پرائیویٹ سکرٹری مقرر فرمایا، سفرِ ولایت در پیش تھا، آپکو ہمرکابی کا فخر حاصل ہوا، ولایت کی علمی مصروفیتوں کا انہماک اِس درجہ بڑھا، کہ کچھ سے کچھ ہو گئے

ع ایک تو کندن اور اُس کندن پہ اِک تازہ جِلا

پٹیالہ سے روانگی اور لدھیانہ کالج کا چارج

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

آپکی خدمات کا زمانہ ریاست میں چشم زدن میں ختم ہو گیا، آپ پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں نظر آئے اور ایسے کہ اگلی صبح لاہور کی قابل سوسائٹی مبارکباد کے ساتھ خدا حافظ کہتی نظر آئی، معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کالج لدھیانہ کے پرنسپل اِس لئے بنائے گئے کہ اِس جدید دار العلوم کی نگہبانی امانت کا انسداد فرما کر اُس کی داغ بیل ڈالیں، اور نوجوان بچوں کی علمی و ادبی قالب میں ڈھالیں

خالصہ مدرسۃ العلوم کا جہاز اور پولیٹیکل طوفان بے تمیزی کی بھنور

مہاتما گاندھی جی نے ترکِ موالات تعلیم بھی روا رکھا تھا، اِس عدم تعاون کی نذر سکھان عالیشان کا شاہی مدرسۃ العلوم امرتسر بھی ہوا، خالصہ پنتھ اپنے عزم میں جس قدر استقلال رکھتا ہے وہ احمد شاہ ابدالی کی خونخوار افواج سے پوچھنا چاہیئے، کہ ہندوستان کو پلاؤ سمجھ کر سکھوں کے عروج میں ہندوستان پر حملہ کیا، مگر اِس پلاؤ کے چاول ایسے فولادی چاول نکلے کہ جسنے احمد شاہ کے دندان آز کے دانت توڑ دیئے اور انجام کار سلطنت مغلیہ کا تخت لاٹھیوں سے ریزہ ریزہ کر ڈالا، یہ طاقت جب

اِس تحریک کے زیر اثر ہوئی کالج کا نظام بگڑا اور ایسا بگڑا کہ یورپین پرنسپل اور ہندوستانی پروفیسر ہونگ لگنے لگے،

قریب تھا کہ یہ شاہی بیت العلوم جو سکھ تاجداران اُ روسا و عوام نے پنتھ کی بہتری کے لئے عظیم اور پُرشان ارادوں کے ساتھ کھولا تھا، دریائے بے تمیزی کے بھنور میں پھنس کر تباہ ہو جاتا، مگر ملک کی خوش قسمتی سے اِس سخت الجھن میں عین موقعہ پر جناب مسٹر منموہن صاحب بہادر ایم۔ اے پرنسپل کو پھنسایا گیا، اِس انتظام سے دو ہی نتیجے پیدا ہو سکتے تھے، کہ کیا تو کالج دراصل کالج ہی بن جاسے یا دوسری شکل اختیار کرے، مگر جو مسٹر پرنسپل صاحب کے تدبر و استقلال حسنِ سلوک اخلاق، مروت، حقیقی اُنس اور جذبۂ قربانی سے واقف تھے، اُنہوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اِس حکمت سے پنتھ کا جہازِ تعلیم بھنور سے نکال لیجائیگا، کہ جیسے کسی مردِ کامل سے امید ہو سکتی ہے، آپ کا چارج جون ۱۹۳۲ء سے شروع ہوا، دنوں ہی کے اندر کالج نے اپنی جُون بدلی، شیر دلوں کے شیر خوار بچے جو پہلے پھاڑ کھانے کو دوڑتے تھے محبت سے آگے بڑھے، اور شرم سے آنکھیں نیچی کر کے علم کی دیوی کے قدموں میں جھک گئے،

اراکینِ خاندان آپ کی شادی پنجاب کے مشہور رائے بہادر لالہ بشنداس صاحب کی اُس دخترِ نیک اختر سے ہوئی کہ جو خود عالم ہے، اور تدبر و دانشمندی میں اپنے قابل خاوند کا دست و بازو ہے، دورانِ قیام پٹیالہ چار صاحبزادیوں کے بعد نور البصر نظر آیا، مدنموہن نام پایا، عادلِ حقیقی کی بارگاہ سے دوسرا فرزند بھی عطا فرمایا گیا، اِس میں اشارہ تھا کہ اگر دنیا میں تیری قدر نہیں ہوئی مگر ہم تو غافل نہیں، خدمت کرتا چلا جا اور رحمت کی امید رکھ صلہ دینا ہمارے ہاتھ میں ہے، سچ ہے ؎

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار   نہ مایوس ہو اُس سے امیدوار

آپ کے قابلِ فخر لائقِ تعظیم والد بزرگوار جناب ڈاکٹر کانو رام صاحب جو اب گورنمنٹ کے پنشنر ہیں، آپ کے سر پر اپنا سایہ بزرگی ڈالے ہوئے ہیں، اور اپنی ایمانداری نیک چلنی کا ثمرہ اولاد

؎ ایجنٹ نورتھ ویسٹرن ریلوے

صالح کی شکل میں پا رہے ہیں، وہ والدہ کہ جس کی گود میں مسٹر من موہن صاحب پرورش پا رہے ہیں ملک کی دیوی کہلانے کی مستحق ہے، مگر افسوس ہے کہ ہم عفت مآب نے اپنے لخت جگر کا یہ عروج نہ دیکھا، دعا ہے کہ یہ علم و فضل کا [illegible] شجر گلشن ہند میں پھلتا پھولتا نظر آئے بچے اس سے نہ فقط علم پڑھیں بلکہ اس کے اخلاق کو آداب سے بہرہ اندوز ہو کر ملک کی خدمت بجا لائیں۔

مبصر فن

عرض حال

(۱) اکثر اصحاب کا سال سرپرستی رئیس ہند یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے اس لئے اُن کی خدمت میں یہ عرض ہے، کہ وہ صاحب آخر جولائی سنہ حال تک اپنا حساب صاف فرما کر معاونت فرمائیں، رئیس ہند جو مئی سنہ ۱۹۲۳ء سے نومبر سنہ ۱۹۲۳ء تک مشکلات گوناگوں، اور مصائب ناہموں کے طوفان بے تمیزی کی وجہ سے اپنے ۱۹ دربار منعقد نہیں کر سکا، یہ مدت عدم حاضری، ایام خریداری میں سے منہا کر دی گئی ہے، دور جدید کے جدید اخراجات عرض رساں ہیں، کہ جلد توجہ فرمائی جائے،

(۲) بعض صاحبان والا قدر نے سنہ ۱۹۲۱ء سے تاحال رسالہ کی شعاعت بند نہیں فرمائی، اُن سے بصد ادب التجا ہے کہ جلد امداد فرمائیں، ہم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں، کہ اُن کی حمیت و غیرت اور شرافت و ایمانداری قدیم سے اپیل کریں، ہمیں یقین واثق ہے، کہ ہماری یہ عرضداشت قبول و منظور ہوگی ؎

دل بیمار کا سنبھلنا کیا۔
دیکھ لو پیار کی نگاہوں سے

نیاز مند چیف منیجر

لطائفِ شاہی

علمی حاضر جوابی کی فی البدیع شاعری

بادشاہ

لڑکا

بادشاہ (مکتب میں) صاحبزادے! پڑھتے ہوئے ہلتے کیوں ہو؟

لڑکا:- حضور! جسم کے گھوڑے کو ہلا ہلا کر علم سے بھر رہا ہوں،

ایک کوئی (شاعر) موقعہ پر موجود تھا، اس سوال و جواب کو آپ نے ذرے سے لکھنے والے الفاظ میں فوراً

بندش کر دیا،

عبدل دِدّیا پڑھن میں تن جھولا کیوں کھائے

تن گھوڑا گھٹ دِدّیا رتن ہے ہلت ہلت بھر جائے

استاد تلونڈوی

خوب شد

کسی فقیر یا بادشاہ کے حضور خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں، اس مسئلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے چند دہقان جو بادشاہ کے حضور میں طلب فرمائے گئے تھے، آپس میں کہنے لگے کہ بھائی کچھ نذر لیچلیں، اُن کے کھیت میں ایک بِل کا درخت تھا، گھر کی مرغی دال برابر سمجھ کر کہنے لگے کہ بِل لیچلیں، ایک نے کہا بھلا بادشاہ کو بِلوں کی کیا کمی ہے، اور یہ ایسی لذیذ اور سہولیت سے کھانے کے قابل چیز بھی نہیں ہے، اُس نے پیاز لیچلنے کی رائے دی، چنانچہ پیاز جب پیش کئے گئے بادشاہ نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ یہی پیاز اِن کے سروں پر مارو جب تازہ منڈے ہوئے سروں کو ننگا کر کے پیاز زنی کی نوبت آئی تو وہی صاحب کمال جنکی رائے سے نذر پیاز تجویز ہوئی تھی، بولے خوب شد کہ پیاز شد اگر بِل شدے سر نہ بچے،

استاد تلونڈوی

تاریخی مسند نشینی

سردار ہیرا سنگھ بسویدار بڈرکھان اور اُس کی تخت نشینی کا نابھہ میں دربار

راجہ بھگوان سنگھ تاجدار نابھہ نے لاولدی میں انتقال فرمایا، حسب معاہدہ خاندان پھول سے انتخاب تاجدار کا موقعہ آیا، اِس معاہدہ کی رو سے خاندان پھول کا ہر ایک ممبر تاجدار متوفی کی جانشینی یا ریاست نابھہ کی حکمرانی کے لئے منتخب کیا جاسکتا تھا اُس وقت خاندان پھول کی تین شاخیں حق انتخاب کی امیدوار تھیں، راجہ رگھبیر سنگھ چاہتے تھے کہ سردار بھگوان سنگھ کا نابالغ لڑکا جانشین کیا جائے، امیدواران میں سر سردار عطر سنگھ بھدوڑ، سردار صاحب بلودا دیال پور، و جیند وغیرہ کوشاں تھے، لیکن محمد حسن[1] کی وزارت نے راجہ رگھبیر سنگھ بہادر والی جیند کو نیچا دکھانا تھا، دوسرے بمقابلہ امیدواران دیگر سردار ہیرا سنگھ بڑائی ٹائپ کے کھانے کھلانے والے رئیس تھے، وہ جانتے تھے کہ ایسے تردد اور حصولِ مقصد میں اگر تین۔ چار لاکھ روپیہ خرچ ہوجائے کچھ بڑی بات نہیں، تیسرے اُن کا کاردار (سردار) سیوا سنگھ عام لیاقت و خدمت میں وزرائے قدیم سے کم نہ تھا، دونوں نے ملکر خاندان پھول کے سینکڑوں مستحقوں کو سنہری اور روپیلی جوتے کی گولیوں سے چت رکھا، لالہ گجرمل ایک ساہوکار پٹیالہ میں ایسے سودے کے لئے دُکان تک لگا دینے والے تھے، چونکہ وہ سردار سیوا سنگھ کا یار غار تھا، اِس لئے اِس نے سلطنت کے لئے زندگی کا بھروسہ دلایا، ۳ لاکھ کا وعدہ ہو کر ۵۷ ہزار روپیہ سے کام چلا یا، اور یہ رقم پٹیالہ میں اُن خاندانوں کو تقسیم کیگئی، کہ جن کا آج نام و نشان نہیں، اور یہ دولتِ حرام بربادی

[1] تاریخ پٹیالہ محمد حسن صفحہ ۶۳۰

خاندان کے بدباعث فساد ہوکر عزت و آبرو پر بھی ہاتھ صاف کر گئی،

اُدہر سردار ہیرا سنگھ، راجہ ہیرا سنگھ بن کر تخت نابھہ پر جلوس فرما ہوئے، سیوا سنگھ سردار سیوا سنگھ وزیراعظم کہلائے، گجراملّ کو زر و زیور سے مالا مال کیا گیا، پھر اُس کا بیٹا لالہ بھی چند پٹیالہ سے بلایا جاکر ریاست نابھہ کا اہلکار بنایا گیا، اور حق تو یہ ہے کہ ہیرا سنگھ نے راجہ بنکر محسنوں کے احسان کا کافی بدلہ دیا، اُس کے رہتے ہی سردار سیوا سنگھ سے جان نثار، وفادار یار غمگسار کے بے گناہ پوتے کو ناقابل بیان خواہشات کی بنا پر عمر بھر کے لئے جیل میں ڈالدیا گیا، گجراملّ جی کا بھی رشتہ اتحاد ٹوٹ گیا، خاندان شاہی پٹیالہ کو جو بدلہ دیا وہ ظاہر ہے، غرضیکہ جنہوں نے ریاست دلائی تھی، اب اُنہیں آنکھیں دکھانی شروع کیں،

اگر مہاراجہ مہندر بہادر والی پٹیالہ رضامند نہوتا، تو سردار ہیرا سنگھ ہرگز راجہ ہیرا سنگھ نہ کہلاتا، اُس کے سعادتمند فرزند نے اپنے محسن کے نبیرہ سے جو سلوک روا رکھا تھا اُس کا فیصلہ مسٹر اسٹوارٹ کے فیصلہ کے ساتھ ہوا، ذرا اُس مسند نشینی کی طرف دھیان جائیے کہ جس میں سردار ہیرا سنگھ راجہ بنائے جاتے ہیں، دیوانخانہ میں دربار لگا ہوا ہے مہاراجہ مہندر سنگھ معہ اپنے کامیاب وزرا بطور ولی سرپرست اپنی کامیابی پہ اترا رہے ہے، راجہ صاحب جیند و حکام یورپین موجود ہیں، جب رسومات ادا ہو چکیں تو ایک گوشہ سے پنڈت یا الکھ جگت مشہور کوئی ۱ فٹ ۱۲۰ انچ لمبا اور ایک فٹ ۳ انچ چوڑا جیتا سنہری سیاہی سے لکھوا کر اس طرح پڑھنے لگا، ــہ سر سے جو سنگا آ تارے گا ہی احسان کو

پر تھم پر گٹ کیو بنس پھول آلا سنگہ بی
پہلے پھول بابا آلہ سنگہ بہادر نے خاندان پھولا دنیا میں نمو کیا
امر سنگہ کیو امر بنس جب بند چھوڑا ئی ۔
مہاراجہ امر سنگہ نے احمد شاہ ابدالی پنجہ سے قیدیوں کو چھوڑا کر ...

[illegible]

بھر سوول سنگہ کیو بنس آمد بتین پد بھلی
مہاراجہ سوول سنگہ نے اس خاندان کو اور زیب دی
صاحب سنگہ اوتار کرم سنگہ جنہیں بدلی
مہاراجہ صاحب سنگہ اوتار تھے مہاراجہ کرم سنگہ نے راجہ سروپ سنگہ کو [illegible]

بھر کھوب نراندر بر گنیس کے کہیں سنگت کو تیعبر
کوئی شاعر دربار کو توجہ دلا کر کہتا ہے کہ آپ مہاراجہ مہاراجگان مہاراج نریندر سنگھ کے بیٹے

اب دیو مہند رئیس تم ہیرا سنگہ نابہ الیس کر
مہاراجہ مہندر سنگھ نے ہیرا سنگہ تمکو ریاست نابہ کا راجہ بنا دیا۔ یاقتیباد

ریاست پٹیالہ کا شاندار جوبلی دربار
اور
ملازمان محکمہ کریمنل انوسٹی گیشن کا اعزاز و افتخار

نواب صاحب نے محکمہ ہوم منسٹری کا چارج لیتے ہی فرعون بے سامان پولیس پٹیالہ کو قانونی جنتری میں کھینچنا شروع کر دیا ہے اپنڈت جیون لعل سپرنٹنڈنٹ کے تقرر نے اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام کیا، بدکردار، بدمعاش قانونی آگ کا آتشدان روشن ہوتے ہی رنگ بدلنے لگے، شریف اور امن پسند جو محکِ امتحان میں کندن نکلے، شاد و فرحاں ہیں، اور یہی اس قانونی بھٹی کی علّت غائی ہے، بیسیوں کام جو کشائی میں بڑے بڑے آب و تاب سے باعثِ نمائش نظارگیاں ہوئے، بھگوان سنگہ اسنبھ امر سنگہ، نہال سنگہ، اکالیان ملمع سازی سے قدر و قیمت بڑھا کر ہمیشہ تاجِ پٹیالہ کے خلاف گورمکھی اخبارات کے ذریعہ زہریلی پھونکیں مارا کرتے تھے، وہ سب خاک میں مل گئے، مشہور مقدمہ سازش (کلوڑ تھانہ لسی) میں سنتا سنگہ، ہربچن سنگہ، اکالی عنوان جن کے قبضے سے آتشیں مہلک و خطرناک اسلحہ برآمد کئے گئے، ۷ - ۷ سال کے لئے گرمیٔ مزاج کی اصلاح تجویز ہوئی،

سٹور لائن پولیس میں بد دیانتی کی ہُن برس رہی تھی، تیر و تبر شمشیر و بندوق سے

ڈاکہ زنی عام تھی، مگر نالائق جسارت کا تغلب خاص تھا، کہنا پڑتا ہے، ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

سب حیران ہیں کہ یہ جسارت کی شمشیر جس نے جہاں کا جہاں مجروح کیا ہے، تاحال نیام میں کیوں نہیں آئی، اور اوباشیوں کی کیوں گندی نہیں کیگئی، جبکہ اسی سلسلہ میں ہربار اسنگھ مجسٹریٹ اور دیوا سنگھ سب انسپکٹر کی علوفہ بازی کی گٹھڑی پھوٹ گئی، ریاست کے ہر محکمہ کے فرشتی لرزہ براندام ہیں، اور ایسے سیدھے جیسے زرگر کی تار، خدا معلوم اور کس کس کی چھلنی میں چھید ہونگے، صورت جراحت تو یہ کہتی ہے، ع

تن شد ہمہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہی

محکمہ پولیس میں سردار شب چند صاحب انسپکٹر کی تندہی، ذہانت، قابلیت دیانتداری اور فرض شناسی نے ہمیشہ نیک نام پایا ہے، آپ ان تمام قربانیوں میں روز تقرری سے جو حصہ لے رہے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے، ضروری تھا کہ سال نو کے بھرے دربار میں فرض شناسی کا جلوہ دکھایا جاتا،

چنانچہ بیساکھی کے دربار میں سردار بہادر جنرل تارا چند انسپکٹر جنرل پولیس کو ایک ہزار روپے کا خلعت عطا ہوا، سردار جیون لال صاحب درجہ سینئر کے سپرنٹنڈنٹ بنائے گئے، اور سو روپیہ تنخواہ میں اضافہ ہوا، سرداران شب چند، کشن چند، اوجاگر سنگھ ایڈوکیٹ صاحبان کو ۱۰۰ و ۱۰۰ کے خلعت مرحمت ہوئے، سردار جیون داس، پنڈت امیچند کو ۱۰۰، ۱۰۰ کے خلعت عنایت ہوئے،

جہاں ہم بیدار مغز رعایا پرور تاجدار پٹیالہ کو اس طرز قدر افزائی پر مبارکباد دیتے ہیں، وہاں متمنی ہیں کہ عام طور پر قابل قدر افسروں کی لسٹ طول فرمائیجاوے

نامہ نگار

ہمارے حاصل شدہ ثبوت آج

نظام کے نظم ریاست (اخبار) کا نظام (اخبار)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو اپریل ۱۹۲۵ء)

حیدرآباد دکن کی تازہ اطلاعیں مظہر ہیں، کہ نظام گورنمنٹ نے دہلی کے مشہور روزانہ اخبار "تیج" کے داخلہ کی ممانعت کردی ہے، اس سے پہلے ریاست حیدرآباد میں ایک درجن اخبارات کا داخلہ بند ہو چکا ہے، اور ہمیں سخت افسوس ہے، کہ ریاست حیدرآباد کے ذمہ دار حکام اس فہرست میں مزید اضافہ کرکے عقلمندی کا ثبوت نہیں دے رہے،

ہم نے اس سے پہلے متعدد بار لکھا ہے، اور اب پھر عرض کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، کہ نظام گورنمنٹ کا اخبارات کے داخلہ کی ممانعت کرنا حکومت حیدرآباد کے لئے مفید نہیں، بلکہ انتہائی غلط فہمی پیدا کرنے کا باعث ہے، ہندوستان میں اس وقت سات سو کے قریب ریاستیں ہیں، اور تقریباً ہر ریاست کے متعلق آزادی کیساتھ اخبارات تنقید کرتے ہیں، مگر تمام ریاستوں میں سے غالباً ایک حیدرآباد ہی ایسی ریاست ہے، جس میں ہر مہینہ کسی نہ کسی اخبار کے داخلہ کی ممانعت کردی جاتی ہے، اور جہاں اخبارات کو آزادی کے آفتاب کی ایک شعاع بھی نصیب نہیں،

وہ نہ فقط اس بندش پر ملال ہے، بلکہ حضور نظام کے بے نظیر طرز جہانبانی پر ہمیشہ عیب لگاتا رہتا ہے، نظام کے احکام حفظ ماتقدم و انسدادی تدابیر میں بھی بے انتہا نقص نکلتا ہے، اس کا افسوس ریاست گدوال کے مسئلہ میں جو نظام کے نظم پر کیا گیا ہے، سننے کے قابل ہے،

"(ریاست) گدوال کے معاملہ کے متعلق آج سے چند ماہ پہلے بھی ہم نے اعلحضرت کی خدمت میں درخواست کی تھی، کہ ریاست (گدوال) کا انتظام علیحدہ رکھا جاوے، ریاست کی ایجنٹ رانی صاحبہ کو بنا دیا جاوے، مگر افسوس کہ توجہ نہ کی گئی،

ملک کے تمام دانشور نظم کے شیدائی نظام کے اس امتناعی حکم کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں، اور اس وقت کا نہایت بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں، کہ وہ دکن کے دیگر تاجدار نظام کے طرز عمل کی تقلید کرتے ہوئے ان زہریلے دواؤں کے

کیڑوں سے اپنے اپنے گھروں کو محفوظ رکھنے کے لیے گو از میں قائم فرماتے ہیں، (باقی دوسرا)

ریاست پٹیالہ کی فرشتی حکام اور انکی رشوتوں کے حیرت انگیز انکشافات

ہم نے اپنی مارچ کی اشاعت میں ریاست پٹیالہ کی فرشتی حکام کے حیرت انگیز عمل پر مجمل خیالات ظاہر کیے تھے، اس مضمون کا نکلنا تھا کہ پٹیالہ کے رشوت خواروں کے متعلق ریاست کے طول و عرض سے دھڑا دھڑ مراسلات موصول ہونے شروع ہو گئے، اُن میں سے ایک صاحب نے ایک دلچسپ مضمون لکھ کر موجودہ حکام ریاست پر ایک ایسا احسان کیا ہے جس کا جواب نہیں کامیاب موجودہ وزارت جو اِس تباہ کن فعل کے انسداد میں خاص قابل آفرین حصہ لے رہی ہے اُس کی رہبری اور امداد کے لئے اِس سے بڑھ کر کوئی بیان صداقت نہیں ہو سکتا، چنانچہ ہم وہ مراسلہ جناب لیاقت مآب ہوم منسٹر صاحب بہادر کی آگاہی اور رعایا پٹیالہ کی بہتری کے لیے بجنسہٖ درج کرتے ہیں، ہمارے پٹیالہ کے احباب ہمیں اِس اظہار صداقت کے لئے جو وفاداری کا تاج مترادف ہے، معاف فرمائینگے،

"اڈیٹر"

مدیر مدبر رئیس ہند سلامت باد،

بعد سلام مسنون واضح باد، آپنے رسالہ موصوف کے ذریعہ جو ریاست پٹیالہ کی حقیقی خدمت کی ہے، اس کی قدر کیا تو ہمارا تاجدار فرماسکتا ہے، یا راجہ سر دیا کشن کول، ہم مظلوم و تباہ حال آپ کی خدمات جلیلہ کا کیا صلہ دے سکتے ہیں، اب آپ نے ہمارے حال زار پر بھی رحم فرمایا ہے، کہ جو ۱۹۱۹/۱۸۹۲ء سے کس مپرسی میں تھا، جب راجہ صاحب بہادر کی وزارت میں پنجاب کا تعلیم یافتہ، مستند اور مسلمہ افسر، خاندانی رئیس، بے باک، با اصول، کارکن، اعزز لیاقت مجسم خان بہادر نواب لیاقت حیات خان صاحب او۔بی۔ای سا رکن شامل ہو جائے، "گاد دی، دم دبا کر کیوں نہ بھاگیں، اور ہم کیوں شیر نہ ہوں،

آپنے پولیس کا چارج لیتے ہی رعایا و حکام پر ظاہر کر دیا، کہ وہ مہاراجہ صاحب کے وفادار اور انکی عزیز رعایا کے سچے خادم ہیں، آپکے کرسی وزارت پر اجلاس فرماتے ہی خائین، بددیانت

مرتشی، ظالم، نالائق، طفیلیے، مفت خوار سبھی، دسہرہ کے گھوڑے ٹھیک اُس پرند کی طرح جو سنہری پنجرہ میں موتی نگل رہا ہو بھڑکنے لگے، ایک ہی حکم کی تراوش سے سب مرتشی، ظالم مخوف ہو گئے، مگر خدا غارت کرے، عادات قبیحہ کا کہ چند دن بعد پھر وہی سلسلہ جاری کر دیا، سرکار والا مرتشیوں کے معاملے میں رعایا کے سچے بادشاہ ہیں، اب وزارت اور شاہ کے ہیں اتحاد خیال سے رشوت کے انسداد کی تکمیل کی امید بندھتی نظر آتی ہے، اور غریب رعایا کی صورت آبادی

اب چاروں طرف یہ سوالات پیدا ہو رہے ہیں، کہ:-

الف: کیا یہ انسدادی تدابیر ہر کس و ناکس پر آزمائی جائینگی،

ب: منتظمین فصلی و موسمی دیانتداروں کا انتخاب کس اصول پر کرینگے،

ریاست میں در اصل پانچ طرح کے بد دیانت پائے جاتے ہیں،

(۱) وہ بد دیانت کہ جن کے آباؤ اجداد لاکھوکھا روپیہ لوٹ کر اپنی اولاد کو پشتوں تک فارغ البال کر گئے،

(۲) وہ مرتشی جو ہزاروں بسوے، جاگیریں، کوٹھیاں، باغات، دکانیں پیدا کر کے اور لاکھوں روپیہ جمع کر کے اب موسمی اثر سے دیانتدار بن بیٹھے

(۳) وہ بد دیانت جو اب بھی ایک پیسہ نہیں چھوڑتے، اور بظاہر بڑے پرہیزگار، مفلوک الحال، مسکین صورت، خستہ حال، تہیدست و کنگال بنے پھرتے ہیں،

(۴) جو خلاف قوانین تجارت کرتے کراتے اور اپنے عزیزان متعلقین کو دکانیں دلا دلا کر ہزارہا روپیہ پیدا کر رہے ہیں

(۵) جن متعلقین، والدین، لڑکے، رشتہ دار اور لواحقین لوٹتے ہیں،

اب میں جملہ سابقہ و حالیہ ملازمان ریاست کی نام بنام فرد لکھتا ہوں، اور اس الزام سے کہ جیسے جملہ حکام ریاست محکمہ وار شمار ہو جائیں، ان میں سے جو واقعی خاندانی، اور دیانتدار ہیں، اُن کی عزت افزائی فرمائی جاوے اور جو واقعی بد دیانت ہیں، اُن کو عبرت آمیز سزائیں دی جائیں،

اور اُن کی حرام کی کمائی کی جائدادیں ضبط کی جا کر اُس علاقہ میں وہ روپیہ بطور انعام تقسیم کر دیا جائے، اِس سلسلہ میں اہلمد یا کلرک سے لگا کر وزیر تک شمار کیا گیا ہے،

بددیانتی کے اِس نامتناہی سلسلے میں کرمیوں کا انتخاب کرنا بھی کاری دارد ہے، کیونکہ بہت سے مر گئے، بہت سے پنشن پا گئے، بہت سے نکل گئے، بہت سے موجود ہیں، میرے خیال میں اِس ۲۶ سالہ تباہی کی تلافی اُسوقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ اُس دور سے لگا کر عہد ہمایوں تک سررشتوں کی جانچ پڑتال نہ کیجائے، اور ہر شاہ بیدار مغز کا یہ فرض ہے کہ وہ گذشتہ بے احتیاطیوں اور مظالم کا جائزہ لے کر اپنے عدل و انصاف کا نمونہ پیش کرے، شاہ بے نظیر بے نظیر ہو، ہم پچھلی بندوبست کی ایک غلطی کی کہ جو مفاد ریاست کے منافی تھی پہلے اصلاح کر چکا ہے،

(باقی دارد)

راجہ سر دیا کشن کی اولوالعزمی
پنجاب میں دیا سلائی کا واحد کارخانہ

آئی۔ ڈی۔ ٹی لکھنؤ میں پڑھ کر ہمیں نہایت مسرت حاصل ہوئی ہے کہ راجہ سر دیا کشن کول وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے مہالکشمی ماچس فیکٹری ایک وسیع پیمانہ پر (شاہدرہ) لاہور میں کھولی ہے اِس کی افتتاحی رسومات ۱۱ مارچ کو لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ادا کیں، اُسوقت مہاراجہ پٹیالہ بھی تشریف فرما تھے، اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ہندی روسا ایسی ملکی خدمات انجام دینے لگ جائیں تو ہندوستان کی حالت دنوں میں کچھ سے کچھ ہو جائے،

اِس کے ساتھ ہی ہم نے بمبئی کونسل میں امریکن کمپنیوں کے جال کے عجیب و غریب انکشافات بھی دیکھے کونسل مذکور میں

"مسٹر حسین بھائی لال جی نے جو اولوالعزم تاجر ہیں، بآواز بلند کہا کہ ذرا کو دیا سلائی یا کسی اور صنعت کے متعلق ذرہ بھر علم نہیں آپ نے بتلایا کہ ہندوستان میں دیا سلائی کی صنعت کی کیسی بدحالی ہو رہی ہے، صرف احاطہ بمبئی میں دیا سلائی کے چار کارخانے ہیں، جن میں سے ایک جو احمد آباد میں واقع ہے گذشتہ بیس سال سے اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے کشمکش کر رہا ہے، یہ مطلوبہ لکڑی کو سابیٹ

منگوارہے ہیں، کیونکہ سماٹرا سے بمبئی تک جہاز کا کرایہ، شمالی ہند، بمبئی تک گاڑی کے کرایہ سے بہت کم ہے، جو لکڑی پر پہلے دینا پڑتا ہے، صرف یہی نہیں ایک امریکن کمپنی جو قریباً دو کروڑ پونڈ کے سرمایہ سے جاری ہوئی ہے، اور اس نے امبرناتھ نزد بمبئی میں ایک کارخانہ دیاسلائی قائم کیا ہے اور کراچی، کلکتہ، اور رنگون میں مزید کارخانجات کھڑے کرنے والی ہے، اور اس کارروائی سے یہ مقصود نہیں کہ ہندوستان کی ضروریات بہم پہونچائی جائیں، بلکہ مدعا تو یہ ہے کہ ہندوستان میں صنعت دیاسلائی کو تباہ کیا جائے''

ہمیں ہندوستان کی فلاح کے اسباب پر پورا اطمینان ہے کہ پڑھنے کے بعد یہ انکشافات تکلیف دہ معلوم ہوئے، لیکن راجہ صاحب کے بے نظیر تدبر کے روبرو یہ مشکلات کوئی ہستی نہیں رکھتیں، آپ نے سب پہلوؤں پر غور کر لیا ہوگا،

راجہ لکشمن سین صاحب ڈالی سکیت اور اُن کا طریق حکمرانی

مہاراجہ رپ دمن سنگھ سابق تاجدار نابھہ کے تخت سے دست بردار ہونے کے بعد راجہ صاحب موصوف کے متعلق اخبارات نے ایسی گمراہ کن خبریں چھاپی ہیں کہ آجتک اُن کی تخت سے جدائیگی و قیام دہرہ دون کے اسباب و علل پردے اخفا میں رہے، ہزار ہا ورق سیاہ کئے، مگر ایک نقطہ حل نہ کیا گیا،

تاوقتیکہ کسی معاملہ کے متعلق حقیقی کوائف منکشف نہ ہو جائیں، راجہ صاحب کی حمایت اور گورنمنٹ کو تنبیہ کی جانی اخباری فرائض سے بعید ہے، دفتر ہذا میں راجہ صاحب کے حسن انتظام کے متعلق ایک طولانی مراسلہ موصول ہوا ہے، ہم نے اپنی مارچ کی اشاعت میں وعدہ کیا تھا کہ اس معاملہ پر ہم روشنی ڈالینگے، لیکن تاحال ہمیں صحیح حالات معلوم نہیں ہو سکے، اس لئے مراسلہ بھی شایع کیا جانا قبل از وقت ہے، اغلباً ماہ آیندہ تک معاملہ کی اصلیت ہمیں معلوم ہو جائیگی، اُس وقت ایسا لکھینگے جیسا لکھنے کا حق ہے،

ریاست فریدکوٹ

ہمیں یہ معلوم ہو کر مسرت حاصل ہوئی کہ برخلاف دیگر ریاستہا پنجاب

ریاست فرید کوٹ کی حالت قابلِ اطمینان ہے، اکالی اخبارات نے یہ قسم کھا رکھی ہے، کہ جہاں کہیں کوئی اکالی اپنی حرکات کی وجہ سے قید ہو جائے اُس کی ہمدردی میں جائز و ناجائز کوشش کیجائے، چنانچہ علاقہ انگلشیہ و ریاستہائے پٹیالہ و جیند و نابہ کپورتھلہ کے خلاف فرضی مظالم کے قصے اکثر تراشے جاتے ہیں، اب ریاست فرید کوٹ کے متعلق بھی ان سکھ روساء کے ہمدردوں کی ہمدردی کا نامراد آغاز ہو گیا ہے، "قومی درد" الزام لگاتا ہے، کہ جب اکالی قیدیوں کی شکایات پر دربار نے توجہ نہ کی تو فاقہ کشی شروع کر دی، اور ۲۴ گھنٹہ سے کھانا نہیں کھایا، ہم پوچھتے ہیں، کہ اگر یہ فاقہ مست ملک میں ایسی ہی شرارتیں کرینگے اور انہیں سزائیں ملینگی، تو پھر ستگرہ کا دعوےٰ کہاں رہا،

دیوان عبد الحمید بہادر وزیر اعظم ریاست کپورتھلہ

جب سے ملک میں تنگ قوم افراد نے ہندو مسلم سوال پیدا کر دیا ہے، اس روز سے ہندی اخبارات اہل اسلام کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں اور اسلامی اخبارات ہندوؤں کے درپئے آزار ہیں، دراصل یہ قوم فروش اپنا دوزخ بھرنے کے لئے مذہبی تعصب سے کام لیکر ملک میں شورش پیدا کر رہے ہیں، تقریباً گذشتہ دو ماہ سے عالیجناب خان بہادر دیوان عبد الحمید صاحب سی، آئی، اِی، او، بی، اِی کے خلاف ہندو اخبارات ملک میں تعصب کی آگ لگا رہے ہیں، ہمنے واقعات متنازعہ کی صحت کے لئے سلسلہ تحقیق شروع کر دیا ہے، اہالیانِ وطن سے التماس کیا جاتا ہے کہ جب تک کسی خبر کی تحقیق نہ کر لیں درج اخبار نہ کریں، کیونکہ یہی ملک کی سچی خدمت ہے، اپنی اہم اور نازک ذمہ داری سمجھ کر خدا صبر سے کام لیں،

ریاست سرمور کے خلاف "ریاست" کی ہرزہ سرائی

وہ "ریاست" اپنی سنہری دو پہلی مصلحتوں کی بنیاد پر بڑی ریاستوں کے پیچھے پڑ گیا ہے اب پہاڑی ریاستوں پر نظر عنایت ہوئی ہے جو ہر ہفتہ اِن کے خلاف زہر اُگلتا رہتا ہے ان میں ریاست سرمور کو دہر گھسیٹا ہے، جو بلحاظ رجسٹنگی انتظام و حسنِ تدبر ہندوستان کی خاص ریاستوں میں شمار ہوتی ہے، وہاں نہ کوئی ناجائز ٹیکس ہے،

جس کا گرو نارو یا ہے، نہ کوئی اور ایسا قانون ہے، جو فلاح عامہ کے خلاف ہو،

وہ دربار کی اس پیش بندی پر بھی رو یا ہے، کہ دربار نے بذریعہ احکام مضامین اخبار کو بھیجنے کی ممانعت کردی، اس کو اسکی خبر نہیں، کہ "رموز سلطنت خویش خسروان دانند" اس میں مصلحت ہے، جو ریاست کا اڈیٹر نہیں سمجھ سکتا، **ناظر**

اڈیٹر۔ حضرت ناظر کی رائے سے ہم حرف بحرف متفق ہیں، دربار سرمور نے جو یہ پابندی کی، عین مناسب ہے، اخباری شہدوں کا کیا بگڑتا ہے، وہ تو اپنے لالچ کے لئے کوئی نہ کوئی شگاف چھاپ ہی دیتے ہیں، ضرورت ہے، کہ تمام والیان ریاست اگر آفات سے بچنا چاہیں تو اخباری شرارت کے ایسے کیڑوں کا ریاست میں داخلہ بند فرمائیں، اور جو انہیں امداد دیتے ہیں انہیں جلاوطن فرمائیں،

رانا صاحب بگھاٹ ضلع شملہ

دفتر ہذا میں رانا صاحب بہادر بگھاٹ کی درویش مزاجی، قناعت اور پارسائی کے واقعات موصول ہوئے ہیں، جنہیں ہم اگلی اشاعت میں بڑی خوشی سے درج کرینگے،

مسجد امیر النساء بیگم (مدراس) میں واپسی برار کے لئے دعا۔

جریدۂ روزگار مدراس راوی ہے، کہ مسجد امیر النساء بیگم واقعہ جام بازار میں مسلمانان مدراس کا ایک علم جلسہ ہوا، سراج العلماء مولانا نواب تجمل حسین خان بہادر ایمان گو پاموئی نے صدارت فرمائی، صدر صاحب نے حاضرین کو جلسہ کی اغراض بیان کرتے ہوئے برار کے تحویل ہونے کے اسباب اور اعلیحضرت شہریار دکن کے جائز مطالبہ پر روشنی ڈالی، مولوی سید ابوالبرکات صاحب نے فرمایا، کہ برار کے متعلق مشاہیر و رہبران قوم کے خیالات جو میرے استصواب پر ظاہر کئے گئے، اور میری گذارش پر کہ آیا برار پر اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا موروثی حق ہے یا کیا جو جوابات موصول ہوئے ان سب کو ایک رسالہ کی صورت میں طبع کر رہا ہوں، جلسہ کے آخیر میں دعا کی تحریک کی اور مولانا ایمان صاحب نے

نہایت خشوع و خضوع سے استرداد برار کے لئے خدائے واہب العطایا سے دعا مانگی

مندرجہ ذیل رزولیوشن بالاتفاق منظور ہوا،

"مسلمانانِ مدراس کا یہ عام جلسہ یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ ملک برار اعلیحضرت شاہِ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کا موروثی جائز شرعی و عرفی حق ہے" اور نیز یہ جلسہ برار کے حضور ممدوح کو واپس نہ دیئے جانے پر پُرزور احتجاج کرتے ہوئے اُس کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے،

ریاست ٹراونکور میں شراب کا بائیکاٹ

ریاست ٹراونکور گذشتہ چند سال سے ٹمپرنس کی تحریک کو رفتہ رفتہ انجام دیتی رہی ہے ۱۹۰۹ء میں ریاست میں شراب کی دُکانیں ۶۵۳۷ تھیں، چند سال بعد اِن کی تعداد ۲۲۸۸ رہ گئی ۱۹۲۳ء میں ۱۲۰۰۹ اب شراب کی دُکانوں پر مزید ٹیکس لگایا گیا ہے، ریاست ٹراونکور کی انسداد شراب نوشی کی یہ جدوجہد قابلِ تعریف ہے، جس کی باقی دیسی ریاستوں کو بھی تقلید لازم ہے، برٹش ہند کی حکومت کو بھی اِس بارہ میں معقول توجہ دینی چاہیئے، کیونکہ انسداد شراب نوشی سے رعایا کو کئی طرح کا فائدہ ہوگا،

سولھویں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس امرتسر

کسے امید تھی کہ سکھوں کے اس مصیبت کے زمانہ میں انکی کانفرنس امرتسر میں منعقد ہوسکیگی، مگر ہزار شکر ہے کہ اپریل کی ۱۰-۱۱-۱۲ تاریخوں میں بخیر وخوبی شروع ہوکر ختم ہوئی، سردار مہر سنگھ چاؤلہ لاہور پریسیڈنٹ تھے، مسٹر لوبرن سنگھ، سردار سندر سنگھ مجیٹھیہ، بھائی تخت سنگھ پروفیسر جودھ سنگھ وغیرہ نے لیکچر دیئے، بچوں کی چیخ و پکار عورتوں کے شور و غل اور والنٹیروں اور طلباء کے ہنگام گفت و کلام نے ہمیں سننا اور سمجھنے کا موقعہ نہیں دیا کہ انہوں نے کیا کیا کہا، مسٹر لوبرن سنگھ تین دفعہ اٹھے بیٹھے مگر پھر بھی مجمع کے شور و غل پر قابو پاکر سپیچ ختم نہ کرسکے، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کانفرنس کامیاب ہوئی یا ناکام لیکن اس نتیجہ کے ایسے زمانہ میں بایں طرح مجتمع ہونے پر ہمیں کانفرنس سے مایوسی نہیں ہوئی، چندہ کی تفصیل بھی اور کاموں کی طرح آدھورہی رہی

استحکام سفارتی حالات کے مناسب تھا، اگر ایسے ہی عملی جرچے اس پنتھ میں رہے تو بلا شبہ ایک نہ ایک روز علمی ترقیات کیلئے اپنا راستہ صاف کریگا،

اکالی اخبار امرت سر کا سفید جھوٹ

مضمون ذیل رام سنگھ اکالی دوگ بہادر پور ریاست نابھہ نے ارسال فرمایا ہے جسے ہم چھاپتا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں، کہ وہ بدظنی جو ملک میں خواہ مخواہ پھیلائی گئی ہے، دور ہو جاوے (ایڈیٹر)

روزنامہ اکالی ۹ اپریل میں صفحہ ۲ پر ایڈیٹر اخبار نے "کارخاص پٹیالہ میں ناگفتہ بہ ظلم" کی سرخی سے معتبر ذریعہ کے اخبار پر بے جا نکتہ چینی کرتے ہوئے بدیہی کذب بیانی نہیں کی، بلکہ اپنے ضمیر کا خون بھی کیا ہے، یوں تو سارا مضمون ہی بے بنیاد واقعات سے پُر ہے اور واقفانِ حال کی خدمت میں اس مضمون کی تردید پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی تاہم اسکی چند فاش غلطیوں کا اظہار نہایت ضروری ہے،

معاملہ پولیس کا ہو یا اکالیوں کا۔ لیکن ہمیں سچائی اور انصاف ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ سچائی کا حامی ہو اور حق پسندی کو مدِّ نظر رکھے، مضمون کی عبارت تو محض نازوا طعن و تشنیع اور لغویات سے مملو ہے، لیکن اس تمام مضمون کا لُبِ لباب یہ ہے،

"سوہن سنگھ و بلونت سنگھ اکالیاں مقیدان جیل بھٹنڈہ کو کارخاص میں لاکر بیڑیاں اور ہتکڑیاں پہنا کر کوٹھڑیوں میں بند کر کے دو ماہ تک بھوکا رکھا گیا، کیس اور شریر کا اشنان نہیں ہونے دیا گیا، گوروبانی سے روک دیئے، نو دن نو رات بیدار رکھا گیا، چارپائی سے باندھا گیا، آسا سنگھ صاحب سب انسپکٹر نے سری گورو گوبند سنگھ جی کلغیاں والا کی شان میں زبان درازی کی، یہ سب اذیت انکو گجن سنگھ وغیرہ سپاہیان

کی واقفیت کا راز اظہار نہ کرنے کے عوض میں دیگئی'

اس سیاہ فام کالم اخبار اکالی سے میں مبتلا تحقیق ہوا جس سے میرا اطمینان واثق ہوا۔ کہ اول تو یہ بالکل غلط ہے' کہ آسا سنگھ صاحب سب انسپکڑ کا کارخاص میں ملاقی کوئی کوارٹر ہی نہیں' جبکہ آسا سنگھ صاحب کا کوئی مکان ہی نہیں' تو مکان کے اندر کا عمل بھی غلط تصور کرنے کے قابل ہوجاتا ہے' دوئم بدمعاشان مجن سنگھ وغیرہ اشتہر ڈکیت سزا یافتہ کی واقفیت کا راز اظہار نہ کرنے کے عوض میں کوئی شخص نو دن تو رات متواتر بیدار رہکر زندہ رہ سکتا ہے' سوئم آسا سنگھ صاحب سب انسپکٹر جو بذات سکھ قوم اور سری گورو گوبند سنگھ جی کلغیاں والا کا پیرو ہونے کے باوجود بھی کیا ممکن ہے' کہ سری گورو گوبند سنگھ جی کلغیاں والا کی شان میں کچھ زبان درازی کرے' چہارم دو ماہ تک بھوکا رکھنے کا واقعہ بھی غلط ہے' حالانکہ اکیس روپیہ کی روٹی از دوکان لالہ ہوتی رام والیو دھیا پرشاد نانبائی سے ایام حوالات میں کھلائی گئی' پنجم کیس اور شریر کا اشنان نہیں ہونے دیا گیا' یہ بھی سراسر غلط اور جھوٹ ہے' بلکہ ایام حوالات میں تیل' صابون' ریٹھہ' چھوٹا مل مہاجن کی دوکان سے وقتاً فوقتاً انہی کے اشنان کیلئے منگوائے گئے کبھار موجودہ کارخاص اشنان کرتا رہا' ششم گورو بانی انتشکرن کے پوتر تائی سے پڑھی جا سکتی ہے' انتشکرن کی پوترتائی کو کوئی بھی نہیں روک سکتا ہفتم اکالی کیا کوئی بھی ہو' قید کی حالت میں پا بہ زنجیر اور کوٹھڑی حوالات میں بند رکھنا کوئی خلاف ورزی قانون نہیں' ہشتم ۱۰ پھاگن سمت ۱۹۸۱ کی شام کو شب چند ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب کا کار خاص میں آنا اور یہہ کہنا کہ جو تکلیف آپکو پہونچی ہے اسکا ہمکو افسوس ہے' اور جس مقدمہ میں تمہارا نام لیا گیا تھا' ہم نے اس کی خوب تحقیقات کی سراسر جھوٹ نکلا' اخبار اکالی نے اپنی ہی کذب بیانی میں ان دوہرائے ہوئے الفاظ سے اس عبارت کی سرخی "کارخاص میں ٹھیا میں ناگفتہ بہ مظالم" کے ایک ایک لفظ کی بیخ و بنیاد اکھڑ جاتی ہے' آخر جھوٹ کے پاؤں

نہیں ہوتے، اب کوئی اکالی سے پوچھے کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا بیگناہ کو بعد تحقیقات بیگناہ قرار دینا اور شفقت سچائی حاکمانہ سے ہمدردی کرنا کیا "ناگفتہ بہ مظالم کارخاص پٹیالہ" کے ہیں، بلکہ عادل پٹیالہ گورنمنٹ کے منصف مزاج راج کرمچاریوں کی حق پسندی پر مبنی ہے، بعد تحقیقات اس شخص کو کہ جسکو گنہگار بتلایا جاتا تھا، بے گناہ ثابت کیا، حالانکہ بلونت سنگھ و گجن سنگھ وغیرہ کہ جنکو اکالی سردار سے مخاطب کرتا ہے، سزا یافتہ ڈکیت معمولی ادنٰے حیثیت اور چلن کے آدمی ہیں، اکالی کا ایسی غلط بیانیوں سے طبقہ رعایا کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے اپنے ٹکہ بٹورنے کا اچھا موقعہ ہاتھ آیا ہے، پیشتر ازیں اخبار قومی درد گورمکھی امرت سر نے بھی یہ غلط بیانی کی ہے،

نواب صاحب بہاولپور

نوجوان نواب صاحب بہاولپور چشم بد دور آغاز حکومت ہی میں ملک کی سچی خدمت کرتے نظر آتے ہیں، چنانچہ یہ خبر ملک میں مسرت سے سنی جائیگی، کہ حضور ممدوح نے ایک ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ ندوۃ العلماء کو عطا فرما کر دیگر روسائے ہند کیلئے نیک نمونہ پیش کیا ہے،

خوش آمدید کرنل سینٹ جان

پنجاب کی ریاستوں کے پولیٹیکل حلقوں میں اکرنل منچن کی جگہ لفٹننٹ کرنل سینٹ جان آئی، سی، ایس کے ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب سٹیٹس مقرر ہونے کی خبر نہایت مسرت و اطمینان سے سنی جائیگی،

نکتہ چین کہینگے، کہ تجربہ شرط ہے، مگر جو اصحاب اس خندہ پیشانی، فیاض طبع، ہمدرد اور خیر مجسم سولجین سے ایک دفعہ بھی مل چکے ہیں، وہ ہماری رائے سے اتفاق فرمائینگے، اور وہ دن دور نہیں جبکہ ریاستہائے پنجاب آپ کے فیض عام سے بہرہ اندوز ہونگے،

رئیس ہند آپ کے اس جدید اعزاز پر آپ کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہے،

(اڈیٹر)

بداطواری باؤلہ اور بمبئی کی کھلی چٹھی

نامہ نگار صاحب بمبئی نے اس مہینے میں بھی اپنی چٹھی ارسال فرما کر ہمیں ممنون فرمایا ہے جو شکریہ سے درج کی جاتی ہے۔

(اڈیٹر)

مسٹر مول گن کرمنیجر ما شیدا د علاقہ غیر ریاست اندور واقعہ بمبئی میں بداطوار باولا کی جھپٹ میں آگئے تھے، وکلاء نے ہر چند بیگناہی ذہن نشین کرنے کیلئے زور مارا مگر ضمانت پر بھی رہا نہ کئے گئے تھے، لیکن اُن کے خلاف استغاثہ کسی قسم کا کوئی ثبوت بہم نہ پہونچا سکا، آخرش وہ رہا کر دیئے گئے،

غیر ذمہ دار اخبارات نے انکی گرفتاری پر مہاراجہ اندور کی نسبت طرح طرح کے حاشیہ چڑھائے تھے، اب وہ اپنی قابلِ شرم حرکات سے نادم ہو کر خاموش ہیں۔ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

میکسویل موٹر کار اور دربار اندور کا انعامی اعلان

غیر ذمہ دار اخبارات نے بدتمیزی کے ایام میں یہ بھی شہرت پھیلائی تھی، کہ کار مذکور کا اندور میں پتہ لگ گیا لیکن یہ بھی خبر اُنکی دیگر خبروں کی طرح سرتاپا غلط ثابت ہوئی، ریاست اندور کے مُدبر وزرا نے اس واقعہ میں جس بے نظیر تعاون سے کام لیا ہے، وہ خاص اُن کا حصہ ہے، چنانچہ دربار نے اعلان کیا ہے کہ اس کار کے پتہ لگانے میں جو دربار اندور کو مدد دیگا، اسے دو ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا، موٹر کا نمبر ۷۲۵۹، انجن کا نمبر ۶۰۰۴۷۶، نیچے کے حصہ کا نمبر ۹ ۳۷۶۹۴۴ ہے،

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت یعنی مالِ باؤلہ کا تنازعہ

لکھا ہے کہ دولت جس ذریعہ سے پیدا کی جاتی ہے، وہ اُسی ذریعہ میں صرف ہوتی ہے، عہد قدیم میں ایسی آمدنیاں خزانہ عامرہ میں داخل نہ کی جاتی تھیں، بلکہ غیر

خباثت و پرورش تباہی میں صرف کیجاتی تھیں، آجکل حرام و حلال کی کمائی سب حلال ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شریف و رذیل میں امتیاز نہیں، شریف سوسائٹی تباہ و برباد ہوگئی، نسلی تفاخر جرم فروشی و آبرو ریزی کی نذر ہوا، مگر قانون قدرت پر کون حاوی ہے، اس قلیل عرصہ میں باؤلہ کی جائداد کے ۳ زبردست حصہ دار پیدا ہو کر فریق مقدمہ بن گئے ہیں، مصیبت زدہ والدہ باؤلہ کی جان خلجان میں پھنس گئی ہے، ادھر بیٹے کی جانفروشی ادھر جائیداد کی بربادی، دیگر رشتہ دار اپنا حق ظاہر کرتے ہیں، ان سے محفوظ رکھنے کیلئے اس قابل ہمدردی ضعیفہ نے جائیداد کے انتظام کی قدرت حاصل کرنے کیلئے دعوے دائر کر دیا ہے، اُدھر باؤلہ کے دو چچیرے بھائیوں نے اُسکی وصیت پر یہ اعتراض کیا کہ جسوقت باؤلہ نے وصیت کی تھی، اُسوقت وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ تھا، باؤلہ کی والدہ چونکہ علاقہ کچھ کے میمن فرقہ سے ہے، اسلئے اُسپر ہندو دھرم شاستر کا اطلاق ہوتا ہے، ہم متوفی کی جائیداد کے وارث و مالک جائز ہیں، مگر یہ درخواست مسترد کر دی گئی،

ایک لاکھ نہیں دس لاکھ

یہ جھگڑا تو برادری کا تھا، مگر اسکے ساتھ ہی اس بداطواری کے واقعہ کے شہرت یافتہ بداطوار اخبارات کی ہیروئن رنڈی ممتاز بھی جائداد باؤلہ پر مالِ مفت دلِ بیرحم سمجھکر ہاتھ صاف کیا چاہتی ہے، وہ کہتی ہے کہ باؤلہ باولا نہ تھا، جو مجھ سی ہستی کے نام ایک لاکھ روپیہ کی وصیت کرتا، دراصل اسکیلئے ۱۰ لاکھ روپے کی وصیت کی گئی ہے، رنڈی کہتی ہے کہ صفر قلمزن نہیں کیا گیا، بلکہ باؤلہ کے دستخط سے اُسپر لکیر کھنچ گئی،

لوگ راجہ سربری سنگھ کی جان و آبرو بچانے کی قیمت پر آپے سے باہر ہو رہے ہیں، مگر یہ رنڈی مسز رابنسن کی بہن باؤلی، کہ دس لاکھ مارنے کی ٹھہرائی، یہ ہندی عشقبازی کے کھیل ہیں، ہزار ہا رئیس تاجدار برباد کر دیئے، لیکن پھر بھی اس فرقہ

سے نفرت نہیں کیجاتی' یہاں بڑی بے صبری سے سننے کی یہ خواہش کی جا رہی ہے کہ گورنمنٹ کے ممتاز اور شہر پر قدرت رکھنے والے نے کسی کارِ خیر کیلئے کس قدر رقم وقف کی؟ کون ہے جو نیک چلنوں اور بد چلنوں کی امتیاز کرے'

قتل باؤلہ کی تکمیلی کارروائی
ممتاز خود اندور واپس جانا چاہتی تھی

آنند راؤ فینسی ملزم ۹ نے جو بیان سٹی مجسٹریٹ کے روبرو دیا تھا' بڑی بحث کے بعد شامل مثل کئے جانیکا حکم دیا گیا' سٹی مجسٹریٹ اندور نے بیان دیا۔ کہ ملزم آنند راؤ فینسی نے برضا و رغبت خود میرے روبرو دئے بیان دیا تھا' میں نے اسکو تبلا دیا تھا کہ تمہیں بیان دینے کیلئے مجبوری نہیں' مسٹر کیمپ نے فینسی کا بیان پڑھا' جسمیں لکھا تھا کہ مجھے اعانت قتل اغوا اور سازش کے جرائم میں ۴ فروری کو پولیس بمبئی نے گرفتار کیا تھا' دیگر سوالات کے جواب میں کہا' کہ میں نے اس قسم کی کوئی سازش نہیں کی تھی' اور کملا دیوی (ممتاز) نے ایک شخص کی وساطت سے میرے پاس یہ پیغام پہنچایا تھا کہ میں آنے پر رضامند ہوں' اور موقعہ ملنے پر چلی آونگی' میں کملا بائی کا پیغام مہاراجہ کو پہنچانا چاہتا تھا' کیونکہ اس سے شنکر راؤ جو اندور کے جیل میں طویل مدت کی سزائے قید بھگت رہا ہے' اگر کملا بائی واپس اندور چلی آتی' معافی ملنے کی امید ہو سکتی تھی' مجھے جو یہ فارغ البالی شنکر راؤ ہی کے طفیل حاصل ہوئی تھی' جواب میں کہا کہ مجھے ریاست اندور کے تمام اندرونی حالات معلوم ہیں۔ اور میرا خیال تھا کہ شنکر راؤ' کملا بائی کے اندور پہونچتے ہی جیل سے رہا کر دیا جائیگا کیونکہ اندور میں یقین کیا جاتا ہے کہ کملا بائی کے بھاگ جانیکا موجب شنکر راؤ ہی تھا' کمشنر نے سوال کیا کہ کیا کملا بائی کی پوزیشن اندور میں مہارانی کی تھی فینسی نے کہا نہیں ایسا نہیں تھا' نہ اُسے مہاراجہ کے خاندان کے ممبر کے تمام اعزاز

وہ قادر حاصل ہے تھے' میں نے اور میرے ساتھیوں نے بمبئی آنے سے پہلے حلف لیا تھا کہ وہ اسکی مرضی کے موافق اُسے اندور لیجائینگے' اور کسی کو نقصان نہ پہونچائینگے ہم اُسکو روپیہ خرچ کرکے اندور لیجانا چاہتے تھے جب میں بمبئی آیا تو مجھے ایک تار ملا تھا کہ کملا بائی اندور آنے کیلئے تیار ہے' موٹر تیار رکھی جائے'

ممتاز کے پاس اندور کے زیورات کا اب عشر عشیر نہیں باؤلا نے زبردستی رکھا ہوا ہے

بعد ازاں مجھے ایک اور تار ملا کہ جسقدر زیورات وہ اندور میں پہنتی تھی اسکا عشر عشیر بھی اُسکے بدن پر نہیں' اور باؤلہ نے اسے زبردستی رکھا ہوا ہے' گواہ نے اس امر سے قطعاً انکار کیا' کہ مہاراجہ صاحب بہادر نے ممتاز کے متعلق کچھ کہا تھا' لفٹنٹ سگریٹ نے دوران شہادت بڑی وضاحت سے بیان کیا کہ ملزمان برابر یہ کوشش کرتے رہے' کہ ممتاز کو اٹھا لیجائیں' لیکن میری اور میرے ساتھی افسروں کی وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے'

ملزم سشن سپرد کر دیئے گئے

۲۰ اپریل آج چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے تمام ملزمان سشن سپرد کر دیئے' جن پر ممتاز کو بھگا لیجانے کی سازش میں شرکت اور باؤلہ کو قتل کے سبب بنجانیکا الزام لگایا گیا ہے' ملزمان کے وکیل نے عرض کیا کہ وہ وائسرائے کی خدمت میں درخواست پیش کرینگے' کہ مقدمہ بمبئی سے کسی دوسری ہائیکورٹ میں منتقل کر دیا جائے

انتقال مقدمہ کی درخواست اور اس کی نامنظوری

بمبئی کے سرکردہ اصحاب مثل جمنا داس مہتہ اور جمنا داس دوارکا داس نے درخواست انتقال پر دستخط کئے تھے' اُدہر طوائف مذکورہ کا گورنمنٹ بمبئی نے ان کی مخالفت کی درخواست

وائسرائے کے پیش کیں،

مگر ہز ایکسیلنسی نے درخواست انتقال نامنظور کر دی، مسٹر یمان وکیل مستغیث طوائف کو بھی اس حکم سے مطلع کیا گیا ہے، اب جبکہ قطعی طور پر یہ طے ہو چکا کہ مقدمہ کی سماعت یہاں ہی ہوگی تو متعلقین مقدمہ تیاری و پیروی کیلئے اپنا اپنا انتظام کرنے لگ گئے جسطرح پٹیالہ نابھہ کیس میں ملک کے لیڈر مشاہیر وکلا پیروی کرتے نظر آتے تھے اب وہی صورت یہاں رونما ہوگی، مسٹر گنگا ایڈوکیٹ جنرل تاج کی جانب سے پیش ہوگا۔ اور مسٹر کیمپ اسکی معاونت کریگا، چیف جسٹس مسٹر جے، ایم، سین گپتا (بیرسٹر کلکتہ) اور مسٹر حسن امام بیرسٹر پٹنہ کو صفائی کی جانب سے پیروی کی اجازت دے چکا ہے، جوہر دو بمبئی آ گئے ہیں، فینسی نے ان پر اکتفا نہ کر کے سر علی امام کو تیار کر لیا ہے اور اسے بھی اجازت مل گئی ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ۵۸ گواہان صفائی مقیم اندور کے ساتھ اندور کے ۶۵ گواہان استغاثہ بھی پیش ہونگے۔ اور ۱۱ ابھی کہاں پہنچ جائیں گے،

مہاراجہ صاحب دھار

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب دھار اپنی انتظامی قابلیتوں کی وجہ سے رعایا و برایا ہر دلعزیز ہیں، مگر مفسد خود غرض جوبات کرنیکا سلیقہ نہیں رکھتے، جب کوئی بات اپنی سمجھ سے باہر پاتے ہیں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، چنانچہ ایک صاحب چھوٹے لال نے نہایت جسارت کیا تھا ہز ہائینس کی جناب میں ایک کھلی چٹھی چھاپی، ایسی نکتہ چینی کبھی اور کہیں بھی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی، مگر ایک یہ ایسی سمجھ کے مالک ہیں، کہ ایسی ایسی شرارتوں سے باز نہیں آتے، ممکن ہے کہ چھوٹے لال کی دماغی اصلاح کا کوئی انتظام دربار موصوف سے ہو جائے، اور سچ تو یہ ہے کہ والیان ملک کو ایسے ایسے دماغوں کی فوراً اصلاح کر دینا چاہیے کیونکہ انکی حرکات وفاداری ملک کے متضاد ہیں،

اتنے میں کہیں ایک شخص کی شامت آئے۔ ادھر نواب صاحب چندا جان سے باتیں کر رہے تھے، اور ادھر اُسکی نظر چندا جان پر پڑ گئی۔ اُدھر نواب صاحب نے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ غصہ کھڑا ہو گیا۔ چندا جان سہم گئی۔

نواب (نوجوان کی طرف گھورتے ہوئے) ادھر آؤ جی صورت سنگھ۔

صورت سنگھ۔ (کانپا جاتا ہے) حکم خداوند۔

نواب۔ کیوں جی تم ہماری معشوقہ کی طرف گھورتے ہو۔

صورت سنگھ۔ حضور میری مجال ہے کہیں نظر اٹھا کر دیکھ سکوں۔

نواب سنگھ۔ اوپر سے کہتا ہے کہ میری مجال نہیں۔ ابھی کون چندا جان کو گھور رہا تھا۔ ابھی تمام دربار گواہ ہے۔

یہ گواہی آپ ہی رہی۔

صورت۔ حضور میں نے کوئی بُری نیت سے نہیں دیکھا تھا۔ خداوند مالک ہیں۔

نواب۔ ابے تو نے ضرور بُری نیت سے دیکھا ہوگا۔ دیکھئے مرزا صاحب ابھی کہہ رہا تھا کہ میں نے نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اور اب کہتا ہے کہ میں نے بُری نیت سے نہیں دیکھا تھا۔

مرزا صاحب۔ بیشک اس نے ضرور گھورا ہوگا۔ حضور اس وقت اس نے پھانسی والا کام کیا ہے۔

مرزا صاحب اس لئے اسکی سفارش نہیں کرتے کہ یہ شخص مرزا صاحب سے ملتا جلتا تھا

نواب۔ آخر اسکی کیا سزا مقرر کیجائے۔

مرزا صاحب۔ حضور کام تو اس نے پھانسی والا کیا ہے لیکن خداوند کی جیسی رائے ہو۔

نواب۔ دفعہ ایک لاکھ کے مطابق اسکی آنکھیں نکلوا لینا چاہئیں۔

صورت سنگھ کی آنکھیں مارے خوف کے بند ہوئی جاتی تھیں، اور بدن کانپا جاتا

تھا مگر نواب صاحب کو کب رحم آنیوالا تھا۔

نواب صاحب نے چاقو نکالا اور صورت سنگھ کی آنکھوں کی طرف رخ کیا چاہتے تھے کہ چاقو بھونکا دیں۔ تمام اہل دربار اس عبرت انگیز سین کی طرف نگاہ بھی اُٹھا تے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر بھی کوئی دفعہ لگا دیجائے۔ یا پھانسی لوا دیجائے۔ بیچارے مارے خوف کے نگاہ اُٹھاتا کیسا آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھے تھے۔

نواب صاحب نے چاقو اسکی آنکھ کی طرف بڑھایا اور وہ بیچارہ مارے خوف کے دھم سے زمین پر گر پڑا۔ مگر نواب صاحب کو ذرا رحم نہ آیا۔ چاہتے تھے کہ بیہوش ہو جانے پر بھی اسکی داہنی آنکھ نکال لیں کہ چندا جان کو ترس آگیا اور ڈرتے ڈرتے نواب سے کہنے لگی:۔

چندا جان۔ اے نواب میرے اچھے۔ للہ جانے دیجئے۔ اب کبھی یہ ایسا نہیں کریگا۔ اگر ایکی مرتبہ اس نے کبھی میری طرف دیکھا تو اللہ جانتا ہے نواب صاحب میں خود کہدونگی۔ اور آپ اسکو پھانسی دلوا دیجئے گا۔

نواب۔ میری جان تم سمجھتی نہیں ہو کہ میں نے اس وقت اس کو چھوڑ دیا تو اور لوگ بھی نڈر ہو جائیں گے۔ ہر ایک تمہاری طرف دیکھے گا۔ تم ہماری معشوقہ اور کسی کی مجال ہے کہ آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے۔ گویا تم کچھ ہو ہی نہیں۔

مرزا صاحب ہاں میں ہاں ملائے جاتے تھے۔

چندا جان۔ ہو گا حضور اب کی مرتبہ آپ میرے کہنے سے چھوڑ دیجئے۔ نہیں تو میں آپ سے بولوں گی نہیں۔

نواب۔ خیر اب تم اصرار کرتی ہو تو میں کمبخت کو چھوڑے دیتا ہوں۔ ورنہ قسم ہے جناب امیر کی، میں بغیر آنکھوں کے نکالے مانتا نہیں۔

چندا جان۔ ہوگا حضور! اب یہ اپنی سزا کو پہونچ گیا۔ اب کبھی ایسا نہ کریگا دیکھو صفحہ ۳۹

مرزا صاحب (رنڈی چپ ہے) ہوگا حضور۔ یہ ابھی آپ کے مزاج سے واقف نہ تھی۔ اب ایسی حرکت ہرگز نہ کرے گی۔

نواب۔ نہیں میں نہ مانوں گا۔ خدا کی قسم میری طبیعت کو سوں اسکی طرف سے ہٹ گئی۔ ٹکے کی رنڈی اور حکم عدولی۔ لاحول ولاقوۃ۔

مرزا صاحب۔ بیشک حضور اس وقت اس نے حکم عدولی تو ضرور کی لیکن ہوگا معاف کیجئے۔ اگر پھر ایسی خطا کرے گی تو میں خود اس کو دربار میں نہ آنے دونگا۔

نواب۔ خیر۔ مرزا صاحب آپ کے کہنے سے میں اسکو معاف کرتا ہوں۔ مگر اسوقت یہ فوراً میری نگاہ کے سامنے سے ہٹ جائے قسم ہے جناب امیر کی مجھے غصہ آرہا ہے

مرزا صاحب نے طوائف کو چلے جانے کا حکم دیا اور وہ فوراً چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد دربار میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ جب نواب صاحب کا غصہ ذرا کم ہوا تو اس طرح کہنے لگے۔

نواب۔ چندا جان اب تم کوئی چیز سناؤ

چندا جان۔ بہت اچھا حضور۔

نواب مگر کوئی عمدہ چیز سنانا، پھڑکتی ہوئی۔ اور ذرا آواز سے،

چندا جان۔ بہت خوب سنئے خداوند۔

تمام دربار میں ایک خاموشی سی چھا گئی۔ اور چندا جان نے یہ غزل شروع کی ؂

خیال ابروئے دلدار میں کی ہے فغاں برسوں ۔۔۔ وہ مومن ہوں کہ میں نے دی ہے کعبہ میں اذاں برسوں

فلک بیکار اپنی عمر کو گردش میں کھوتا ہے ۔۔۔ نہ پائیگا کبھی اس بے نشاں کا تو نشاں برسوں

فراق یوسف گم گشتہ میں یعقوب نے رو کر ۔۔۔ کئے آنکھوں سے اپنی اشک کے دریا رواں برسوں

چندا جان کی تعریف کے پل باندھے جارہے تھے مگر اہل دربار میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ اپنی زبان سے کوئی لفظ نکال سکے۔ بجز مرزا صاحب کے یا نواب صاحب کے

دیکھو صفحہ ۳۶

نواب صاحب ہیں کہ آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ کبھی کبھی تخت سے اُچھل پڑتے ہیں۔ کبھی چندا جان کو گود میں اُٹھائے لیتے ہیں۔ اہلِ دربار اپنی اپنی آنکھیں بند کئے گردنیں جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ چندا جان مارے شرم کے کٹی جاتی ہے نواب صاحب کبھی کبھی جوش میں آکر اسکے بوسے بھی لے لیتے ہیں۔ اور اس بیچاری کی پیشانی سے مارے شرم کے پسینہ چھوٹ رہا ہے۔ نواب صاحب ہیں کہ نہ چھوٹے کی شرم نہ بڑے کا ادب، اپنی حرکت سے باز ہی نہیں آتے۔ چندا جان لاکھ ہاتھ پیر مارتی ہی جان چھڑاتی ہے۔ نواب صاحب ہیں کہ اور لپٹے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب گردن جھکائے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکیں۔ قریب آدھ گھنٹہ کے یہی حالت رہی اسکے بعد نواب صاحب نے بمشکل تمام چندا جان کی جان چھوڑی۔ اور گود میں سے اُتارا۔ وہ بیچاری مارے شرم کے گردن نہیں اُٹھاتی۔ پسینہ پسینہ ہوئی جاتی ہے اور نواب صاحب ہیں کہ کوئی نئی چیز سُننے کی فرمائش کر رہے ہیں۔ آخر بمشکل تمام اُس نے بے شرم بن کر ایک نئی چیز سنائی۔

غزل

اب لڑکپن چھوڑ دے اے دل شباب آنیکو ہے
حشر تک جس سے نہ چھوٹینگے وہ خواب آنیکو ہے

تر پسینہ سے ہوئی اُنکی محرمِ آب رواں
اب حبابوں کی کٹوری میں گلاب آنیکو ہے

نواب۔ (چندا جان کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر) جانی گلاب تو بھر گیا۔

چندا جان۔ (شرما کر) حضور رہنے دیجئے۔ آپ تو چھیڑتے ہیں۔

نواب۔ اچھا خیر اب نہ چھیڑینگے۔ لیکن بڑی مشکل تو یہ ہے کہ تم غزل بھی تو چھیڑنے والی ہی گا رہی ہو۔

چندا جان۔ حضور ہی تو فرماتے ہیں کہ پھڑکتی ہوئی ہو۔

نواب۔ ہاں بھئی ہاں! میری خطا تھی مبارک دیکھو صفحہ ۳۵

عزت نہ دونگی ۔ آخر نواب مایوس ہوکر پھر دربار لگاتا ہے اور حسب ذیل
فیصلہ اس مقدمہ کا لکھا جاتا ہے:۔

نواب ۔ چونکہ تحقیقات کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کا کوئی قصور نہیں ہے سارا قصور اس بدذات عورت کا ہے ۔ اگر اسکا مرد عیاشی کرتا تھا تو اسکو فقیر کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی ۔ جبکہ یہ پاک دامن تھی اور اپنے کو ابتک پاک دامن ظاہر کررہی ہے ۔ ہماری طرف سے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عورت بدمعاش ہے ۔ اور اس بدمعاشی کی اسکو پوری سزا ملنا چاہیئے ۔ جس سے کہ پھر کوئی عورت ایسا نہ کرے اس میں عورت کا قصور زیادہ ہی بلکہ فقیر کی کوئی خطا نہیں ہے ۔ اگر یہ عورت فقیر کے پاس جاتی تو وہ کیوں ایسا کرتا ۔ اس لحاظ سے بنسبت فقیر کے عورت کو زیادہ سزا ملنا چاہیئے ۔

نواب ۔ کیوں مرزا صاحب ٹھیک ہے ؟

مرزا صاحب ۔ خداوند بالکل ٹھیک ہے ۔ بال بھر فرق نہیں ہے ۔ اب میں اس بات کو دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جو کہ دولہن اور فقیر کے مقدمہ سے تعلق رکھتے ہیں یا اُنکے عزیز ہوتے ہیں اگر وہ لوگ کچھ مدد کرسکتے ہوں تو اس وقت اُن کو زبان ہلانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے ۔ جس وقت ان لوگوں کو سزا ہو جائیگی اُس وقت وہ لوگ اپنی اپنی درخواستیں پیش کرسکتے ہیں جو کہ منظور کرنے پر سزا میں اضافہ کردیا جائیگا ۔ پس وہ لوگ اپنی اپنی زبان کو روکیں ۔ ورنہ انکو بھی معقول سزا دیجائیگی ۔ دولہن کو ایک سال کی قید سخت اور تین مہینے کی کال کوٹھری ، اور چھ مہینے کے واسطے کالا پانی ۔ اور فقیر کے واسطے ہمیشہ کے لئے جیل خانہ ، کبھی رہائی نہیں ہوسکتی ۔ اگر اس کے کسی عزیز کو کچھ کہنا ہے تو تین دن کے بعد درخواست پیش کرے ۔ جس میں کہ سزا گھٹائی جاسکے ۔ بشرطیکہ وہ کافی سوچ

دیکھو صفحہ ۴۸

دے سکیے۔ اور وہ لوگ جو کہ اس وقت میرے دربار حرام پور میں موجود ہیں اور اس جبرت انگیز نظیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اگر کبھی بھی ایسی خطا کرینگے تو وہ اس سے بھی زیادہ مجرم قرار دئے جائیں گے۔

اِس فیصلہ کے بعد دُلہن کے خاوند ہرنرائن پر نواب کی نظر پڑ جاتی ہے گلے ہاتھ اُسے بھی ایک سال قید سخت کی سزا دیجاتی ہے اور اس قصور پر کہ وہ عیاش ہے اور گھر کی خبر نہیں رکھتا۔

دلہن کا خاوند اُسی دن جیل خانہ میں کچھ کھا کر مرجاتا ہے۔ فقیر غم کے مارے ملک عدم کو روانہ ہوتا ہے۔ اور یہ دلہن بھی جیل کی تکلیفیں برداشت کرکے اُسی قید میں مرجاتی ہے۔

مصنف نے اس خیال سے کہ دوسا کا چال چلن آیندہ کے لئے پاک رہے اور وہ انصاف کریں یہ کتاب لکھکر ملک پر بڑا احسان کیا ہے۔ واقعی اگر کوئی خرابی ہمارے حاصل شدہ سوراج میں ہے تو یہی ہے۔ کہ انصاف اور نیک چلنی کے وہ طریقے رائج نہیں جو کہ دانشورانِ فرنگ کے ہیں۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے۔

"عیب کردن راہنر باید"

پس نواب حرام پور کی سرگذشت سے سب کو سبق حاصل کرنا چاہئے ورنہ وہ دن کچھ دور نہیں کہ نواب حرام پور کی طرح اپنے "محسن کے ڈاکوؤں" کے ناول لکھے جائیں گے۔ کہ جو ایسی حرامکاری سے باز نہ آئیں گے۔

(مبصر فن)

نواب۔ اچھا مرزا صاحب اس شخص کو فوراً دربار سے نکال دو اور سمجھا کر سمجھا دو کہ اگر اب کبھی ایسی حرکت ہوئی تو آنکھیں ضرور نکال لیجائیں گی۔ اس وقت میں نے صرف اپنی معشوقہ کے کہنے سے چھوڑ دیا ہے۔ ورنہ ہرگز نہ چھوڑتا۔

مرزا۔ بہت اچھا حضور۔

صورت شکلہ ہوش میں آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ آنکھیں نہیں پھوڑی گئیں تو اسکی جان میں جان آئی اور چندا جان کو دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر واپس آیا۔ دوسرے دن سے اسکی صورت حرام پور بھر میں دکھائی دی۔ بیچارا کسی اور شہر چل دیا اور حرام پور سے توبہ کی۔

نواب۔ (چندا جان سے) ہاں جانی وہ غزل تو پوری کرو جو کہہ رہی تھیں کیا کہوں کیا مزا اس وقت آرہا تھا۔ نامعقول نے اپنی شامت بلو اکر سارا مزا خراب کر دیا۔

کیوں مرزا صاحب وہ کبھی ایسی حرکت نہ کریگا۔

مرزا خداوند۔ اگر معاف نہ کر دیتے تو وہ مرجاتا۔

نواب۔ ہوگا میں نے تو اس وقت چندا جان کے کہنے سے چھوڑ دیا۔ ان کا کہنا نہ کرتا جب بھی مشکل تھی۔ خیر۔

چندا جان۔ سنئے حضور۔

نواب۔ فرمائیے۔

چندا جان:۔

مؤذن وصل کی شب شام ہی سے غل مچاتا ہے ۔۔۔ فراق یار میں آئی نہ آواز اذاں سولی
نہ آہ آتشیں نے بال بھی بیکا کیا اُن کا ۔۔۔ جلا کیں آتش فرقت

نواب۔ خوب۔

چندا جان۔ تسلیم۔ دیکھو صفحہ ۳۶

مجھے اس کوچہ میں پہنچا دے یا رب بس یہ حسرت ہے   جہاں جبریل نے پلکوں سے جھاڑا آستان رسول

نواب۔ اچھا بھئی اب دربار برخاست ہونا چاہیئے۔

دربار برخاست ہوا اور تمام حاضرین نواب صاحب کو کورنش کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

چنداجان اور نواب دونوں دربار میں رہ گئے باقی سب چل دئیے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

دربار حرام پور میں طوائفوں کے اس دلچسپ تذکرے کے بعد نواب حرام پور کا دربار بھی دکھلایا گیا ہے اور وہ دربار رات کے ۱۱ بجے نواب نے لگایا ہے مصنف حسب ذیل الفاظ میں کیا خوب حلیہ لکھتا ہے۔ نواب سے مطابقت کیجئے۔

آپکی پوشاک کا کیا کہنا ہے۔ سر پر کامدار ٹوپی جس میں ایک معمولی کلغی لگی ہوئی ہے، اور کارچوبی شاہی انگرکھا جسکا رنگ گلابی جابجا سنہری بوٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ گلبدن کا پاجامہ اور وارنش کا سیاہ جوتہ۔ اس بیش بہا لباس پر آپکے حسن کو ملاحظہ فرمائیے۔ چہرہ لمبا، پیشانی اونچی، ناک چپٹی۔ بہت موٹے ہونٹ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں جنمیں کاجل بڑا لطف دے رہا ہے۔ پان اس طرح کھایا گیا ہے کہ تمام ہونٹ سیاہ نظر آرہے ہیں۔

اسکے بعد متفرقات مقدمات میں دربار حرام پور کے انصاف کی کیفیت دکھلائی گئی ہے۔ یہ کیفیت ایسی ہے کہ جس سے سب کو شرم کھانی چاہیئے۔

دیگر مقدمات کے بعد عیاش کی بیوی کا مقدمہ پیش ہوا ہے۔ مرزا صاحب سر دربار اس دلہن کو نواب کی حرامکاری کے لئے دباتے ہیں لیکن وہ کسی پہلو رضامند نہیں ہوتی۔ آخرش اہل دربار کو نواب باہر جانیکا حکم دیتا ہے۔ اور نواب و مرزا خلوت میں اسے خوف اور لالچ دے کر رضامند کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ نہیں مانتی۔

اس سلسلے میں مصنف نے نواب مذکور کی حرامکاریوں کا حیرت انگیز پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔

آخرش انکے سخت خوف دلانے پر دلہن کہتی ہے کہ مجھے پھانسی دے دیجئے میں اپنی

دیکھو صفحہ ۳۷

مشاغلِ علمی و تقریظات

غوری بادشاہ کی قبر

(گذشتہ سے پیوستہ)

گورنمنٹ پنجاب کا قابلِ اعتراض تغافل

لائق توجہ گورنمنٹ ہند

مضمون مندرجۂ عنوان رسالہ "رئیس ہند" کے چند دبادوں میں چھپ چکا ہی اور اُسکی صحت و مطابقتِ بیان کے لئے بہت سی تاریخوں کے حوالجات دئے جا چکے ہیں۔ وہ مضمون بجائے خود اس قدر مکمل ہے کہ اب اُسکے لئے کسی تائیدی حوالہ کی ضرورت نہیں۔

گو پرتھی راج راسہ کا اقتباس مضمون ہذا میں قولِ فیصل کا حکم رکھتا ہے اور اُسکے مقابلہ میں کسی معتبر مؤرخ کا کوئی اندراج کوئی وقعت نہیں رکھتا لیکن اگر واقعۂ مذکور کے متعلق اَور زیادہ تحقیق و تلاش سے کام لیا جائے تو اس سے بھی زیادہ تائیدی حوالجات مل سکتے ہیں۔

چنانچہ یہ مضمون ہم اُس وقت تک ختم نہ کرینگے جب تک کہ ہم اُن تمام تاریخوں کے اندراجات نہ دیکھ لیں کہ جو بدنہاد فرشتہ کی تحریر سے قبل کی ہیں۔

یہ بقیہ تاریخی موازنہ ہم آئندہ نمبر کے لئے ملتوی رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت ہم گورنمنٹ عالیہ کی تعلیمی پالیسی کی لاپرواہی پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اس بے نیازی کا رونا کس سے روئیں۔ ہندوستان بھر میں ایسی ہی غلط اور متضاد واقعات کی تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں۔ اور یہ ایک محکمہ ہے کہ ٹس سے مس نہیں کرتا۔

جائے غور ہے کہ ہندوستان ایک شاہنشاہ کے زیرِ حکم ہے، ایک حکومت ہے، ایک آئین ہے، ایک قانون ہے۔ لیکن ہندوستان بھر کی یونیورسٹیوں کالجوں اور اسکولوں میں جو کورس داخل تعلیم ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے برخلاف اور متضاد ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بیہودہ فعل ہو سکتا ہے کہ ایک ہی صوبہ ایک ہی اسکول میں ایک طالبعلم کو کچھ پڑھایا جاتا ہے اور ایک طالبعلم کو کچھ۔

ایسی اہم ذمہ داری کی شرمناک لاپرواہی ہر صوبہ میں پائی جاتی ہے لیکن سب سے زیادہ ذمہ دار و جوابدہ گورنمنٹ پنجاب ہے۔ کہ جسکے صوبہ کا یہ واقعہ ہے۔

کیا گورنمنٹ پنجاب کے سررشتہ تعلیم کے محکمہ میں اس قدر قحط الرجال ہو گیا ہے کہ ان کو ایسا کوئی مورخ نہیں ملتا کہ جو پنجاب کے طلباء کی درسی کتابوں کی تصحیح کر لیا کرے۔

اس وقت ہمارے روبرو "اردو تاریخ ہند" کا حصہ اول مطبوعہ ۱۹۲۱ء پڑا ہے۔ جو پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی جانب سے چھاپا جا کر مدارس میں طالبعلموں کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں اس واقعے کی نسبت وہی غلط تعلیم دی جاتی ہے، جسکا رونا پچھلی سطور میں رویا جا چکا ہے۔ اس میں معرکہ تھانیسر کے عنوان سے لکھا ہے:۔

"شہاب الدین جو صرف موقعہ کا منتظر تھا۔ پلٹ کر آ پہونچا۔ اور ۱۱۹۳ء میں رائے پتھورا کو اکیلے ہی محمد غوری سے لڑنا پڑا۔ تھانیسر (پانی پت) کے میدان میں شکست کھائی۔ اور کئی ایک سرداروں کے ساتھ میدانِ جنگ میں کام آیا۔" (شکست کس نے کھائی؟)

اور شہاب الدین کا اس واقعہ کے ۱۴ سال بعد ۱۲۰۶ء میں گکھڑوں کے ہاتھ سے قتل ہونا لکھا ہے۔ یہ وہی غلط تعلیم ہے کہ جو بچوں کو شروع عہد انگلشیہ سے دی جاتی ہے:۔

"۱۲۰۶ء میں گکھڑوں نے بغاوت کی۔ محمد غوری نے ان پر چڑھائی کر کے انہیں شکست فاش دی۔ مگر واپسی کے وقت دریا سے تند سے عبور کرتے ہوئے وہ گکھڑوں کے ایک جتھے کے ہاتھوں مارا گیا"

اُردو نصاب کی تو یہ حالت ہے۔ مگر اس کے خلاف دوسری طرف بھاشہ میں سرکاری تعلیم اس واقعہ کے سراسر خلاف تعلیم دیتا ہے۔

ڈاکٹر پنڈت جودیال سنگھ صاحب ایل، ایم، ایس، کے فرزند ارجمند کانتی چندر جو اپنی بستی میں تعلیم پاتے ہیں۔ "غوری بادشاہ کی قبر" کا مضمون پڑھ کر شوق میں آج میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے جو "پرتھوی راج" کا حوالہ متعلق شہاب الدین دیا ہے، اُسے میں نے بھی اپنے کورس "ہندی فائنل ریڈر" میں پڑھا ہے۔ آپ نے ٹھیک لکھا ہے۔ میں نے کتاب مانگی، وہ کتاب لائے۔ جہاں یہ لکھا ہوا پایا:۔

چند بردا سب کویوں (شاعروں) سے زیادہ ودوان ہوئے ہیں۔ اسی لئے اُن کو مہان کوی کی پدوی دی گئی تھی، جیسے سنسکرت میں مہابھارت کا گرنتھ مشہور ہے، ویسے ہی بھاشہ میں چند کوی کا بنایا ہوا "پرتھی راج راسہ" مشہور ہے۔ اس کتاب میں ۲۰۵۵ صفحے ہیں۔ جن میں سے ۵۰ صفحہ پر تو اَور اَور باتیں ہیں اور باقی میں پرتھی راج کا سچا حال درج ہے۔ اس کتاب میں لڑائی، شکار، پیر کے ناخن سے سر کی چوٹی تک، نیائے، موسم، سنبت، باغ، پرندوں، تلوار، سواری، ڈیرے، بستر، جنگل، بارش، بھوجن، راج تلک، شادی، نویدن وغیرہ کا ذکر ہے جو کہ پڑھنے کے قابل ہے۔

کوی چند ذات کے بھاٹ تھے۔ سمبت ۱۱۸۳ب / ۱۱۲۶ع کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے بچپن ہی سے اجمیر میں رہنے لگے تھے، وہاں مہاراج پرتھی راج سے ملاقات ہو گئی تھی۔ مہاراج بھی اُن پر بڑی مہربانی کرنے لگ گئے تھے۔ جب مہاراج تخت نشین ہوئے۔ تب ان کو بھی دہلی لے آئے۔ ان کے دس لڑکے تھے کہ جن میں سے چوتھا لڑکا جلہن تھا۔ جس نے کوی چند کے مرجانے پر "راسہ" ختم کیا۔

جب پرتھی راج کو شہاب الدین قید کر کے غزنی لے گیا۔ تب کوی چند بھی غزنی گئے۔ یہ غزنی ہی میں سمبت ۱۲۴۹ب / ۱۱۹۲ع میں قتل کئے گئے۔ ان کی شاعری زیادہ تر سنسکرت سے ملتی ہے۔ کم بھاشا جاننے والوں کے لئے مشکل ہے۔

ایک دن غزنی میں شہاب الدین نے کوی چند کو کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے راجہ کو آواز پر بان چلانا آتا ہے ہم یہ تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں تب کوی چند نے پرتھوی راج کو زمین پر بٹھا کر شہاب الدین کو محل کی چھت پر بٹھا دیا، اور بادشاہ سے کہا کہ آپ راجہ کو تیر چلانے کی اجازت دیجئے۔ جونہی بادشاہ نے پرتھوی راج کو تیر چلانے کا حکم دیا کوی چند نے اشارے سے بتایا:-

सोला हाथ छतीस गज़ अंगुल चार प्रमानू
ऐते ऊपर साह है मति चूको चूहानू

"سولہ ہاتھ چھتیس گز انگل چار پرمان"

"ایتے اوپر ساہ ہے مت چوکو چوہان"

تب پرتھوی راج نے ایسا تیر چلایا جو بادشاہ کے جا کر لگا۔ اور وہ زمین پر دھڑسے گر پڑا۔

بغیر دیکھے کسی آدمی کو مار دینا بھلا کسی نے ایسا بھی کیا ہے۔ ہندو اور

مسلمان بہت سے ہو گئے۔ پر ایسا کام کوئی بھی نہیں کر سکا۔

دھینہ دیری اور دھینہ ہاتھ جن میں شن کا نواسی ہوا۔ جیسے درخت

گرا ہوا پتہ آپ ہی آپ اڑتا ہوا زمین پر آگرتا ہے، ویسے ہی شاہ صاحب

کے دیکھتے دیکھتے جیسے آسمان سے کوئی ستارہ ٹوٹ گیا ہے۔ شہاب الدین

غوری چھت پر سے دھم سے زمین پر گر پڑا"

دیگر مورخین کی غلط بیانیاں

میں نے اپنے مضمون کی گذشتہ سطور میں عذ کیا تھا کہ "ہمارا یہ مضمون تحقیقات کامل کی بنا پر ہے

اسمیں ابھی منصف مزاج محمدی مورخوں کے حوالجات بھی درج ہونگے"۔

چنانچہ تحقیقات کامل کا تقاضا تھا کہ جس قدر کتب تاریخ مل سکیں ان سب کا

حوالہ دوں۔ خواہ اسکی تحریر میری تحقیقات کی تائید میں ہو یا تردید میں۔ میں نے پرائیوٹ

کتب خانے، لائبریریاں چھان ماریں، اور بلا مبالغہ بڑی بڑی ضخیم و حجیم سیکڑوں تاریخوں کا

مطالعہ کیا۔ افسوس ہے کہ تقریبًا سب مورخین خود رائی کے مفتوح پائے گئے۔ اور ہر

مورخ نے گذشتہ مورخین کے اندراج کی پروانہ کرتے ہوئے اپنا اپنا جدا جدا راگ

الاپا۔ کیا ایسی ہی خود رائی کا نام وقائع نگاری یا تاریخ نویسی ہے۔ میں نہیں سمجھتا

کہ ایسے بعض مورخ کس دل و دماغ کے انسان تھے کہ جنہوں نے مورخانِ سلف

کی تحقیقات کے خلاف بلا دلیل اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ تیار کی بہتر ہوتا کہ ایسے

حضرات ایسے شریف علم پر رحم فرماتے۔ تاکہ بجائے صداقت بیانی کذب و غلط

نویسی کے سنگین جرم کے مرتکب تو نہ ہوتے۔ فارسی میں حبیب السیر ایک مستند

تاریخ سمجھی جاتی ہے، مگر شاید اسے یہ درجہ بقول "الفریہ خواہ مخواہ مردے

اسکے ضخیم و حجیم ہونے پر دیا گیا ہے۔ ذرا دیکھنا کہ آپ اپنی تحقیقات کی کیا

گل افشانی فرماتے ہیں: بجاہد و مرکب کجا تا ختم د۔

"بعد ازاں سلطان شہاب الدین فرماں فرمود کہ لشکر غور و غزنیں باستعداد سفر سہ سالہ ترکستان مشغولی نمایند و دراں اثنا شنود کہ طائفہ از ساکنانِ کوہ جودی سالکانِ طریقِ عصیاں گشتہ و دفع ایشاں را اہم و اوسنہ اوانستہ بدانطرف شتافت،
وبسیارے . . . از دشمناں را بہ تیغ انتقام گذرانیدہ وقتِ مراجعت بمنزل ایبک بزخم خنجر یکے از فدائیاں ملاحدہ شہادت یافت سے

شہادتِ ملکِ بحر و بر معز الدین — کز ابتدائے جہاں مثل او نیامد کس
سیوم ز غرۂ شعباں بسال ششصد و دو — فتادہ در غزنیں . . . ."

شہاب الدین کے پرتھی راج کے ہاتھ سے تیر خوردہ ہونیکی ادنیٰ شہادت

ہندیوں کی کتب مقدس میں جہاں عمارات کی تعمیر کے لیے اور بہت سی رہبری کی ہدایات ہیں، وہاں یہ سخت ہدایت کی گئی ہے کہ اندرونی اور بیرونی دیواریں صاف نہ ہوں (یعنی جیسا کہ آج کل پلستر کے بعد سفیدی کی کوچی سے درو دیوار سفید یا رنگیں کر دئے جاتے ہیں، ایسا نہ کیا جائے) بلکہ ان دیواروں پر حسب مناسب نقش ونگار و تصاویر منقش کی جائیں۔ یہاں یہ صراحت کی جانی غیر ضروری ہے کہ اس سے کیا کیا مقاصد مدِ نظر تھے۔ چنانچہ بہ تقلید احکامِ الٰہی تمام ہندی معمار مکانوں کی دیواروں پر آج تک اپنی منشا کے موافق گل و بوٹے بناتے اور تصویریں کھینچتے ہیں۔

شہاب الدین کی محسن کشی ایک سخت بدعہدی اور احسان فراموشی کی حرکت تھی، کہ وہ تیرہ دفعہ جان بخشوانے کے بعد جب پرتھی راج پر فتحیاب ہوا تو اس نے پرتھی راج کے سب احسانات یک قلم صفحۂ دل سے محو کر دئیے، انہیں گرفتار کیا۔ آنکھوں میں گرم سلائی پھرائی۔

اور منوں کا وزنی طوق پہنا کر قید کیا۔ تو تقاضائے قدرت تھا کہ کہ اُسے اِس محسن کُشی کی احکم الحاکمین کی بارگاہ سے سزا دی جائے تاکہ دنیا میں ہر انسان احسان مندی اور احسان فراموشی میں تمیز کر سکے اِس لئے درگاہِ خدا سے حکم ہوا کہ اس احسان فراموش کا پر تھی راج سے مجبور و معذور کے تیر سے اُسکے بھرے دربار میں خاتمہ کر دیا جائے گویا اہلِ دنیا کو دکھلایا کہ منصفِ حقیقی کا انصاف بے خلل ہے اور وہ بڑے سے بڑے شہنشاہ کو لافتح جنگی طاقت رکھنے پر بھی ایک اندھے اور مقید کے ہاتھوں ہلاک کر کے خاک میں ملا سکتا ہے۔

خدائے عادل کے عدل کا یہ کارنامہ ہر مغرور ہستی کے لئے چراغ ہدایت ہے، اور اُسکی صداقت کا ایک روشن نشان۔

منتقمِ حقیقی کا یہ کارنامہ جو گمراہانِ دنیا کے لئے ذاتِ باری کی موجودگی کا کھلا ثبوت ہے۔ ہندی فلاسفران نے تاریخ کی جان جانا، چنانچہ عادلِ حقیقی کے اِس کارنامۂ عدل کے ظہور پذیر ہوتے ہی آریہ ورت کے ماہرانِ فنِ تعمیر کو ہدایت کی گئی، کہ شہاب الدین کی احسان فراموشی کی سزا کا یہ واقعہ شاہی محلوں، امرا کے دیوان خانوں کی دیواروں پر منقش کیا جایا کرے۔ اُسی ارشاد کی تعمیل میں شہاب الدین کی سزا کا واقعہ آریہ ورت کے شاہی محلوں اور سارا امرا کے دیوان خانوں کی دیواروں پر منقش کیا جانے لگا۔ آپ سنٹرل انڈیا، راجپوتانہ اور دیگر ملک کے اُن تمام حصوں میں جائیے کہ جو غارتگروں کی غارتگری سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ سیکڑوں برس گذشتہ کی یہ تصویرات چونہ گچ کی دیواروں پر مختلف رنگوں میں کاڑھی گئی ہیں۔ میں نے خاص

ریاست اُودے پور میں وہاں کے شاہی ایوانوں اور امرا کے مکانوں پر دیکھا کہ ایک قلعہ بنایا گیا ہے۔ اُسکی دیوڑھی میں شہاب الدین تیر کے صدمہ سے زمین کی طرف گرتا ہوا دکھایا گیا ہے اور زمین پر پرتھی راج ہاتھ میں کمان لئے آنکھوں پر پٹی بندھے ڈٹا ہے۔ جسکے اِردگرد بے تعداد اسلامی مخلوق یہ تماشۂ قدرت دیکھنے کے لئے کھڑی ہوئی قلعہ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ پاس ہی چند ربردا ہندی لباس میں کھڑا ہے۔ جسے یقین نہ آئے وہ خاص اودیپور میں جاکر یہ سات سو برس کی کھینچی ہوئی تصویر جناب سیٹھ زور آور مل جی بیکنٹھ باشی کے دیوان خانے میں دیکھ لے۔ باقی دارد

دیوانِ برہمن

(باتصویر)

نامِ نیکاں رفتگاں ضایع مکن تا بماند نام نیکت بر جہان

رائے مایان منشی چندربھان برہمن، میر منشی شاہجہان بادشاہ کی لائف اور اُنکے غیر مطبوعہ دیوان کا اقتباس چھپتے ہی اطرافِ ملک سے اسکے طبع کرائے جانے کے پُرزور تقاضے شروع ہوگئے۔ ہم نے جس جلد سے اقتباس کیا تھا گو وہ مصنفِ مرحوم کے کتبخانہ کا نسخہ تھا اور اُسی عہد کا لکھا ہوا تھا۔ مگر کسی ابجد خواں کاتب نے اسکی کتابت کی تھی۔ اسکی صحت اگرنا ممکن نہ تھی، تو دشوار ضرور تھی جس قابل سے اسکی صحت کے لئے استدعا کی چند روز فکر عدیم فرصتی کا بہانہ بنایا، اور واپس کردیا نیاز مند اڈیٹر کو نہ اتنی لیاقت تھی نہ اسقدر فرصت، مگر وقت نکال کر دیکھنا شروع کیا، اور شکر ہے کہ یہ مسودہ اس قابل ہوگیا کہ اسے چھاپ کر علم دوست صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ $\frac{۲۰}{۳۰}$ سائز پر چھپنے کے لئے مطبع میں دے دیا گیا ہے۔ اسکا حجم ۱۰۰ صفحہ کا ہوگا۔ اور قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ (اڈیٹر)

مندرجہ ذیل علم دوست صاحبان نے ۱۰۰ جلدوں کی خریداری سے اسکی اشاعت میں معاونت فرمائی ہے۔ جو صاحب اسکی خدمت میں حصہ لینا چاہیں جلد آرڈر ارسال فرمائیں ۴

محمد رفیق احمد حیدرآباد دکن ۲۰ جلدیں عہ ـ سردار نہال سنگھ لال صاحب ۱۵ جلدیں للعہ ـ قاضی مولوی فرزند احمد صاحب ۱۰ جلدیں عہ ـ مہاراؤ

۴ اماپت راؤ صاحب ۱۲ جلدیں للعہ ۵ جناب منشی عبدالرحیم صاحب بسمل فیروزپوری

مرآة الغیب

یعنی

پنچ گرنتھ گیان آشا کا اردو ترجمہ

[illegible] میں [illegible] دولت [illegible]
تجارت [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] معلوم ہوسکتا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنکھوں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] قیمت [illegible]

چند جلدیں باقی رہ گئی ہیں

[illegible] پریس دہلی میں پنڈت پیارے لال شرما [illegible] نے چھپوا کر شائع کیا


رئیس ہند
مقام اشاعت
دہلی



THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE ANCIENT PAINTING OF AN OLD CUSTOM OF THE ROYAL MOGUL FAMILY FOR SHOWING IN THE NIGHT STARS TO THE MOTHER OF THE NEW BORN PRINCE.

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangements of making all kinds of blocks).

دسترخوان رئیس

عہد جدید آراستہ دہلی ماہ جولائی و اگست ۱۹۲۵ء جلوس پنجم دربار ہشتم

نیچے کو ستارہ دکھانا (مقبلہ رقم)

رئیسِ ہند

جلوس سنِ پنجم　آراستہ دہلی جولائی و اگست ۱۹۲۵ء　دربار ہفتم و ہشتم

رموزِ مصلحتِ رئیس

آج ہم سری بھرتری ہری ہندوستان کے نامور مہاراجہ اور یوگیوں کے سرتاج کی زبان سے دنیا بھر کے بدوں کو خطاب کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا زور بیگ کی طرح تمام دنیا پر غالب آگیا، یہ اشلوک پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں، خصوصاً تاجداران ہند کے لئے۔ "اڈیٹر"

بدوں کی خصلتیں

دن[۱] کے وقت چاند، جوبن[۲] کے بغیر عورت، بلا کنول[۳] سمندر، حسین[۴] بیوقوف، کنجوس[۵] زردار، نیک[۶] مفلس، شاہی دربار[۷] میں بدگو، یہ ساتوں کے ساتوں ہمارے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں، اشلوک ۵۶

غضبناک بادشاہ کا کوئی دوست نہیں، کیونکہ اگر آگ ہون کرنے والے کو بھی چھو جائے تو جلائے ہی چھوڑتی ہے، اشلوک ۵۷

جو تاجدار ملازموں کو تبدیل کرتے رہنے کسی قابل سے مشورہ نہ لینے اور اہل کمال سے جلتے رہنے والا ہو ایسے رذیل کے ماتحت رہکر کس کو راحت نصیب ہوئی، اشلوک ۵۹

تاجداران ہند

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندی تاجداران کا طرزِ عمل بالعموم اصلاح طلب ہوگیا ہے، اَب دو ہی نتیجے پیدا ہونگے کیا تو ہمارا حاصل شدہ سوراج حقیقتاً بن جائیگا یا خدانخواستہ تباہ ہو جائیگا، کیونکہ رعایا کی بیچینی رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتی، اور یہ بیچینی دن بدن بڑھ رہا ہے، ریاستوں کے وزرا کا فرض ہے کہ وہ رعایا کی بیداری سے بے خبر نہ رہیں، اور اُن کے جائز مطالبات سے ایک لحظہ کے لئے بھی چشم پوشی نہ فرمائیں، الخ

حکومت کے فنڈ اور ہمارے تاجدار

گورنمنٹ انگلشیہ اپنی روایات پر کاربند ہے، اور وہ روایات یا طرزِ عمل خواہ اچھے ہوں یا بُرے ہمارے لئے مجالِ دم زدنی نہیں، جب سے اِس حکومت نے حکومت ہندوستان سنبھالی ہے اُسی روز سے حکومت اور اُس کے ارکان کی جانب سے رواج مُلکی کے موافق مختلف طرح کے چندوں کی تحریکیں ہمارے روساء جن کے خزانے بالعموم خالی پڑے ہیں ایسے چندوں کے اعلان یا تحریکات ہوتے ہی گرانقدر عطیہ کا اعلان کردیتے ہیں، جن پر آج ہمیں ضرورت ہے کہ کچھ لکھیں، چندوں کا دینا مناسب ہے، مگر اِس حد تک کہ اُس کا بارِ گراں خزانہ پر نہ پڑے، اُنہیں اپنی رعایا میں ایسے سینکڑوں کام کرنے ہیں کہ جن سے آجکل کی رعایا مانوس ہے، اگر یہ کام نہ ہوں تو راج کے لئے نہایت خطرات ہیں، روساء کے لئے اَب یہی مناسب ہے کہ وفادارانہ جذبات کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے اپنے راج کی مالی حالتوں سے پولٹیکل افسروں کو آگاہ کرتے رہیں، جب پولٹیکل افسران ریاستوں کی مالی حالت سے ماہر ہو جائینگے، تو خود بخود صحیح راستہ پر چلانے کی رہبری فرمائینگے،

پچھلے دنوں میں وسیرائے نے جزامی فنڈ کے لئے اپنے توابعین سے اپیل کی، مہاراجہ اندور نے پہل فرمائی اَب اینٹوں کا سانپ بنا اور چلا، مہاراجہ گوالیار نے ۶ ہزار روپیہ دیا، اور دربار جیپور نے دس ہزار روپیہ، مہاراؤ کوٹاہ دو ہزار، دربار جودھپور پندرہ سو، مہارادل جیسلمیر ایکہزار، مہارول پرتاپ گڈھ پانسو، اب یہ سانپ برسات تک چلیگا۔

اور بڑی بڑی منزلیں طے کریگا، جرائموں کی خبر لینی اس لئے ضروری نہیں کہ ملک میں عیاشی اور بدچلنی بڑھ رہی ہے، بلکہ اس لئے کہ یہ مرض متاثرہ ہے، لیکن اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ جب یہ روپیہ عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں پہونچیگا تو وہ اپنے مذہبی اشاعت میں اس سے مدد نہ لینگے، اسی سلسلہ میں حضور نظام نے ۵۰ ہزار روپیہ کے عطیہ سے امداد فرمائی ہے،

اخباری فتنے اور ریاستیں

ہندوستان میں اخبارات کی زندگی بالعموم کمینے ذرائع پر مبنی رہتی ہے، امراء اور روساء تاجداران و حکمران اپنی عیاشیوں اور کمزوریوں سے سچے طور پر نادم ہیں، اپنے عیوب پر پردہ کون نہیں ڈالتا اور کون بے ستری چاہتا ہے، یہ ستر پوشی بالعموم نثار زر سے ہوتی ہے، اور یہ زر کلیتاً رعایا کی کمائی کا گاڑھا پسینہ ہے، جب کوئی زخم خوردہ ہمدرد دل حکومت کے نقص نکالنے کی نادانی کرتا ہے، تو کسی اخبار نویس سے رجوع لاتا ہے، پھر وہ مضمون چھاپ کر بجائے اصلاح کے یہ امید باندھتا ہے کہ ایسے مضمون کے نکلتے ہی ریاست سے کافی نذرانہ ملیگا، جو اخبار کی بقائے حیات کا موجب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اخبارات ذلیل سمجھے جاتے ہیں، پبلک بھی ایسے شر انگیز مضامین پسند کرتی ہے، ایسے اخبارات کی شناخت کچھ مشکل نہیں، وہ ایک دفعہ یا جب تک اُن کا دوزخ نہ بھر جائے ریاست کے برخلاف کچھ نہ کچھ لکھتے لکھاتے رہتے ہیں، لیکن جوں ہی تنورِ شکم گرم ہوا اُن کی وہ اصلاحی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں، یعنے کیا تو کسی سلسلہ میں ریاست کی تعریف کرتا نظر آتا ہے یا وہ سلسلہ مضامین ترک کر دیتا ہے، یہی ان مہران جرم استحصال بالجبر کی تعریف ہے،

آجکل ہمارا خوش پوش مگر خطرناک ڈاکو ہمعصر ریاست ہر ہفتہ ایک دو ریاستوں پر کُند چھری لیکر گرتا ہے لیکن پھر پتہ نہیں لگتا کہ وہ غوطہ کھا کر کیوں نہیں اُبھرتا، اگر اس کی یہ نکتہ چینی نیک نیتی پر مبنی ہے تو قابلِ ہزار مبارکباد ہے، اگر اس کی تہ میں کوئی خود غرضی ہے تو قابلِ نفرین ہم نے ایسی دو چار ریاستوں کو بدنام کرنے اور ڈرانے کی ایسی دیوانگی کی ہے کہ جو بحالتِ مجموعی ایسے اعتراضات سے پاک ہیں، ہم نے بھی ایسی ریاستوں کے نامہ نگاران کو اطلاع دی ہے کہ اگر کوئی دیوانہ وفتنہ ریاست میں

اُٹھے بیٹھے تو اُس کی پوری پوری حرکات و سکنات سے مفصل اطلاع دیں، تاکہ ہم بھی اخباری خدمت کر سکیں، "اڈیٹر"

تاریخی حالات ریاستہائے کوہستان شملہ

سولہن ریاست بگھاٹ

کے ذریعہ تجارت ہوتی تھی، یہاں سے ہلدی، ادرک، چاول، ترپھلہ، ریٹھا، رسوت، فیون، بنفشہ املتاس، اخروٹ، انار، سونٹھ، زربسی، برمی، ناسپال، آلو بخارہ، مشک نافہ، اونی پارچہ، گل سیونی سلاجیت، آلو، پشم، شہد، خشخاس، ادگلا، زہر مہرہ، بالچھڑ، کودا، اور مختلف طرح کی جڑی بوٹیاں وغیرہ وغیرہ اشیاء پہاڑی خچروں پر لاد کر کلٹوں میں بھر کر بازار نہنہ ٹکسال اور باڑ گودام لے جاتے تھے، وہاں سے رنگ، کپڑا، گرم مصالحہ وغیرہ تبادلہ میں لے آتے تھے،

عہد قدیم کی تجارت کے قربان جاؤں، کہ نہ کم وزنی کی شکایت، نہ کھوٹے کھرے کی حکایت، نہ چوروں کا خوف، نہ رہزنوں کا ڈر، نہ چنگی نہ پل، نہ محصول نہ زکات، نہ حساب نہ کتاب، مال دیدیا اور مال لے لیا، جہاں آریہ ورت کی اور خوبیوں کا جنازہ نکل گیا وہاں تجارت کا بھی دیوالہ نکلکر غارت گری میں بدل گئی، انگریزی دور کے ساتھ، ہندی دورِ تجارت ختم ہوا، اب نفع کے لئے کی جاتی ہے، پہلے بہبودی خلائق کے لئے، ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے لئے تجارت کرتا تھا، اور جسے جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی لے لیتا تھا، چنانچہ اب یہ پہاڑ کہ جہاں فضولیات کا نام نہ تھا، اب فضولیات میں ایسا بدنام ہو گیا ہے جیسا کہ ممالک مغرب،

اجرائے ریل کے ساتھ تجارت کی ریل پیل ہوگئی، میرے یاد ہے کہ بھاگو مہاسو کے

یہ ایک قسم کی سبز پتی ہوتی ہے، جسے جوش دیکر مختلف طرح کے رنگ پیدا کئے جاتے ہیں، آجکل کی اس کی تجارت بہت ہوتی ہے، کلکتہ اور بمبئی لاکھوں من وزن میں خریدتے ہیں،

اوپر پرگنہ جوت موضع جٹولی میں میرا قیام تھا ۲۵ سال گذر گئے وہاں جب میں پہنچا میری والدہ کی چٹھی آئی کہ ایک روپیہ کے آلو ۔ آنا میں وہاں کے نرخ سے بے خبر تھا، ایک پہاڑی کو ایک روپیہ دیدیا کہ آلو خرید لے ۲ ۱۱ آنہ دیگر خرچ میں خرچ ہو گئے، ۴ پیسے میں نے اس سے کہا کہ بھائی ۴ آنہ ہی کے آلو لادو، وہ شام کو میرے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ آلو کھیت سے نکلوالو چنانچہ میں نے اس کو کہا کہ آلو نکال لاؤ، اس نے کہا کہ کھیت میں ہیں، ایک آدمی کو بھیجدو کہ جسقدر اٹھائے جائیں اٹھالے، میں نے کہا کہ کوئی وزن، اس نے کہا کہ نہیں تو چار آنہ ہی مفت کے برابر ہیں، ورنہ تمام آلو کھیت ہی میں گل جائینگے، مگر آجکل آلو کی جو قیمت ہے وہ ظاہر ہے، خاص لن سے ۶ سو بوری یعنی تقریباً ایک ہزار من پختہ روزانہ ریل میں لد جاتے ہیں، ایسے ہی ہر شے کی تجارت کی نسبت سمجھی جانی چاہیئے،

نرخ اس بات کا اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے، کہ دیس اور سولن کے نرخوں کی کیا مناسبت ہے، لیکن میں یہ ضرور کہونگا، کہ روغن زرد، دودھ، سبزی اور اشیاء خوردنی سولن میں بافراط ملتی ہیں، اور اچھی ملتی ہیں، ہر ذی ہوش معمولی قیمت پر خرید سکتا ہے،

مکانات اوّل اوّل جب سول لائن تیار ہونی شروع ہوئی مکانوں کا کرایہ بہت بڑھ گیا تھا، لیکن دو سال سے اس کرایہ میں نہایت کمی واقعہ ہو گئی ہے، کوٹھیاں بعض اشخاص نے اپنی رہائش کے لئے تیار کی ہیں، بعض نے محض مفاد کے لئے، پس جو صاحب سولن میں سیزن گزارنا چاہیں اُن کے لئے کوٹھیاں، ڈاک بنگلے اور بازار میں مکانات بڑی آسانی سے مل سکتے ہیں، جو کسی دیگر پہاڑی مقام پر بآسانی نصیب نہیں ہو سکتی،

واٹر ورکس بیکنٹھ باسی رانا صاحب بہادر نے اپنی عزیز رعایا کی مشکلات دفع کرنے کے لئے واٹر ورکس جاری فرمایا، جو بالعموم ہر وقت پانی دیتا ہے،

شگن مین بگھین جہاں سولن اپنی خصوصیات کے لئے ممتاز ہے، وہاں اب بافسوس سے لکھنا پڑتا ہے، کہ دیس سے جو لوگ یہاں اب آتے ہیں تقریباً بیمار آتے ہیں، یہاں رہتے ہیں

امداد طبی حاصل نہیں ہوتی انجام یہ ہوتا ہے کہ سوکن کی ہی مٹی میں اُن کی مٹی ملجاتی ہے،

باغبانِ تحقیقی کی توجہ کے قابل قانون قدرت کا تقاضا ہے کہ اس کوہستان شملہ میں پہاڑوں کی شمالی سمت بڑے بڑے تناور درختوں سے سرسبز ہوتی ہے، اور جنوبی سمت میں گھاس پیدا ہوتی ہے، جہاں سوکن میں "سوس لائن" تیار ہوئی ہے وہ سلسلۂ کوہ اس نعمت سے محروم ہے، کاش باغبانِ تحقیقی سوکن کی ان ننگی پہاڑیوں پر کبھی غور کرتا، لیکن نہایت افسوس ہے کہ آج تک اس کی یہ کمی پوری نہیں کیگئی، حالانکہ انگریزی عملداری نے اپنے علاقہ میں یہ عمل مدت سے جاری کر رکھا ہے،

آبادی میں بربادی اِس وقت سوکن کی آبادی تین اقسام میں شمار کی جاسکتی ہے، یعنی بازار کی آبادی چار ہزار، کوٹھیوں کی دو ہزار، چھاؤنی کی ایک ہزار ہے، گویا آبادی بڑھ رہی ہے، لیکن مجھے سخت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ پہاڑ کی اصلی آبادی رو بہ انحطاط ہے، میں اِس مضمون پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں، تاکہ باغبانِ سوکن اپنے گل و گلزار کی حفاظت کا کوئی سخت قانون جاری کر سکے،

بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے، کہ دیس سے جو پارٹی آتی ہے وہ جذباتِ شہوانی کا کامل ہی سے شکار ہو جاتی ہے، رذیل نیچ کمین بھی اِن کے شیطانی جذبہ سے نہیں بچتا، اور ادھر ملکی رواج اُن کی ایسی ناجائز خواہشوں میں معاونت کرتا ہے، زیادہ تشریح کیا کروں، انجام یہ ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے خاوندوں سے بیزار ہو جاتی ہیں، کوئی "ریت کرتی ہے" کوئی کسی کے گھر پڑتی ہے، کوئی نکل کھڑی ہوتی ہے، بیچارے پہاڑی اپنی عورات کی عیش و عشرت کی خواہشات کہاں پورا کر سکتے ہیں، جو عمر کی لکڑی یا گھاس شب و روز کی محنت سے بیچ کر بھی کنبہ کا گزارہ نہیں کر سکتے، اِس وبائے عام نے نہایت بے دردی کے ساتھ پہاڑی نسل کے خاتمہ کرنے کا تہیّہ کر لیا ہے، جس کی رفتار دن بدن ترقی پر ہے، وہ دن کچھ دور نہیں، جبکہ ایسے تاجداران کو ہی اپنے اُن قدیم رفقا کو اپنے ہاتھ سے

کھو بیٹھینگے، جن کے بزرگوں نے اُن کے بزرگوں کے ساتھ ترکِ وطن کیا، سفر کے مصائب اختیار کئے، اپنے مال واسباب چھوڑکر شاہی سامان پیٹھ پر اٹھائے تھے، بال بچوں سے منہ موڑکر شاہی سکھیاں سنبھالے تھے، اگر ایک مقابلہ میں آتا تھا، ہزاروں سے مقابلہ کرتے تھے، اپنی جانیں کھوکر شاہی جان ومال کی حفاظت کی تھی، منزلیں مارتے مارتے ان دشوار گذار پہاڑوں میں ساتھ دیا تھا، پہاڑی روسا کی رعایا خاندان شاہی سے خاص تعلقات رکھتی تھی، اب اس رعایا کو اس طرح سے کھلا چھوڑ دینا اور حفاظتی تعلقات منقطع کردینا رعایا کا نقصان نہیں بلکہ روسا کی تباہی ہے، ؎

رعیت چو بیخ است سلطاں درخت درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

پہاڑی عورات کے متعلق حفاظتی قانون

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اپنی رعایا کی حفاظت میں جو یہ روسا قاصر ہیں، چنداں ان کا بھی قصور نہیں، حکومتِ قیصری نے ان کے شاہی خیالات اور اختیارات پامال کردیئے، وہ آزادی اور مطلق العنانی کہ جو انتظام کی روح رواں ہے، ان کے قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی، جذبات پیدا ہوتے ہیں، لیکن گورنمنٹ کے اربابِ وکشاد بعض ایسے حضرات ہوتے ہیں کہ جو خواہ مخواہ شاہی خون دبانا چاہتے ہیں، ایسے ایک کے طرزِ سلوک سے ان کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں، اور وہ اچھے سے اچھا کام کرتے ہوئے بھی اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گورنمنٹ ناراض ہوجاوے، کیونکہ وہ سب کو ایک سا جانتے ہیں

لیکن میں اُن کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ ایسا خیال انہیں اپنے دل سے قطعی طور پر نکال دینا چاہیئے، انہیں رعایا کی فلاح اور بہبودی میں نہایت آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہونا چاہیئے، انہیں معلوم ہوجائیگا کہ حکومتِ قیصری میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جو دل وجان سے اُن کے نیک ارادوں اور خواہشات کی تکمیل میں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائینگے،

سفیر

"باقی دارد"

سیر الآثار

ملک کی قابلِ تعظیم ہستی جناب رائے بہادر پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم لاہو
نے ۱۹۲۲ء میں جنوبی ہند کی وسیع النظری سے سیر فرمائی اور اس سیر کے دلچسپ حالات
لکھ کر ہمیں عطا فرمائے، جو باقساط رئیس ہند میں چھپ رہے ہیں، قسط ذیل بلحاظ دلچسپی
خاص وقعت کے قابل ہے۔ اڈیٹر

سیر مدراس

پونا سے مدراس کا ٹکٹ لیا، ریل میں ایک مرہٹا انجنیر سے واقفیت ہوئی، اُس کا نام

N. V. Modak
Bachelor of Engineering Sanitary
Engineer ... Shivnathsons

اُس کے ساتھ کشمیری اور دکھنی برہمنوں کے باہم ازدواجوں کا ذکر ہوتا رہا، ماڈرن ریویو
میں مضمون گویا (G. O.) کا ذکر ہوا جس میں لکھا تھا، سابقہ زمانہ میں کشمیری پنڈتوں اور دکھنی
برہمنوں میں رشتے ہو چکے ہیں، اُس نے بتلایا کہ پونا کے نامی برہمن جت پوں ہیں، تیس کے قریب
اُن کی زاتیں ہیں، بعض اُس نے اپنی قلم سے میری نوٹ بک میں تحریر کردیں، مثلاً

Gadgil	Gokhale	Sohala	Ranade	Modak
Nene	Natu	Kartik Kandre		Sane
Lele	Tilak	Sathe		Welekar
Rele	Gore	Bhave		Godbole
Kale		Joshi		Limaye

یہ شخص ولایت کا تعلیم یافتہ تھا، گورنر مدراس کے پاس ملازمت کے لئے جارہا تھا، نہایت خوش مزاج گورا رنگ تھا، طرز وضع سے کشمیری پنڈت معلوم ہوتا تھا، وہ اور ہم ایک ہی ہوٹل میں اُترے اسٹیشن کے قریب کول ولاس ہوٹل کی ایک شاخ ہے، وہاں رات کا کھانا بھی ملا، اور آرام پایا، ہوٹل کے ملازم بہت ہی رنگیلے تھے، باورچی ایک لونڈا گویا تھا، ایسے طرز سے اوچے اوچے کہتا تھا کہ ہنسی آتی تھی، اُس کے ساتھ دو ایک اور پھرتیلے جوان بھی تھے، جنکی عادات بندر کے مشابہ تھیں، لیکن نہایت مصفا، یہاں کے لوگوں کا عمل اس مقولہ پر ہے

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس — یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا اُلٹا

جب ہم سو گئے تو اس ہوٹل میں ان لونڈوں نے خوب طبلہ بجایا گیا اور گاتے رہے، اُن کی زندہ دلی میں ذرا شک نہیں، شام رنگ میں یہ زندہ دلی تعجب کی بات نہیں،

پونا سے ریل خشک ملک سے گذری تھی، دریاؤں اور ندیوں کے پل تو بیسیوں گذرے لیکن کسی میں پانی نہ تھا، یہ غلط بیان کیا جاتا تھا، کہ راستے میں کھانے کو نہیں ملتا، برہمن ہوٹل بعض بعض بڑے اسٹیشنوں پر موجود ہیں، کافی کا ایک پیالہ ایک آنہ میں ٹھنڈا کرتے ہیں، ار ۳ پائی کو ملتا ہے، تیل کی پکی ہوئی ترکاریاں، تیل کی پوریاں دال چاول کے اندرسے اور پوڑے اور مٹھائی ملتی ہے، چٹنی دہی کو کہتے ہیں، جس میں نمک مرچ مولی کوفتہ اور ترشی ملائی ہوتی ہے، یہی نام اس کا کشمیر میں ہے، اس راستے میں آبادی کم اور مفلسی زیادہ معلوم ہوتی ہے، ریل میں ایک وکیل صاحب بمقام کے گوٹی کے ملے نام R. nattindo Rau تھا وہ پنجاب کے معاملات میں بہت دلچسپی لیتے تھے لالہ ہرکشن لال کا حال پوچھتے رہے، کھدر کے متعلق سوالات کرتے رہے، پنجاب کی اکالی تحریک کا حال بھی دریافت کرتے رہے، غرض معلوم یہ ہوا کہ ہمارا پنجاب جنوبی ہند میں کچھ عرصہ سے بوجوہات معلوم مشہور ہو گیا ہے، سادگی تو مدراسی پر ختم ہے، عورتوں کو ایک تہہ بند

اور چولی کافی ہے، مردوں کو صرف تہ بند کافی ہے سچ پوچھئے تو نیچر کے احکام کی اطاعت یہی کرتے ہیں، ہم لوگ ایک ایک تھان پگڑی اور ایک ایک تھان شلواروں میں صرف کرتے ہیں، اور تین تین کپڑے جسم پر رکھتے ہیں، آدھی درجن جوتوں کی رکھتے ہیں جس کے پالش کا صرف کم نہیں اور ملازمین کی مصروفیت علاوہ رہی، ان کے بدن پر پسینہ فوراً خشک ہو جاتا ہے، کسی قدر اسی کے جسم سے بدبو نہیں آتی، کسی کے جسم پر کوئی خارش نہیں، ان کی آبنوسی جسم صاف ستھرے ہوتے ہیں، ایک مدراسی برہمن نیم برہنہ کے پاس بیٹھئے آپ کے سامنے علم کی کان کھول دیتا ہے، گویا

[illegible] ہے لیکن اپنی مرجادا کا پابند، وہی ماتھے پر تلک، اور وہی نشان اپنے اپنے فرقۂ دہرم کا، وہی دہوتی وہی گلے میں دوپٹہ سر منڈا ہوا جنیو پہنے ہوئے، اسی طرح دیوی دیوتاؤں کی پوجا وہی سادہ خوراک اس کی اس وقت ہے جو پانچ ہزار برس ہوئے تھی، اور پنجابیوں کو دیکھئے ہرجائی طبیعت ہے، صبح رتی شام کو ماشہ کسی تہذیب پر استقلال نہیں، جسے دیکھا اسی کی نقل کرینگے گویا طرفہ معجون ہیں، پمپ جوتا، انگریز پاجامہ قمیض کالر، نکٹائی کوٹ، شلوار، کلاہ، لنگی گویا شجاعت، نزاکت اور فیشن کے مجموعے ہیں،

منشی شنکر داس تیل کی پوریوں سے ناک چڑھاتے رہے، بقیہ مٹھائی وغیرہ کھا کر انہوں نے گذارہ کیا، مینے تو محض شوق جدت پسندی سے ہر ایک طرح کی غذا تناول کی، مدراسی ایک پیپر واٹر کا استعمال کرتے ہیں، یہ زیرے کا ترشی آمیز پانی ہوتا ہے، جس میں لال مرچیں گھوٹکر ملائی ہوئی ہوتی ہیں، شروع شروع میں تو ہم بہت کم استعمال کرتے تھے، جو خوف اسکے استعمال سے ہم کو تھا وہ تجربہ میں نہ آیا، رفتہ رفتہ عادت پڑگئی حتیٰ کہ طبیعت اس سے مانوس ہوگئی بعض اوقات اس پیپر واٹر میں پسی ہوئی دال بھی ملا دیتے ہیں، یہ دال کشمیری پنڈتوں کے ہاں کی کھٹی دال جیسی بنجاتی ہے، اس سفر میں ایک اسٹیشن پر علاوہ دیگر اشیاء کے کیوڑا اور

چنبیلی کے پھول بکتے ہیں، ایک اور اسٹیشن گدور نام پر جھاڑو بکتے نظر آئے، ہماری کلی اس مدراس کے سفر میں وہاں کے لوگوں کے لئے ایک پہیلی تھی، وہ عجوبہ کے طور سے اوس پر نگاہ ڈالتے مجھے پیتے دیکھتے، دھواں نکلتے دیکھتے اور انگشت بدندان حیران رہتے تھے، کہ یہ نرالا طریق حقہ پینے کا ہے، بہت لوگوں نے سوالات بھی کئے، جس کا جواب بوجہ زبان نہ سمجھنے کے میں اشاروں سے دیتا رہا، اس ملک میں بیڑی پیتے ہیں، یا تمباکو میں چونہ ملا کر کھاتے ہیں، ہمارے تمباکو کو یہاں گڑاکو کہتے ہیں، سننے میں آیا کہ اہل اسلام کسی کسی جگہ حقہ پیتے ہیں، جس میں وہ گڑاکو استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ اوپر ذکر آیا، آخر مدراس پہونچے، اسٹیشن سے جھٹ والے یکے لئے، جس کو وہاں جھٹکا بولتے ہیں، گویا وہ جھٹ منزل مقصود پر لے جاتے ہیں شاید ذبح کرنے کا طریق جھٹکا کیہی وجہ تسمیہ بھی لفظ جھٹ سے ہو، اور جیسا کہ مذکور ہوا کوئل وولاس ہوٹل میں فروکش ہوئے، مدراس پہونچنے سے پہلے ہی ٹرین پر دیا ساگر پانڈے جن کو میرے آنے کی اطلاع اُن کے بھائی بابو رام پانڈے نے لاہور سے دی ہوئی تھی، اور جن کے لئے اُنھوں نے ایک چٹھی بھی مجھے دی ہوئی ہے، ریل پر آدمی بھیجا تھا، لیکن میں دوسری گاڑی سے وہاں پہونچا، رات کو اُن کو تکلیف نہ دی، صبح رکشا پر سوار ہوکر جس کو وہاں ۶ ر فی گھنٹہ ملتا ہے، میں نے اور منشی جی نے اُنکی کوٹھی جو اُنھوں نے حال میں خریدی ہے، اور نہایت خوبصورت مقام پر واقعہ ہے، (نام کوٹھی شانتی کنج گارڈن کل پائیک مدراس) شناخت کرلی اور جا پہنچے،

پنڈت صاحب مدراس میں انڈین بنک کے سکرٹری اور بارسوخ شخص ہیں وہ نہایت تپاک سے پیش آئے، مجھے امپریل بنک سے اُنھوں نے روپیہ دلایا، ایک موٹر کار ہمارے لئے تجویز کردی، ساری مدراس کی ہمکو سیر کرائی، مدراس کا بے رونق شہر، کلکتہ... بمبئی کا کوئی مقابلہ نہیں کرتا، البتہ یہاں کے بیچ ... سڑک سمندر کے کنارے کئی میلوں پر نہایت پرفضا میں تراستے میں [illegible] نہایت عمدہ ہے

انواع و اقسام کی مچھلیاں جمع کی ہوئی ہیں، بعض تو ایسی تھیں کہ کائنات کی نیرنگی کا ہوتی تھی، ایک مچھلی ایسی دیکھی جس کے جسم پر نیلگوں بند تھے، جیسے جاپان کے لوگ اپنے کوتوں پر لگاتے ہیں، اور جیسے بعض جاکی جابک سوار [illegible] اپنے لباس کے رنگ دکھلاتے ہیں، ممکن ہے کہ اس مچھلی سے اس طرز کی نقل لیگئی ہو،

ہائی کورٹ ہائی کورٹ کی عمارت خوبصورت وضع کی ہے، اس روز یونیورسٹی کا کانووکیشن تھا، عدالت العالیہ جلدی برخاست ہوگئی، ہم اجلاس نہ دیکھ سکے، چند میل مدراس سے موٹر پر اڈیار [illegible] دیکھنے چلے گئے، وہاں بڑے کمرہ میں جملہ ہادیان مذاہب کی تصویریں ہیں، اور کرنل آلکاٹ اور میڈم بلیوڈسکی کے بُت سنگین رکھے ہوئے ہیں، شاید اُنکے سامنے پھول بھی چڑھائے جاتے ہوں،

کتب خانہ دیکھا، یہ مجموعہ قلمی اور مطبوعہ کتب کا خاصہ ہے، لیکن اتنا بڑا نہیں جو میں خیال کیا کرتا تھا، ہمیں پیاس بہت لگی، برف کی طلب ہوئی، تو کسی نے کہا کہ انگریزی طبقہ میں ہی آیا کرتی ہے، وہاں سے بھی کسی نے نہ دی آخر معمولی پانی سے کام لیا گیا

یہ ایک خوشنما بستی ہے، کئی میمین کئی دیسی اس میں رہتے ہیں، مسز ڈاکٹر بسنت دن بھر شہر مدراس میں اڈیٹری بنو انڈیا کر کے رات کو یہاں واپس آجاتی ہیں، موٹر سروس بنی ہوئی ہے، برسوں سے میں اس عجیب عورت کے رویہ کو دیکھتا رہا ہوں، واقعی یہ عورت ایک ساحرہ ہے، ان کی علمیت، اس کی فصاحت اور مقناطیسی طاقت قابلِ داد ہیں، اس کی جادو بیانی نے سینکڑوں فاضل ہندوستانیوں کو گرویدہ کر رکھا ہے جو اس کے نام پر بکے ہوئے ہیں، اڈیار ایک سمندری ندی کا نام ہے، جس کے نام سے یہ آبادی مشہور ہوگئی ہے، مقام نہایت پرفضا سرسبز سایہ دار ہے آب و ہوا بہت عمدہ بیان کی جاتی ہے، اڈیار سے واپس آکر ہمنے نئی اور پرانی مدراس کی خوب سیر کی، جابجا گرجے نظر آتے تھے، دیسی عیسائیوں کی یہاں بہت تعداد ہے

جو اوائل میں عیسائی ہوگئے تھے، اب کالے صاحب بنے ہوئے ہیں،
واضح ہو کہ یہاں ہمارا تمبا کو ختم ہو چکا تھا۔ کال ایک گھنٹہ گھومنے کے بعد
کے چوک میں ایک مسلمان تمباکو فروش سے ملگیا۔ یہ کا خریدا گیا،
اِسیر لنکا کی ڈیوٹی کی کیفیت آیندہ بیان ہوگی، ٹکیاں کوئلہ کی بھی ملگئیں، مجموعہ روزگار
کی کے لئے خزانہ ملگیا، بازار سے صرف ہم نے ایک توشک خریدی اور کوئی چیز خریدنے
کے لائق نظر نہ آئی موٹر کار پر مدراس کی سیر کے لئے ایک دن کافی تھا، گرمی دہلی سے
زیادہ تھی رات کو بوٹ میل کا ٹکٹ لیا، رام ایشرم کے لئے وہاں کی مہتمم کے پانڈے صاحب
نے تار دیا ہوا تھا وہ ریل پر آیا اور ایک بنگلہ میں ہمکو فروکش کیا،

شمیم
دیوان برہمن (بالتصویر)

نام نیکاں رفتگاں ضائع مکن۔ تا بماند نام نیکت در جہاں۔

رائے رائیاں منشی چندربھان برہمن میر منشی شاہجہان بادشاہ کی لاثف اور اُن کے غیر
مطبوعہ دیوان کا اقتباس چھپتے ہی اطراف ملک سے اِس کے طبع کرائے جانے کے پُرزور تقاضے
شروع ہوگئے، ہم نے جس جلد سے اقتباس کیا تھا گو وہ مصنف مرحوم کے کتب خانہ کا نسخہ تھا
اور اُسی عہد کا لکھا ہوا تھا، مگر کسی ابجد خوان کاتب نے اِس کی کتابت کی تھی، اِس کی صحت اگر
ناممکن نہ تھی، تو دشوار ضرور تھی، جس قابل سے اِس کی صحت کیلئے استدعا کی، چند روز رکھکر
عدم فرصتی کا بہانا بنایا، اور واپس کر دیا، نیازمند اڈیٹر کو نہ اتنی لیاقت تھی نہ اس قدر
فرصت مگر وقت نکال کر دیکھنا شروع کیا، اور شکر ہے کہ یہ مسودہ اِس قابل ہوگیا کہ
اِسے چھاپ کر علم دوست اصحاب کی خدمت میں پیش کیا جائے، چنانچہ ۲۰×۳۰ سائز پر چھپنے کے لئے مطبع
میں دیدیا گیا ہے، اِس کا حجم ۱۰۰ صفحہ کا ہوگا، اور قیمت ایک روپیہ ہوگی، "اڈیٹر"

عرضداشت دلِ بیمار کا سنبھلنا کیا دیکھ تو پیار کی نگاہوں سے

رئیس ہند ... کی صحت و سلامتی خیر و برکت کی آسکی گذشتہ سال کی مصائب و مشکلات وہا اچگان ... جہد و راجہ صاحبان سکیت سے کم نہ تھیں رو سا کی مشکلات تو خود اُنکی پیدا کردہ ہیں مگر رئیس ہند نے اُن مشکلوں کے سر پر ... دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء پہلے سے زیادہ شان و اہتمام کیساتھ جلوہ آرائے محفل ہو رئیس ہند نے اپنے فرض سے بڑھکر کام کیا، ... ین ہمارے قدردان نامہربان اس کا ابھی چندہ بھی ادا کرکے اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل نہیں کرتے، ہم نہایت ادب کیساتھ اُنکی حمیت وغیرت سے اپیل کرتے ہیں کہ مہربانی فرماکر رئیس ہند کا چندہ جلد عطا فرماکر ممنون فرمائیں "والسلام"

گورودوارہ حضور صاحب سری گورو گوبندجی (نادیر ریاست حیدرآباد)

صبح کو یہاں پہونچے مہتمم صاحب کہیں جارہے تھے انہوں نے ہمیں ایک سکھ نوجوان کے سپرد کیا، ڈاک بنگلہ پسند نہ آیا، وہاں سے شہر پہونچے، راستے میں نادیر کے ڈپٹی کمشنر صاحب کی کچہری دربانی عدالتیں اور اہلکاروں کے مکانات نظر آئے، دو کلب بتلائے گئے، ایک ہندو اور دوسرا مسلمان وکلاء وغیرہ کے لئے، راستے میں نفیری کی آواز آئی اور ہم راگنی کے سروں میں مست چلتے گئے، کیفیت سرور یہ تھی کہ ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ چل رہے ہیں،

بدبختی سے اگر میں حیدرآباد سے واپس ہوتا ہوا بدون درشن کرنے حضور صاحب کے گذر جاتا تو اپنے آپ کو سو لعنتیں دیتا، گورو گوبند سنگھ جی زبان پر بار بار خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میری نطق نے بوسے میری زبان کے لئے، میرے پورانے ممدوح ہیں، جالندھر میں جب میرا مقام تھا، تو میں نے ایک گورکھی خوان نوکر رکھا تھا کہ اُن کی زندگی کے سوانح مجھے سنائے، وہ ایسا سُست تھا کہ صبر نے مجھے جواب دیدیا، میں نے انگریزی میں پڑھنے کا ارادہ کرلیا، اُن دنوں میں نے کچھ ان کی بابت لکھا بھی تھا، اب وہ تحریر موجود نہیں ہے، ارادہ ہے کہ اگر حیات مستعار نے جلد مفارقت نہ کی، تو مرنے سے پہلے کچھ اُن کے حالات قلمبند کرونگا، حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے پڑھا ہے کہ گورو تیغ بہادر کے پاس کشمیری پنڈت شاکی ہوئے، اور اُن سے درخواست کی کہ وہ کشمیر کے مظالم کا انسداد

کر دیں پتا جی اُن کا سر قربان ہونا تھا اور ہوا، اُس دن سے مجھے اُن کے فرزند گورو گوبند سنگھ جی سے جنہوں نے یہ فرمایا تھا کہ پتا جی آپ کے سر سے اور کونسا سر زیادہ پوتر ہے، تب سے گورو گوبند سنگھ جی سے ایک اُنس ہو گیا ہے، اُن کی زندگی کے حالات کتابوں میں پڑھتا رہا ہوں، لالہ دولت رائے لالہ ہرکشن لعل کے بھائی کی تصنیف "سوانح عمری گورو گوبند سنگھ جی" اور لچھمن سنگھ کی بھی تصنیف غور سے پڑھی ہیں، پٹنہ کا گزیٹر بھی خرید رکھا ہے، دو سال ہوئے کہ بہمراہی سردار سیوا رام سنگھ کی میں جنم بھومی گورو جی دیکھ کر مسرت دلی حاصل کر آیا ہوں، یا یوں کہنا چاہیئے کہ مجھے اس کے دیکھنے کا فخر حاصل ہو چکا ہے، اُمنگ دل میں ہے، کہ اس بزرگ کے حالات لکھوں، انشاء اللہ یہ تمنا بھی پوری ہوگی، جیسی کہ میری کئی خواہشیں پوری ہو چکی ہیں، دُعا ہے کہ وہ دن آئے، کہ میں اس شاعر، بہادر، ادیب، متبرک شخص کے حالات لکھ کر سعادت دارین حاصل کروں، میرے ممدوحوں میں گورو جی کا بھی درجہ اعلیٰ ہے، ہندو دھرم کی حمایت جو اُن سے ہوئی، اُس کا احسان ہر ہندو کے انس پر ہے، اور بالخصوص میرے ہم قوموں پر جو کسی طرح سے اپنی حفاظت نہ کر سکتے تھے، اگر یہ تائید آسمانی اور امداد غیبی بذریعہ گورو جی کے نہ ملتی تو نہ معلوم اِن بے کس بے بس برہمنوں کا کیا حشر ہوتا، مکالف صاحب کی کتاب میں اس کا مفصل ذکر ہے،

ناظرین سمجھ سکتے ہیں، کہ ان خیالات سے بھرا ہوا شخص کس تمنا سے حضور صاحب پہونچا ہے، اُس کے جذبہ کا وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے، جو پہلو میں دل رکھتا ہو، مجھے ارمان اس بات کا رہا کہ سیوا رام سنگھ جی جو میرے ساتھ پٹنہ تشریف جنم بھومی گورو جی کے دیکھنے کے لئے گئے، اس دفعہ بھی میرے ساتھ ہوتے تاکہ ہم دونوں اس بزرگ کے دیہانت کی جگہ بھی اکٹھے دیکھتے اور مسرت روحانی انبساط دلی حاصل کر سکتے جی چاہتا ہے پھر جاؤں اور اُن کے ہمراہ جاؤں، لکھتے لکھتے جی بھر آیا ہے، دل کو ضبط کرتا ہوں، ایک مرتبہ میں گورو جی کے جنم دن پر امرتسر تھا، بھیڑ اتنی تھی کہ اگر میں ایک دوکان میں پناہ نہ لیتا تو کچلا جاتا، پاس سے راگ منڈلیاں گذرتی تھیں، اُن میں سے ایک دو شبد دل میں اور الفاظ تو یاد نہیں "کشمیری آئے کشمیری آئے" سنا تھا مسٹر مکالف کے بیان کی تائید ہوتی تھی، اُس نے غالباً سورج پرکاش

یہ واقعہ کیا ہوگا، یہاں اُس کا ذکر ہونا چاہیئے یا اُس نے شبدوں سے یہ واقعہ اخذ کیا ہوگا، القصہ جب میں مندر کے قریب پہنچا تو میں نے اپنے قدیمی دوست کہیئے دشمن کہیئے رفیق کہیئے آفا کہیئے یعنی حقہ خان سے نہایت بدسلوکی کی بلکہ جیب میں جو جرٹ کیس تھا، وہ بھی باہر ایک دوکاندار کے پاس امانت رکھدیئے اُبھر اندر گیا، مندر پر ایک نگاہ ڈالی، باغ باغ ہوگیا، شکر ہے کہ اپنے ممدوح کا گوردوارہ آخیر دیکھ لیا! ایک افسر وہاں داروغہ کہلاتا ہے، اُس نے ایک پانی لانے کے لئے آدمی دیا! راجہ فریدکوٹ کے بنوائے ہوئے کروں میں سے ایک کمرہ ہم کو دیا، ہم نے کھانے پینے کا انتظام شروع کیا، بیرہ ملازم نے ہمت کی سب سامان جمع کیا اور رسوئی بنانے لگا، میں اور منشی جی گوداوری اشنان کے لئے گئے، دریا کے کنارے ایک اور بھی دھرم سالہ سکھوں کی ہے، دریا میں ہم نے اشنان کئے، ایک سکھ وہاں پر ملا اُس سے بات چیت ہوتی رہی معلوم ہوا کہ اُس کی بزرگ سوختہ خان خاناں ضلع جالندھر سے آئے تھے، چونکہ یہ شخص فرات کا رام گڈیا تھا، اور خان خاناں موسیقی سازوں کے لئے مشہور ہے، غالباً اُس کے بزرگ سازندے ہونگے، اور شبد کیرتن کا کام کرتے ہونگے، یہ سکھ اردو اور ہندی ملی ہوئی بولتا تھا، کہیں کہیں پنجابی لہجہ بھی آجاتا گوداوری سے آکر میں نے ارداس کرائی، گورو گرنتھ صاحب کے درشن کئے، ایک خاص امر قابل ذکر ہے کہ جیسے ہندو مندروں میں دیوتا کا بھوگ لگتا ہے، یہاں بھی ایسا ہی ہوتا ہے پوری حلوا اور بھاجی دہی کا بھوگ لگتا ہے، حاضرین میں بانٹا جاتا ہے، دھوپ دیپ ہندو مندروں کی سی ہے، پرکیا سنگ مرمر کی نہایت اعلیٰ نمونہ کی ہے، اندر سارا مطلا ہے کہیں کسی جگہ طلائی کام ہو رہا تھا، کام کرنے والے امرتسر کے تھے، گوردوارہ ہے کہ نوری نور برستا ہے، یہاں پانڈے بھڑوں کے چھتے کوئی نہیں، نہ ان پڑھ پوجاری محصل کا کام کرتے ہیں، ایک طبلہ بجاتا ہے تو دوسرا سارنگی، ایک گاتا ہے تو دوسرا سُر بھرتا اور آخری مصرعہ دوہراتا ہے، بیٹھ جایئے۔ سنئے، شبد انسان کو ایک بلندی پر لے جانے والے گائے جاتے ہیں، کوئی دق کرنے والا نہیں، کوئی امیدوار خیرات نہیں، سیوا، سیوا، سیوا ہی گوردوارے

سکھایا، اور یہاں اسی پر عمل ہے، سچ تو یہ ہے کہ ہندوؤں میں اگر کہیں سیوا کا بہاؤ ہے تو سکھوں میں۔ یہ گوروں کی برکت ہے، کہ اب تک اُن کی ہدایتیں فراموش نہیں ہوئیں، کاغذی باتیں تو ہر جگہ مل جاتی ہیں، ایسی ہزاروں سن لیجیے، کوئی جگہ سیوا بیوپاری اصول ہے بظاہر سیوا معلوم ہوتی ہے، سکھوں میں یہ اصلی سیوا ہے، نشان کام سیوا ہے، ہم جتنی دیر وہاں رہے کسی نے ایک پیسہ طلب نہ کیا، نہ کسی کے چہرہ سے کوئی مانگنے کی ادا معلوم ہوتی تھی، چلتے وقت ہم نے بخوشی خود بطور حق الخدمت نہیں محض اپنی خوشنودی کے لیے کچھ دیدیا، شام کا وقت آیا، شام کو چاروں دروازے کھلتے ہیں، پرکیا ہوتی ہے، شبد گائے جاتے ہیں، ان دفوں گھنٹی بھاؤ سے سنتے ہیں، ایکانت تھی، نہ شور نہ غل، ہم بھی مثل دیگر سکھوں کے وہاں شبد موقعہ حاصل کرتے رہے، سرکاری انتظام بہت عمدہ ہے، جو کوئی وہاں چڑھاوا چڑھاتا ہے، اُس کو رسید دیجاتی ہے، معہ نام و پتہ کے ایک کاؤنٹر فائل رہتا ہے، ایک محرر وہاں یہ کام کرتا ہے ایک اور محرر اُس پر نگرانی کرتا ہے، صاحب ڈپٹی کمشنر کے زیر احکام کام ہوتا ہے، ایک کمیٹی اہتمامیہ بنی ہوئی ہے، جس کے ایک ممبر کرنیل جیون سنگھ جی بھی ہیں، تیسرے پہر ہم بازار سے بھی ہو آئے تھے، شام کو مندر سے رخصت ہوئے، میرے رفیق حقہ خان نے جیسے ہلاکو خان کہنا چاہیئے، پھر مجھے گلے لپٹا لیا، افسوس، عادت بد چھوٹتی نہیں،

یہ گورودوارہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بنوایا تھا، دیوان چندولال کے زمانہ میں جاگیر کا دس ہزار کی جاگیر مقرر ہوئی تھی، جو اب تک جاری ہے، اعلیٰ حضرت نظام صاحب کے سالگرہ کے دن مسجدوں اور مندروں کے یہاں بھی ۹۲ روپے بھیجے جاتے ہیں، چڑھاوا جمع ہوتا رہتا ہے اُس میں سے خادمان درگاہ کو مواجب معقول ملتی ہیں، جو بچ رہتا ہے، مندر کی ترقی میں صرف ہوتا ہے، اس مندر کے آس پاس ایک چھوٹی سی بستی سکھوں کی ہے، جو پشتہا پشت سے وہاں سکونت پذیر ہیں، اُن کی بولی ہندوستانی ہے، ہندوستان کے مختلف حصوں سے دور دور سے سکھ یہاں درشن کو آتے ہیں، مگر مقامی لوگوں میں یعنی ہندوؤں میں سکھی کا پرچار نہیں،

صرف ایک قوم جسے لبانہ کہتے ہیں، معتقد ہے، یہ قوم پنجاب کے بنجاروں کے مشابہ ہے، جشن میں وہاں تھا، ایک لبانہ میاں بیوی گوداوری سے اشنان کرکے گوردوارہ میں آئے، میں نے کبھی کسی عورت کا ایسا لباس نہ دیکھا تھا، اس کے سر پر جسے چونڈا بولتے ہیں، ایک سلاخ جیسی لگی ہوئی تھی، اس پر کپڑا تھا، نیم کشادہ چھتری معلوم ہوتی تھی، گھگھرہ وغیرہ بھی ویسا کہیں نظر نہیں پڑا، ایک سکھ گوردوارہ میں آیا، نہ معلوم وہ کہاں کا تھا، ایک اور سکھ نے باآواز بلند کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ فلاں فلاں قصور ہوگئے ہیں، معاف فرمایا جاؤں، گرنتھی نے سزا اور تاوان لگا دیئے، اس رسم کے یہ معنے سمجھ میں آئے کہ ہر ایک سکھ بخوشی خود تائب ہو سکتا ہے، اور تاوان اور سزا بھگتنے پر پاک ہو جاتا ہے، بدھوں میں بھی یہ رسم تھی، اس کی قواعد ونایا مہاوگا میں درج ہیں، عیسائیوں میں یہ رسم آخر میں معیوب طریق کی ہوگئی تھی، اب شاید جاری نہیں،

ایک دن سے زیادہ ہمارا وہاں قیام کرنے کا ارادہ نہ تھا، اسٹیشن پر پہونچے، ناسک کا ٹکٹ لیا، آرزو پوری ہوگئی، اگر روح کوئی شے ہے، تو اس کو خطاب کرکے عرض کرتا ہوں، کہ گوبند گوبند تو ہندوؤں کو نہ بھولیگا، تیرے احسان اوراق تاریخ قرطاس پر سدا رہینگے، اس ناچیز کی یادگار تحفہ قبول کر اور اپنی روحانی طاقت سے مجھے ہمیشہ اپنے حلقہ مداحوں میں شامل رکھ۔

باقی دارد

شمیم

اڈیٹر صاحبان رسائل و اخبارات کی خدمت میں گزارش

جن جن اڈیٹر صاحبان رسائل واخبارات کی خدمت میں "رئیس ہند" بغرض تبادلہ وریویو جا رہا ہے، ہو رہا ہے، امید ہے کہ براہِ کرم تبادلہ منظور فرما کر کسی قریبی اشاعت میں تقریظ فرما کر ممنون فرمائیں

نیاز مند اڈیٹر

لطائفِ شاہی

۲ لاکھ نفوس کی زندگی ایک نیم حکیم کے ہاتھ میں

قدیم ضرب المثل ہے، نیم ملاں خطرۂ ایمان، نیم حکیم خطرۂ جان، مگر جہاں نیم حکیم اپنا اسپتال چھوڑ کر مسندِ وزارت پر جلوس فرما ہو جائے، تو جو کچھ اس کا نتیجہ ہو سکتا ہے ظاہر ہے، کہنا پڑتا ہے، ڈاکٹر وزیر خطرۂ کشور، چنانچہ اس نا قابلِ عمل طرزِ حکومت کی داغ بیل ریاست جیند میں سردار اتمر سنگھ کے قبل از وقت وفات سے ڈالی جا چکی ہے جبکہ بی۔ ایس ڈھینگرا جو ریاست جیند میں انچارج ہوسپٹل تھا، راجہ رگھبیر سنگھ بہادر کی ریاست کا وزیر اعظم بن گیا ہے، آلاتِ جراحی اور قلم میں جو مناسبت ہے اُس کی خطرناک موافقت کا یہ دلدوز نظارہ ہے، جسے منکچرالو۔ ڈین اندمال کر سکتا ہے نہ آسے ڈل، بلکہ اُس کے ہاتھ میں نوشتہ ہے، اور سڑی ہوئی لاشوں کا پوسٹ مارٹم کرتے کرتے دماغ تعفن سے بس گیا ہے،

آج ہم ستم رسیدگان اور مجروحانِ نشتر بڑے درد و آہ و بکا کے ساتھ دربار رئیس ہند میں اپنی فریاد بیداد کے لئے حاضر ہوئے ہیں،

ڈھینگرا صاحب عقل و ذہانت کے ٹھیکہ میں حافظ خدا نے ایسا بخشا ہے یا مین گیا ہے کہ بوڑے بڑے وید یا تھی وقاری، پادری وگر بھی بھی سخت حیران، کل کی بات ہے کہ ایک ضلع کے ناظم آپ سے کسی معاملہ میں مشورہ کرنے آئے کوٹھی پر پہونچے، چوکیدار نے کہا تار سے باہر رہو، کچہری میں ملو اور وسے اتنا تک کہ یہی دماغ کی قابلیت کا وقت ہے، وہ دفتر پہونچے اگرسی پر سامنے بیٹھے مجھ جھک کر سلام کی آپ پوچھتے ہیں، ۔میں نے آپ کو پہچانا نہیں، آپ کون صاحب ہیں،

ناظم۔ حضور میں میرا نام فلاں ہے،

ڈہنگرا۔ تم کہاں کے ناظم ہو؟

ناظم۔ فلاں ضلع کا،

ڈہنگرا۔ معاف کرنا میںنے آپ کو پہنچانا نہیں،

ناظم۔ حضور میں تو برسوں ہی نیاز حاصل کرتے گیا ہوں،

ڈہنگرا۔ ہاں میںنے تمہیں کہیں دیکھا ضرور ہے،(ڈہنگرا صاحب اس مختصر سلسلۂ گفتگو میں اُس کا نام نشان پھر بھول جاتے ہیں) اور پھر پوچھتے ہیں' ہاں آپ کا کیا نام ہے'

ناظم (اپنا نام و نشان پھر بتلاتا ہے'

ڈہنگرا ہاں ہاں آپ کس طرح تشریف لائے'

ناظم (جو بیان کرنا ہے کرتا ہے'')

ڈہنگرا اچھا اسی طرح ہو جائیگا' اب آپ آرام فرمایئے'

دن' ہفتے' مہینے گذر جاتے ہیں کچھ جواب نہیں ملتا' کیونکہ وہاں تو کچھ یاد ہی نہیں رہا'

دیگر

"یہ کیا کہتا ہے"

اگلے دن ایک سائل پیش ہوتا ہے' اور عرض کرتا ہے'

حضور فلاں ناظم صاحب نے مجھے دن دہاڑے لوٹ لیا'

ڈہنگرا (برہانند سے مخاطب ہو کر) یہ کیا کہتا ہے'

برہانند حضور یہ کہتا ہے' کہ ناظم صاحب نے دن دہاڑے لٹیروں کو پکڑ لیا'

ڈہنگرا بہت اچھا کیا جاؤ'

دیگر

"منیجر آے او ڈین بینٹ کرو"

آپ کے پاس ایک مضروب اپنا استغاثہ لیکر اس وجہ سے پیش ہوتا ہے' کہ ماتحت عدالتیں فیس داخلہ

استغاثہ مانگتی ہیں،

ڈھینگرا تم کیا کہنا چاہتے ہو،

مستغیث حضور میرا مال و دولت لوٹ لیا گیا کوئی استغاثہ نہیں لیتا وکیلوں سے زیادہ فیس مانگتے ہیں (کپڑے اتار کر) حضور میرا جسم ملاحظہ فرمائیں، مار مار کر ہڈیاں توڑ دیں، زخموں سے خون بہ رہا ہے، اور تکلیف کے مارے مرا جا رہا ہوں،

ڈھینگرا جاؤ جاؤ جلدی جاؤ اور ٹمنیجر آسٹے اوڈمن بینٹ کراؤ، (خوب فریاد سُنی اور تشخیص کے قربان جائیے)

مستغیث بچارہ چیختا چلاتا معہ استغاثہ باہر نکال دیا جاتا ہے،

نسخہ دیگر

ایک ایسا فریادی ڈھینگرا کے درخواست لیکر پیش ہوتا ہے کہ جس کی اراضی پر غیروں نے جبراً قبضہ کر لیا ہے،

ڈھینگرا (صورت اور کاغذ دیکھکر اور برہمانند سے مخاطب ہوکر) یہ کیا کہتا ہے،

برہمانند حضور یہ رعایا کے لوگ بڑے بدمعاش ہیں،

ڈھینگرا نہیں نہیں جاؤ منیجر اسے اوڈین بینٹ کراؤ،

نامہ نگار

مراسلہ پریس

میر منشی (ایم اے ایل ایل بی جو علاقہ انگریزی میں وکالت کرتا تھا) سپرنڈنٹ دفتر سے :- کیوں جی سابق میر منشی بڑے بیوقوف تھے، اب جبکہ پریس کی ایجاد ہوگئی تو مراسلہ جات چھپوا کیوں نہیں لئے جاتے،

سپرنڈنٹ دفتر - حضور ایک مراسلہ ایک مضمون کا ہوتا ہے، جیساکہ خط، پھر مراسلہ کس طرح چھپوایا جاسکتا ہے

میر منشی (جو محض کودن اور پریس کے کام سے نادان تھا) تو پھر ہرج کیا ہے، سپرنڈنٹ دفتر - حضور مسودہ نگار اگر ایک مراسلہ لکھیگا ہر بھی لاگت نہیں آسکتی لیکن پریس میں یہ مراسلہ دو روپیہ میں تیار نہیں ہوسکتا، میر منشی تم نہیں سمجھ سکتے یہ قانون کی بات ہے، سپرنڈنٹ دفتر حضور مجھے سمجھا دیں، میر منشی ہاں فیس داخل کرو،

میر منشی کی حماقت پر سپرنڈنٹ اور اہل عملہ دفتر نے میں آکر ایک فرمائشی قہقہہ لگایا،

"ایک ریاست کا نامہ نگار"

رئیسِ ہند کلب

نامہ نگار صاحبان پٹیالہ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اُنہوں نے جو نگینہ سنگھ، تیرتھ سنگھ، شنکر جی، بھگونت سنگھ قائمقام ناظم اور گنگا دین، اچھرو رام، ہمت سنگھ، رگھبیر سنگھ، لال چند، ہزارہ سنگھ، دربارہ سنگھ، ہری کشن، جیگوپال، نائب ناظمان اور بہت سے تحصیلداران و نائب تحصیلداران اور سب انسپکٹران پولیس و مال کے دیگر نائب ناظمان کی طرح طرح کی بدعنوانیوں اور پنڈت مادھورام نائب ناظم منڈیات کے جور جبر کے مراسلہ جات دفتر ہذا میں اشاعت کے لئے بھیجے ہیں، وہ اُس وقت تک شائع نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم خود اپنا اطمینان نہ کرلیں، اس لئے اُن کو چند سے انتظار فرمانا چاہیئے، مگر اپنے مراسلات برابر جاری رکھیں،

سردار س، اس صاحب کا سنام ریاست پٹیالہ سے ایک طولانی مراسلہ موصول ہوا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ سردار بھگونت سنگھ قائم مقام ناظم کی نحوست اس ضلع سے دور ہوئی، اور سردار ہربنس سنگھ صاحب کا حسب مبارک قدم آیا ہے رعایا و ملازمین اپنی زندگی اطمینان سے گذار رہے ہیں، سردار صاحب موصوف کسی سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہیں رکھتے، دفتر ہذا میں اس سے قبل سردار بھگونت سنگھ کی نہایت ہی بیجا سہمناک حرکات کی شکایات پہونچی تھیں، مگر ہم نے اس وجہ سے درج نہیں کی تھیں کہ آن ہی ایام میں نحوست کا خاتمہ کر دیا گیا تھا، یہ امر موجب مسرت ہے کہ سردار ہربنس سنگھ صاحب نے گذشتہ زمانہ کی تلافی فرمادی،

بدخواہان ریاست کپورتھلہ

شورش کا زمانہ امن اور اطمینان کے حلقوں میں بھی آگ سلگا دیتا ہے کون نہیں جانتا کہ ریاست کپورتھلہ کی انتظامی مشینری ہر طرح کے اعتراضات و نکتہ چینی سے پاک ہے، مگر وبا کے جراثیم وہاں بھی پھیلنے لگے، دوارکا پرشاد وکیل کا مسلسل فضول شکایات سے بھرا ہوا ایک مضمون نظر سے گزرا ہے، وہ رونا روتا ہے کہ

"مجھے وکالت سے معطل کر دیا گیا، اسٹیٹ اسمبلی اور لوکل بورڈ کی ممبری سے موقوف کیا گیا اعزازی کرسی نشینی ضبط فرما دی گیا، الغرض اس بنا پر کہ میری مذہبی سرگرمی سے حکام ریاست ناراض تھے، آج تک کسی نے یہ بتانے کی تکلیف نہیں اٹھائی، نہ آنے کے لئے تیار ہوں اور یہی وجہ ناراضگی کی ہے کہ کپورتھلہ میں بغیر کسی جدید تفصیلی تحقیقات کے ہر ایک آدمی کو اس کی مذہبی اور سوشل سرگرمیوں سے ناراض ہو کر پریشان کیا جا کر پبلک زندگی سے گرایا جا سکتا ہے"

یہ ہے وکیل مذکور کی ذاتی اپیل جس سے مذہبی بنا پر ہندیوں کے قلوب بگاڑنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے، کوئی بھی بھولا ہوا نہیں کہ ریاستوں میں حقیقی سوراج حاصل ہے، اور جو اس کو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کی تباہی کے بھی ویسے ہی قانون وہاں مروج ہیں، کوئی جدید قانون نافذ کرنے کی ضرورت نہیں دوارکا پرشاد اگر کپورتھلہ کا باشندہ ہے تو ریاستوں کے ان قدیم عام قوانین سے ناواقف نہ ہوگا،

اب رہی مذہبی سرگرمی، کپورتھلہ ہندیوں کی ریاست ہے، ہندی ہی کارفرما ہیں، یہ شکایت اگر فی الحقیقت ہے تو کیا وجہ ہے، ایسی ناپاک سازشوں سے حکومت کپورتھلہ کو ایسے ادنیٰ مفتری اشخاص بدنام نہیں کر سکتے، ہندیوں کو ایسے خودغرضی کے اپیلوں سے متاثر نہ ہونا چاہیئے، ایسے وکیلوں کی مذہبی سرگرمیاں جیسی وقعت رکھتی ہیں، انہیں ہم خوب جانتے ہیں، ارکان ریاست کو ایسے بغاوت کے کیڑوں کا بیج ناس کر دینا چاہیئے،

راجہ صاحب کی سکیت میں واپسی

نالایق مفتریوں کی شورش اور اہلکاران کی کم توجگی سے راجہ صاحب سکیت دہرہ دون تشریف لے گئے تھے، اس طرح طرح کی افواہیں پھیلنی شروع ہوئیں، لیکن اب حالات کی اصلاح ہو گئی اور راجہ صاحب نے راجدھانی میں آنے سے رعایا

رئیس الکلام

حقیقتِ حال

ہندو اور مسلمان ہر دو اقوام کی بدحالی کا دل دوز نوحہ ادیب کامل جناب مولوی نورالحسن صاحب نیّر کاکوروی نے لکھکر جس طرح حق صداقت ادا فرمایا ہے وہ پڑھنے اور سمجھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے۔

اڈیٹر

مجھکو اک شب اتفاقاً عالمِ تنہائی میں
رب سے موقع ملگیا اک شکوۂ دلگیر کا

دست بستہ عرض کی میں نے کہ اے بندہ نواز
تیری رحمت نے بڑھایا حوصلہ تقریر کا

غور سے کرتا ہوں میں جو اگلے لوگوں پر نظر
ساتھ اُن کے اور ہی کچھ ڈھنگ تھا تقدیر کا

انھیں بھی ایسے تھے جو تھے تیرے منکر صاف صاف
ہم میں بھی ایسے ہیں جنکو لیت ہے تدبیر کا

انکی آہیں عرش کے نیچے کبھی رکتی نہ تھیں
اپنی آہیں پست ہیں پتہ نہیں اک تیر کا

ہوتے تھے اپنے ارادوں میں وہ اکثر کامیاب
ہم کو تھے بگڑا لگا ہے کچھ نہ کچھ تقصیر کا

آئے دن کی خشک سالی سال بھر طاعون کا خوف
تھا برا اگلوں سے بھی یہ طرز دار و گیر کا

تیری رحمت عام ہے اور تو سراپا رحم ہے
تجھسے کچھ کھٹکا نہیں تبدیل کا تغیر کا

توبہ توبہ تو خفا ہو جائے یہ ممکن نہیں
پھر یہ کیوں برتاؤ بدلا عالمِ تقدیر کا

ہنسکے فرمایا کہ اے ناواقفِ اسرارِ غیب
نکتہ چینی اب تو شیوہ ہے جوان و پیر کا

ہم کنایہ میں تجھے سمجھائے دیتے ہیں ابھی
گرچہ یہ مضمون نہیں محتاج ہے تفسیر کا

دونوں بھائی تھے جو یکجان دو قالب ہند میں
ایک گھر میں لطف تھا ناقوس کا تکبیر کا

ان میں اب لطف و محبت ہے نہ وہ راز و نیاز   چہرہ ہے یا پھول مرجھایا ہوا تصویر کا
رات دن آپس میں ان دونوں میں رہتا ہے نفاق   بھائی بھائی پر چلاتا وار ہے شمشیر کا
دل میں کچھ ہے اور زبان سے کچھ کہا کرتے ہیں وہ   پھر گلا ہوتا ہے ہر دم خوبیٔ تقدیر کا
دل کے آئینہ سے پارہ اڑ گیا اخلاق کا   جان رخصت ہو گئی خاکہ رہا تصویر کا
جس کو مذہب کہتے ہیں حیلہ تعصب کا ہے وہ   اور خدائی نام ہے مجبوریٔ تقصیر کا
مجھکو آفت میں بھی کرتے ہیں برائے نام یاد   یہ ہی اک حیلہ رہا ہے شکوۂ تقدیر کا
سچ بتا دیکھے ہیں تو نے کتنے ایسے نیک خو   جن کو ہوا قرار دل اپنی ہی تقصیر کا
جو پرستش میری کرتے ہوں خلوص دل کیسا   مدعا سمجھے ہوں جو تدبیر کا تقدیر کا
جو سہارے پر مرے بیٹھا رہے تکیہ کئے   جن کو غرّہ ہو نہ دنیا کی کسی جاگیر کا
ہو زبان اُن کی مطابق دل کا دل ہو آئینہ   آئینہ وہ جس میں جلوہ ہو مری تصویر کا
ہم نہیں بدلے نہ بدلا ہے ہمارا انتظام   فرق ہے تیری سمجھ کا پھیر ہے تعبیر کا
خود نمونہ بن کے دنیا کو دکھائے خود پسند   گر ارادہ ہے کسی اصلاح کی تدبیر کا
خود پرستی چھوڑ دے کر حق پرستی اختیار   راز کھل جائیگا تجھ پر عالم تقدیر کا

قطعہ تہنیت و مبارکباد معہ مادہ تاریخ بموقعہ ترقی جاہ و مناصب

جناب مستطاب لالہ شیو چند صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس

سی آئی ڈی گورنمنٹ پٹیالہ مدظلہ العالی

از حکیم ظہور احمد صاحب

کلید باب تدابیر و تجربہ شیو چند   عقیل نکتہ شناس و فہیم دانشمند
بجا ہے اُس کو اگر زیورِ پولیس کہئے   کہ ہے دیا یہ نیومین نے خطاب بلند
خدا نے اس کو دیا ہے عطا وہ روشن دل   کہ راست باز دل کو اس سے نہیں ہے کچھ بھی گزند
بلا شبہ ہے وہ حامی ستم رسیدوں کا   پہنچتے داد کو اپنی ہیں اس سے حاجتمند

دعائیں دیتے ہیں مظلوم یہ کہ اے الشور / ترقی یاب ہوں لالہ جی اور جنہیں فرزند
وہ خیرخواہ تھے یکسب اس ریاست کا / نمک حلال وفاکیش اور یار دشمن
بلا رعایت دبے لوث اُن کی وہ خدمات / سرکار نے فرمائی ہیں جو بہت ہی پسند
ملے ہیں بار بر سر دربار خلعت فاخر / دیئے ہیں بارہا انعام ہو بہت خورسند
نہ ان کو پاس سفارش و خواہش رشوت / نہیں جھکتے اگر ہو مخالف ہر چند
نہ دیکھا واقعی ایسا کوئی پولیس افسر / ادائے فرض پہ ہیں ایسا وضع کا پابند
غضب کی اس کی ہے تفتیش اور سراغرسی / یہ کیا مجال کوئی دے سکے فریب اور فند
ہوا ہے صیغہ سی آئی ڈی کا اسسٹنٹ / نیاز مندوں کے دل ہوگئے ہیں خوشی دوچند
آ نقدردان فرشتہ خصال جیون لال / ہوا ہے آپ کا یہ انتخاب عام پسند
ہوئی ہے پبلک پٹیالہ شادمان بے حد / ابھی تو یہ مسرت سے ہے حکیم آنند
جو بہر شان ترقی کیا تامل و فکر / تو بولا ہاتف غیبی یہ بادل خورسند
یہ بکہ حکیم کرے ہے دعا مزید اس سے / عطا کرے تمہیں جاہ و جلال بخت بلند

گو یہ نظم بلحاظ خامی زبان اس قابل نہ تھی کہ اسے دستر خوان رئیس ہند پر جگہ دی جاتی مگر ایک قابل افسر کی نسبت پبلک کی ایسی قدر دانی قابل مبارکباد ہے اور نیک فال اس لئے بڑی خوشی سے درج کی گئی۔

"ایڈیٹر"

مسیحا

طبیب حاذق عالیجناب مولنا حکیم محمد عبدالمنان صاحب ناظم طبی کانفرنس بہار و اڑیسہ کی ادارت میں نہایت آب و تاب کیساتھ شایع ہو کر طبی دنیا میں نہضت علمی کا شاندار نمونہ قائم کر رہا ہے مسیحا۔ محبان علم طب کے مذاق کو ابھارنے والا بیداری اور انتعاظ غفلت کا چوبدار، معلومات طبی کا گنجینہ، موجودہ دنیا میں طب یونانی کا لوہا منوانیوالا آرگن ہے، جو ہر مہینہ شایع ہو کر پبلک کے ہاتھوں ہاتھ پہنچ رہا ہے "مسیحا" کا مطالعہ مریضوں اور تندرستوں دونوں کیلئے یکساں مفید ہے، اگر آپ مسیحا کے بہترین طبی مذاکرات سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو فوراً عگ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر خریدار بن جائیں۔ المشتہر۔ منیجر "مسیحا" پھلواری شریف ضلع پٹنہ۔

تبریک نامہ نکہت آمین ابد قرین

بتہنیت تولد سعید حضور ٹکا صاحب بہادر فرزند اقبال مند عالیجناب راجہ کپتان رام نرائن سنگھ صاحب بہادر برادر اصغر ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر
ریاست العالیہ پٹیالہ دام اللہ اقبالہ

عیش و عشرت جہاں جہاں ہے ⁂ خود بکر نغمہ خواں ہے ⁂ باجے بجتے ہیں بج رہی ہے ⁂ ہر زاہد خشک تر بیان ہے
جلسہ ہے بپا زمیں پہ ہر سو ⁂ زہرہ بھی فلک کا مرا ہے ⁂ مفلس و غنی اچھے اور بڑے ⁂ شریف و ارزل خوش جان ہے
ریاست بھولا خوشی سے پھولا ⁂ جو کوئی دیکھو وہ شادماں ہے ⁂ بھگوت کی دعا ہوئی پذیرا ⁂ فضل ایشنگو کا عیاں ہے
مدت سے آرزو تھی یہ بسری ⁂ تجھسے مرا ازکب نہاں ہے ⁂ امید کا مژدہ روح پرور ⁂ ذکر مولود حفظ جان ہے
نام پیدا کرے گا مولود ⁂ کر یا ایشنگو کی درمیاں ہے ⁂ مہکیگا نام پھول جیسا ⁂ پھولا جبتک گلستان ہے
اے رام تونے پھول کا پھول ⁂ راجہ اندری مہاراج سا ہے ⁂ انعام بخشش جو ہو تو ایسی ⁂ اور صدقہ خاص بھی نہاں ہے
ہے رام نے ٹکا جو تجھکو بخشا ⁂ نظم میری ارمغاں ہے ⁂ مہیشگو ہوا ہے تجھ پر ⁂ کر مہر جو مہرباں ہے
تیری نیکی کا چرچا ہر جا ⁂ جو وصف تیرا زبان زبان ہے ⁂ ہیں وصف تیرے بڑے نیارے ⁂ تجھسا دلبر بتا کہاں ہے
دل کا مالک ہے اور راجہ ⁂ ترا ہر لفظ دلستاں ہے ⁂ لا ہاتھ کر بوسہ دکھول اسکو ⁂ فیض صدیوں کا نشان ہے
وصف پھلواری گل بہاری ⁂ تھی ترک سکہ باعث زیاں ہے ⁂ پر پھول کے پھول سے ہوا ہے ⁂ وصف ٹکا میرے تر زباں ہے
طبع موزوں یہ میری آئی ⁂ وصف تیری میں پر جوان ہے ⁂ دانت ٹوٹے زباں ہو گئی کند ⁂ اس شردہ سی پر نغمہ خواں ہے
بے مہری مہر ہے سراسر ⁂ پر وصف ترا دل و زبان ہے ⁂ ہر ماہ کہ جبتلک درخشاں ⁂ خورشید جبتلک ضوفشاں ہے
نکہت ہے پھول میں کہ جبتک ⁂ بھگونت جبتک بوستاں ہے ⁂ ٹکا آباد و شاد رہوے ⁂ ہر دم یہ دعا ورد زباں ہے

گذرانیدہ نمک خوار قدیم خیر خواہ صمیم ہشت خاک سرگردان خاکپائے بھگونت رائے
بہار سنامی

یادگار خاندان دیوان بالا لال و منشی ہردیال و منشی رام دیال وغیرہ وغیرہ جانثاران سلطنت

انجمن تہذیب خیال کانپور کے علمی چرچے

کانپور میں نوجوانان اہل قلم نے عرصہ ۱۰ سال سے ایک علمی و ادبی انجمن بنام انجمن تہذیب خیال اپنی طبائع کی جولانیوں کیلئے قایم کر رکھی ہے، اس وقت ۴۹ ارکان انجمن ہیں، ہمیں انجمن مذکور کے ناظم اور ایک رکن کی علیحدہ علیحدہ غزلیں موصول ہوئی ہے، بلحاظ خوبی زبان جانے کلام نہیں، لیکن ہم ان صاحبان علم و فن سے یہ عرض کرینگے، کہ وہ اپنی طبائع کی جولانی ملک کی درستی اخلاق میں صرف کریں جس کی کہ ضرورت ہے، (اڈیٹر)

(از نتیجہ فکر سید علیم الحسن صاحب لسان الشعرا ناظم انجمن تہذیب خیال کانپور)

اُسکی الفت کا صلہ تو کوئی تعذیر نہیں ۔۔۔ زیور عشق ہے یہ پاؤں میں زنجیر نہیں
ہجر میں پیش نظر یار کی تصویر نہیں ۔۔۔ دل بہلنے کی الٰہی کوئی تدبیر نہیں
نامہ بر اُن سے یہ احوال زبانی کہنا ۔۔۔ حال بیتابیٔ دل قابل تحریر نہیں
شومیٔ بخت ہے جو آکے وہ پھر جاتے ہیں ۔۔۔ کون کہتا ہے مری آہ میں تاثیر نہیں
راہ لے اپنی تو بہزاد نہ بہکا مجھکو ۔۔۔ میں نے دیکھا ہے جسے اُسکی یہ تصویر نہیں
اُس نے زنداں کا دیا حکم مجھے یہ کہکر ۔۔۔ یونہیں لے جاؤ کہ یہ قابل زنجیر نہیں
قصۂ غم سے اثر لیکے وہ فرماتے ہیں ۔۔۔ یہہ ہے شاید کوئی افسوں تری تقریر نہیں
غش میں دیتے ہیں وہ دامن کی ہوائیں مجھکو ۔۔۔ پھر یہہ کہتے ہیں تری آہ میں تاثیر نہیں
الفت گیسوئے جاناں ہے ازل سے مجھکو ۔۔۔ ہوں اسیر اسکا مگر پاؤں میں زنجیر نہیں
تم بھلے ہو تو بھلائی نہیں قسمت میں مری ۔۔۔ میں بُرا ہوں تو بُری غیر کی تقدیر نہیں
کون ہے وہ کہ نہیں خلق میں محروم وصال ۔۔۔ میں نے مانا کہ میری آہ میں تاثیر نہیں
قیس تو چھوڑ دے صحرا کو کہ میں آپہونچا ۔۔۔ تری املاک نہیں یہ تری جاگیر نہیں

تیغ خود کہتا کہ بیشک ہے یہ سی ناب حلال — کیا کروں نشہ میں ہوں قوت تقریر نہیں
بیجد وں پرزہ گریباں کا بجائے خط شوق — دست وحشت کو ابھی فرصت تحریر نہیں

حشر کے روز کشاکش میں رہیگا وہ علیم
جسکے سینے میں نہاں لذت شمشیر نہیں

(از منشی کشوری لعل صاحب قمرؔ لکھنوی رکن انجمن تہذیب خیال کانپور)

ارادے وحشت وحشت نے کئے مشکل کشائی کے — بہار آتے ہی ساماں ہوگئے میری رہائی کے
گھٹا جاتا ہے دم بہرے آثار ہیں تیری جدائی کے — ادھر بھی اک نظر صدقے تری مشکلکشائی کے
نظر آتی تھی مجھکو اک نئی دنیا اداؤں کی — عجب انداز تھے اس شوخ کی جلوہ نمائی کے
نقاب رخ کی جنبش عاشقوں کو یہ بتاتی ہے — تقاضے حسن جاناں کررہا ہے خودنمائی کے

قمرؔ اب نزع کی حالت ہے نبضیں ڈوبی جاتی ہیں
کہاں تک دم بھریں نا آشنا کی آشنائی کا

تاج الشعرا منشی بیلی رام صاحب شاطرؔ امرتسری از بلوچستان

حسرت تو یہی ہے کہ ترے در پہ مروں میں — جو کام ہے کرنے کا وہی کام کروں میں
دل اُن سے لگانے کی سزا یہ ہے کہ سر دوں — سرکار محبت میں یہ جرمانہ بھروں میں
یہ ٹھیک ہے شیشے کی پری راحت جاں ہے — بیمار جو ہونا ہو تو پرہیز کروں میں
پژمردہ ہے بے مہری قاتل سے مرا دل — دامن گل امید سے کسطرح بھروں میں
دن رات ترے ہجر کے صدموں سے گھرا ہوں — فرصت نہ ہو مرنے کی تو کسطرح مروں میں
ہر روز کے جینے سے مرا ناک میں دم ہے — مرجاؤں تو کچھ قبر میں آرام کروں میں
اے جذب محبت تو مجھے ایسا بنادے — پھر عشق میں مرنے کی تمنا نہ کروں میں

غزلیاتِ وفا

نکلو پردہ سے تمہیں جلوۂ پنہاں کی قسم
ہم نہ دیکھیں گے ہمیں دیدۂ حیراں کی قسم

اک ذرا چھیڑ کے خونابہ فشانی دیکھو
تم کو نشتر کی قسم تم کو رگِ جاں کی قسم

مستیٔ جلوہ ہے صیقلِ رخِ رنگیں کیلئے
گُلِ خورشید و بہارِ مئے رخشاں کی قسم

نگہِ شوق ہے ظالم پہ پروانہ کہاں
آنکھیں جلتی ہیں تری بزم چراغاں کی قسم

شہد جنت بھی ہے مثہ جرعۂ زہراب مجھے
میں نے کھائی ہے وفا تلخیٔ حرماں کی قسم

بیکسی نے گھر بنایا میرے گھر کے سامنے
رو رہا ہوں بیٹھکر دیوار و در کے سامنے

عبرتِ واماندگاں ہوں حیرتِ وارفتگاں
اک طرف بیٹھا ہوا ہوں رہگذر کے سامنے

انتظارِ شوق کی یہ ناتمامی ہائے ہائے
مر گیا ہوں نامہ دے کر نامہ بر کے سامنے

ہاں ابھی بزمِ خیالِ غیر سے آیا ہوں میں
تم نہ آنا میرے شوقِ پردہ در کے سامنے

اے وفا فطرت ہی شامل ہے کمالِ سحر میں
عیب ہو کر آئے ہم اہلِ ہنر کے سامنے

(اردوئے معلیٰ)

دیہاتی لڑکی

گلہ چرانے والی، دل کو لبھانے والی
تو نے کہاں سے پائی صورت یہ بھولی بھالی

یہ تیکھی تیکھی چتون یہ مدھ بھری نگاہیں
یہ بھولا بھالا چہرہ یہ دلربا ادائیں

جنگل کی تم ہو دیوی! یا قاف کی پری ہو؟
یا خلد سے نکلکر دنیا میں پھر رہی ہو

پھولوں سے کھیلتی ہو اور مسکرا رہی ہو
دھیمے سروں میں منہ میں کچھ راگ گا رہی ہو

چاہت سے بے خبر ہو اپنے اس حسن جانفزا سے
اس غمزگیں نگاہ سے اس دلربا ادا سے

چاہت سے بے خبر ہو ناواقفِ محبت
تم کو بھلا خبر کیا! کہتے ہیں کس کو الفت

تم کو نہیں ہے آتی تیغِ نگہ چلانی — تم نے نہیں ہیں سیکھے اندازِ دلستانی
میری طرف نظر کر او بھولی بھالی ناری — جنگل کی تو ہے دیوی میں ہوں ترا پجاری

نازِ محبت

دنیا میں حاکموں کو حکومت پہ ناز ہے — جو ہیں شریف انکو شرافت پہ ناز ہے
عابد کو اپنے زہد و عبادت پہ ناز ہے — اور عالموں کو علم کی دولت پہ ناز ہے
حسنِ رقم پہ ناز ہے مضموں نگار کو — پھر کاتبوں کو حسنِ کتابت پہ ناز ہے
ماہر کو ہے یہ ناز کہ حاصل ہے تجربہ — عاقل کو اپنے فہم و فراست پہ ناز ہے
جن کی بہادری کی بندھی دھاک ہر طرف — تن تن کے چل رہے ہیں شجاعت پہ ناز ہے
صنعت پہ اپنی ناز ہے صناع کو اگر — موجد کو اپنی طبع کی جودت پہ ناز ہے
ماہر ہے سرجری میں تو ہے ڈاکٹر کو ناز — حاذق ہے گر طبیب طبابت پہ ناز ہے
بیمار کو ہے ناز کہ "نازک مزاج ہوں" — جو تندرست ہیں انہیں صحت پہ ناز ہے
منعم کو ہے یہ ناز کہ قبضہ میں مال ہے — عزت خدا نے دی ہے تو عزت پہ ناز ہے
ہیں مال مست امیر تو ہم کھال مست ہیں — اس رنگ میں غریب کو غربت پہ ناز ہے
مانا کہ انکسار بھی داخل ہے خلق میں — پر کچھ نہ کچھ خلیق کو سیرت پہ ناز ہے
گوشہ نشیں کو ناز ہے "بے ریا ہوں میں" — جو نامور ہوئے انہیں شہرت پہ ناز ہے
نازاں ہے اُس پہ جسکو فصاحت عطا ہوئی — جادو بیاں کو اپنی طلاقت پہ ناز ہے
پایا جنہوں نے حسن وہ اس مے سے مست ہیں — ہر ایک بے نیاز ہیں صورت پہ ناز ہے
اڑ کر کہاں کہاں نہ گیا طائرِ خیال — شاعر کو اپنے زورِ طبیعت پہ ناز ہے
دیکھو جسے غرض کہ وہی مستِ ناز ہے — وحشی بھی ہے اگر اسے وحشت پہ ناز ہے
فانی تمام ناز ہیں باقی ہے اسکا ناز — جسکو بقا پہ ناز ہے وحدت پہ ناز ہے
جانِ جہاں تجھی پہ تو زیبا ہے ناز بھی — یہ کیا کہ چند روز کی حالت پہ ناز ہے
کیونکر کہوں کہ ناز سے خالی ہے میرا دل — پیارے مجھے بھی تیری محبت پہ ناز ہے

جام جہاں نما

راجپوتانہ کے بھیل

قوم بھیل کا نام زبان زد عوام ہے، مگر ان کے حالات اطوار عادات حرکات سکنات فرائض مراسم سے بعض اصحاب آگاہ نہ ہونگے، یہ وہ قوم ہے جن کے چال چلن پر ابھی تک مغربی اثر نے تبدیلی نہیں کی، تاریخ ہند کے صفحات اس جانباز دلاور قوم کے راستبازی، وفاشعاری دلاوری کے واقعات سے مزین ہیں کون نہیں جانتا کہ مہارانا میواڑ کے خاندان پر اس قوم نے کیسے کیسے احسانات کئے ہیں، خیرخواہی میں اپنے خون کی ندیاں بہائی ہیں، انقلاب زمانہ کا ہر شخص ہر متنفس شکار ہوتا ہے، خواہ وہ امیر ہو یا غریب آج ایک ایک آدمی نان شبینہ کا محتاج ہے مگر کیا معلوم کہ اس کا بخت رسا دوسرے روز اس کو اوج اقبال پر پہونچا دے، تاجدار بنا دے بقولیکہ

بیک لحظہ، بیک ساعت، بیک دم
دگرگوں مے شود احوال عالم

ایک زمانہ تھا کہ مہاراجہ میواڑ کے اہل خاندان مقام ایدر میں نہایت مفلسی و تنگدستی سے ایک غریب برہمنی کی روٹیوں پر زندگی بسر کر رہے تھے، بقول ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات یہ خاندان ہونہار تھا فن تیراندازی میں یکتا بھیلوں پر اس خاندان کی بہادرانہ کارناموں کا ایسا اثر پڑا کہ انہوں نے اس کو اپنا سرتاج قبول کیا، اہل مشرق کا یہ شیوہ قدیم ہے، کہ جس کی رفاقت کی جس کو بچن دیدے، اس کے لئے اپنی جان و مال تک قربان کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے، یہی باعث تھا کہ میواڑ کے مہارانا کی آٹھ پشتوں تک بھیل لوگ میدان وفاداری میں مردانہ وار قدم جمائے رہے، جب کبھی اس خاندان کو دنیوی آفات نے گھیرا، ہر طرح کی امداد اس جانباز قوم نے کی، اس کے بعد نویں پشت میں بیاراول کا وجود ہوا اُن کے ساتھ بھیلوں نے جیسے سلوک کئے وہ تاریخ دان اصحاب سے پوشیدہ نہیں، اپنے سر نثار کرائے جائیں

ندا کیں، مردانہ وار لڑے خون کی ندیاں بہائیں، مگر راہ وفا کے باہر قدم نہ رکھا، مہارانا پرتاپ کا نام ہند کے بچے بچے سے پوشیدہ نہیں جس کی شجاعت بہادری، ایثار نفسی بلفظ با نفس جرأت کا روئے زمین جھنڈا گڑا ہوا ہے، اس کا قول تھا کہ جو ہٹ لکھے دھرم تے راکھے کرتار یعنی جس کا پاک ارادہ مضبوط و مستقل ہے اس کی بھگوان ضرور مدد کرتا ہے، جب فلک کج رفتار کی نیرنگیوں کی بدولت اس ہمہ صفت موصوف مہارانا کو تخت سلطنت پر لات مار کر صحرا نوردی کرنی پڑی، اور تن تنہا یا فوج ظفر موج کے ساتھ میدان رزم میں مقابلہ کرنا پڑا، اس وقت بھیل قوم نے جس بہادری سے اس کی مدد کی ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مہارانا پرتاپ کو حق بجانب سمجھکر شہنشاہ اکبر کے لشکر سے جنگ کرنا، اس کی جان سے عزیز رانی اور بچوں کو پوشیدہ طور پر رکھنا، اور دشمنوں کے چنگل سے بچانا واقعی اس نیک نفس پاک باطن قوم کا کام تھا، شاہی خاندان میواڑ میں آج تک ان کے گذشتہ احسانات عظیم تسلیم کئے جاتے ہیں، ان کی بے غرض خدمات کا اعتراف اس سے بڑھ کر قابل داد اور کیا ہو سکتا ہے، کہ تخت نشینی کے موقعہ پر ایک بھیل سردار وارث تخت کو تخت ریاست پر جلوہ افروز کرتا ہے، اور اپنے انگوٹھے کے خون سے اُس کی پیشانی پر تلک کرتا ہے، گویا جب تک بھیلوں کا خون وارث سلطنت کو لائق حکومت خیال نہ کرے وہ انتظام سلطنت انجام دینے کے ناقابل سمجھا جاتا ہے،

دوسرے رعایا اور راعی کے پاک جذبات، یہ ہیں مشرقی ممالک کے دہرم کہ بادشاہ کو اپنا معبود اور معبود سمجھا جاتا تھا، اور رعایا اس کو اپنا جیوتی، اَن داتا پرماتما مانتی تھی،

اس قوم کے افراد ممالک متوسط بمبئی، بڑودہ، برار، آسام وغیرہ کے مختلف صوبوں میں موجود ہیں، لیکن راجپوتانہ کو ان سے خاص زینت ہے، راجپوتانہ کی ہر ریاست میں بھیلوں کا اقتدار قائم ہے، اور بموقعہ دسہرہ وہ لوگ اپنے تیر و کمان سے آراستہ ہو کر دربار میں حاضری دیتے ہیں، ان کی آبادی کا زیادہ حصہ میواڑ میں پایا جاتا ہے، لیکن متفرق تعداد میں تقریباً کل ریاستوں

میں ممتاز ہیں، ماروار، سروہی میں اکثر پائے جاتے ہیں، مردم شماری کی رُو سے ہندوستان میں اِن کی آبادی کی تعداد بارہ لاکھ ہے، مگر راجپوتانہ میں اِن کا شمار ۳ ۱/۲ لاکھ سے کم نہیں،

جنگلی بھیلوں کے عادات واطوار کا نہیں بلکہ، بستی بھیلوں کے حالات کا تذکرہ حسب ذیل ہے،

گرمی، جاڑے، برسات کی سختیاں برداشت کرنے میں بھیل قوم سخت جفاجو ہے، آزادی، خودداری کا جذبہ اِن لوگوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے، کسی کے ناجائز رعب داب سے ڈرنا اِن کو معلوم ہی نہیں، بے باکانہ ہمکلام ہوتے ہیں، مزاج تیز ہوتا ہے، شرم وحیا غلام ناخوانی ہو رہی ہے، اِن کی کوئی حرکت اِس سے خالی نہیں ہوتی، مواضعات کے بھیل دروغ بیانی کذب گوئی سے قطعی ناآشنا ہیں، مگر شہروں کے بھیل کسیقدر چالاک نظر آتے ہیں مے خواری کی عادت بھی بڑی چڑھی ہے، کوئی کام بغیر شیشہ کے پری نہیں ہوتا، پنچایت میں شراب کے قرابے لنڈھائے جاتے ہیں، بیتیم بیتیم مہابیتم کا قول صادق آتا ہے، شغل مے نوشی کے بعد ناچ رنگ کی باری آتی ہے، یان پسیاری دیوتا کے قائم مقام بناکر رکھی جاتی ہے، اور بیچ اعتقاد سے دیوتا کا اواہن کرتے ہوئے خود ہی مست اور خوش ہوتے ہیں، بھیل لوگ بھی مختلف مذاہب کے پیرو ہیں، کوئی سکھ ہے، کوئی ہندو، کوئی جینی، کوئی بودھ، لیکن ہندو بھیلوں کی تعداد زیادہ ہے، ہندو بھیلوں کے کل مراسم ہندوؤں سے ملتے جلتے ہیں، فرق صرف اِس قدر ہے، کہ یہ لوگ ہر قسم کا گوشت کھاتے ہیں، لباس معمولی پہنتے ہیں، جنکی بناوٹ نہایت بدنما اور بھدی ہوتی ہے، اِن کی تعداد عظیم جنگلوں میں مادرزاد ننگی آوارہ پھرتی ہے، مگر شہروں میں دھوتی پہننا اور سر پر ایک کپڑا باندھنا اِن کے لئے لازمی ہے، عورتوں کی پوشش میں کوئی خصوصیت نہیں، گھٹنوں تک پیر کھلے رہتے ہیں، اور جسم پر نانی اور رانگ کے نہایت بھدے زیور ہوتے ہیں، اِن کی ایک خاص زبان بھی ہے، جس کو ہندی اور گجراتی کی کھچڑی کہنا زیادہ موزوں ہوگا، سرسری نظر میں اِس زبان کو بہلا رڈ، بھیلی خواہ

بھیلالی کہہ جاتا ہے، تنہائی زیادہ پسند ہے، چنانچہ اسی مقصد کی توسیع میں جنگلوں میں گھاس پھوس، لکڑیوں کے جھونپڑے بنا کر رہنا زیادہ مرغوب ہے، باہمی نزاع کا فیصلہ بذریعہ پنچایت ہوتا ہے، قرب و جوانب کے بھیلوں میں سے ایک مقررہ تعداد کو پنچ مقرر کرتے ہیں، پنچ کا فیصلہ ناطق تسلیم کیا جاتا ہے، اِس قوم کو رشوت خواری یا بیجا طرفداری کی ہوا نہیں لگی ہے، اِن کے مقدمات کبھی راج دربار میں فیصل ہونے کو نہیں آتے، پنچ پرمیشر والے قول کی اگر حیات باقی ہے تو اسی قوم میں،

لڑکا ہونے کی خوشی میں خوب زور سے ڈھول بجایا جاتا ہے، لطف یہ کہ جہاں ڈھول کی آواز سُنی چاروں طرف سے جوق جوق بھیل جمع ہوجاتے ہیں، گویا آواز ڈہل اِن لوگوں کے لئے الارم ہے، اِس موقعہ پر کل بھیل حسب مقدرت و استعداد نقد یا کسی دوسری شکل میں لڑکے کے والدین کی مدد کرتے ہیں، معقول تعداد جمع ہوجانے کے بعد بھیلوں کا مرشد معہ اپنی زوجہ کے آتا ہے، جو عموماً جوگی ہوتا ہے، اِس جوگی کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے، ایک سیتلا دیوی کا بُت اِس کے ہاتھ سے نصب کرایا جاتا ہے، اور یہ عجیب طرز سے بھجن گاتا ہے، بھیل لوگ لڑکے کی چارپائی پر عموماً تیر و کمان رکھدیتے ہیں، جس کے نسبت اِن کے خیال کے مطابق جملہ امراض و آفات دُور کرنے کا علاج ہے، ولادت کے چھ روز بعد ہندوؤں کے مانند آفتاب کی پرستش کی جاتی ہے، اور دو تین ماہ بعد مونڈن ہوتا ہے، اور نام رکھنے کی رسم انجام دیتے ہیں، اِن کے یہاں ایک رسم عجیب ہے کہ لڑکے بارہ برس کی عمر میں دونوں کلائیوں پر لوہے کی گرم سلاخ سے نشان بنادیئے جاتے ہیں، اگر یہ رسم ادا نہ کی جائے تو اِن کے نقطۂ خیال کے مطابق وہ انسان بہشت کی نعمتوں سے محروم رہجائیگے لڑکے کی ولادت کے بعد جو پہلا ہولی کا تیوہار پڑتا ہے، اُس روز ایک جانور کی قربانی ہوتی ہے اور شراب کا دَور دن بھر جاری رہتا ہے،

ہر بھیل کی خواہش ہوتی ہے کہ شیشہ میں مے، مے میں نشہ، میں نشہ میں ہوں،

اور کو نامیدہ بچے کی مٹھی میں ابھی بادہ حیات کے قطرے ڈالے جاتے ہیں گویا مے نوشی کی بسم اللہ ہوتی ہے،

لڑکے کے سن بلوغ پر پہونچتے ہی باپ کو اس کی شادی کی فکر پڑجاتی ہے، لڑکے والے لڑکی کے لیے خاوند تلاش نہیں کرتے، کیونکہ ایسا کرنے سے بھیلوں کو لڑکی کے بدچلن ہونے کا شک ہوتا ہے، اگر لڑکی عین عالم شباب پر بھی پہونچ جائے تو لڑکی کا باپ کسی سے اس کی شادی کے لیے درخواست نہیں کرتا، بلکہ الٹا لڑکے والا نہایت عجز و انکسار سے لڑکی بخشنے کی درخواست کرتا ہے، اسی وقت دو چار باتوں میں لڑکی کی قیمت بھی طے کرلی جاتی ہے، کل معاملات طے ہونے کے بعد تاریخ شادی مقرر کی جاتی ہے، لڑکے کے والدین کے خرچ پر پنچایت ہوتی ہے، پنچایت جمع ہونے پر لڑکی زرق برق پوشاک میں ایک تخت پر بٹھائی جاتی ہے، جس کے نیچے لڑکے کے والد کو دو پیسے رکھنے پڑتے ہیں، جب لڑکے کے والدین نے لڑکی کے ہاتھ پر ایک روپیہ رکھدیا تو وعدہ عقد پختہ ہوگیا، اور شغل مے نوشی جاری ہوگیا، کل مراسم نہایت کفایت شعاری سے انجام پاتے ہیں، بالعموم برہمن لوگ ہی شادی کراتے ہیں لیکن بعض حالتوں میں بزرگ خاندان بھی اگر یہ فرائض ادا کردے تو کوئی ہرج نہیں ہوتا، جہیز میں عام طور پر گلے بیل بکرے وغیرہ دیئے جاتے ہیں، بیر بھائی اور ایک گوتر خاندان میں شادی کرنا ممنوع ہے، ان کے گوتر راجپوتوں سے ملتے جلتے ہیں، بظاہر جس ملک میں ان کا وطن ہوتا ہے، اس کے راجہ کا گوت اپنا رکھ لیتے ہیں، مثلاً میواڑ کے بھیل اپنے کو سسودیا، مارواڑ کے راٹھور، اور سروہی کے چوہان بتلاتے ہیں، اور یہی گوت اُن کے حکمران راجہ کا بھی ہے،

بھیل مردے کو عموماً جلاتے ہیں، مگر بعض بعض حالتوں میں دفن بھی کرتے ہیں، جلانے کے وقت نعش کا سر اُتار کر دیا جاتا ہے، اور جل جانے کے بعد راکھ کو دریا میں بہادی جاتی ہے، بڈھے آدمی کی وفات کی خبر ڈھول بجا کر مشتہر کی جاتی ہے، لاش اُٹھانے کا طریقہ بجنسہ ہندوؤں کی طرح ہے، وفات کے دس بارہ روز بعد بھوجنا جن کو مہا برہمن کہتے ہیں آتا ہے،

بھوشا بھی مہاراج خوب اود ہم مچاتے ہیں جو سوال منہ سے نکلا وہی پورا کرالیا اور اوس کے بعد
بھوشا کل مال و متاع لیکر چلتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں،

بھیل ڈائن سے بہت ڈرتے ہیں اگر کسی عورت پر ڈائن کا شک ہو جائے
تو نہایت مشکل سے اُس کی جانبری ہوتی ہے، سخت سا سخت امتحان لیا جاتا ہے، مثلاً
دریا میں ایک بانس گاڑ کر عورت کو پکڑانا، عورت کا غوطہ لگانا، اور ایک شخص کا تیر مارنا، ایک دوسرے
شخص کا تلاش میں جانا، اور جب تک تیر دستیاب ہو غوطہ لگائے جانا، گر اس امتحان میں عورت
پوری نہ اُتری تو اُس کا شمار پکی ڈائنوں میں ہو جاتا ہے اگر کامیاب ہوگئی تو جان بچی ہزاروں
پائے والی مثل صادق آتی ہے، اِن کے علاوہ ڈائن کے امتحان کے اور بھی طریقے ہیں،
یعنی گرم پانی سے روپیہ پیسہ نکالنا، امتحان کے بعد عورت ڈائن پن کے الزام سے بری
ہو جاتی ہے، لیکن بحالت ناکامیابی زندگی دشوار ہو جاتی ہے، محلہ بھر میں کوئی لڑکا بیمار ہو
تو ڈائن کی جان کو آفت آجاتی ہے، لوگ اسے زبردستی گھسیٹتے اور پکڑ لیجاتے ہیں، اور
لڑکے کا تھوک نگلنے پر مجبور کرتے ہیں، اِن لوگوں کا خیال ہے، کہ بیمار لڑکے کا تھوک ڈائن
کو چٹا دیا جائے تو وہ شفایاب ہو سکتا ہے، چھوٹے بچے ڈائن کے نام سے بہت خوف
کھاتے ہیں، اِس کو کسی کے مکان پر جانے کی اجازت نہیں ہوتی، بعض بھیل ڈائن کو
اپنے مکان کے راستے تک جانے نہیں دیتے، آفت کی ماری جہاں جاتی ہے نہایت بے عزتی
کے ساتھ نکالی جاتی ہے،

گذشتہ زمانے میں تو ڈائن سے بہت بُرا سلوک ہوتا تھا، لیکن اب انگریزی راج
کی برکت سے بہت کچھ کمی آگئی ہے،

انگریزی سلطنت کے قبل بھیلوں کا پیشہ لوٹ مار تھا، فنون کاشت وغیرہ سے قطعی
نا آشنا ہیں، مگر اب وہ کاشت کرنا اور مویشی پالنا سیکھ گئے ہیں، اور دیگر امور پیشہ غارتگری
سے مجتنب ہیں، پہلے زمانہ میں تو جان کا مارنا مال لوٹنا اِن کا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا کوئی

مسافر اور رہگیر اگر بدقسمتی سے اِن کے جرگہ میں پھنس گیا، تو مال کے علاوہ نقصان جان بھی نذر میں کھو بیٹھتا تھا، کیونکہ ان کے یہاں جان مارے بغیر مال لینا حرام تھا، جان لئے بغیر کسی کا مال لینا داخل عذاب ہے، اِس کے بغیر اِن کے دیوتا خوش نہیں ہوتے،

اگر کوئی شخص کسی لڑکی یا منکوحہ عورت کو بھگا لیجائے تو اُس کی خوب دُرگت کیجاتی ہے جہاں بھیلوں کو مفرور شخص کا سراغ لگا گویا کہ اُس کی شامت اعمال نے آدبایا گاؤں کا گاؤں اُس پر ٹوٹ پڑتا ہے، مار مار کر اس کے کیفر کردار کو پہونچایا جاتا ہے، رہائشی مکان جلا کر خاک کیا جاتا ہے، اِس کے بعد ملزم پنچائت میں پیش کیا جاتا ہے، اور باضابطہ تحقیقات کے بعد معقول سرزنش کیجاتی ہے، لڑکے کے والدین سے مدعی کا کافی معاوضہ دلایا جاتا ہے، فیصلہ کے بعد فریقین ایک دوسرے سے بغض و عداوت مطلق نہیں رکھتے، جس وقت ایک گڑھا کھود کر پانی سے لبریز کیا اور ایک اینٹ دونوں نے اُس میں پھینکدی بس شیر و شکر ہوگئے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان میں کبھی کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا،

بھیلوں میں طلاق کا بھی رواج ہے، جب کسی بھیل کو اپنی عورت کو طلاق دینا منظور ہوتا ہے، تو وہ اِس کے دوپٹہ کا ایک گوشہ پھاڑ کر اُس میں ایک روپیہ باندھ دیتا ہے، یہ کارروائی دو چار آدمیوں کے روبرو کیجاتی ہے، دوپٹہ پھاڑنے سے مراد فسخ تعلقات ہے، اور روپیہ اِس لئے باندھا جاتا ہے، کہ عورت دوسرے خاوند کی جستجو تک اِس سے اوقات بسری کرے، اگر شادی طے کرنے کے بعد بھی کوئی ایفائے وعدہ نہیں کرتا، تو اُس کو چند آدمیوں کے روبرو ایک پیپل کا پتہ تالاب یا چشمہ میں ڈالنا پڑتا ہے، بعض بھیلوں کے پاس تین تین چار چار عورتیں ہیں، کیونکہ ان کے گروہ اور سوسائٹی میں یہ فعل معیوب خیال نہیں کیا جاتا، جیسا کہ پہاڑی ریاستوں میں وہاں کے اقوام میں ایک عورت کے تین چار بھائی اس ایک کے خاوند ہوتے ہیں، اور وہ اس مذموم رسم کو معیوب خیال نہیں کرتے،

بھیلوں میں ازدواج بیوگان کا بھی قاعدہ و رواج مروّج ہے، خاوند کے انتقال

کے کچھ عرصہ کے بعد عورت سے دریافت کیا جاتا ہے کہ وہ شادی کریگی یا نہیں، اگر اس کو شادی کرنا منظور نہیں ہوتا تو صاف انکار کر دیتی ہے، دوسری حالت میں اس قدر کہدینا کافی ہوتا ہے کہ میں اپنے والد کے گھر جاؤنگی، یہ مختصر جواب لوگوں کو باور کرا دیتا ہے کہ مطلب اس کا دوسرا ہے، اگر مرحوم کا چھوٹا بھائی موجود ہے تو وہ اپنی بھاوج کا یہ عندیہ سنکر زور کے ساتھ کہتا ہے کہ میں تجھکو دوسرے کے گھر نہ جانے دونگا، بلکہ اپنے سینہ سے تیر اوکھڑ بھلاؤنگا، بھائی کے زیادہ اصرار سے بیوہ کو اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا پڑتی ہے، اس کو دیگر بھیل و برادری والے بھی پسند کرتے ہیں، اور کسی کو اعتراض کا موقعہ نہیں ہوتا، چھوٹے بھائی کی موجودگی میں بھاوج کا دوسرے کے گھر جانا بھیلوں کے خیال میں اپنی عزت میں بٹہ لگانا ہے، اگر چھوٹا بھائی ہی خود شادی کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو مجبوراً عورت کچھ دنوں کے بعد اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے، اور وہاں دوسرا خاوند تلاش کر لیتی ہے، ناتمام

باقی دارد

دیوان برہمن (با تصویر)

نامِ نیکاں رفتگاں ضایع مکن تا بماند نامِ نیکت در جہان

رائے ایشیان منشی چندربھان برہمن میر منشی شاہجہاں بادشاہ کی لائف اور اُن کے غیر مطبوعہ دیوان کا اقتباس چھپتے ہی اطراف ملک سے اس کے طبع کرائے جانے کے پُرزور تقاضے شروع ہو گئے، ہم نے جس جلد سے اقتباس کیا تھا، گو وہ مصنف مرحوم کے کتبخانہ کا نسخہ تھا، اور اُسی عہد کا لکھا ہوا تھا، مگر کسی بدخوان کاتب نے اس کی کتابت کی تھی، اسکی صحت اگرچہ ناممکن نہ تھی تو دشوار ضرور تھی، جس قابل سے اسکی صحت کیلئے استدعا کی، چند روز رکھکر عدم فرصتی کا بہانہ بنایا، اور واپس کر دیا، نیاز مند اڈیٹر گو اتنی لیاقت تھی نہ اس قدر فرصت مگر وقت نکالکر دیکھنا شروع کیا، اور شکر ہے کہ یہ مسودہ اس قابل ہو گیا کہ اسے چھاپ کر علم دوست اصحاب کی خدمت میں پیش کیا جائے، چنانچہ ۲۰/۲۰ سائز پر چھپنے کے لئے مطبع میں دیدیا گیا ہے، اس کا حجم ۱۰۰ صفحہ کا ہوگا، اور قیمت ایک روپیہ ہوگی، دو سو درخواستیں وصول ہو چکیں،

اڈیٹر

کیلاش پتر

یعنی

بہشت کی ڈاک کی پہلی ڈلیوری

پوتر روحوں کا مکالمہ

کیلاش کے نظارے، سورگ کی کیفیت، محبت والفت کی دلربا صورتیں، نمک حلالی وخیر سگالی کی خوش وضع مورتیں، صداقت وپاکبازی کے مجسمے۔ وفاداری و جان نثاری کے مرقعے، ادب واحترام، شائستگی وسنجیدگی کے خاکے، اندرز و نصائح کی تصویریں، دھرم وایمان کے فوٹو، نیکی وشرافت کے موٹو، بہشت کی روحوں کے درشن ہو بہو نظر آتے ہیں،

مکتوب الیہ

انصاف ورحم کے خواستگار - رعایا وریاست کے خدمتگذار
جناب منشی رائے بھگونت رائے صاحب "بہار" سنامی

—۱۱—۰—۰—۱۱—

پرارتھنا

بھوانی شنکرو بندے شردھا بشواش روپی نو"

میں ستا مہادیو جی اور سری پاربتی جی کی بندنا کرتا ہوں جو دونوں شردھا بشواش کے روپ ہیں

"یا بھیام بنا پشنتی سدھا سوال تسنہ بشورم"

ورجن کی کرپا بغیر سدھ لوگ بھی اپنے ہردے میں مقیم ایشور کو نہیں دیکھ سکتے،

اے ترلوکی ناتھ! آپ اپنی مایا سے تینوں لوک کا اتپت، پالن اور ناش کرتے ہیں، برہما سے لیکر جیونٹی تک سب جیو آپ ہی کی مایا سے تینوں لوک میں پیدا ہوئے، تم ہی عناد وشات، قومی تفرقے ہٹانے اور فتنہ و فساد دبانے والے ہو، پر بغض و کدورت قلبی رنج و عداوت کے دلوں کی متزلزل منزلوں کے تم ہی پامال کرنے والے ہو، نیک دل شریف طبائع کو آپت کال میں تم ہی دھارس دلاتے ہو، برباد کردہ ہستیوں کے عروج پر لانے والے تم ہی ہو، مغرور سروں کی گردنیں تن سے تم ہی جدا کرتے ہو، مظلوم و ظلم رسیدہ لوگوں کی تم ہی سہائتا کرتے ہو، زبردستوں کو بلا پیش و پس تم ہی زیر کرنے والے ہو۔ تم ہی دشٹوں کے انگ بھنگ کرتے ہو، برسر عروج نامیوں کو تم ہی تعر ذلت میں گرانے والے ہو، تم ہی مکدر منغص طبیعتوں کی کدورتیں رفع کرنے والے ہو، تم ہی امتحان میں کامیاب و ناکامیاب کرانے والے ہو، میں تمہیں بار بار نمشکار کرتا ہوں،

سنام۔ محلہ منشیان قدیم علاقہ سرکار دولتمدار پٹیالہ
بکرماتک ۱۹۷۲
۲۳۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء

ہر بھگتوں کا سیوک
خاکپائے بھگونت رائے

رؤیائے صادقہ

"شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا"

ماہِ کاتک کا مہینہ تھا، پورنماشی کی شام تھی، میں نے وقت مقررہ پر سبھا کی جنگ کی پُر آشوب حالت دیکھکر روزِ آغاز جنگ سے اپنا یہ فرض ہو گیا ہے کہ اراکان تحقیق کے لئے دُعا کا وظیفہ پڑھیں،[1] اس لئے حسب معمول گورنمنٹ قیصری و ریاست[2] کے لئے دُعائے خیر مانگی، چاند کی چاندنی چمک رہی تھی، اور آسمان پر سوائے دُھرو، دھرو میں بنات النعش، شکر کے سب سیارے و ستارے اُس بد اقبال اہلکار کے اقبال کی طرح نابود و ماند ہو گئے تھے، کہ جو بڑی دیانتداری و لیاقت سے خدمات سرکار کے بعد ریٹائر ہو چکا ہو، بے فکری ہزار دھندوں کی ایک فرصت ہے، اس نورانی شب میں خیالات کا سلسلہ بندھ گیا، یہ رات کیا تھی کا فوری استر کاری تھی، جس سے ہر در و دیوار و بقعۂ نور بن رہے تھے، تاریکی سیاہ دلوں کے دل کے سوا اور کہیں نہ تھی، کہ اُس کا اصلی مقام یہی ہے، ٹھنڈی ہوا مہا پُرشوں کے اُپدیشوں کی طرح دل کے کنول کھول رہی تھی، مندروں کے گھڑیال اور سنکھ خفتہ دل غافل دنیاوی دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگوں پر بلند آوازی سے لعنت بھیج رہے تھے، گویا زبانِ حال سے کہہ رہے تھے، ؎

کوئی گھڑی بھی ہوش و خرد سے تو کام لے　　وقتِ دُعا قریب ہے، مالک کا نام لے

[1] اِس عہدِ معدلت مہد میں ہندی فارغ البالی و آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، ہندیوں کا فرض ہے، کہ دُعا کا وظیفہ پڑھیں، بہار

[2] اِس ریاست کا نمک قائمی ریاست سے راقم ہوا خواہ و دُعاگو ہے، بہار

دھوپ دیپ کی خوشبو میں نیک و نامور لوگوں کی کرم فرمائی کی طرح اطراف عالم میں پھیل رہی تھیں، جس طرح ان معطر ہواؤں کے اثرات سے باران رحمت وقت پر نزول فرماتا ہے، ٹھیک اسی طرح ہر بھگت بھوانی دواروں، مندروں میں سب کام کاج چھوڑ کر پرستش معبود کے لئے چلے آرہے ہیں، واقف اور لکیر کے فقیر ہندیوں کے گھروں اور مندروں میں رت جگے کا بڑی خوشی سے انتظام ہو رہا تھا، اور گھر کی بوڑھی عورتیں بڑے پریم سے کھیر بنا بنا کر کوٹھوں، اٹاریوں اور چوبارونکی چھتوں پر چاند کی چاندنی میں رکھ رہی تھیں، مندروں میں کھیر کے بڑے بڑے کڑاہے تیار ہو رہے تھے، جنہیں پوجاری بڑی بڑی پراتیں بھر بھر کر چاند کی چاندنی میں لا رہے تھے، ان میں سے واقف سمجھاتے تھے، کہ اسکی چاندنی میں اثر مسیحائی ہے، اور وہ اثر کھیر کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے، جو اسے کھائیگا وہ آرام پائیگا، دودھ چاول کا قلیل تناول کیا، بیفکری بدرجۂ کمال تھی، اس لئے طبیعت بشاشت سے مالامال تھی، رنج تیرہ بختوں کے حوالہ کر دیا تھا، راحت اپنے نصیب میں آئی تھی، یہ قسمت کی تقسیم تھی، البستر راحت پر جلدی لیٹ گیا، اور دل نے کہا کہ یہ نورانی شب سال کے بعد آتی ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ بھی پٹیالہ کی منسٹری کی طرح چشم زدن میں کانڈی سے ٹریجیڈی میں بدل جائے، اور کہیں چشم پر غفلت کا حملہ ہو جائے۔ جاگ کر اس کا خوب آنند لینا چاہیئے، رات زوال شباب کی طرح ڈھلنے لگی، بدخوابی قسمت کا کیا علاج، کہ باوصف کوشش اور انتظام نیند آہی گئی، مگر وہ جلد ہی خواب گراں سے خواب راحت کی منزل میں پرویش کر گئی،

اس عالم خواب میں کیا دیکھتا ہوں، کہ ایک پہاڑ کوسوں تک جگمگا رہا ہے جسپر پتھر کی جگہ لال، ہیرے، پنے وغیرہ سب طرح کے رتن اپنی اصلی حالت میں چمک دمک رہے ہیں نیم، پیپل، برگد وغیرہ کے بہت سے تناور درخت لگے ہیں، جس سے دھوپ کا پرکاش نہیں ہوتا، ہمیشہ ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہتی ہیں، اس پر بہت طرح کے پھول انسے

کھلے ہیں، کہ جن کی خوشبو کوسوں تک اُڑتی ہے، بہت طرح کے پھل لگے ہیں، جو امرت کا سواد دیتے ہیں، تالاب، باولی، جھرنے اور نہر نرمل پانی سے ایسے بھرے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے دل کو سرور، اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے، ان کے کناروں پر اچھے اچھے پنچھی سُندر میٹھی میٹھی بولی بولنے والے طوطا، مینا، کوئل، پپیہا، مور وغیرہ جیسے پڑے اور میں چہچہا رہے ہیں، دیوتا، گندھرب، آدک، کہ جن چیزوں کی چھیا کرتے ہیں، پاتے ہیں، وہاں کی شوبھا دیکھ کر ان کا من موہت ہو رہا ہے، اور وہ لوگ سمیت گنگا جی جو دھارا ہمالیہ پہاڑ سے گر کر وہاں آتی ہے، اشنان کر کے خوش ہو رہے ہیں، سب سے بڑا ایک برگد کا درخت ہے، جس کے نیچے مرگ چھالا پر ایک مہاتما صورت جوگیوں کا بھیس بنائے آسن لگائے پرم دھیان جمائے بیٹھے ہیں،

میری روح اس موافق حال سیر سے اتی آنند ہوئی، دریافت حال کے لئے جو آگے بڑھا تو ایک مہاتما تعظیم میں کھڑے نظر آئے، چونکہ محرم راز دل تھے، میٹھی بانی میں بولنے لگے، مرت لوک کے ست سنگی پرش یہ آنند کیلاش باسیوں ہی کے لئے نہیں، مرت لوک کے سجن پرش بھی اپنے کرموں انوسار یہاں براجمان ہوتے ہیں، میں نے ادب سے پرنام کی اور پوچھا، کہ مہاراج آپ کون ہیں، کہنے لگے کہ اس سریر کا نام نندی گن ہے اور ساتھ ہی ایک شوبھائے مان آسن کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ اگر تمہارا دل چاہے تو تم بھی تکان اُتار لو، میں نے کہا کہ ابھی مرت لوک ہی میرے لئے کیلاش ہے، علاوہ ازیں وہاں بہت سے کام کرنے باقی ہیں، کہ جن کے لئے مجھے مامور فرمایا گیا ہے، مگر میں نے تو شاستروں میں پڑھا ہے، کہ کیلاش بڑی مشکلوں سے ملتا ہے، میں تو مہاں پاپی ہوں،

نندی گن :- چونکہ آپ یہاں سیر کرنے آئے تھے، اس لئے ان تفریحی گھنٹوں میں بھی ہم کو حکم دیا گیا، کہ ہم آپ کی تعظیم کریں، اور آپ کو آرام کرنے کے لئے کہیں، یہ سچ ہے کہ

نیک لوگوں کے لئے مرت لوک بھی کیلاش کے سمان ہے، اس انسان کی نظر میں کہ جس نے
ہر ایک شے میں وجود مطلق کو پہچانا ہے یہ دنیا اندر لوک کے نندن بن کے موافق ہے اور جملہ نباتات کلپ برکش ہیں، پانی گنگا
٭مرت لوک کے نیک لوگوں کی سیوا اور پراپکار کا برت دھارن کرنے سے کیلاش ملتا ہے
ہر وقت پوتر رہنا، ایشور کے نیموں کا پالن کا کرنا، پراچین رشیوں کے جیون پر غور کر کے
عمل کرنے سے بھی کیلاش پراپت ہوتا ہے، شر و فساد دبانے، بدی و بدکاری روکنے،
بے ایذا رسانی و تکلیف دہی، زندگی بسر کرنے سے بھی کیلاش پر جگہ ملتی ہے، جو پرش
اپنے مالک کا خیر خواہ رہتا ہے، دل سے خدمت کرتا ہے، اور جان کی پروا نہ کرتے ہوئے
آپ شہید ہو جاتا ہے، وہ بھی کیلاش پر آتا ہے، کیلاش پر چڑھنے کے لئے سینکڑوں زینے
ہیں، مرت لوک میں گرہستی و بیراگی دونوں پہنچتے ہیں، مگر اس منزل مقصود پر پہنچنے والے
وہی پرش ہوتے ہیں، کہ جن کی زادِ راہ نیکی و ہمدردی ہوتی ہے، جو رحیم ہیں اور جن کے ہاتھ
میں راست بیانی کی چھڑی ہوتی ہے، چونکہ آپ نے دنیاوی جاہ و حشمت کے لئے
کوئی رذیل کام نہیں کیا، نیک پرشوں کی سیوا کی ہے۔ صداقت کا سہارا لیا ہے،
ہمدردی شیوہ رہا ہے، محبت و الفت بے خلل رہی ہے، دشمنوں سے خوف نہیں
کھایا، بلکہ انہیں سیدھا راستہ بتایا ہے، اس لئے آپ نسچے رکھیں، کہ جب آپ مرت
لوک سے رخصت ہونگے، کیلاش میں آپ کو اسی آسن پر جگہ ملیگی، اس کلام کے ختم
ہوتے ہی آسمان سے پھول گرنے لگے، اور طرح طرح کے باجے بجنے لگے، میں چونکا
تو آنکھ کھل گئی، لیکن آنکھ کھلتے ہی طبیعت بے مزہ ہو گئی، ابھی چاند کی چاندنی
قائم تھی، میں نے لطف قائم رکھنے کے لئے پھر آنکھ بند کرلی، اطمینانِ قلب،
بے فکری، بھجن بندگی، آرام دہ مکلّف بستر، معطر ریشمی چادر، اور پھولوں کی مند مند
خوشبو نے اس وقت بڑی امداد کی، اور پھر تھوڑی دیر کے لئے دنیا مافیہا کا خیال نہ رہا،

٭ مرت لوک کا طول بے انتہا ہے اس کا طول خواہ عرض خواہ ہو خواہ سنسکرت وید مقدس کا ساحت ہے

نندی گن کی آمد[۱]

نیند آتے ہی کثرت سرور سے نیم خوابی کی حالت طاری ہوگئی، اور اسی حالت میں ایسا معلوم ہوا کہ آسمان سے بوان چلے آرہے ہیں، سب بوان اترے اور ان میں سے ایک مہاتما اتر کر میری پائینتی آکر کھڑا ہوگیا، اور نہایت میٹھی اور دھیمی آواز سے بولا:-

بھارت بھومی کے بسینک پرم پتر بھاگونت جے سری مہادیو جی کی جیسے تم کیلاش باسیوں سے پریم رکھتے ہو ویسے ہی کیلاش باسیوں کے ہردہ میں تمہارا بھی پریم بھرا ہے، جب ہم تمہیں آنند دیکھتے ہیں ہمارا چیت اتی پرسن ہوتا ہے، اور جب تم کبھی دکھت ہوتے ہو ہماری روحیں بے چین ہوجاتی ہیں "مطمئن روح" اور "بے چین روح" کی تشریح یہی ہے، ورنہ "بے حس روح" کوئی نہیں کہتا، گو کیلاش پر رنج دکھ، درد، فکر و تردد بالکل نہیں پھر بھی آتما ئیں اپنی روحانی زندگی میں سب کچھ دیکھتی اور محسوس کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسی کے تقاضے پر ہر زمانہ میں ہر بھگتوں کی سہائتا اور بدبختوں کا ودھنس ہوتا رہا ہے، اور آئندہ ہوتا رہیگا،

کل پراتہ کال سری مہادیو جی پاربتی سمیت اس بڑے برگد کے درخت کے نیچے مرگ چھالا پر آکر براجمان ہوئے، پُشپ باٹکا سے پھول لائے گئے، جنکی بہت سی مالائیں بنائی گئیں، اور وہاں بہت دیر تک بڑے آنند سے سکھ بلاس کرتے رہے، اس سمیہ مجھ پر بڑے آنند ہوئے، میں نے یہ حالت دیکھکر آپ کا ذکر چھیڑا، سوامی شنکر بھولا ناتھ نے اٹھکر اس بڑ کے درخت سے کہ جو چوراسی کوس اونچا اور تین کوس چوڑا ہے ایک کمنڈل اتارا جسمیں بھوج پتر پر چند ایک پتر قلم قدرت کے نوری حروف سے لکھے ہوئے پڑے تھے، سب سے اوپر کا ایک پتر اٹھایا اور مجھے دیکر کہا کہ اسے بھگت ہر گوبند کے بھجن کیوقت مرت لوک میں لیجاؤ، اور بھارت باسی سنام نواسی، ہمارے بھگونت

۱ـ اہلیہ سری مہادیو جی کے دوت یا عام بول چال میں فرشتۂ رحمت سمجھنا چاہیئے،

کے پاس پہنچا آؤ، یہ شر لیجیئے' اتنا ئیں اور سمجھائے جاتا ہوں' کہ جس پر شن پرسی شو جی کی اتی کرپا ہوتی ہے، یہ پوتر کیلاش پتر اسی کے پاس آتے ہیں' یہ پتر نہیں، یہ نشانِ محبت ہے' ۵

بھگتن کے بس رہت سدا ئی
تاہی تے کچھ ہو نہ بـ ئی ذ

تمہارے دانا ہونے کی وجہ سے سری سوامی جی تمہیں اپنا ہم صفت پاکر تم پر بڑے کرپالو ہیں۔ تمہارا دھیرج جو ہمانچل کے سمان ہے' سری سوامی جی کو بڑا پسند ہے چونکہ پرجا کے لوگوں نے تم سے بڑے سُکھ پائے ہیں' اور تمہارے کام سے تمہارا نام' کیرت' جش ملک میں پھیل گیا ہے' اس لئے تم نیت دان سمجھے جاتے ہو' تمہاری گنبھیرتا سمندر کے سمان ہے' تمہاری صاف گوئی اچھی ہے' مگر اس کا قدر دان کوئی نہیں' اس سے عداوت بڑھتی ہے' مہاتماؤں نے کہا ہے' کہ کٹھور بچن بولنا ہرگز اچھا نہیں' تیر تلوار کے گھاؤ تو مرہم سے بھی اچھے ہو جاتے ہیں' مگر زبان کا گھاؤ جو کسی کے دُربچن کہنے سے کلیجہ میں پڑ جاتا ہے' وہ کسی طرح اچھا نہیں ہو سکتا' اِن کا علاج مشکل ہے' تمہارا ہردہ بڑا بلوان ہے' یہ چیشٹھ دہرما تما لوگوں کے ہوتے ہیں' اگر اپت کال میں بھی یہ چیشٹھ بنے رہینگے' تمہیں بڑا سُکھ پہنچا ئینگے' لو اٹھو اور پڑھو میری رُوح ابھی خواب راحت کے مزے لے رہی تھی' اور عالم خیال میں بڑی بلند پروازیاں کر رہی تھی' کہ بینے نندی گن کے جگانے سے گھبرا کر دفعتاً آنکھ کھولدی کیا دیکھتا ہوں کہ تمام مکان نُور سے منوّر ہے' خوشبو کا یہ عالم ہے' کہ رات کے بابی ہاروں کی ہر کلی غنچہ نو دمیدہ بن رہی ہے' حیران تھا کہ خواب ہے یا طلسمات اُس وقت وقت دیکھنے کے لئے آسمانی گھڑی پر نظر اُٹھائی تو دیکھا دھرو مہاراج کے عین جنوب میں دُھرویاں چکر کاٹ کر آگئیں ہیں' ۵ ہکیہ جو بلا کسی کرخت آواز نے مجھے اپنی

۵ اِن مہینوں میں اِن ستاروں کی یہ گردش صبح کے چار بجنے کی خبر دیتی ہے' بہار

تاج المضامین

یعنی

تذکرہ رؤسائے ہند نمبر ۲۶

جگت ماتا دیوی اہلیا بائی ہلکر (اندور)

گذشتہ سے پیوستہ

بچپن چونکہ پاکدامنی اور پارسائی کا ورثہ آپ کو اپنی والدہ محترمہ سے ملا تھا، اس لئے بچپن ہی میں حسب و رونگی خاندانی مذہبی مصروفیت آپ کو اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہوئی، آپکے حیرت انگیز حالات ناواقفوں کی نظروں میں کرشمات و طلسمات سمجھے جانے لگے، اسی بنا پر آپ کو "دیوی" کا لقب دیا گیا، آپ کی مذہبی سرگرمی ہر کھیل میں آپکے ساتھ تھی، ایکدفعہ بچوں نے سنگ مرمر کی چھت پر ریگ سے محلات بنائے، مگر آپنے اپنے لئے ایک موزوں جگہ منتخب کرکے بچوں کی اس جدید آبادی کے لئے شیوجی کا ایک چھوٹا سا مندر بنایا اور ایسا کہ ایک پختہ کار پجاری بھی اس کی تکمیل میں کوئی نقص نہ نکال سکے، جب مہارانیوں نے ان کا یہ شغلِ بچپن دیکھا، تو سب حیران ہوئیں، مگر ان کی والدہ اسیوقت سمجھ گئیں کہ یہ تو دیوی کا اوتار ہے، ان کا جذبۂ پاکبازی و پارسائی انہیں دھرم اور ایمان کے کاموں کی مشغولیت کے سوا اور کوئی کام کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا، نیک تربیت کی یہ منزل، منزلِ اولین تھی، بچپن میں گھر کی نیک صحبتوں کا یہ اثر ہوا کہ وہ اپنی ۸ سال کی عمر میں اپنی زندگی بھجن بندگی میں گذارنے لگیں،

شادی جبکہ آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی، ملکی رواج کے زیر اثر ۱۷۳۳ء میں آپ کی شادی مشہور ملہار راؤ کے ولیعہد کھانڈے راؤ سے کیگئی، اس عمر کی یہ شادی قدرتاً بہت سی

خوبیوں کا باعث ہوئی، وہ کیا ہی شبھ گھڑی تھی کہ جس میں اس جوڑے کی عقد مبارک کی رسومات ادا ہوئیں،

شادی کے بعد آپ کو اپنے گھر میں آجانا پڑا وہاں آپ کو خوش قسمتی سے خوشدامنہ بھی شریمتی گوتم بائی سی دہرما تما ملیں ان کی طبیعت نے اپنی خوشدامنہ سے کامل تربیت حاصل کی پدرکیان اور سسرال کی خوبیوں کا ایک پاک جذبہ ان کی پاک روح اثر انداز ہوا اور ایسا کہ جس نے اپنے اس قالب میں رعایا و برایا کے قلوب اپنی پاکبازی سے مسخر کر دیئے، جس خاندان میں یہ بیاہی گئیں وہ خاندان اپنی مذہبی روایات، الوالعزمی اور اعلیٰ خیالی کے لئے ملک بھر میں اپنا سکہ بٹھا چکا تھا، اس دیوی کا ایسے خاندان میں منتقل ہو جانے سے خاندان کے خیالات نیکی، تہوری، ہمدردی، رحم، انصاف، الوالعزمی اور شہرت کو ایسی تقویت پہونچی کہ جیسی موزوں تر رشتہ سے پہونچنی ممکن ہے، جو جو خوبیاں ایسے ازدواج سے ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں فطرتی طور پر منتقل ہو جاتی ہیں وہ سب ماتاجی کی ایک ذات میں مجتمع ہو گئیں، جوں جوں عمر بڑھتی گئی خوبیاں گھر کرتی گئیں انکوں کی صحبت اعلیٰ تعلیم و تربیت اور پاک خیالات نے ایسے پاک جذبات پیدا کئے کہ ایک عالم ان کے اعلیٰ خیالات سے مستفید ہوا اور آپ بھی ان کی لائف یہ اثر رکھتی ہے کہ اگر ہم اسے بغور مطالعہ کریں تو کم از کم دنیا کی موجودہ بدعتوں سے محفوظ رہ جائیں،

مبصر فن

(باقی دارد)

ہمارے حاصل شدہ سوراج

ہائے مہاراجہ سندھیا

اِس طرح جی کہ بعد مرنے کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے۔

وہ کیا ہی منحوس ساعت تھی جس میں کہ لفٹننٹ جنرل ہز ہائینس مختار الملک عظیم الاقتدار رفیع الشان والا شکوہ محتشم دوران عمادۃ الامرا مہاراجہ ادھیراج عالیجاہ حسام السلطنت مہاراجہ سر مادھو راؤ بہادر سری ناتھ منصور زمان فدوی حضرت ملک معظم رفیع الدرجہ انگلستان جی سی ایس آئی۔ جی سی وی او۔ جی بی ای۔ اے ڈی سی ایل ایل ڈی اے ڈی سی ایل مہاراجہ گوالیار ملک معظم کی دعوت پر ہندوستان کے مفاد کے لئے عازم ولایت ہوئے وہ خواہشات پوری نہ ہوئی تھیں کہ پیغام اجل آگیا، اور کہاں کہ جس سرزمین میں داہ کرم سنسکار ہونے کی اجازت نہیں دی گئی، اہل دنیا کی فرعونیت دنیا میں قیامت کے آثار پیدا کر رہی ہے اے فرانس کیا گذشتہ جنگ عظیم سے تو نے سبق حاصل نہیں کیا، مرض الموت کاربنکل سے نمونیہ میں منتقل ہوا، جو ۵ رجون کو اس بے نظیر لاثانی روح کو جسم فانی سے بہشت کی طرف لیجانے میں کامیاب ہوا، ہندی طریقہ کے موافق رسومات مذہبی ادا کیگئیں مہاراجہ بڑودہ اور سر آغا خان شریک ماتم تھے،

اِس وقت مہاراجہ سندھیا اس دنیا میں نہیں، لیکن ان کی سادگی منصف مزاجی، تدبر اور فراخدلی کے کارنامے صدیوں تک رؤسائے ہند کیلئے چراغ راہ بنے رہینگے، ایسی روحیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں، اور صدیوں تک اپنا اثر قائم رکھتی ہیں، ۴۹ سال کی عمر کے کارنامے ایک دنیا کو رلا رہے ہیں، آج اِس صدمۂ جانکاہ پر جسقدر رنج و غم کا اظہار کیا جائے کم ہے، ہائے موت تجھے کیوں موت نہیں آتی، اور اگر تو مرتی نہیں تو ایسی زندہ رہنے والی

معزز ہندوستان کی عزت [illegible]

بستیوں کو کیوں مارتی ہے، کیا تیرے لئے ہندوستان میں اور کوئی جگہ نہ تھی،

سندھیا کی انگریز دانی جب برٹش گورنمنٹ کا سایہ ہندوستان کے سر پر پڑا ہے سینکڑوں تاجدار پیدا ہوئے اور مرے، مگر ان میں سے ایسے بہت کم تھے کہ جنہوں نے انگریزی پالیسی سمجھی سری مادہو راؤ کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایسا فرمانروا ہے کہ جس نے انگریزی پالیسی انگریزوں سے زیادہ سمجھی، اور اسپر دل سے عمل کیا، اس کا ثبوت انڈیا گورنمنٹ گزٹ کا ۵ جون کا غیر معمولی ماتمی حاشیہ کا پرچہ ہے کہ جو حکومت ہند نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں شائع کیا ہے اس کے درج کرنے کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی کہ بکنیٹھ مراتب مہاراجہ کی نسبت کچھ اور لکھا جائے

"گورنمنٹ لکھتی ہے کہ ۴۹ سال کی عمر میں قبل از وقت جس ہستی کا خاتمہ ہو گیا اسمیں ایک قابل غور سرگرمی تھی، اس کی زندگی اہم کارناموں سے پر تھی چھوٹی سی عمر میں مرحوم مہاراجہ کے سر پر حکومت کا بار آ گیا تھا، لیکن آپ نے اپنے نامور بزرگوں کے نقش قدم پر چلکر اسے خوب نبھایا اور اپنی رعایا کی بہبودی میں ساری عمر جان لڑاتے رہے، مہاراجہ نے ہندوستان اور عام طور پر سلطنت برطانیہ کی خدمات میں جس قابلیت اور طاقت کا اظہار کیا ہے، وہ بھی کچھ کم نہیں ہے، بسا اوقات اور خاصکر جنگ عظیم کے موقعہ پر آپنے اپنی دریا دلی سے اپنے خاندان کی شاندار روایات کی خوب تقلید کی، اور ملک معظم سے اپنی دلی عقیدت اور وفاداری کے زندہ اور عملی ثبوت پیش کئے،

آپکی بے وقت موت سے ریاست گوالیار نے ایک فیض رساں حکمران کھو دیا ہے اور سلطنت نے ایک قدرتی لیڈر ان کا ایک ایسا فرد کھو دیا ہے، جس کی بے داغ شہرت اور یکتائی دہر قوت تیز عرصہ دراز تک سچی محبت اور نیکی کے ساتھ دلوں پر نقش رہیگی،"

عالم میں ماتم ہندوستان اور دیگر ولایتوں میں آپکے انتقال پر دلی ماتم منایا گیا ہندوستان کے ہر حصے میں آپکے اوصاف حسنہ کی تعریف کی گئی، چنانچہ علیگڈھ مسلم یونیورسٹی نے بڑی فراخدلی کے ساتھ حضور بکنیٹھ مکین کے انتقال پر اظہار ماتم کرتے ہوئے قرار دیا کہ حضور سے رو زمانہ منصف اور ساری رعایا کیساں سلوک کرنیوالے فرمانروا تھے

نواب رام پور کے لعنتی افعال اور اُس کے معاونین بدفشگال

قتل کی دھمکی کے خطوط رام پور کی چنڈال چوکڑی کی جانب سے ڈاک خانہ چاندنی چوک میں ہمارے نام ڈالے جاتے ہیں، جن میں فحش گالیاں اور مذہبی توہین کے علاوہ بڑی سختی سے قتل کی دھمکی دیجاتی ہے، چنانچہ ایک خط کے مضمون کا اقتباس کیا جاتا ہے (جسقدر تہذیب اجازت دیتی ہے)

ملاحظہ ہوں ہندی تاجداران کے پہلو نشین بدمعاش حرامیوں کے کارنامے،

"پاجی تو نے ۱۹۳۲ء میں ریاست رام پور کے خلاف مضمون رسالہ رئیس ہند میں لکھتا تھا، باوجود کہ تیرے نام پہلے خط لکھے گئے، مگر تو باز نہیں آیا، اور اب پھر تو نے ریاست کے دشمنوں کے کہنے سے بالکل غلط مضمون رسالہ میں لکھا ہے، پاجی ہم تیری تلاش میں رات دن آدمیوں کے گھوم رہے ہیں، تو چھپا چھپا پھرتا ہے، مگر کب تک چھپیگا جس وقت ہاتھ آگیا تیرے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاینگے، اور ۔۔۔ کا گوشت تیرے منہ میں دیا جائیگا، تیری عورتوں کے ساتھ ۔۔۔ کیا جائیگا، غرضیکہ ۔۔۔ تجھکو ایسی ذلیل کیا جائیگا کہ کبھی کسی نے نہ کیا ہو، ہم تجھکو مشیلر کئے دیتے ہیں، ملکہ یہ کہنے کو تھوکہ دہوکہ سے مارا تو نے کبھی ایسی بدمعاش نہیں دیکھی ہونگی، ہم پھر تجھے سمجھاتے ہیں کہ اپنے ۔۔۔ سے باز آجا نہیں تو جان اور آبرو دونوں سے ہاتھ دہو رکھو، راقم شیر افگن خاں، از چاندنی چوک، مگر تیری موت آئی ہے، تیرا گھر دیکھ لیا ہے، بہت جلد تجھکو قتل کرینگے، جہاں ملیگا قتل کرینگے، اور یہی تجھکو خبر دیتا ہے ہم بہت جلد سزا دینگے،

ہم نے آج تک روساء ہند کی بدذاتیوں، بدافعالیوں اور اُن کی ہولناک بدچلنیوں پر پردہ ڈالا اور محض اس وجہ سے کہ یہ غاصب بددیانت شاید اپنی ذات کی اصلاح کرکے رعایا کے سچے امین ثابت ہوں، ورنہ اُن میں سے بعض کے جور و ظلم ایسے تھے، کہ اگر ہم وہ معاملات پبلک میں لاتے وہ اور اُن کا دربار سولی پر چڑھایا جاتا، اس پر بھی رام پور کے نواب کے حامی ہمیں ایسی ایسی دھمکیاں دیکر اپنے جور و جبر پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، اور قتل کی دھمکی سے ہمیں مرعوب کرتے ہیں، ہم ایسی دھمکیوں سے اُس کی تعریف کے مرثیہ نہیں پڑھ سکتے ہاں اگر رئیس ہند کے اوراق میں اپنی تعریف دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے اپنے چلن کی اصلاح کرنی چاہیئے،

مگر وہ تو دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے، اِس لئے متوجہ کریں، وہ کیوں اِس کو تخت سے علیحدہ کرکے ایک یورپین کمیٹی کے روبرو سے جوابدہی کے لئے کھڑا نہیں کرتی، واجد علیشاہ اور رپ دمن سنگھ کے واقعات کے مقابلہ میں اِس نواب کے حالات نہایت ناقص ہیں، اور ایک خلق خدا اِس کے ظلم و اظلم سے بلبلا رہی ہے، اگر ایک خوشامدی تنخواہ خوشامد سے اپنی عام بدچلنیوں اور بدمعاشیوں سے محفوظ رہ جائے تو اِس سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں، رؤسا کا چال چلن اُسیوقت درست ہوسکتا ہے، جبکہ عام مجرموں کی طرح اِن کو اِن کی بداعمالیوں کی سزا دیجائے، ہم اپنے نامہ نگاران رامپور کو مطلع کرتے ہیں کہ وہ اِس کی نالائق دور زندگی کا ہر واقعہ تفصیل سے لکھکر ہندوستان کے رؤسا پر احسان فرمائیں، کیونکہ لاتوں کے دیو باتوں سے نہیں مانتے، ناظرین اب آپ ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات سنینگے کہ جو آجتک خیال میں بھی نہیں آئے ہونگے، نواب رامپور کی بداعمالیوں کا جو صاحب سچا واقعہ تحریر کرکے ارسال فرمائینگے اُنہیں فی مضمون دس روپیہ انعام دیاجائیگا، شرط کے لئے خط وکتابت کیجئے، "اڈیٹر رئیس ہند"

بدا طواری باولہ، — خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد
اور ہائیکورٹ کا فیصلہ دگر ناخدا جامہ بر تن درد

مئی کے آخری ہفتہ میں بدا طواری باولہ کے مقدمہ کا تین کی پھانسی اور چار کی عبور دریائے شور کی سزا پر خاتمہ ہوگیا، واقعہ کے حادث ہوتے ہی ملکی اخبارات اور متعصب حضرات نے فضائے انصاف اپنی شرارتوں کے طوفان سے تیرہ وتار کردی تھی، ممتاز طوائف سی سینکڑوں عصمت فروش ملک میں ایسے ہزاروں واقعہ کرا چکی ہیں، مگر اِس مقدمہ میں بے وجہ مہاراجہ اندور کو بدباطنوں نے پیٹا، اور نامراد غیر ذمہ داروں نے ایسی غلط فہمی پھیلائی، کہ دنیا بھر میں ذلیل و بدنام ہوئے، اِس واقعہ کے ساتھ اگر مہاراجہ اندور کا نام وابستہ نہ کردیا جاتا، دو یورپین العاقبہ درمیان میں نہ آتے، اور گورنمنٹ عالیہ کے ارباب بست وکشاد کے قلوب مہاراجہ اندور کی پولیٹکل بیداری سے مکدر نہ ہوتے تو یہ واقعہ ویسے ہی معمولی تھا،

ہواب ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس نواب کے روز پیدائش سے اس نالائق ظلم و ستم کی زندگی کے آخری گھنٹوں تک کے حالات پبلک میں لاکر گورنمنٹ کو

جیساکہ اور ملک کے دیگر قسم کے سینکڑوں واقعات جو ہر روز واقعہ ہوتے رہتے ہیں،

اس موقعہ پر ہمیں اہل ملک سے تو یہ کہنا ہے کہ قومی تعصب ایک لعنتی فعل ہے۔ اس کا اثر پہلے فاعل پر پڑتا ہے، انہیں تعصب ناروا سے ہر وقت باز رہنا چاہیئے، دوسرے ان نادانوں کی طرف بھی ہمارا روئے سخن ہے کہ جو خود تو عقل نہیں رکھتے مگر دوسروں کی شرارت سمجھنے کی بھی تمیز نہیں۔ وہ آیندہ کے لئے اپنی ذمہ داری بھی کچھ سمجھیں آخر میں ہم گورنمنٹ عالیہ سے بھی یہ مودبانہ عرض کرتا ہے، کہ جب رؤسائے ہند اس کی مصیبتوں اور روزمرہ کی خواہشوں کی ایفا میں اپنے دیوالے نکال چکے تو کیا اُس کا یہ فرض نہیں، کہ بذات اہل ملک کے ہاتھوں ان خادمان درگاہ کو ذلیل و رسوا نہ ہونے دے، ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس معاملہ میں یورپین افراد کے سلوک سے مہاراجہ ہلکر کے دل پر حکومت برطانیہ کی نسبت کیا اثر ہوا ہو گا، دراصل یہی وہ اثرات کے سلوک ہیں کہ جنہیں ہم مٹانا چاہتے ہیں، اور حکومت کے بدخواہ ابھارتا

گلشن پنجاب پر تبر زنی نالایق اہلکاروں کے ہاتھوں

ریاست مالیر کوٹلا ، ہندوستانی ریاستوں کی نوبت اس درجہ پہنچ گئی ہے کہ شہرت، رفع الحالی، عدل و انصاف، ہمدردی، انسان شناسی، خیر و برکت کا جنازہ نکلنے والا ہے، اس جنازہ کے نکالنے والے طفیلئے، بدکار، بددیانت، کمینے، دروغگو، عیار، جابر ظالم، ریاستوں کے اہلکار ہیں جنکھا قلی باورچی منصب پا گئے، مجاور حکومت کا ڈنڈا لے بیٹھے، اور رعایا لوٹ لوٹ کر اپنی ایسی ہانڈی چڑھائی اور ایسے ڈنڈے مارے کہ صاحب خانہ کا لباس فاخرہ چھینٹوں سے داغدار نظر آیا، اور بددیانتی کی امداد سے بھٹیاریوں کے جھونپڑے محل بنا لئے، سبز باغ دکھا دکھا کر شاہی باغ لگا کے زمینوں پر قبضہ کیا، غرضیکہ دوسروں کے آگ لگا کر اپنا چولہا گرم کیا، مجاور خانقاہوں کے ٹکڑوں سے دنوں میں صاحب حیثیت بنے، اور ایسے کہ مجاور نے عروج جاہ کی امداد سے وزارت تک کھائی، جو شخص حماقت میں ایسا اچھلا کودا کہ حکومت نے ڈنڈا مار کر گرا دیا،

ریاست مالیر کوٹلہ، اپنے فیاض و خلیق تاجدار پر نازاں ہے مگر رعایا و ملازمین کے حالات سے اُسے ایسا بےخبر رکھا جا رہا ہے کہ جیسے کسی سازشی کمیٹی کی گہری سازش سے ہونا ممکن ہے، ہمیں تاجدار کوٹلہ سے دلی ہمدردی ہے، اور اس وجہ سے ہم اُس کی دل سے تعظیم کرتے ہیں، اسی لئے ہمارا فرض ہے کہ اگر ملازمین اپنا فرض ادا کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، تو بے خوف و خطر ہم اس قدیم ریاست کی یہ خدمت انجام دیتے ہیں، آج ہم منصب علیخان اور ولایت شاہ ردمونے تازہ نو دولتوں کے حالات لکھتے ہیں، اور یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ قلم اُس وقت تک قلمدان میں واپس نہ آئیگا، جب تک بدیوں کا سر قلم نہ کر دے،

باقی دارد "نامہ نگار"

اڈیٹر، مضمون مندرجہ دو ماہ سے دفتر میں آیا پڑا تھا، سلسلۂ تحقیقات جاری ہوا، اس لئے اب چھاپنا اس وجہ سے ضروری ہو گیا کہ ہم بھی تاجدار مالیر کوٹلہ کی سچی خدمت کر سکیں،

ریاست پٹیالہ کی رشوتیں اور "اشخاص قانون پیشہ اور رشوتیں"

حیرت انگیز انکشافات ہماری ریاستوں میں بھی بلا ضرورت اشخاص قانون پیشہ کا اژدہر رہا ہے، حالانکہ ہر جج مستغیث اہل مقدمات کی زبان اور محاورات پر قادر ہے کسی ترجمان کی ضرورت نہیں، شاید ہی ایسی کوئی ریاست ہو کہ جہاں اس معزز پیشہ کے خطرناک عنصر نہ ہوں، اب علاقہ انگلشیہ میں بھی اشخاص قانون پیشہ نے حکومت کا ناک میں دم کر دیا ہے حال ہی میں آنریبل سر ایڈورڈ گر موڈ میرس چیف جسٹس ہائیکورٹ الہ آباد کو اشخاص قانون پیشہ کا تلخ تجربہ حاصل ہوا، یہ واقعہ جس قدر واقعات کے مطابق ہے اُسی قدر نہایت افسوسناک بھی ہے، کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جس میں ہمارے ملک کے بہترین علمی قابلیت کے افراد پائے جاتے ہیں، اس معزز طبقہ کے کسی فرد کی نسبت یہ معلوم کرنا کہ اُس نے رشوت خواہ حکام اور اہل مقدمہ کے درمیان دلالی سا ذلیل فعل کیا، نہایت تکلیف دہ ہے، اُن کا

حکام کو اپنے مالی نفع کی خاطر رشوت دلانا ملک کی عین بدقسمتی کی دلیل ہے،

چیف جسٹس موصوف نے ایک ایسے وکیل کی درخواست کو جسنے ۹ سال قبل ایک جج کو رشوت دلائی تھی خارج کرتے ہوئے لکھا کہ "سائل (بنود بہاری) کا نام کن حالات میں فہرست وکلا سے خارج کیا گیا تھا۔ اُس کا ایک جج کی رشوت کی تحقیقات میں تین معاملوں میں شرکت پانا ظاہر ہوا، وہ اہل مقدمات سے گفت و شنید کرتا تھا، اور روپیہ یا قیمتی اشیا شخص جج کو دلاتا تھا۔ جب رائے بہادر ہری ہر پرشاد پر مہاراجہ صاحب ڈمراؤں نے مقدمہ چلایا تو رائے بہادر نے کاغذات کی تیاری کے لئے بنود بہاری کو مامور کیا، اُس نے اس سلسلہ میں پنڈت موتی لال نہرو و سر علی امام کے سارٹیفیکٹ حاصل کئے۔ جج نے لکھا کہ ایسے سرٹیفیکٹ دیتے وقت اگر اس کے گذشتہ حالات اُن کے ذہن نشین ہوتے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ جس پیشہ کے وہ ایسے ممتاز ارکان ہیں، اُس کی ذمہ داری کا احساس رکھتے ہوئے ایسی تصدیقات تحریر کر سکتے، ہمیں یہ دیکھنا ہے، کہ آیا ایسے شخص کو ایک معزز پیشہ میں دوبارہ داخل ہونے اور اس کے دیگر ممبروں سے ملنے جلنے دینا قرین مصلحت ہے، صوبہ ہذا میں قریباً ۲۰ اسب جج اور منصفوں میں سے ۶ آدمیوں نے قطعی الفاظ میں اپنے قصور کا اقبال کیا، اور تسلیم کیا کہ وہ سالہا سال سے رشوت لینے کے عادی تھے، اُنہوں نے اپنے قصور کا ایسی حالت میں اقبال کیا کہ دوسری صورت اُن کے سامنے یہ تھی کہ وہ فوجداری الزام کا سامنا کریں، مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مذکورہ بالا معاملوں میں سے اکثر میں وکلا ہی کو بطور درمیانی اشخاص کے کام کرنے والا کہا جاتا تھا،

جب علاقہ انگریزی کے قابل حکام اِس معزز پیشہ کی اصلاح نہ کر سکے تو پھر ریاستوں میں ان کی نگرانی رکھ کر انہیں قابو میں رکھنا قطعی ناممکن ہے، کیونکہ ریاستوں کے عام جج نہ ایسا ضبط رکھ سکتے ہیں، نہ ایسی قابلیت رکھتے ہیں کہ اِس موئے زور بدلگام سواری پر قابو پا سکیں، ریاستوں میں ادنےٰ درجہ کے مشہور اشخاص قانون پیشہ کا یہ پیشہ ہے کہ ججوں کو رشوت

دلاتے ہیں، سائلوں کو لوٹتے اور حیران کرتے ہیں، کئی کئی مقدمات کی پیروی کے لئے پیشیاں لے لیتے ہیں چنانچہ کچہریوں کی آوازوں پر ایک وکیل کس طرح حاضر ہو سکتا ہے،

غرضیکہ ریاستوں کی رشوتوں کی انسدادی تدابیر میں سب سے اول اُن بدنام وکلا کا اخراج ہے کہ جو ہر طرح کی ناجائز کمائی سے مالدار بنکر اپنی شرارتوں سے شریف اشخاص قانون پیشہ کا ناطقہ بند کئے ہوئے ہیں، اور ایک معزز و ممتاز پیشہ ذلیل و بدنام کر رکھا ہے، اِن اشخاص قانون پیشہ کا انتخاب ایک معمولی بات ہے، ہر ضلع کے اہل مقدمات انہیں اچھی طرح جانتے ہیں، ریاست پٹیالہ میں آجتک کسی نے ان سے نہیں پوچھا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں، بھائی اجیت سنگھ جج ہائی کورٹ نے دانت دکھائے تھے کہ خود منہ میٹھا کرکے رہگیا، اُس کی بدولت بہت سے نام پاگئے، حالانکہ اُن میں بہت سے سزایافتہ نالائق ہیں اور روز بروز ایسی ہی ناقص

اب میں ایک نقشہ ملازمان ریاست پٹیالہ کا کھینچتا ہوں، اہل نظر تنقیدی نگاہ ڈالیں اور جو جہاں بیٹھا ہے اُسے اُسی حالت میں دیکھیں،

شرطِ انصاف جو صاحب اپنے آپ کو متدین سمجھتے ہیں، اور اُن کا کوئی بزرگ یا عزیز اِس صفت سے موصوف نہ تھا تو شرطِ انصاف یہ ہے کہ وہ اُسے اُسی نظر سے دیکھیں کہ جیسے اُس کے افعال دکھنے دیں، اگر یہ نہیں تو ایسے اہلِ نظر صاحب خود موردِ الزام ہیں، سچائی یہی ہے کہ سچی بات سنکر دادِ انصاف دیجاوے، نہ کہ حق گو پر الزام دھرا جاوے،

فرد ملازمان ریاست پٹیالہ از ابتدائے سمبت ۱۹۱۹ / ۱۸۶۲ء لغایتہ سمبت ۱۹۸۲ / ۱۹۲۵ء کہ جن کی دیانتداری و بددیانتی کا محاکمہ کیا جائیگا،

ممبران کونسل (الف) بخشی رحیم بخش، سردار اُدے سنگھ، سردار فتح سنگھ، سردار دیوا سنگھ چودھری بجٹ رام، محمد نامدار خان، مولوی فضل حکیم

ممبران کونسل (ب) لالہ کلونت رائے، سردار جگدیس سنگھ، میر محمد حسن، حکیم عبدالنبی خان سردار گورمکھ سنگھ، لالہ بھگوان داس، میر محمد حسین، لالہ نانک بخش، میر تفضل حسین

سردار بھگوان سنگھ

دیوان یا وزیر اعظم (الف) جنرل سردار گوردت سنگھ، سردار سپورن سنگھ، نواب ذوالفقار علی خان

سردار جوگیا ند سنگھ، سردار امر سنگھ، سردار کشن سنگھ، راجہ سر دیا کشن کول

دیوان یا مہتمم مال (ب) میر امداد علی، لالہ شگن چند، سردار پرتاپ سنگھ، کرنل جیون سنگھ، میر ساند

سردار نرائن سنگھ، سردار دیپ سنگھ، سردار حضور سنگھ، سردار ارجن شاہ سنگھ

میر منشی (الف) سوڈھی سجان سنگھ، راجہ سر دیا کشن کول،

میر منشی (ب) حکیم عبد النبی خان، میر محمد حسین، سردار بھگوان سنگھ، عبد المجید خان

بابو گوکل چند، بابو نرنجن پرشاد

جوڈیشل منسٹر (الف) نامدار خان، لالہ تسنچند، مسٹر جگمن لال، سردار نہال سنگھ

جوڈیشل منسٹر (ب) میر امداد علی، میر تفضل حسین، لالہ گوبند

بخشی (الف) سردار پرتاپ سنگھ جاہل سردار بیر سنگھ۔

بخشی (ب) سردار گنڈا سنگھ، سردار پریتم سنگھ، سردار ہیرا سنگھ، سردار بخشیش سنگھ

بابو تارا چند، (باقی دارد) "ذکر کا بعیدی"

ہلکر کی رعایا پروری ہلکر کا دورانِ حکومت نہ فقط سلطنت ہلکر کے لئے مبارک ہے، بلکہ تمام تاجدارانِ ہند کے لئے باعثِ فخر ہے، اس عہد ہمایوں میں سلطنت موصوف نے جو علمی، ادبی پولیٹکل و فنونیل ترقیات حاصل کیں بعض ریاستیں بشمول تک حاصل نہیں کر سکیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر یہی رفتار ترقی جاری رہے، تو عنقریب ہندوستان ایک موڈل ریاست بنجائیگی

لیجسلیٹو کمیٹی کی تقرری حال میں مہاراجہ ہلکر نے اپنی ریاست کے لئے لیجسلیٹو کمیٹی مقرر کی ہے۔ اس کمیٹی کے نظام و اختیارات وغیرہ کی تفصیلات عنقریب شائع کیجائینگی۔ اس کمیٹی میں نو ممبر ہونگے، اُن میں سات غیر سرکاری منتخب شدہ ہونگے، ۲ باقی ماندہ میں سے ایک قانونی ممبر اور ایک کیمسکل انگلیس ممبر ہوگا۔ لا ممبر کمیٹی کا پریسیڈنٹ ہوگا ممبران بار، پنجاب، بارہ گاؤں کی پنچایت

میونسپل کمیٹیوں وغیرہ کو اپنے نمایندے بھیجنے کا حق حاصل ہوگا، ہز ہائینس کو اختیار ہوگا، کہ اس کمیٹی کے پاس کردہ کسی مسودہ کو منظور یا مسترد فرمائیں یا اس میں کسی قسم کی ترمیم کریں گورنمنٹ کی اجازت سے غیر سرکاری ممبران کو بھی مسودہ ہائے قانونی پیش کرنے کا حق حاصل ہوگا، فی الحال بطور مشورہ دینے والی یہ کمیٹی بنائی جاتی ہے آیندہ حسب ضرورت اس کے اختیارات کی توسیع ہوتی رہیگی،

اندور یونیورسٹی اندور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے لئے جائز طور پر فخر کرسکتا ہے، اور جن اصحاب نے وہاں کے انسٹی ٹیوشن دیکھے ہیں وہاں کی علمی ترقیات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں، ابھی حال میں مہاراجہ ہلکر نے اپنے مہاراج کالج کے یورپین پرنسپل اور ایک قابل افسر محکمہ تعلیم کو دہلی اس غرض کے لئے بھیجا کہ وہاں جاکر ایسی معلومات حاصل کریں جن سے استفادہ اٹھایا جاکر اندور میں ایک یونیورسٹی قائم ہوسکے، اس تجویز کے بر روئے کار آنے پر ہندوستان کی بڑی بڑی ریاستوں یعنی حیدرآباد، میسور، ٹراونکور اور اندور میں چار یونیورسٹیاں قائم ہوجائینگی، گوالیار کی بابت بھی امید ہے، مگر مہاراجہ صاحب کے بے وقت انتقال نے گوالیار کو صدمہ پہنچایا، بڑودہ بھی جلد شامل ہوجائیگا،

لازمی تعلیم ان مبارک اور ان قابل قدر اصلاحات کے علاوہ ہز ہائینس نے پرائمری جماعتوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے تعلیم لازمی قرار دیدی ہے" یہ قانون شہر اندور میں (سرکاری سال کے آغاز سے جو اکتوبر میں شروع ہوگا) نافذ ہوگا، ان بچوں کی اوسط عمر ۶ اور ۱۲ سال کے درمیان ہوگی، اندازہ کیا گیا ہے، کہ اس اعلےٰ سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یکدم دو لاکھ روپیہ خرچ کرنا پڑیگا، ایک لاکھ روپیہ سالانہ کے گرانٹ اور منظور کی گئی ہے، اضلاع میں رضاکارانہ طور پر ابتدائی تعلیم کی سہولتوں بہم پہنچانے کیلئے منظوری صادر کیگئی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ دیگر والیان ریاست جو لکھوکھا روپیہ اپنے عیش و عشرت میں بلا دریغ خرچ کر رہے ہیں، اپنی اپنی ریاستوں میں کب ایسی اصلاحات کا خیال پیدا کرتے ہیں، دراصل بڑا وہی ہے جو بڑائی کے کام کرتا ہے،

شاہی نسل شہنشاہیت کی استیصال پر آمادہ ہے

جہاں ایک طرف ہندوستانی شخصی بادشاہت کے تباہ و برباد کردینے پر تلے ہوئے ہیں، وہاں اب زمانہ کہ شاہی نسل بھی اُن سے ایسا رادہ دل میں معین و مددگار بن گئی ہے، یعنی کنور، خواص جو اپنے بھائیوں راجگان مہاراجگان یا تاجداران، سا حظ زندگی نہیں اٹھاتے، اب اُن کو بھی اپنے بھائیوں کا عروج نہیں بھاتا، شملہ کی پہاڑی ریاستیں اول تو کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتیں، اس پر اُن کے کنورون کی جو حیثیت ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے، مگر مغربی تعلیم و تربیت نے آزادی کے پر لگائے معمولی گذاروں پر گذر کیسے ہو، انہوں نے ضروری سمجھا کہ اگر رعایا کے ایجی ٹیشن میں شامل ہو جائینگے، کچھ نہ کچھ اس سے زیادہ لے مرینگے، ہمیں اسی مہینہ میں شب سنگھ جی کنور میلوگ کی ایسی حرکتوں کا علم ہوا ہے، دیکھئے یہ حرکتیں انہیں چوٹی کوہ سے کہاں گراتی ہیں، کہنا پڑتا ہے، ع

آے عاقلاں کنارہ کہ دیوانہ مست شد

اہلکار ہیں یا دُکاندار

ریاستوں میں زوال اپنا کام کررہا ہے، پہلے جہاں بڑے بڑے مدبر، خود دار، بارعب اہلکار تھے، اب وہاں چھچھورے، بےغیرت، بےرعب ہیں، یہ اہلکار نہیں بلکہ دکاندار ہیں، جہاں دیکھا کہ ایک کنستر روغن زرد ملتا ہے، سائل کو جھٹ کرسی پر بٹھالیا، جہاں گھاس توڑی کا گٹھا نظر آیا، مہربانیوں کا تار بندھ گیا، وہ جانتے ہیں کہ ایسے تعلقات سے ہم ہردلعزیز مشہور ہونگے، یہ اہلکاری نہیں، دکانداری ہے، مصنوعی شہرت کوئی وقعت نہیں رکھتی، ریاستوں کی منزلت ایسے ہی انتخاب سے برباد ہوئی،

ریاست پٹیالہ کا بندوبست اور رائے کانہہ چند کا انتخاب

مہاراجہ راجندر سنگھ کے انتقال پر کونسل آف ریجنسی کی زیر نگرانی محکمہ جات کی اصلاح کا موقعہ آیا، اس نے موقعہ پاکر شاہی اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے، یوپ ہم ینگ کمشنر بندوبست نے یہ اختیارات ایسے لئے کہ کونسل سے اپنے احکام کی تعمیل کرائی، بندوبست کا یہ اہلکار ایسا فرض کا رانگلوانڈین تھا کہ جس کے لئے یہ فرقہ ہند میں بدنام ہے، اور بندوبست ایسا کیا کہ سب یاد کرتے ہیں، اس

اور اُس کے ماتحتین نے جو کچھ کیا۔ سب نے دیکھا، لالہ گوری شنکر، لالہ رلیا رام اور ہما دین متوفیان اسسٹنٹ تھے، ان تینوں نے جسقدر مالیہ جمع کیا، اور ماتحتین نے تشخیص کی اُسے صحتیاب مہاجنان بھی بتلا سکتے ہیں، غرضیکہ بالائی اڑا کر دودھ بیکر کٹورا چھاتی سے مارا، مگر ہر جا کہ خار است گل است تقسیم ناقص کا کیا بیان ہو، خشک مزاج تو سرسبز علاقہ پر لگائے گئے، اور فیاض و کریم خشک پہاڑوں پر، ضلع نارنول کا بندوبست پیش آیا، غلطی سے یا خوش قسمتی سے اس کام کے ملئے رئیس ابن رئیس رائے کاہنہ چند صاحب اس نامراد مجمع میں ایسے مردِ کامل نظر آئے کہ سب کترائے، کمزور و مجبور، محجوب ہوئے، دیانتداری کے ساتھ ہمدردی، نیک مزاجی، خلوص اور وفاداری کے جب جوہر چمکے تو اس ہری چک مجمع کا دم خشک ہوگیا، قہر و غضب کی تباہ کن بجلیاں ٹھنڈی پڑ گئیں، رعایا کی کشتِ امید لہلہا اٹھی، کیونکہ یہ دنوں ہی میں اپنے خصوص خصائل و فضائل کی وجہ سے ابرِ رحمت کی طرح مطلع بندوبست پر چھا گیا، ریاست میں ان کے کام کی ابتری سردار بہادر رام سنگھ مہتمم مال کے انتقال کی منتظر تھی، ان کا مرنا تھا کہ سب بیقاعدگیاں زندہ ہو گئیں، اور پرورش کے لئے وسیع سامان تھے، اب شاہِ نقاد نے اپنی نظرِ انتخاب رائے بہادر کاہنہ چند صاحب ڈپٹی کمشنر پر ڈالی، چنانچہ آپنے یونیو سکرٹری کے عہدہ کا ۴ جون کو چارج سنبھالا اور ایسے وقت میں جبکہ آپ کی سخت ضرورت تھی، یہ انتخاب ایسا ہی موزوں اور بے نظیر ہے، جیسے کہ خود رائے صاحب اپنے اوصاف کی وجہ سے نظیر نہیں رکھتے امید کامل ہے کہ گذشتہ کوتاہیوں کی اب کافی تلافی ہو جائیگی،

دربارِ میسور کا بجٹ | ریاست میسور اپنی روشن ضمیر، بیدار مغز فرمان روا، قابل فرمانداری وزرا کے لئے قابلِ رشک ہے، اس کی ترقیات اور اصلاحات ہر طرح کی تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں اس کا سالانہ بجٹ ۵ جون کو اسمبلی میں پیش ہوا، سر اے آر نرجی دیوان اعظم نے نشستِ اسمبلی کی افتتاح کے وقت بجٹ پر ایک دل آویز زبردست تقریر فرمائی، جس میں ظاہر کیا گیا کہ گذشتہ ۴ سال کی فا

بڑی کامیابی ہے کہ آمدنی میں بھاری اضافہ ہوا، اور ان سالوں میں ریاست کی آمدنی تین کروڑ بارہ لاکھ روپیہ سالانہ سے تجاوز کرکے تین کروڑ ۲۳ لاکھ ہوگئی، اور خرچ تین کروڑ، ۳۰ لاکھ سے تین کروڑ ۴۲ لاکھ روپیہ ہوا، گویا اب ریاست کو خسارہ نہیں رہا، ۱۹۲۴-۲۳ء کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سال ریاست کی آمدنی کا تخمینہ تین کروڑ ساڑھے تین لاکھ روپیہ کیا گیا تھا، اور خرچ کا تخمینہ تین کروڑ تیس لاکھ اسی ہزار تھا، مگر آمدنی میں درحقیقت بجٹ کی نسبت ایک لاکھ روپیہ کا اضافہ ہوا تھا، اور اس سال بھدراوتی کے کارخانہ آہن کے غیر معمولی سات لاکھ روپیہ کے اصراف و سیلاب زدگان کی امداد اور وائسرائے ہند کی سیاحت کے اخراجات نکالکر بھی آمدنی میں پچاس ہزار کا نام نہاد اضافہ رہا تھا،

دیوان صاحب موصوف نے اگلے مالی سال میں گورنمنٹ کی مشکلات بیان کرنے کے بعد ۱۹۲۶-۲۵ء کے تخمینہ جات بجٹ پر اظہار خیال کیا، ان تخمینہ جات کے مطابق آمدنی کا اندازہ ۳۳۹۶۹۰۰۰ روپیہ ہے، اور خرچ کا اندازہ ۳۳۹۲۸۰۰۰ روپیہ ہے، گویا کہ کل نام نہاد فاضلہ ۴۱۰۰۰ روپیہ کا ہوگا، بمقابلہ سال گذشتہ آمدنی میں اضافہ کی مد لگان اراضی ہے، کیونکہ بعض تعلقوں میں جدید بندوبست ہوا ہے، اور التوائے شدہ لگان اراضی کی وصولی بھی ہوئی، اخیر میں گورنمنٹ کی آئندہ مالی پالیسی کے اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ریاست کی آمدنی میں کس طرح ترقی ہوسکتی ہے ریاست کے لئے یہی ممکن ہے کہ اگر ۳۵ لاکھ روپیہ کے سالانہ اخراج میں حکومت ہند نے کوئی تخفیف نہ کی تو پھر مصارف میں کمی کرنی پڑیگی، فقط یہی ہوسکتا ہے کہ فوجی مصارف میں تخفیف کیجائے جبکہ اس وقت مجموعہ رقم خراج ۵۲ لاکھ روپیہ ہے، کہ ریاست کے دیگر انتظامی صیغہ جات میں کیا مصارف کی تخفیف کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ انکی اہلیت پر اثر پڑیگا، اور جب تک موجودہ غیر مشفقین حالات قائم ہیں، اس لئے گورنمنٹ انکار تردد سے بالاتر نہیں ہوسکتی

گوالیار میں کونسل مقرر ہوگئی مہاراجہ مرحوم کی وصیت کے موافق ہز ہائنس پریزیڈنٹ ہوئیں اور دس ممبر منتخب کئے

ریاست ٹی کا ریاستوں کے خلاف رزم اور حضور نظام کا قابل آفرین نظم

جو طریقہ حضور نظام نے شورش کے دبانے اور نیک خیالات پھیلانے کا اختیار فرمایا ہے، اُس کی سب تاجداران ہند کو تقلید کرنا چاہیے، بغاوت اور بدامنی نسلی، منافرت اور قومی مغائرت کا بالعموم اخبارات ہوتے ہیں، چنانچہ حضور نظام نے جہاں اور بہت سے اخبارات کا داخلہ بند فرمایا وہاں یہ خبر ذمہ دار حلقوں میں مسرت سے سنی جائیگی، کہ ریاستوں کے بدخواہ مشہور لامذہب اخبار "ریاست" کے متعلق حکم صادر ہوا ہے کہ کوئی شخص دہلی کے اخبار "ریاست" کو نہ منگائے یا پڑھے، اور نہ اُسے پاس رکھے،

ریاست اندور کی طرف سے ڈیلی ہیرلڈ سے مواخذہ

قتل باولہ کے سلسلے میں غیر ذمہ دار اشخاص و اخبارات نے اپنے خبث باطنی سے مہاراجہ اندور کو بدنام کرنے میں کسر نہ چھوڑی تھی، ہمیں معلوم ہوکر مسرت حاصل ہوئی کہ ریاست اندور کے پبلسٹی افسر نے ڈیلی ہیرلڈ کو لکھا ہے، کہ تم نے یہ تجویز کیا ہے کہ مہاراجہ پر مقدمہ چلایا جائے، تمہارے پاس اس الزام کا کوئی ثبوت نہیں، تم نے بمبئی کے اخبارات کی تحریرات سے اخذ کرکے یہ لکھا ہے، اس لئے اس کی تلافی کرو کیونکہ یہ افواہ صرف مہاراجہ کے دشمنوں کی اُڑائی ہوئی ہے، ایسے ذمہ دار اشخاص اس وقت تک راہ راست پر نہ آئینگے جب تک انہیں قانون کی امداد سے سیدھا نہ کیا جائیگا، افسر مذکور کو اب ایسے تمام اخبارات کے نام نوٹس جاری کرنا چاہیے کہ جنہوں نے طرح طرح کے غلط الزام مہاراجہ پر لگائے تھے۔

قتل باولا (بمبئی) اور کورٹ کے شمسے انگریزی انصاف کرمے

پولیس بمبئی اور ہائیکورٹ نے قتل باولا کی ایسی سرگرمی اور دلاویزی سے تفتیش و تکمیل کی کہ کوئی دقیقہ تحقیقات کا باقی نہیں چھوڑا، پھانسی اور عبور دریائے شور تک کی سزائیں تجویز ہوئیں، مقدمہ ختم ہوگیا کاغذات داخل دفتر ہوگئے، لیکن ایک اہل ویسٹ منسٹر ہیں کہ جو وزیر ہند کی کرسی پر ولایت میں بیٹھے ایک کپتان کے جواب میں کہتے ہیں کہ اگر ضرورت سمجھی گئی تو وقت آنے پر مزید تحقیقات کیجائیگی، ہمنے تو انگریزی قانون یہ سمجھا تھا مقدمہ ختم ہوگیا ملزم سزا پاگئے، لیکن اہل ضامن کچھ اور ہی ارشاد فرماتے ہیں، کیا انگریزی پالیسی مرغ ہے کہ جو اُلٹے سیدھے انصاف کئے گئے اُٹھا سکتی ہے؟

مہاراجہ دتیا کا جشن سالگرہ ہز ہائینس لوک اندر مہاراجہ سر گوبند سنگھ جیدیو بہادر کے سی ایس آئی مہاراجہ دتیا کی چالیسویں سالگرہ ۱۱ رجون سنہ حال کو بخیر و خوبی منائی گئی خان بہادر قاضی عزیزالدین احمد صاحب سی، آئی، ای، او، بی، ای، آئی ایس، او، دیوان ریاست نے فوج کی وفاداری کے متعلق ایک دل آویز تقریر فرمائی۔ رعایا نے مناد رو مساجد میں حضور ممدوح کی ترقی عمر و جاہ کی دعائیں مانگیں، ممبران لیجسلیٹو کونسل اور میونسپل بورڈ نے اپنے اپنے ایڈریس پڑھے، سری حضور نے جوابی تقریر میں رعایا کی خواہشات اور جذبات کی قدر فرمائی۔

مہاراجہ الور کی دریادلی گذشتہ عیدالفطر کی تقریب پر جب ریاست الور میں مسلمان عیدگاہ بے سقف اور کھلے میدان میں نماز کے لئے حاضر ہوئے تو مہاراجہ صاحب بھی بہ نفس نفیس تشریف لے گئے تاوقتیکہ عیدگاہ کا خطبہ اور نماز ختم نہ ہوگئی آپ ننگے سر کھڑے رہے۔ جب مسلمان نماز سے فارغ ہوگئے۔ تو ہز ہائینس بالقابہ نے انکو مخاطب بنا کر مندرجہ تحت الفاظ فرمائے:۔

میں خود بخود تمہاری نماز دیکھنے کے لئے آیا، میرے دل پر اس نماز کا بڑا اثر ہوا۔ یہ عبادت ایک عجیب قوت ہے، تم لوگ دھوپ میں کھڑے تھے، تمہارے بچے رو رہے تھے، مگر تم ذرا پریشان نہ تھے، بلکہ خدا کی طرف دھیان لگائے ہوئے تھے، میں ۲۵ ہزار روپیہ عیدگاہ پر سایہ بنانے کے لئے دیتا ہوں، تاکہ آئندہ عید کے آنے پر تم سایہ میں نماز پڑھ سکو،،

یہ ہے ہندی راجگان کی بے تعصبی کی قابل رشک زندگی کہ جس پر نواب رامپور اور بیگم بھوپال کو شرم کھانا چاہیئے، کہ جن کے تعصب کی تباہ کن داستانیں زبان زد خاص و عام ہیں

شانتی نکیتن کو عطیہ ٹھاکر صاحب ملیڈی کا ٹھاکر صاحب ملیڈی نے ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کو ۵ ہزار روپیہ کا مزید رقم وشو بھارتی آشرم کے لئے دان دی ہے۔ اب کاٹھیاواڑ کے دان کی رقم ۲۴ ہزار روپیہ تک پہنچ گئی ہے، شکر ہے کہ کاٹھیاواڑ کے تاجدار ملکی ضروریات کے لئے اپنے خزائن کا منہ کھولنے لگ گئے ہیں،

دلکش نادانی اور خبیث کا خبث باطنی ملک میں ایسے تعلیم یافتہ نادان، میدان صحافت میں کود

پڑے ہیں کہ جو جوشِ قومی، مذہبی، رواداری، معیارِ شرافت، شیطنت، حسد اور جہالت کے تاریک گڑھوں میں گر گر کر اپنی مذبوحی حرکات سے مرے جارہے ہیں، اس پر اہلِ ہند کہتے ہیں کہ ہند کے صحایف کو وہ درجہ حاصل نہیں جو صحایفِ یورپ کو ہے،

رسالہ **دلکش** جو اپنے متعصبانہ اور پُر از شرارت تحریروں کے لئے حقیقی طور پر بدنام ہے وہ اپنی جولائی کی اشاعت میں اپنی نادانی کا ایسا مکمل ثبوت دیتا ہے کہ جس سے اُس کی قومی رواداری کے بخئے خود بخود اُدھڑ جاتے ہیں، **رئیس ہند** میں میرا ایک مراسلہ ماہ جون میں چھپا تھا، جس میں میں نے لکھا تھا کہ "یہاں سے" ایک پرچہ اتحاد نکلتا ہے، منشی **نذیر احمد خان** صاحب یزدانی اڈیٹر رسالہ مذکور کی فہم و ذکا اور قوتِ تفہیم نے یہ سمجھا کہ یہ مضمون اڈیٹر کا ہے، بس تعصب کا بھوت اُن کی گردن پر سوار ہو گیا، اور پھر اس قدر از خود رفتہ ہو گئے کہ بارہ سطور کے بکواس میں بھی اُن کی عقل ٹھکانے پر نہیں آئی، چنانچہ آپنے یہاں سے کا مطلب دہلی سمجھا، اور لکھ دیا کہ اتحاد دہلی کا ہفتہ وار پرچہ ہے، حالانکہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ نادان بھی سمجھ سکتا ہے، کہ وہ مضمون نامہ نگار مقیم بمبئی کا ہے، اور یہاں سے مراد بمبئی سے ہے، سچ ہے کہ مذہبی رواداری بڑے بڑوں کو قعر ذلت میں گراتی ہے، منشی **نذیر احمد خان** صاحب یا حضرت **انیس** صاحب مارہروی بیچارے کس شمار و قطار میں ہیں، اس اظہارِ حقیقت کے بعد ضمیمہ کے خبثِ باطنی کی دیگر ترلیبات کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہتی، ذوق نے خوب لکھا ہے، ؎

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

"نامہ نگار بمبئی"

ریاست کوٹہ میں تبدیلی مذہب کا اہم قانون۔

بیدار مغز مہاراجہ صاحب کوٹہ نے اپنی ریاست میں تبدیلی مذہب کے متعلق حسب ذیل قانون نافذ فرمایا ہے

"چونکہ نابالغ بچوں کو جن کو مذہب کا کوئی شعور نہیں ہوتا تبدیل مذہب کے لئے اغوا کیا جاتا ہے، یا انہیں بہکایا جاتا ہے، یا بالغ شخص کے تبدیل مذہب کی اس طریقہ سے تشہیر کیجاتی ہے جس سے فرقہ وارانہ

احساسات مشتعل ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ امن عامہ برقرار رکھنے اور سب مذاہب کے حقوق کی حفاظت کیلئے مندرجہ ذیل قوانین نافذ کئے جائیں،

(۱) ہر بیس برس سے کم عمر کی عورت اور ۱۸ برس سے کم عمر کا لڑکا نابالغ سمجھا جائیگا،

(۲) کسی شخص کو اختیار نہ ہوگا، کہ کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا دھرم تبدیل کرے یا اقدام کرے یا اس میں اعانت کرے، اور نہ کسی نابالغ کو اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کرنے کی اجازت ہوگی،

(۳) ہر مذہب تبدیل کرنے والے شخص کو مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں حاضر ہوکر حلفیہ بیان کرنا ہوگا، کہ میں کسی کے سکھانے پڑھانے، بہکانے، پھسلانے یا لالچ دینے سے تو ایسا نہیں کر رہا، یہ بیان سنکر مجسٹریٹ اُسے اپنا دستخطی یا مہری حکم دیگا،

(۴) نوٹ۔ بالغ شخص کے تبدیل مذہب کی اس طرح سے تشہیر نہیں کیجائیگی کہ اس سے فرقہ وارانہ جذبات بھڑک سکیں اور امن میں خلل پڑے،

(۵) کسی ایک مذہب کے یتیموں کو دوسرے مذہب کا شخص پرورش یا کسی اور بہانہ سے نہیں رکھ سکتا، اگر کسی کو کوئی گھومتا ہوا یتیم ملے تو اُس کا فرض ہوگا کہ وہ اُسے تھانہ یا نظامت میں پہنچا دے، اور افسر مہتمم اسٹیشن یا نظامت اس کے متعلق تحقیقات کے لئے مجسٹریٹ درجہ اول کے سامنے پیش ہوگا، اگر یتیم کا کوئی ہم مذہب اُس کی حفاظت و پرورش کرنا چاہے، تو لڑکا اُسے دیدیا جائیگا، اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو مجسٹریٹ یتیم لڑکے یا لڑکی کو ریاست کے یتیم خانہ میں بھیجنے کا حکم دیگا، اگر بوقت اجراء قانون ہذا کوئی لڑکا دوسرے مذہب کے شخص کے پاس رہتا ہو تو اُسے مذہب تبدیل کرنیکا کوئی حق نہ ہوگا، اور اگر لڑکا اُس کے پاس رہنا چاہے تو وہ شخص اُسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے،

(۶) اس سرکلر کے تمام مقدمات قابل دست اندازی پولیس اور قابل ضمانت مگر ناقابل راضی نامہ ہونگے اور طریقہ تفتیش تلاش اور گرفتاری ضابطہ فوجداری کے مطابق ہونگے

پیرس سے مہاراجہ گوالیار کے "پھولوں" کی روانگی | پیرس ۱۹ جون ۱۸ جون کو پیرس سے

مرحوم مہاراجہ گوالیار کے "پھول" روانہ ہوئے، اس وقت جنرل گلائیو کنگ جارج لارڈ گراہم ڈیوک آف کناٹ کی جانب سے اس رسم کی ادائیگی میں شریک ہوئے، پیرس کی شمشان بھومی سے پھول ریلوے اسٹیشن پر لیجائے گئے، اور یہاں سے مارسیلز روانہ ہوئے، صاحب وزیر ہند اور سفیر انگلستان کے نمایندے فرانسیسی جنرل بھی اس موقعہ پر موجود تھے، مہارانی صاحبہ اور چھوٹے مہاراج اور اُن کے صاحبین اسی اسپیشل ٹرین سے روانہ ہوئے، جمعہ کے روز جہاز زنبورہ سے یہ پارٹی ہندوستان روانہ ہوئی،

مہاراجہ گوالیار کے پھولوں کا جنگی اعزاز و احترام

مہاراجہ گوالیار کی جان نثارانہ اور وفادارانہ خدمات ایسی نہ تھیں کہ گورنمنٹ انگلستان اور ہندوستان انہیں بھلا دیتی آپکے رحلت فرمانے کے بعد آپ کا جو اعزاز فرمایا گیا ہے وہ آپ کی گرامی شان کے عین موافق تھا، اب گورنمنٹ ہند نے حکم دیا ہے کہ مرحوم مہاراجہ صاحب گوالیار کے پھولوں کا بمبئی اور اُن کے دارالحکومت کے تمام راستہ میں مکمل فوجی استقبال کیا جائے،

بمبئی میں مہاراجہ صاحب گوالیار کے پھولوں کا جلوس

بندرگاہ پر عظیم الشان مظاہرہ - بمبئی ۳ جولائی مہاراجہ گوالیار کے پھول، آج ڈاک کے جہاز زنبورہ سے ٹھیک ساڑھے ۱۲ بجے بمبئی بیلرڈ پائر پر اُتارے گئے، اور ڈیڑھ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین گوالیار روانہ ہوئے پھولوں کا تحفہ جہاز سے اُترنے سے پہلے ہی بے شمار خلقت بندرگاہ پر جمع تھی کیونکہ وہ ایک ایسی اعلیٰ ہستی تھی جسے باشندگان ہند اور گورنمنٹ ایک خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جہاز کی آمد پر گوالیار کی پٹ رانی اور سرداران کشتی پر سوار ہو کر جہاز پر گئے، خورد محل اور راجکمار سے سرگباشتی مہاراج المناک موت پر اظہار ماتم کیا،

گورنمنٹ بمبئی کی جانب سے ماتم پرسی کرنے کے لئے ڈپٹی سکرٹری گورنمنٹ بمبئی ہزایکسلینسی کے ایڈیکانگ اور کمشنر پولیس حاضر ہوئے تھے گورنمنٹ کی جانب سے ریزیڈنٹ گوالیار مسٹر کرامپ نے یہ رسم ادا کی،

اِس کے علاوہ مہاراجہ صاحب **بیکانیر**، راجہ صاحب **ساونت واڑی**، راجہ جی دیواس، اور بہت سی ریاستوں کے قائمقام بھی جہاز پر گئے، ٹھیک ساڑھے بارہ بجے مہاراجہ کے قریبی رشتہ دار اور والیانِ ریاست پھولوں کا بکس لیکر جہاز سے اُترے، پھولوں کی زینت بے شمار پھولوں کے ہار ٹہر رہے تھے، جو بڑے حکام اور روسا کی طرف سے چڑھانے کے لئے بھیجے گئے تھے، گورنر بمبئی، بمبئی کے کمان افسر اور بحری کمانڈر انچیف نے بھی ہار بھیجے تھے، پھولوں کا ماتمی جلوس نہایت خاموشی کے ساتھ بندرگاہ سے روانہ ہوا، گارڈ آف آنر جس میں گورہ سپاہی تھے اپنا باجہ اور جھنڈا لئے ہمراہ تھے، جھنڈا سرنگوں تھا، اور باجہ پر سیاہ غلاف چڑھا ہوا تھا، سپیشل ٹرین سے باہر گوالیار کی پیادہ پلٹن کا دوسرا گارڈ آف آنر مرحوم مہاراج کی ماتمی سلامی ادا کر رہا تھا، سرگباشی بتاتے پھولوں کے اس جلوس کی رہنمائی چھوٹے مہاراج کمار کر رہے تھے، جہاز کی آمد پر ۲۱ توپ کی سلامی سر ہوئی، اور جس وقت سول سٹیشن سے سپیشل روانہ ہوئی اُس وقت دوسری سلامی سر ہوئی،

قابل تعظیم مہاراجہ گوالیار کے پھول کا گوالیار میں اعزاز

ماتمی پارٹی ایسے اژدہام اور جذبات کی داد لیتی ہوئی گوالیار پہونچی، اہل گوالیار پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹا تھا، ایک دنیا آخری تعظیم کے لئے ریلوے کی طرف حرکت میں آئی، اور ایسی کہ منتظم ریاست بھی انتظام سے باہر ہوگئی، وہاں سے یہ پھول سپری میں لیجائے جا کر مقام مخصوص پر صندل کی چتا میں رکھے گئے، اور داہ کرم سنسکار کیا گیا، پھول الہ آباد کے سنگم پر پہنچائے گئے، ریاست **پٹیالہ** کے قائمقام رائے بہادر **کانھ چند** صاحب جو مہاراجہ مرحوم کے خاص معتمدوں میں سے تھے، ریاست پٹیالہ کی طرف سے دوشالہ ڈالنے میں کامیاب ہوئے، کیونکہ گوالیار کے خاندان شاہی میں سوائے چھترپتی مہاراجہ **کولھاپور** کے اور کسی کا دوشالہ پڑنے کی رسم نہیں تھی، اس رسم کے خاتمہ پر مرحوم مہاراجہ کے لاثانی انتظامات اور بے نظیر طریق حکمرانی کا خاتمہ ہوگیا، اور ایک ایسی روح دنیا سے علیحدہ ہوگئی، کہ جو کبھی قرنوں کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے،

اے ہندوستان کے باقی تاجدار دوستو نے دیکھا کہ سری مادھو سنگھ کی یاد کو وفات کے بعد دنیا نے دل میں جگہ دی، اُن میں سے بعض تم ہو کہ زیست میں ہی تمہارے نام و کام پر لعنت بھیجی جا رہی ہے اُٹھو، سری مادھو سنگھ کے دستور العمل زندگی کی پیروی کرو،

وفادارِ تاج سردار سادھو سنگھ مشکلات میں

ہندوستان کے حالیہ ایجیٹیشن کا یہ نتیجہ ہوا کہ حکومت پرست دشمنوں کے نرغے میں آ گئے اور یہ کوئی نئی بات نہیں، جہاں رعایا اور راعی کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے وہاں سخت سے سخت مشکلات رونما ہوتی ہیں، ہمارے نامہ نگار امرتسر سے تحریر فرماتے ہیں، کہ سردار بہادر سردار سادھو سنگھ رئیس و مجسٹریٹ امرتسر نے سازشیوں کے دبانے میں خاص قابلِ آفرین حصہ لیا سازشی آپ کے درپے تخریب ہو گئے، اور ایک وکیل نے آپ کے خلاف ایک استغاثہ بھی دائر کر دیا، اس استغاثہ کا نتیجہ خواہ کچھ ہی ہو مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس سے سردار صاحب کو سخت مالی نقصان کے علاوہ طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا مگر ارباب حکومت میں کہ خاموش ہیں، بادشاہانِ قدیم کے زمانے میں حکومت پرست ایسے ذلیل و خوار نہ ہونے دیئے جاتے تھے، حکومت کھلے طور پر ہر پہلو اُن کی محافظت فرماتی تھی،

مہاراجہ صاحب پٹیالہ لیگ آف نیشنز میں

امسال گورنمنٹ انڈیا نے مہاراجہ صاحب بہادر والی پٹیالہ کو لیگ کی نمایندگی کیلئے منتخب فرمایا، اور مشہور اہلِ قلم رشن برک ولیم صاحب بہادر آپکے پرائیویٹ سکرٹری بنائے گئے، ہم اپنے معزز منتخب تاجدار اور مکرم یار وفادار پروفیسر صاحب کی جگہ مسٹر آر۔ ایس باجپئی ممتاز ہوئے مہاراجہ صاحب بذریعہ سپیشل اپنے گرمائی صدر مقام (چائل) سے ۱۳ جولائی کو روانہ ہو کر بمبئی پہنچے اور ۱۸ جولائی کو عازم ولایت ہوئے، انبالہ چھاونی کے اسٹیشن پر رعایا، ارکین و ملازمین دربار نے اپنی گہری محبت کا اظہار کیا،

بسفر نعمت مبارک باد　　بسلامت روی و باز آئی

کھوسلہ برادرس کے کھوسنے کے ڈھنگ

مغربی زر پرستی نے ہندوستان میں ایسے رنگ بدلے کہ حصول زر کا ہر طریقہ جرم کی نوعیت تک جا پہنچا، ایا نداری اور زر سبا کا تو ذکر ہی کیا ہے، جدھر دیکھو اسی کا راج ہے، کھوسلہ برادرس نے روپیہ پیدا کرنے کا ایک مہذب راستہ نکالا، ان سلاشیان روزگار نے جنگ عظیم کے خاتمہ پر ایک باتصویر کتاب معطیان عطائے جنگ کے لوٹنے کے لئے چھاپی، تین سو روپیہ فی صفحہ قیمت ٹھہرا کر یہ لالچ دیا کہ جو چاہیں آپ چھپوائیں، اس مصنوعی اور نالائق شہرت کی آواز نے صداقت کا گلا گھونٹ دیا، حقیقی وقائع نگاری کا خون کر دیا، تقریباً ہر معطی نے پیٹ بھر کر اپنی مدح کے راگ گائے، اور قدامت و لیاقت کے ایسے بے سرے سر الاپے کہ جدید تعلیم و تربیت کے بخئے ادھڑ گئے، مرا سیوں سی مدح سرائی کر کے کتاب چھاپ کر جب اپنی جیبیں بھر لیں تو برسوں بعد پھر وہی سلسلہ اختیار کیا، انہوں نے سوچا کہ ملک میں ابھی اور ایسے شرفا باقی ہیں کہ جنہوں نے جنگ میں امداد دی تھی، اور ان پر ہاتھ صاف نہیں کیا گیا تھا، اب سرکاری لسٹ لیکر ان کا ایجنٹ ہماری ریاستوں اور ملک کے روسا کو لوٹنے کے لئے جیل کی طرح چکر لگا رہا ہے، اور ایسے غلط اور مغالطہ آمیز طریقہ کار پر کاربند ہے کہ جس پر ترس فالعنت بھیجتے ہیں، ہم اپنے روسا کو خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی ایسی خانہ ساز تعریفوں کے لئے فضول زر نثاری نہ کریں یہ کھوسلہ برادرس کے لوٹنے کے ڈھنگ ہیں کوئی سرکاری معاملہ نہیں ایسی تعریفوں سے اُن کی قدر و منزلت بڑھ سکتی ہے، نہ یہ کوئی سندی تحریر ہے،

سردار گوردیال سنگھ نائب السلطنت نابھہ

مہاراجہ رپ دمن سنگھ دست برداری تخت نابھہ کے بعد رعایا قلوب کے خواہ رئیس نا قابل ہی کیوں نہ ہو مضمحل تھے کیونکہ نا عال باستانی روایات اور جذبات عکمرانی فرقہ کے موافق عال ہیں، مگر سردار گوردیال سنگھ صاحب کے تقرر نے اُن بیدل دلوں کے زخم کو مرہم مسیحائی سے بڑھکر کام کیا، اب رعایا اپنے بے خبر تاجدار کو بھلا چکی اور جدید انتظامات کی بدولت سے فیضیاب ہو رہی ہے، اور قابل کونسل کی تقرری کا سخت انتظار ہے، اگر اب بھی روسا ہندا اپنا چال چلن درست کرینگے

پھر تو روسا کو کیا کمی ہے ملک کی قدر کریں اگر مقصد ملک ہی بہبود ہو

تصریح تصویر

"تیغوں کے سایہ میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں"

اقبال نے اپنے اس کلام میں اپنے قومی جوش کا اظہار کیا ہے، اس کا مدعا یہ ہے کہ ہم تیغ زن ہیں، اور سپاہی ہیں، رزم ہمارا کام ہے، ہم جنگجو ہیں، مگر ہم شاعر کے خیال سے زیادہ اس کے وہ معنی ظاہر کرتے ہیں، جو درحقیقت شعر مذکور میں دانستہ رکھے ہوئے تھے نہ اقبال اپنے شعر کی جدید شرح سُن کر ہمیں ضرور داد دینگے، کیونکہ ہم نے قصہ طلب خیالی کرشمہ اس کیساتھ پیوستہ کر دیا ہے، دَورِ مغلیہ کے عروج میں رعایا و اراکین ایسے ایسے امور کے خوگر ہو گئے تھے، جو ترقئ جاہ و منصب کے مترادف ہوتے تھے، انسانی زندگی کا آغاز روزِ پیدائش سے سمجھا جاتا ہے، چنانچہ الوالعزم شمشیر زن مغلیہ بادشاہوں کے حرم کی پاسبان عورتیں ہوتی تھیں، اور سپاہیانہ وردی پہنتی تھیں، شمشیر اس وردی کی روح رواں تھی، ہر بچے کی پیدائش کے ساتویں روز زچہ اور بچہ رات کے وقت زچہ خانے سے باہر لائے جاتے تھے، زیرِ فلک ایک چبوترہ آراستہ کیا جاتا تھا، جس پر زچہ اور بچہ سج سجا کر آ کھڑے ہوتے تھے، آگے آگے شمع کافوری ہوتی تھی، اس کے بعد قرآن شریف پھر زچہ اور بچہ اس کے پیچھے جواہرات کا طشت قلماقنان اُٹھائے آتی تھیں، بچہ کو گود میں لیکر ستارے دکھاتی تھیں دو خواصیں دائیں بائیں کھڑی ہو کر اور آپنے دائیں ہاتھوں میں تلواریں تقاطع کر کے اُن کے سروں پر اُن کا سایہ کرتی تھیں، اس طرح سے یہ رسم جسے "ستارہ دکھانے کی رسم" کہا جاتا تھا ادا کیجاتی تھی، تصویر ہذا میں اسی رسم کی ادائیگی کی رسومات دکھلائی گئی ہیں،

بہار ُسنامی

پوپ، ونڈوز و رتھ وغیرہ لوگوں کی تعلیم سے پالا پڑا ہے۔ وہ اُن کی رسم و رواج، آداب و قواعد، تہذیب و شائستگی، قوموں کا عزل و نصب۔ ملکی تسخیر و تاراج، ترقی و تنزل وغیرہ وغیرہ حالات ظاہر کر سکتے ہیں۔ اگر کسی بزرگ کی سوانح عمری سننا چاہو تو سیکڑوں نامعلوم غیر ممالک کے بہادروں کے حالات بیان کر سکتے ہیں لیکن اگر اشوک، پرتھی راج گوسائیں تلسی داس جی، راما نج، سری شنکراچاریہ وغیرہ وغیرہ بزرگان ہند کے حالات دریافت کئے جائیں تو معمولی حالات تو بیان کرنا درکنار، اچھی طرح اُنکا نام بھی نہیں لے سکتے۔ دُنیا بھر کا شجرہ، نسب یاد کر رکھا ہے لیکن جب کوئی مذہبی رسم ادا کرنے کا موقع پڑ جاتا ہے تو اپنے دادا کا نام نہیں تبلا سکتے۔ یہ سب اُس بیہودہ تعلیم کے ناقص نتایج ہیں جو وہ پا رہے ہیں اور اپنی آیندہ نسلوں کو ایسی تعلیم دلا کر گمراہ بنا رہے ہیں، اُنکے دماغ جن میں جدید تعلیم کے کلدار آئینوں کی لال ٹینیں روشن ہیں، ایسے نازک و اہم امور کے سمجھنے کے قابل نہیں رہے۔

بھلا غور کرو کہ اُن لوگوں نے تو اپنی قوت بازو سے سلطنتیں قائم کیں ریاستیں بنائیں، ملک آباد کئے۔ مظلوموں کو پناہ دی۔ سیکڑوں طرح کے انتظام کئے۔ اور قانون باندھے۔ آج کل کے ان برائے نام جنٹلمینوں سے ترقی تو کیا ہونا تھی۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنے بزرگوں کے ورثہ کی حفاظت کریں۔ اور جو چیز انہوں نے پیدا کی اُسے قائم رکھیں۔ حیف ہے کہ وہ باوجود اپنی ہر طرح کی ناکامیوں کے اپنے آپ کو بڑے پولیٹیشن، قابل، مشیر، وزیر باتدبیر، مدبر، اہلکار، کارگذار سمجھتے ہیں۔ اور خان بہادر، سردار بہادر، راے بہادر کی دُمیں اپنے ناموں کے آگے پیچھے بڑے شوق سے لگا کر اپنے آپ کو خاص اعزاز دینا چاہتے ہیں۔ مگر اُنہیں معلوم رہے کہ زمانہ بڑا مردم شناس ہے۔ اِس میں اب بھی ایسے ایسے بزرگ پڑے ہیں جو یہ سب مزخرافات دیکھتے ہیں۔ مگر خاموش ہیں۔ ایسے اہل نظر اصحاب کی نظروں میں ایسی دُمیں لگانے سے وہ معزز و ممتاز

نہیں ہو سکتے۔ گذشتہ ارکانِ دولت نہ ایسی فضول خواہشات رکھتے تھے۔ نہ ایسے الفاظ اپنی نسبت استعمال کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے کاغذات میں محض اُن کا نام ہی نام دیکھا جاتا ہے۔ اور وہ الفاظ جو دراصل اُن کی شایانِ شان تھے۔ اُنہوں نے اپنی نسبت استعمال کرنے یا کرانے پسند نہیں کئے۔ حالانکہ وہ پاک ہستیاں اگر اپنی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا یا کرانا چاہتیں تو اُن کی یہ خواہش کچھ بیجا نہ سمجھی جاتی مگر

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

وہ منکسر المزاجی کے جوہر سے اپنی طبیعتیں شاد رکھتے تھے۔ اِس کسرِ نفسی کی بدولت اُن بزرگوں کا نام ہی دُنیا سے وابستہ ہو گیا ہے۔ اُنہیں دُنیا چھوڑے سیکڑوں سال گزر چکے۔ مگر ہم اب بھی اُنکے کارناموں کی برکت سے اُنکے ناموں کی عزت کرتے ہیں۔ اور دنیا نے بھی اُنکے نیک نام کو آج تک نہیں چھوڑا۔ باوصف اس قدر شرمناک امتیاز کے ہم ایسے تعلیم یافتہ اپنی کج فہمی سے اُن مرحومین کی نسبت حرف رکھتے ہیں۔ اور اُن کی مطمئن روحوں کو اپنے نالائق کارناموں سے نسبت دے دے کر آرام لینے نہیں دیتے۔

ایک دن دوستوں میں اہلکارانِ قدیم وجدید کے نازک مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی ایک مہربان بولے کہ آج کل کے اہلکار نمایشی ٹٹو یا دسہرے کے گھوڑے ہیں۔ یہ تو اپنے دن اپنی زیب و زینت، نالائق و تباہ کن آرام و آسائش میں کاٹتے ہیں۔ اور جو وقت باقی بچ رہتا ہے وہ ایک دوسرے کی تباہی کے سامان سوچنے اور بدلا لینے کی فکر میں گذارتے ہیں۔ اگر پھر بھی وقت بے حیائی کرتا ہے تو شرابیں پی کر رنڈیاں بلا کر خرمستیاں شروع کرتے ہیں۔ بخدا اگر انکے بزرگ یہ جاگیریں قائم نہ کر جاتے۔ تو یہ بھوکے مرجاتے۔ پُرانے اہلکاروں کی زیب و زینت اُنکے ہتھیار تھے۔ اور دیانت داری اُنکا جوہر۔ وقت کو ترقی سلطنت، اور بہبودی رعایا کی تدبیروں میں صرف کرکے

آرام و آسایش حاصل کرتے تھے۔ اور بقیہ وقت خالق کی یاد میں یادگار چھوڑتے تھے۔
اب جائے غور ہے کہ ان دونوں میں کس کے فعل قابلِ تذلیل ہیں۔ اور کس کے کام قابلِ تعظیم۔ دونوں میں اچھا کام کس سے ہونا ممکن ہے۔ نام آج کل کے اہلکاروں کا بھی اہلکار ہے۔ اور پچھلے اہلکاروں کا بھی اہلکار۔ گو کام دونوں کرتے ہیں۔ در اصل انکو اہلکار کہنا محض اجتماع النقیضین ہیں۔ اگر انہیں تشبیہ دیجائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے تو اُس کسان کی حیثیت رکھتے ہیں جس نے اپنی محنت سے زمین صاف کر کے قابلِ تمردُ بنائی ہو اور پھر تخم ریزی کر کے اپنی محنت کا پسینہ بہا کر فصل کی حفاظت میں جان کھپائی ہو۔ اور اُسکو فصل کاٹنے کا موقعہ نہ ملا ہو اور خود انتقال کر گیا ہو۔

آج کل کے اہلکار اُس کسان کے مشابہ ہیں کہ جو لہلہاتی ہوئی کھیتی اور پکی ہوئی فصل پر قابض ہو گیا ہو۔ اور اپنی ضرر ریاست سے بڑھ کر مالِ مفت دلِ بے رحم کے مقولہ کے مصداق ہو کر بے دردی سے اُسکو کاٹ کر لٹا دینے کی فکر میں ہو۔ اور جب فرصت پاتا ہو بے فکر ہو کر سو رہتا ہو اور آنکھ کھلنے پر اپنی اس کارکردگی پر اِتراتا ہو"

مہربان کی اس تقریر نے مجمع پر بڑا اثر کیا اور سب حاضرین نے خوب خوب کہا۔

مصیبتوں نے بھی انسانوں کے ساتھ جنم لیا ہے۔ پہلے جب کبھی سلطنتوں کو مصیبتوں کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تو نمک خوار اِن سلطنت اپنی نمک خواری کا حق ادا کرتے تھے۔ ہزار آپس کے فساد ہوں، لاکھ دلی عناد ہوں، مگر اس دوراندیشی سے کام نکال لے جاتے تھے کہ مصیبتیں بھی اپنی ناکامی پر شرمندہ ہوتی تھیں۔
آج کل زمانہ امن و اماں ہے۔ یہ مصیبتیں کہاں۔ مگر پھر بھی جو آتی ہیں وہ ان اہلکار صاحبان ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

لطف یہ ہے کہ بیماری جب دماغ چاٹتی ہے تو یہ اس بیماری کو اپنی کارگزاری کے اظہار کا موقعہ سمجھتے ہیں۔ خوب آؤ بھگت کر کے حوصلہ بڑھاتے ہیں

اور امداد دیتے ہیں۔ یہ سمجھکر کہ اگر یہ مریض مرض میں مبتلا رہیگا۔ ہماری قدر کریگا۔ اور مرشِ بھی خوش رہیگا۔ نظر میں سمانے کے لئے آنکھیں نذر کرتے ہیں۔ اور دانت پیشکش۔ اِس طرح سب کچھ دے دلاکر انسان کی ہستی سے نکل کر اور دُمیں لگاکر فارغ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب موقع لگتا ہے تو اپنی کارگذاری ان دُموں سے ظاہر کرتے ہیں۔ اگر کوئی دوسرا تعریف کرنے والا نہیں ملتا تو خود ہی بنام نہاد کوئی کتاب شایع کراتے ہیں۔ جس میں اپنے کارنامے لکھ لکھ کر خوش ہوئے جاتے ہیں۔ مگر ایسی کارگذاری پر نیک صلہ کی جو اُمید رکھتا ہے وہ اپنی نمک حرامی و کورنمکی سے ملک میں حقارت پیدا کر کے نفرت پیدا کرتا ہے۔ اور اُن کے نام اور کام پر ہمیشہ لعنت بھیجی جاتی ہے۔

اب ہم اپنے ناظرین کو ایک ایشیائی دربار مسند نشینی کی سیر کراتے ہیں۔ اُنہیں پچھلے واقعات ذہن نشین کر کے دربار شاہی میں شامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ اُس شاہ عالیجاہ کی مسند نشینی ہے کہ جسکے نام کے ساتھ بہادری، اُولوالعزمی، شہرت، نیک نامی اور ہمدردی نے جنم لیا ہے۔ اور وہ ایسا ایماندار خاتم ہے۔ کہ جسکی دُنیا میں نظیر نہیں۔

ابھی شب کی تاریکی دُور نہ ہوئی تھی کہ چند سانڈنی سوار قلعہ کے دروازہ کے آگے ایکدم آکر ٹھہرے۔ اُنکے تھوڑی دیر بعد ایک گھوڑبیل قلعہ معلّی میں داخل ہوئی جسکے کُمیت رنگ کے گھوڑے منزل مارنے پر بھی گردنیں اُٹھائے پاؤں بڑھائے ایک خاص انداز سے گھوڑبیل کھینچ رہے تھے۔ گھوڑبیل درشنی دروازے کے آگے ٹھہری جسمیں سے ایک نوجوان شہزادہ اور دو عورتیں اُتر کر محلات میں چلی گئیں۔

دربار کی تیاریاں

چوبدار:۔ پنڈت جی مہاراج! پنڈت جی مہاراج!!

ایسی آوازیں پے در پے آرہی ہیں۔ اتنے میں ایک حویلی کے اندر سے جھانتا

صورت کھنڈی اوڑھے، مالا ہاتھ میں لئے باہر نکلے، اور بولے:-

تم ایسی جلدی کیوں کر رہے ہو، مجھے خود خیال ہے - میرے دو دیا آرتھی ساگری جمع کر رہے ہیں - اُن کے آنے پر میں خود پہونچونگا - مہورت میں ابھی دیر ہے - مگر ہاں یہ بتلاؤ کہ کیا برنالہ سے مائی صاحب اور ٹیکا صاحب آ گئے۔

چوبدار - مجھے معلوم نہیں - آپ جلدی جائیں - دیوان صاحب بلا رہے ہیں -

پنڈت جی - اچھا تم چلو میں آتا ہوں -

چوبدار قلعہ میں واپس پہونچا، اور جاکر دیوان صاحب سے عرض کیا کہ راج پنڈت جی ساگری کا انتظام کر کے آتے ہیں -

دیوان صاحب :- مہورت میں محض چار گھڑی باقی ہیں، پنڈت جی نے ابھی تک ساگری جمع نہیں کی، خیر - وہ عقلمند ہیں، وقت پر آ جائینگے - تم دروازے پر پہونچو اور جب وہ آئیں، اُن کے ہمراہ آؤ۔

یہ کہکر دیوان صاحب اُس عالی شان دیوان خانہ کی طرف بڑھے - جو قلعہ میں دائیں جانب نہایت سادگی سے سجایا گیا تھا - اُسکے دروازوں پر سبز پتیوں کی بندروالیں آویزاں تھیں - رنگ برنگ کی خوشنما جھنڈیوں نے اس عمارت کو گلزار بنا رکھا تھا - جسکے صحن کے آگے ایک زربفت کا سائبان سُنہری چوبوں پر سُرخ ریشمی رسّوں سے تنا تھا - جسکے دائیں جانب فوج اور اُسکے آگے جاگیردار، ذیلدار، اور رشتہ دار رنگ برنگ کی ریشمی چادریں، چادر جوڑے، کھیس اوڑھے سفید سفید پگڑیاں باندھے دو زانو بیٹھے تھے - بائیں جانب عہدہ داران مالی نشست فرماتے تھے - جنکے آگے اہلکاران ریاست ہاے اتحادی بٹھائے گئے تھے - درمیان میں ڈیوڑھی والوں کے لئے رستہ تھا - جو سونے اور چاندی کے دربار بہار رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد راج پنڈت مع سامگری اور دیگر پنڈتوں کے اس سائبان کے نیچے آئے اور آتے ہی دیوان صاحب سے بولے:-

حضور دیوان صاحب! بہتر ہے کہ سب سے اوّل معذرت کی رسومات ادا کرلیجائیں - جو اہلکار ریاستہائے اتحادی، ذیلدار، رشتہ دار آئے ہیں اُنکی معذرتیں آپ قبول فرمائیں - یہ رسومات دو گھڑی کے اندر اندر ختم ہو جانی چاہئیں - کیونکہ مسند نشینی کی مہورت میں اب کچھ زیادہ عرصہ باقی نہیں -

دیوان صاحب نے راج پنڈت کے ارشاد کے موافق معذرت کے دو شالے گھوڑے نقدی حسب دستور قبول کرنے شروع کئے - پاس ہی ایک محرر اُسکی تفصیل لکھ رہا تھا - دیوان صاحب نے وقت کا اندازہ کرکے اِسکا بھگتان جلدی ہی کردیا -

وقتِ مقررہ پر باجوں کی آواز اور نقیب کے دعائیہ کلمات کے ساتھ ایک نوجوان شہزادہ شاہی پوشاک پہنے بڑی آن وبان کے ساتھ شامیانہ کی طرف آیا جسکے دیکھتے ہی چوبدار نے اہل دربار کی طرف دیکھ کر کہا "دھیان کرو" اُسکے یہ لفظ ادا کرتے ہی سب اہل دربار سروقد استادہ ہوگئے - شہزادہ نوجوان اُدھیڑ سن بوڑھے اہلکاروں کے حلقہ میں اُسی راستہ سے آیا اور بڑی تمکنت کے ساتھ مسندِ زریں پر جلوس فرما ہوا - اُسکے دربار میں داخل ہوتے ہی خاموشی کا عالم پیدا ہوگیا -

شہزادہ نے مسند پر ابھی جلوس فرمایا ہی تھا کہ راج پنڈت معہ اپنے سامگری اور دیگر پنڈتوں کے مسند کے آگے بڑھے - پنڈت جی نے پہلے ہون کی آگ جلائی - اور پھر پوجا شروع کی - شہزادہ نے یہ رسومات نہایت صدقِ ارادت کے بکمال اطمینان انجام دیں جب پوجا ہو چکی تو بائیں صف میں سے درجۂ اول پر بیٹھا ہوا اہلکار نہایت ادب و تعظیم سے شاہزادہ کے حضور حاضر ہوا - اور نذر پیش کی - پھر وہ اُسی پاؤں پیچھے واپس ہوکر راستہ کے وسط میں کھڑا ہوگیا اور بلند آواز سے اہلکارانِ دربار کو اپنی طرف اس

طرح مخاطب کیا:-

صاحبان! آپکو معلوم ہے۔ کہ ہمارے قابلِ تعظیم بابا صاحب نے پیروانگی بعد
جو وصیت فرمائی تھی۔ اُس میں ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میرے بعد میرا پوتا امر سنگھ
بہادر جانشین ہو۔ چنانچہ اُس وصیت اور رواج کے موافق آج ٹیکہ صاحب
کی سند نشینی کی رسومات انجام پاتی ہیں۔ جس طرح بابا صاحب نے خلق خدا کی
بہتری میں اپنی زندگی وقف کی تھی۔ مہاراج بھی اِس نقش قدم پر چلنے کی
واہگرو سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ اور اُمید دلاتے ہیں کہ رعایا و برایا۔ ملازم
و غیر ملازم اُسی آزادی، بے فکری اور اطمینان سے ہمارے علاقہ میں زندگی
بسر کرے۔ کہ جس طرح حضور بابا صاحب کی حیات میں ہر شخص کو پوری پوری
آزادی و بہبودی نصیب تھی۔ اُسکے ساتھ ہی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ چوروں،
راہزنوں، بدمعاشوں اور ظالموں سے اِنھیں محفوظ رکھا جائیگا۔ اور دربار
سے بابا صاحب کے عہد کی طرح ان کی پوری پوری امداد فرمائی جائیگی۔ لنگر
بدستور جاری رہیگا۔ اور وہ تمام رعایات جو سب کو حاصل ہیں بدستور قائم
و برقرار رکھی جاتی ہیں۔ جس شخص کو جس امداد کی ضرورت ہو۔ بلا دریغ سرکار میں
عرض کرے۔ اہلکاران اور جملہ ملازمان اپنے اپنے فرائض نیک نیتی، اور انصاف
و رحم سے انجام دیتے رہیں۔ اور ہر مظلوم کی فریاد پر کامل توجہ فرمائیں"
جب یہ تقریر ختم ہو چکی۔ تو اہلِ دربار نے درجہ بدرجہ نذرات پیش کیں۔ جنہیں حسب دستور دوشالے
و خلعت عطا ہوئے۔ پھر اہلِ حرفہ جو شامیانے کے باہر اپنی اپنی صنعتیں لئے منتظر تھے
نمبروار پیش ہوئے۔ اشیائے صنعت پیش کرتے جاتے تھے۔ اور مہاراج اِس تھوڑے
سے عرصہ میں اُسکی صنعت کا اندازہ فرما کر نذرات کے ڈھیر میں سے بقدر مناسب ہر
اہل حرفہ کو مٹھیاں بھر بھر کر بخشتے تھے۔ اور بعض صنعتوں کے بابت کچھ استفسار بھی فرماتے

تھے۔ جب یہ لوگ پیش ہو چکے، تو تصدق میں ہزار ہا روپیہ غریبوں، سادھوؤں، فقیروں، بیوہ عورتوں اور دیگر مستحقین کو تقسیم کیا گیا۔ توپوں کی گرج کے ساتھ دربار برخاست ہوا۔ پھر سواری کا جلوس مرتب ہوا۔ اور مخصوص مذہبی مقامات کی پوجا کے لئے سواری چلی۔ راستہ میں سردار ڈیوڑھی نے بڑی محبت سے ہر سائل کو اطمینان بخش جواب دیا اور راستہ میں جو فقرا پیش ہوتے رہے خیرات حاصل کرتے رہے۔ اس طرح سے سیر کرائی جاکر جلوس قلعہ معلی میں واپس آیا۔

ہاے وہ زمانہ اور اہلِ زمانہ اب کہاں ہیں ؎

گیا حُسن خوبانِ دلخواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اب اُس زمانہ اور اہلِ زمانہ کے خیالات اور حالات یاد کرنا اپنی جان پر صدمہ اُٹھانا ہے، مگر یہ خیالات دل سے کیوں دور ہوتے ہیں۔ خواہ رنج ہی اُٹھانا پڑے ؎

شبے خیال بر زلف آمد گذشت بدل
تمام عمر چو زلفم بہ پیچ و تاب گذشت

قواعد و ضوابط

اہتمام ترتیب و قیمت رسالہ

(۱) یہ رسالہ فروری ۱۹۳۲ء سے شاندار اداروں کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت سے جلوہ افروز ہوا کرے گا۔

(۲) چونکہ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہے۔ اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کا مرکز مانا گیا ہے۔ اس لئے اس کی اشاعت کیلئے یہ اعلیٰ راجدھانی منتخب کی گئی ہے۔

(۳) اس میں خصوصیت سے ہندکی مہارانیوں، رانیوں اور دیگر روسا، و امرا، وغیرہ کے پولیٹکل شوشل اخلاقی تاریخی علمی ادبی وغیرہ وغیرہ مضامین درج ہوا کریں گے۔

(۴) ہر ایک نمبر میں ہند کے ایک رئیس کے ضروری حالات مع تصویر ہوا کریں گے۔

(۵) سال بھر سے کم مدت کے لئے یہ رسالہ جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کے پرچے کی قیمت ایک روپیہ عہ ؍

(۶) کسی ماہ کے رسالہ نہ چھپنے کی شکایت اگلے ماہ تک آنا چاہیئے

(۷) جن اصحاب گرامی کی خدمت میں یہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاویگا بشرط قبولیت وہ صاحبان رسالہ کے مستقل خریدار سمجھیں جائیں گے۔

(۸) شرح چندہ حسب ذیل ہے۔

(۹) جیسا کہ اس رسالہ کا موضوع ہی ہمیں صرف تمثیل ریاستوں جاگیرداروں ہی کے متعلق مضامین درج ہونگے متعلق نگاہ مدنظر ہی موضوع اگر مستقل سرخیوں ہی پر مضمون تحریر فرمائیں

(۱۰) جو صاحبان ریاستوں کے حالات پر مضامین لکھیں گے یا حالات اور خبریں ارسال فرمائینگے اُن کی خدمت میں بقدر مناسب معاوضہ پیش کیا جائیگا یا رسالہ مفت دیا جائے گا۔

(۱۱) نامہ نگار صاحبان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے۔

۱۲ یہ ضروری ہے کہ جو حالات بھیجے جائیں صحیح صحیح ہوں سُنے سنائے نہ ہوں

(۱۳) جملہ خط و کتابت متعلق مضامین خریداری و نمونہ رسالہ اشتہارات نیز ترسیل زرچندہ اور اُجرت اشتہارات وغیرہ وغیرہ بنام منیجر ہونا چاہیئے۔

(۱۴) چونکہ اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے رئیس کے دربار میں باریابی کا فخر حاصل کریگا اس لئے طبقۂ امرا میں خصوصیت کیساتھ مقبول ہوگا۔ اشتہار دہندگان کے لیے نہایت نادر موقع ہے نرخ نہایت ارزاں رکھے گئے ہیں جو بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ جھوٹے اشتہار بھیجے اور چھپوانے کی بے سُود کوشش نہ فرمائیں۔

قسم خریدار صاحبان	مہاراجگان بہادر	راجگان بہادر	امرا و روسائے نامدار	عوام	طلبا	مابعد
شرح چندہ	بگفتا قیمتش گفتم نگاہے بگفتا کمترش گفتم کہ گاہے		صہ ۲۵	عہ ؍	۵ ؍	[illegible]

منیجر رسالہ رئیس ہند دارالسلطنت ہند دہلی

کشتہ قشر بیضہ

سستی نامردی اور امراض مثانہ کے لئے اکسیر ہے

یہ کشتہ پہاڑ کے ایک سادھو سنیاسی نے عرق لیموں میں ہمارے روبرو بیس سال ہوئے تین ماہ میں تیار کیا تھا، چونکہ تجربہ سے عجیب وغریب پایا گیا ہے، اس لئے جن صاحبان کو اس کے استعمال کی ضرورت ہو بلا دریغ طلب فرمائیں،

ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے، چار روپیہ (للعہ)

کشتہ فولاد

جسکے عجیب وغریب خواص ناقابل بیان ہیں

یہ کشتہ بھی سادھو صاحب نے ہماری نگرانی میں تیار کیا تھا، اوّل تو خالص فولاد کا ملنا مشکل تھا، پھر اس کی شناخت اس سے مشکل تھی، ایک بیش قیمت سلاح خانہ سے حاصل کیا گیا اور اُسے عرق تربوز میں گلایا گیا اور پھر دو مہینے تک آنچ پر آنچ دی گئی، جب کہیں جاکر یہ کشتہ بنا، ایک ماشہ کی قیمت جو ایک مریض کے لئے کافی ہے، چار روپیہ (للعہ)

حُسن یُوسف

چہرے کے دھبّوں داغوں اور چھائیوں کو صاف کرنیوالا پوڈر

شیخ الرئیس بوعلی سینا کے قانونچہ کی ترکیب کے موافق تیار کیا ہوا سفوف ہے،

قیمت فی پوڑیہ جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے، ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ: پٹیالہ، بھگونت آشرم پنجاب